ترجمہ: .... اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ انکو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے .....

(البقرہ ۲/۲۵۶-۲۵۷)

بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان میں ترتیب دی گئی (زیر طباعت)

آپ بیتی

BIOGRAPHY

"The Mystery - play of Self-styled god"

(ANTHOLOGY) ادبی شہ پاروں کا مجموعہ

اردو ترجمہ بعنوان

آغاخانی مسلمان کیسے

سابقہ باطل مذہب سے دین اسلام کی طرف رجوع کی سرگزشت

آپ بیتی از:

اکبر علی غلام حسین

خصوصی انداز میں محدود ادبی تلخیص، ترجمہ

ترتیب و پیشکش

محمد اکبر خان (چیف ایڈیٹر)

سہ ماہی "اسماعیلی نمازی مرز" کراچی

خصوصی تعاون

شعبۂ تحقیق و تصنیف

ادارہ مطبوعات اسماعیلی نمازی مرز" کراچی

زیر سرپرستی ۰ اسماعیلی نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

ISMAILI NAMAZI

بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان میں ترتیب دی گئی (زیر طباعت)

آپ بیتی

BIOGRAPHY

" The Mystery-play of Self-styled god "

(ANTHOLOGY)

ادبی شہہ پاروں کا مجموعہ

اردو ترجمہ بعنوان

کتاب کا نام : ہم آغاخانی مسلمان کیسے ہوئے؟

سرگزشت از : اکبر علی غلام حسین

اشاعت اول : رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ / جنوری ۱۹۹۶ء

تعداد اشاعت : دو ہزار

کمپیوٹر کمپوزنگ : سعید احمد قریشی

مطبع : الجنت پرنٹنگ پریس۔ کراچی

قیمت : ۲۰۲/= روپے (تبلیغی مقاصد کے تحت)

ترجمہ و ترتیب : محمد اکبر خان (چیف ایڈیٹر) سہ ماہی "اسماعیلی نمازی مرر" کراچی

ناشر :

اسماعیلیہ نمازی ... کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

مرکزی دفتر : عیلہ مسجد بلاک نمبر ۷ فیڈرل بی ایریا'

نزد عائشہ منزل آغاخان میٹرنٹی ہوم

پوسٹ بکس ۴۸۱ کراچی پوسٹ کوڈ ۷۵۹۵۰

فون : ۶۲۱۲۷۹۲ (اوقات رابطہ ہر نماز کے بعد) انشاء اللہ

الداعی: اکبر علی غلام حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب :

اللہ
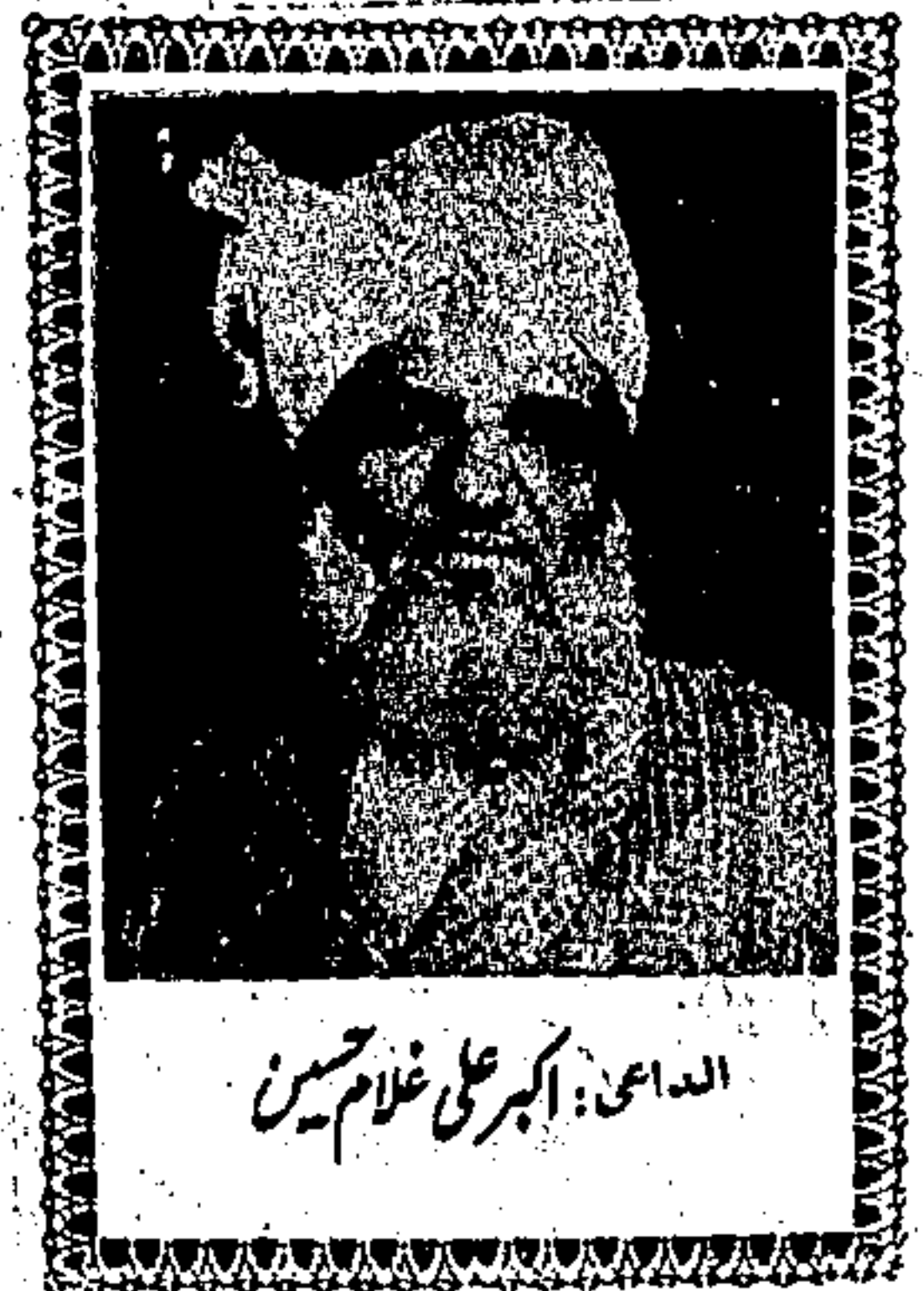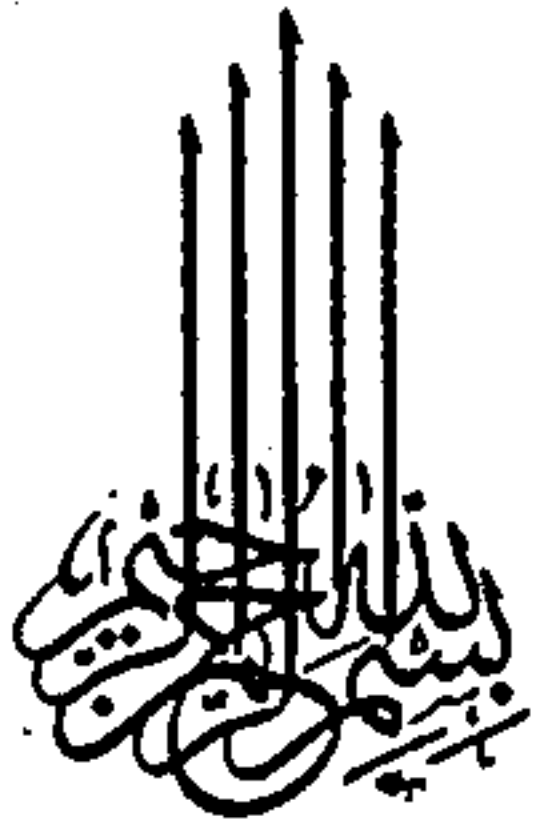
کے نام اس تحریر کو منسوب کیا جاتا ہے :
جو وحدہٗ لا شریک اور
اپنی تمام صفات میں یکتا ہے۔
جس نے ارحم الراحمین ہونے کے ناتے
اپنے لطف کرم و عنایت سے
محسن انسانیت اور خیر البشر نبی آخر الزمان حضرت

محمد

کی متبرک ذات کو مرحمت فرمانے پر
قرآن کو رشد و ہدایت کا باعث قرار پاکر
تا ابد انسانیت کو تاریکیوں و گمراہیوں کی
گھاٹیوں سے نکلنے کا سامان مہیا کر دیا
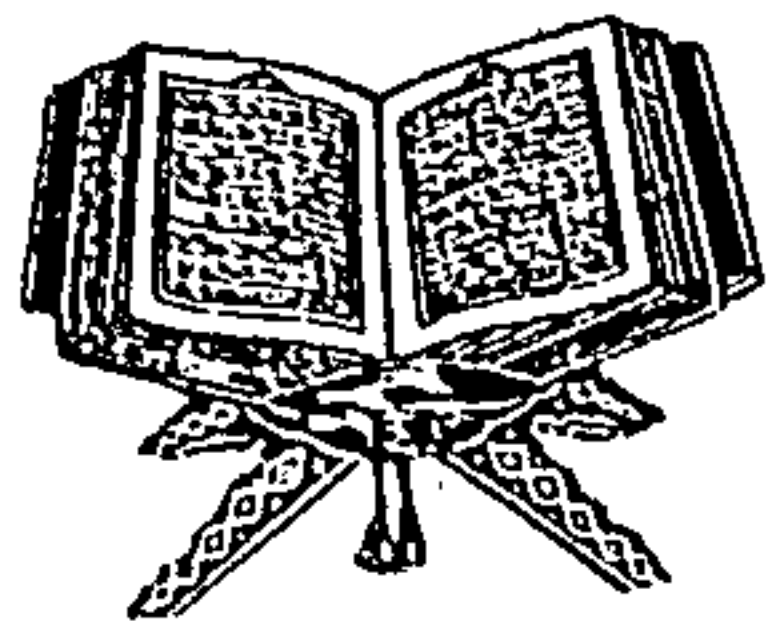
الحمد للہ

الداعی : اکبر علی غلام حسین

قانونی چارہ جوئی کے لئے معزز عدالتوں کا تعین :

اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی کی شائع کردہ کتب، تصانیف، تراجم و دیگر تمام جملہ متنازعہ امور کی سماعت کا حق صرف کراچی کی معزز عدالتوں اور عدالت عالیہ سندھ کو حاصل ہوگا۔

منجانب :۔

اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

احتجاب

گمان غالب ہے کہ :

اس کتاب کے گوں ناگوں چند گوشوں میں مذہبی رسوم و عبادات کے نام پیوست حیا و شرم سے مبرا پردے کی باتوں کے اخفا کا مواد موجود ہے حقیقت میں تو ایسی تحریر کا بیاں غیر ادبی مواد میں بھی شامل ہونا ناقابل فہم امر ہے۔ کجا کسی مذہبی و دینی فکر کی تبلیغ کے لئے شائع کردہ کتاب میں پیش کیا جائے۔ لیکن چونکہ متذکرہ حقائق بیان کئے جانے کے لئے ثبوت کے تحت ضروری متصور کیا گیا۔ اسی ضمن میں آباؤ اجداد کے مذہبی افکار کی حامل جو تصاویر پیش کی جا رہی ہیں۔ ان پر بھی اسی اخفا کا شائبہ موجود ہے۔ اس بناء پر استدعا ہے کہ بچوں کی پہنچ سے محفوظ ہی رکھا جائے۔

اختصاریات :

ل : اللہ کی لعنت ہو اس (بدبخت) پہ جس کے نجس ذہن نے دین اسلام کے خلاف زہر افشانی کرنے کے ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے توہین شان الٰہی جل جلالہ' توہین قرآن' توہین رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم و توہین شان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتکب ہونے پر اپنی تحریر اسود کو پہلی بار اس عالم خاکدان میں وجود دے کر قرطاس کے صفحات پر منتقل کرنے پر خود کو لعنت کبری کا مستحق قرار دلوالیا۔

ح : حوالہ

ن : نقل کفر' کفر نہ باشد (کفریہ الفاظ کا بیان حوالے کے طور' پیش کئے جانے پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا)

ک : کتابیات

نشانیات :

○ : قرآنی آیت کا ترجمہ

■ : عنوان تحریر

◗ : زیر مطالعہ عنوان کے ضمنی نقطہ وضاحت کا آغاز

◖ : زیر مطالعہ عنوان کے ضمنی نقطہ وضاحت کا اختتام

● : زیر مطالعہ عنوان کے تسلسل تحریر کا رابطہ دوبارہ بحال

✿ : اصل مضمون تصنیف کا اب آگے مطالعہ فرمائیں

❏ : ہندوؤں کی مقدس کتب

عرض مترجم و مرتب :

"آپ بیتی" کو ضبط تحریر میں لانا دشوار ترین مرحلہ متصور کیا جاتا ہے۔ کجا کسی دوسری زبان سے کسی ایسے فرد کی سرگزشت کا لکھا جانا' جو متضاد مذہب کا پیروکار تھا۔ اور تبدیلی مذہب کے انقلابی عمل میں مشرف بااسلام ہوا ہو۔ تبدیلی مذہب کے متذکرہ عمل میں یکمشت دو مذاہب کے متجاوز ملغوبہ میں اسلام کو ایک نئے رنگ میں پیش کئے جانے کی ایک دیومالائی جتن کو افشاں کئے جانے کی سعی کے طور پر جو بھی انسانی کوشش میسر ہو سکی اپنے تئیں حتی الوسع کر دکھایا گیا۔ یقیناً اس سعی بسیار میں کچھ خامیاں بھی رہ گئی ہوں گی اور کچھ تعجب خیزی بھی'لیکن خامیوں کو اگر صرف نظر کرتے ہوئے اصلاح کے طور پر یہ فکرمندی اپنے ذمہ لے لی جائی کہ اس "آپ بیتی" میں پنہاں کئی راز فاش ہونے پر آخر پیدائشی مسلمان ہونے کے ناتے آپ کیا کر سکتے ہیں ؟ یہ انفرادی غور طلب امر ہے اور اجتماعی فکر بھی۔ خدارا ! آگ کی طرف گامزن قدموں کو روکے جانے کا شعور دیئے جانے کی کوششوں میں آپ بھی متعاون ثابت ہوں۔

ہمارا مدعا تو بس یہ ہے کہ ہمارے اس اقدام سے جہنم کی آگ کی طرف گامزن کسی ایک فرد کا قدم بھی اگر ٹھہر گیا تو گویا ہم نے اپنی عاقبت کا کچھ سامان ضرور فراہم کر ہی لیا جس کے لئے بہرحال ہم کوشش میں مصروف عمل ہیں اور دعاگو بھی !

محمد اکبر خان

فہرست

عنوان :	صفحہ نمبر
ابتدائیہ (نقل کفر، کفر نہ باشد!)	۱
باب اول :	
❁ بچپن کی سوچ (ایک واقعہ)	۴
باب دوم :	
انقلابی کیفیت	۵
عہد شباب تک	۶
"آغا خان کا" لقب	۷
روحانی پیشوا کا خطاب	۹
حاضر امام	۱۰
باطنی علم کی سند	"
تاریخی تناظر میں ہم اسماعیلی کیسے؟	۱۴
امام کے تقرر کے اصول	۱۶
باطنی دعوت کیا ہے؟	۱۷
بداء	"
باطنیت پر نایاب تحریریں	۲۰
اے میری قوم کے لوگو!	۲۴
ان کی تردید کرنے کی کسی کو جرات نہیں!	۲۸
شان ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	۳۰
ہز ہائی نس کا خطاب	۳۱
ہمدردیاں	۳۳
مولا بابا	"
شادی کے بندھن / طلاق	۳۷
متعہ	۳۹
مقابلہ حسن	۴۰
طلاق دیئے جانے کے بعد	۴۸
پریس میڈیا کے روبرو	۴۹
امیر ترین لوگوں میں سے ایک انسان	۵۲
باب سوم :	
❁ وہ خدا کیوں کر	۵۷
سنی اور شیعہ	۵۹
"علم گنان" کیا ہے؟	۶۱
گنان شریف	"
جواب گنان	۶۲
مسلکی تقسیم کے ثمرات	۶۳
آیات قرآن کے مفہوم پر غور کیجئے	۶۶
باب چہارم :	
شرک اور بدعت	۷۰
شرک	۷۱
بدعت	۷۲
علمی بحث	۷۴
الحاصل	۷۵
بدعتی لوگوں کی بدنصیبی	۷۷
بدعت کی حقیقت (بدعت کی لغوی تشریح)	۷۹
بدعت کی شرعی تعریف	"
علماء سو	۸۰
ریاکار عالم کا بدترین ٹھکانہ	۸۲
علماء حق	۸۳
علماء حق اور علماء سو کے درمیان حد فاصل	"
باب پنجم :	
❁ مذہبی عقائد کی گرفت	۸۴
مشکل کشا	۸۶
کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر...؟	"
❁ سجدہ (ن ل)	۸۹
مذہبی تمثیل	"
اقراریہ	۹۳
صیہونیت کا منشور	۹۵
صیہونی ریاست کے قیام میں معاونت	۹۶

■ پیغام خراج تحسین بخدمت محمد صلاح الدین "شہید صحافت" :

۱۹۸۸ء کے اوائل کا ذکر ہے جب ہفت روزہ تکبیر کراچی کے بانی مدیر اعلیٰ جناب محمد صلاح الدین نے ذاتی کوشش و اپنے رفقاء و معاونین کی پرخلوص کاوشوں سے اپنے مخصوص انداز صحافت کے قلم سے آغا خانی برادری اور اس کے رہنما کے چہرے سے تقدس کی دبیز چادر کو محض اس بناء پر چاک کرکے تار تار کردیا کیوں کہ ایک موقع پر اس مرد آہن نے ایک پر جوش اسماعیلی سے مکالمہ کے دوران اس کو باور کراتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ ضبط تحریر کئے تھے کہ :

"آپ جب تک اسلام پر اصرار کرتے رہیں گے ہم آپ کے کافرانہ اور مشرکانہ عقائد کو نظرانداز نہیں کرسکتے"

جبکہ اس سے پیشتر وہ اپنے مضمون کی تمہید میں یہ الفاظ بیان فرما چکے تھے کہ :

"... لیکن جب ایک فرقہ خود کو مسلمان کہتا ہو تو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے عقائد کا جائزہ ضروری ہوجاتا ہے اور جب وہ سیاسی عزائم بھی رکھتا ہو تو اس سے صرف نظر کرنا مشکل ہوجاتا ہے... اس فرقہ کا دعویٰ اگر مسلمان ہونے کا نہ ہو تو ہم اسے نظرانداز کرسکتے ہیں لیکن اسلام کے دعوے کے ساتھ ان عقائد کا کھلا اظہار ایک مسلم معاشرے میں زیر بحث آئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" (تکبیر ۲۳ر جون ۱۹۸۸ء)

متذکرہ سنہری الفاظ سے شروع کی گئی تحریر نے بعد کے کئی شماروں میں اہل پاکستان و امت مسلمہ کو ان خدشات سے آگاہ کیا جو بعد کے ایام میں سو فیصد سچ ثابت ہوئے اور آج یقیناً عملی طور پر اہل وطن کو درپیش ہیں۔ مجھے اس بحث میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ آخر وہ درپیش سنگین مسائل کیا ہیں؟ کیوں کہ یہ میرا موضوع تحریر نہیں!

البتہ اقراریہ طور پر مجھے یہ باور کرانا ہے کہ "شہید صحافت" محمد صلاح الدین جن خداداد صلاحیتوں کے حامل تھے ان پر اپنے تئیں خراج تحسین پیش کرنا مقصود ہے وہ طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں ناقابل بیان مخالف اور حق کا ساتھ دیئے جانے کے محاذ پر ایک سیسہ پلائی ہوئی ناقابل تسخیر دیوار ثابت ہوتے وہ اپنے مصمم و پختہ ارادوں پر حتمی فیصلہ کرلئے

جانے پر ڈٹ جانے والوں میں سے تھے۔ وہ مظلوم طبقات و بے کس افراد کے لئے ہمیشہ روشنی کی آخری کرن ثابت ہوئے انہیں رب کریم نے خاص قالب میں ڈھالا' ان کے زیر سایہ کئی مذہبی تحریکیں اور معاشرہ کی اصلاح میں گامزن تنظیموں کی آبیاری ہو رہی تھی' انقلابی و جہادی قوتوں کی عملی حرکت محض اس پر منتج تھی کہ ان کی سرپرستی کا شرف اس "حامل قلم" مخلص' بے باک مجاہد اسلام کو حاصل ہے جس نے بالا آخر اللہ جل شانہ' محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے نظریہ اسلام کی پاکستان میں حقیقی معنوں میں ترویج و تحفظ میں اپنی جان کا آخری نذرانہ بھی بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا اب وہ جنت کے سفر پر گامزن ہیں جبکہ ظالم' جابر' سفاک اور دہشت گرد قاتلوں نے بہیمانہ طور پر فائرنگ سے عظیم صحافی محترم جناب محمد صلاح الدین کو شہید کر کے تمام متذکرہ تنظیموں و تحریکوں کو ایک عظیم محسن و سرپرست سے محروم کرنے کے ساتھ لاوارث بھی کر دیا۔ یہ کہنا ہمارے اپنے اختیار میں نہیں کہ مورخہ ۴ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو ہماری تنظیم بھی یتیم ہو گئی :

○ انا للہ وانا الیہ راجعون

باوجود اس کے کہ "شہید صحافت" محمد صلاح الدین کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اگر ہمیں کوئی قرار نصیب ہو رہا ہے تو فقط یہ کہ :

○ ترجمہ : اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں ہرگز مردہ نہ کہو' ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں (یعنی حیات جاوداں پا گئے)' مگر تمہیں ان کی زندگی کا (ذرہ برابر) شعور نہیں ہوتا (البقرہ ۲/۱۵۴)
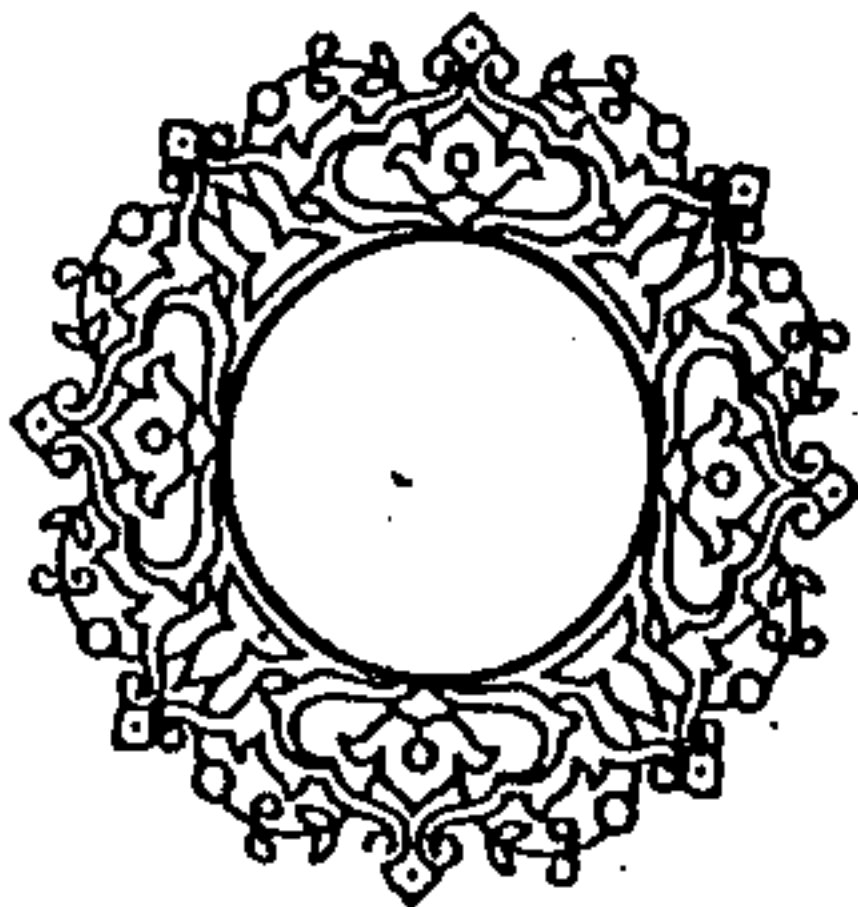
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○ ترجمہ : اللہ کے بابرکت نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

(حوالہ خصوصی

ابتدائیہ :

نقل کفر، کفر نہ باشد!

اللہ سبحان و تعالیٰ سے میں بے حد عاجزی و انکساری سے معافی کا طلبگار ہوں اپنے ماضی میں ادا کی گئی ان تمام غیر اسلامی حرکات، سکنات و عبادات پر جو دور جاہلیت میں مجھ سے سرزد ہوئیں۔ جبکہ اس کتاب میں ان تمام تحریروں سے متعلق جو کسی طور پر بھی لکھی جانے کے لائق نہیں اور جن کی وجہ سے یقیناً تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں اشتعال و نفرت ابھرنے کا اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے اور یہ کہ ان مذکورہ تمام تحریروں کو جو محض باطل عقائد کی نشان دہی کی غرض سے پیش کی جارہی ہیں۔ (جو صرف حوالے کے طور پر مستعمل ہیں) کوئی مسلمان پڑھنا، سننا اور دیکھنا تک گوارہ نہیں کر سکتا۔ میں محض امت مسلمہ کے عظیم مفاد میں صرف معلومات، گوش گزاری، تنبیہہ اور اصلاح کے پیش نظر تبلیغ اسلام کے مقاصد کے طور پر پیش کرنے کی جسارت فقط اس ادبی سہولت کے مروجہ ضابطہ کے تحت کر رہا ہوں کہ : نقل کفر، کفر نہ باشد

■ ہدف مطالعہ :

میری اس تصنیف میں بعض جگہوں پر ادبی تحریر میں جھول کا گمان موجود ہے اسے ادبی جھول نہ تصور کیا جائے بلکہ اس نقطہ نظر سے تمام تحریر کا مطالعہ کیا جائے کہ میری تصنیف خالصا آغا خانی ذہن کے حامل افراد کی علمی، ادبی و فکری سطح کے پیش نظر ترتیب دی گئی۔ اس کا ہدف معمولی درجے کے کم پڑھے لکھے افراد ہیں تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مفکرین ادب کا مخصوص طبقہ، اس عذر کی بناء پر ادبی حضرات میری اس تحریری خامی کو درگزر فرمائیں اور اگر کوئی اس تصنیف کے مکمل ادبی و فکری ملحوظات کے عین مطابق مطالعہ کے خواہاں

ہوں ایسے حضرات آئندہ ایڈیشن کے منتظر رہیں جو ان کی خواہش کے احترام میں تصنیف کیا جائے گا' جبکہ انگریزی مسودہ کا تمام مواد ادبی سطح کے عین مطابق ہے جو زیر ترتیب ہے اور عنقریب شائع کیا جائے گا۔ مرتب) تاکہ میں متذکرہ احباب کو اپنا مدعا پیش کر سکوں جس کے وہ بہرحال مطلوب و مستحق ہیں اور جو تحریر میں ادبی پابندیوں کی گرفت کے نہ تو قائل تصور کئے جاتے ہیں نہ ہی ان کا معیار اور وصف اس کا متحمل ہے۔ میری سرگذشت کا دوسرا پہلو یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یقیناً میرا یہ عمل انتہائی بددیانتی پر مبنی تصور کیا جائے گا اگر مجھ پر حق اور باطل کے درمیان واضح فرق عیاں ہو جانے پر بھی میں چپ سادھ لوں اور اپنی برادری کے افراد کو حقائق سے آگاہ نہ کروں تو گویا یہ خاموشی واقعی ظلم عظیم کے مترادف ہی متصور کی جائے گی. جس کا میں بہرحال خود کو متحمل گردانا نہیں چاہتا باوجود اس کاوش کے' اپنا مدعا پیش خدمت کر رہا ہوں۔

■ **تنبیہہ :**

ان تمام تحریروں سے متعلق جن کے لئے حوالے و اقتباسات جو مبینہ و مستند طور پر پیش کئے گئے ان کی وضاحت کا کیا جانا محض اس وجہ سے بے حد ضروری تصور کیا گیا جو میرے آباؤ اجداد کے ماضی میں ہندو مذہب سے والہانہ موروثی وابستگی کی بناء پر حقائق و حوالہ جات کے طور پر مجھے ضبط تحریر میں لانا پڑے ہیں گو کہ اس کا ہرگز یہ مطلب بھی نہ اخذ کیا جائے کہ خدانخواستہ میں برصغیر ہند کے اکثریتی مذہب "ہندو مت" پر کوئی تنقیدی مواد فراہم کرنے کا باعث ثابت ہو رہا ہوں' مجھے اس کا اچھی طرح احساس ہے کہ "ہندو مت" کرہ ارض پر آباد غیر مسلم طبقات میں سے اچھی خاصی بنی نوع آدم کی مذہبی وابستگی کا آج بھی اکثریتی مذہب ہے۔ یہ محض ایک اتفاق ہے کہ میرے آباؤ اجداد کا ابتدائی مذہب "ہندو مت" تھا پس اس مذہبی نسبت سے مجھے حقائق بیان کرنا پڑے جس سے کسی فرد' جماعت یا گروہ کی منفی مذہبی تبلیغ یا دل آزاری کا پہلو ہرگز تصور نہ کیا جائے۔ اس موقع پر تمام دیگر افراد' گروہ یا جماعتوں کو خبردار کرنے پر یہ باور کرا دینا اپنا ادبی حق تسلیم کرتا ہوں کہ میرے بزرگان رفتگان کے متعلق یا ان کے سابقہ مذہب کے عقائد و رسوم کو کسی طور

پر اگر وجہ تضحیک یا ہدف تنقید بنانے کی کسی فرد یا جماعت نے کوشش کی تو اس صورت میں میرا استحقاق محفوظ رہے گا کہ میں تادیبی کارروائی کر سکوں جبکہ دین اسلام بھی اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا:

○ ترجمہ: ان کے جھوٹے خداؤں کو برا نہ کہنا کہ کہیں برملا وہ بھی تمہارے سچے "اللہ" کو بے سمجھے بے ادبی سے برا نہ کہہ دیں (سورہ الانعام ۶/ آیت ۱۰۸) (ک:۱)

■ شکریہ :

اس موقع پر میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام' مفتی صاحبان اور مشائخ عظام کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود میری ذہنی و روحانی اصلاح میں اپنی پرخلوص کوششوں و کاوشوں کا بلا کسی مفاد کے دست شفقت مجھ پر رکھا جس کے فیض سے الحمدللہ آج یہ ناچیز اپنی سرگزشت تحریری طور پر پیش کرنے کا اہل ثابت ہوا ہے۔

■ معذرت :

گو کہ مجھے اپنی بشری کمزوری کا اچھی طرح احساس ہے جس کا برملا اظہار تحریر میں بعض مقام پر صاف عیاں نظر آئے گا' گو کہ اپنے جذبات کی رو کو حتی الوسع قابو میں رکھنے کی بے حد کوشش کے باوجود فرط جذبات سے بے اختیار ہو جانے پر مجھے ادبی تحریر میں "لام کاف" (کسی کو لعنت (ل) کرنا اور کافر (ک) کہنا) کے کلیہ کا سہارہ لے کر اظہار بیان کرنا پڑا جس کے لئے ادبی طور پر بہرحال معذرت کا طلبگار ہوں اور اسی بناء پر ہدایت کی طلب میں آج بھی خود کو طفل مکتب سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو کسی قسم کی لغزش' مفاد پرستی' لالچ یا بدنیتی کے عنصر سے پاک فرمائے اور امت مسلمہ کے ساتھ میری برادری کے تمام افراد کو اس تحریر کے توسط سے دشمنان اسلام کو بہتر طور پر پہچاننے کی صلاحیت عطا فرمائے تاکہ میری آخرت سدھرنے کا کچھ سامان تو میسر ہو سکے (آمین)

؎ میرا انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شائد کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

باب اول:

بچپن کی سوچ (ایک واقعہ):

ہمارا قیام کراچی کے مضافات میں باپ دادا کے وقت سے ہندوؤں اور اسماعیلیوں کی اکثریتی آبادی میں تھا۔ یہاں شاذو نادر ہی کوئی مسلمان نظر آتا' البتہ ہمارے گھر کے جو لوگ شہر کے دوسرے علاقوں میں جاکر آباد ہوچکے تھے وہ جب کبھی ملاقات کے لئے آتے تو ساتھ کبھی کبھار اپنے کسی مسلمان دوست کو بھی لے آتے' وہ مسلمان دن بھر میں جتنی دیر بھی رہتا اس دوران میں دیگر باتوں کے علاوہ اس کی خاص حرکات و سکنات پر نظر رکھی جاتی' خاص بات جو سب کے لئے قابل توجہ رہتی اس کی وہ مخصوص حرکات تھیں جو بعض دفعہ دن میں کئی بار ادا کرتا تھا اس پر گھر کے تمام لوگ بڑا تعجب کرتے' ہم بچے اپنے والدین سے پوچھتے کہ مہمان کیا کرتا ہے؟ جس پر والدین آگاہ کرتے کہ یہ "نماز" کرتا ہے۔ اگر کوئی بچہ مزید پوچھتا کہ نماز کیا ہوتا؟ تو والدین پراسرار خاموشی اختیار کرلیتے مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں نے زمانہ طفل میں اپنے والد صاحب سے پوچھا تھا کہ "یہ نماز کیا ہوتا ہے؟" تو مجھے انہوں نے بتایا کہ ہم دعا کرتے ہیں۔ مسلمان نماز کرتے ہیں۔ میری بچپن کی چھوٹی سوچ محدود ہونے کی بناء پر از خود فیصلہ کرچکی تھی کہ یہ اسماعیلی نہیں بلکہ جس طرح ہمارے محلے میں آباد ہندو اپنی علیحدہ طور پر "پوجاپاٹ" کرتے ہیں اسی طرح کا یہ بھی کوئی ہے جو نماز کرتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد اپنے والد صاحب کے ساتھ ایک دفعہ کراچی کے ایسے علاقے میں گیا جو جدید شہری سہولتوں سے مزین تھا میرے لئے یہ نیا سفر تھا۔ ہمارے کچے رہائشی علاقہ کے مقابلے میں شہر کا ایک بہت بڑی دنیا تصور کیا جاتا' بچپن کے ذہن کے لئے ہمیشہ سے ہی انہونی بات ہے۔ شہر میں گھومتے پھرتے عجیب عجیب چہرے دیکھے' اونچی عمارتیں' کشادہ سڑکیں جن پر "ٹم ٹم" (کراچی کی مخصوص سواری جسے "گھوڑا گاڑی" "بگھی" یا تانگہ بھی کہا جاتا ہے) ایک ترتیب سے چلی جارہی تھیں اور خاص کر ٹرام کا سفر کرتے لوگ اور بڑے بڑے کشادہ بازار' یہ سب کچھ مضافات میں رہنے والے بچے کے لئے نئی دنیا سے کم

نہ تھا۔ ہم ایک محلہ سے گزر رہے تھے دیکھا تو کئی سارے لوگ ایک جگہ پر جمع ہیں اور وہی کچھ کر رہے ہیں جو اکثر مسلمان مہمان ہمارے گھر میں آکر کیا کرتے تھے۔ میں نے والد صاحب سے کہا کہ "ابا دیکھو وہ سب "نماز" کرتے ہیں۔ والد صاحب خاموش رہے۔ مجھے کچھ اصرار ہوا کہ یہ تو سب لوگ نماز ایک ساتھ کر رہے ہیں اور آگے ایک آدمی جو کرتا ہے وہی عمل سب ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میں نے والد صاحب سے آخر پوچھ ہی لیا کہ یہ سب لوگ ایک جگہ نماز کرتے ہیں۔ یہ کون سی جگہ ہے؟

والد صاحب نے جواب دیا کہ جیسے ہم جماعت خانے میں دعا کرتے ہیں ایسے ہی ہندو بھی اپنے مندر میں "پوجاپاٹ" کرتے ہیں۔ یہ نماز کرنے کی جگہ ہے۔ میں نے پوچھا اسے کیا کہتے ہیں؟ والد صاحب سوچ میں پڑگئے' کہنے لگے پوچھ کر بتاؤں گا۔ میں مطمئن ہوگیا' چنانچہ تھوڑی دیر میں ہی یہ بات منکشف ہوگئی کہ یہ "مسجد" ہے اور نمازی مسلمان باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ بات میرے والد کے ایک دوست نے بتائی جن کو ہم ملنے شہر آئے تھے۔ ویسے تھے وہ بھی "اسماعیلی"!

باب دوم:

■ انقلابی کیفیت :

بچپن کے زمانے کی باتیں ذہن پر نقش رہتی ہیں۔ یہ نقش شدہ باتیں ہی انسان کی ترقی و تنزل میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ بچپن میں اگر ایک بات کی حقیقت افشا نہ ہو پائے تو وہ بات اس وقت تک ذہن کے ایک مخصوص خانے میں محفوظ رہنے کے ساتھ شعوری طور پر معلق رہتی ہے جب تک اس کی تشریح' تسلی' تشفی یا وضاحت نہ ہو جائے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی المیہ رونما ہوا۔ ایک خالص اسماعیلی کے گھر ولادت کی بناء پر میں پیدائشی اسماعیلی ہوں۔ اسی نسبت سے میں جو بات اپنے اسماعیلی مذہب سے متعلق کہوں گا وہ کوئی غیر اسماعیلی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میری بات اگر غور سے سنی جائے تو اس پر ہر طرح اعتبار بھی کیا جاسکتا ہے جس طرح لوگ کسی دیو مالائی داستان یا پریوں کی کہانی پر

توجہ دے کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ کہانی' تصورات اور فنون کا تخیلاتی مجموعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن میری بیان کردہ بات کا تعلق حقائق' سچائی اور آباؤ اجداد کے مذہبی عقائد پر مبنی ہوگا۔ میں جب ایک ایک بات سچ کی بنیاد پر بیان کروں گا تو اس کا صاف صاف مطلب اجاگر ہوتا چلا جائے گا اور جس کی تصدیق میرے یا صرف کسی دوسرے اسماعیلی کے علاوہ اور کوئی نہ تو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی نشر کرپائے گا۔ لیکن کوئی اسماعیلی بھی ان نکات کو اتنے واضح الفاظ میں نہ تو بیان کرپائے گا جتنی بیباکی سے میں' کیوں کہ وہ بھی چند وجوہات کی بناء پر مجبوری کا شکار ہوگا اور اگر میں بیان کر رہا ہوں تو اس میں صرف میری وہ متذکرہ سوچ و فکر کار فرما ہے جو اکثر اسماعیلی حساس ذہن کے بچوں میں موجزن رہتی ہے۔ بعض بچوں کو اگر مناسب وقت پر تسلی بخش جواب نہ مل پائے تو وہ مجھ جیسے ہی متلاشی حق کے طور پر اپنی برادری میں نمودار ہو ہی جایا کرتے ہیں۔ ویسے بھی یہ مثل مشہور ہے کہ: "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" باوجود اس کے کہ میرا پیدائشی تعلق آغا خانی گھرانے سے ہے میں کسی ایسی بات سے مکمل اجتناب برتوں گا جو کسی کی دل آزاری کا پیش خیمہ ثابت ہو چنانچہ میں چناں و چنیں کرنا پسند نہیں کروں گا اور ساتھ ہی میں لا و نعم (بحث میں ہاں اور نہیں کی تکرار) سے پرہیز برتوں گا۔ لیکن یہ ایک مصدقہ امر ہے کہ جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا اور وہ حقائق پر مبنی بھی ہوگا!

■ عہد شباب تک :

بچپن میں جن مذہبی باتوں کا مجھے مفصل علم حاصل نہ ہوسکا وہ ہی مجھ میں انقلاب کا باعث ثابت ہوئیں۔ بڑے ہونے پر جب از خود جستجو اور تحقیق کی تو بہت سی باتوں کا پتہ چلا جن کے متعلق میں اگر اسی خول میں رہتا جس میں ہر اسماعیلی خود کو قید کئے رکھتا ہے تو میں بھی یقیناً اس انقلاب کا شکار نہ ہوتا جو بعد میں بڑھتے بڑھتے مجھے اسلام کے عظیم دائرے میں لے آیا جو حق و صداقت پر مبنی ہے۔ عہد شباب میں جب ہر اسماعیلی تمام ذرائع سے دولت کمانے' کاروبار میں دن رات ترقی خوشحالی اور دولت کی ریل پیل کو کامیابی تصور کئے بیٹھا ہوتا ہے اور اپنی جماعت میں محض دولت کی بناء پر عزت و مراتبے کا خواہاں

ہوتے ہوئے اپنی تمام تر سوچ و فکر کا رخ جماعت خانے کی طرف رکھتا ہے۔ جبکہ شعوری طور پر اس کو بس یہ دھن سوار رہتی ہے کہ "روحانی پیشوا" یعنی "حاضر امام" "آغا خان" نے اگر اس کی حاجت روائی کردی تو وہ کامیاب ہوگیا خواہ اپنے مذہب سے ذرہ برابر واقفیت ہو یا نہ ہو' اس کی وضاحت کچھ یوں پیش ہے کہ آغا خانی قوم جس مغالطے کا شکار ہونے پر مال و دولت کی ریل پیل' مادی ترقی و خوشحالی کو اپنی زندگی کا مقصد حیات تصور کئے بیٹھی ہے ذرا قرآن کی کسوٹی پر اس کو پرکھتے ہوئے نتائج ملاحظہ فرمائیں:۔

○ ترجمہ : جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے ان کے لئے دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دل پسند بنا دی گئی ہے ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں مگر قیامت کے روز پرہیز گار لوگ ہی ان کے مقابلے میں عالی مقام ہوں گے رہا دنیا کا رزق تو اللہ کو اختیار ہے جسے چاہے بے حساب دے (البقرہ ۲/۲۱۲)

جب کہ خوش حالی اور مال کی فراوانی کا نہ ہونا بھی تو آزمائش ہے جس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں :

○ ترجمہ : اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر فاقہ کشی' جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو لوگ صبر کریں گے اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے" انہیں خوشخبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔ (البقرہ ۲/۱۵۵ تا ۱۵۷)

■ **"آغا خان" کا لقب : (مزید تفصیل "حوالہ غیر خصوصی" میں ملاحظہ فرمائیں)**

دور کشف آئمہ کے ۴۵ ویں امام خلیل اللہ دوم (المتوفی ۱۲۳۳ھ) ایک شورش میں قتل کر دیئے گئے جس پر اسماعیلیوں کی طرف سے شورشیں اپنے عروج کو پہنچ گئیں۔ ایران کے بادشاہ فتح علی قاچار نے اسماعیلیوں کو مطمئن کرنے کے لئے خلیل اللہ کے دو سالہ لڑکے حسن علی کو "آقا خان" کا لقب عنایت فرمایا جس پر انہیں آقا خان محلاتی پکارا

آغا خانی تاریخی شواہد حوادث و روایتی ثبوت کی بناء پر قائل ہیں۔ اس طرح "حاضر امام" سے مراد "خدا کے روپ کے متعینہ مظہر امام" سے ہے یہ باطنی اسرار و رموز صرف ایک [illegible] ہی سمجھ سکتا ہے۔ وہ بھی جو اپنے مذہب کے باطنی علم سے ادبی و تحقیقی شغف رکھتا ہو۔ اس علمی معلومات کے فقدان کے اسباب و رموز کیا ہیں؟ اس پر تاریخ فاطمین مصر حصہ اول صفحہ ۱۲۲ کے حوالے سے معروف مفکر و محقق اسلام جناب سید تنظیم حسین اس انداز سے مشہور تصنیف "اسماعیلیہ" بوہریوں اور آغا خانیوں کا تعارف "تاریخ کی روشنی میں" (ناشر سواد اعظم اہل سنت کراچی) میں روشنی ڈالتے ہیں:

"اس تجزیہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسماعیلی عقائد اور فاطمی دعوت کبھی عوام تک پہنچی ہی نہیں یا پہنچائی ہی نہیں گئی اور فاطمی خلافت کا مذہبی دوز ابتداء ہی سے سیاسی دور میں بدل گیا لہٰذا ابتداء سے لے کر انتہا تک اسماعیلی مذہب کبھی عام نہیں ہوا۔" ص ۱۷۴

بر سبیل تذکرہ اس موضوع پر مستند تحریر پیش خدمت ہے:۔

■ تضاد: یہ بھی درست وہ بھی درست "دوہرا معیار" آخر کیوں ؟

باطنی علم کی سند :

علم باطنی کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ اسے عوام پر ظاہر نہیں کیا جاتا خواص تک محدود رکھا جاتا ہے اس کی سند کے لئے اس قسم کی حدیثیں وضع کی گئیں کہ:

"حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن ملے ایک (علم ظاہری) کو تو میں نے پھیلا دیا ہے لیکن اگر میں دوسرے علم (باطنی) کو ظاہر کردوں تو میری رگ حیات کاٹ دی جائے۔" (بخاری باب العلم نیز مشکوۃ باب العلم)

(جیسا کہ حوالہ میں لکھا گیا ہے) یہ حدیث بخاری میں موجود ہے جسے "اصح الکتب" کہا جاتا ہے کس قدر مقام تاسف ہے کہ نہ امام بخاریؒ کو اس کا خیال آیا اور نہ ہی ایسی احادیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے والوں کو اس کا احساس ہوتا ہے کہ اس

سے حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کتنا بڑا حرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو علم (وحی) عطا فرمایا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ:

○ ترجمہ: اے ہمارے پیغمبر! جو کچھ تیری طرف نازل کیا جاتا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دے۔ اگر تونے ایسا نہ کیا تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تو نے فریضہ رسالت ادا نہیں کیا (مائدہ ۵/۶۷) دوسری طرف قرآن کا یہ فرمان ہے کہ:

○ ترجمہ: جو لوگ اس روشن علم اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جسے ہم نے نوع انسان کے لئے قرآن میں وضاحت سے بیان کر دیا ہے ان پر خدا کی بھی لعنت ہے اور ہر لعنت کرنے والے کی بھی لعنت ہے۔ (بقرہ ۲/۱۵۹)

اللہ تعالیٰ کے احکام اور وعید کے بعد یہ کہنا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم دیا تھا آپ نے اسے دو بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک حصہ کو تو ظاہر کر دیا تھا اور دوسرے حصہ کو (معاذ اللہ) مخفی طور پر خواص میں سے بعض کے سپرد کر دیا اس تاکید کے ساتھ کہ وہ بھی اسے عوام پر ظاہر نہ کریں خواص تک محدود رکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کے خلاف ایسا سنگین الزام ہے جس کے تصور سے روح کانپتی ہے لیکن ہمارے ارباب شریعت اسے حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں درج کرتے ہیں اور اصحاب طریقت اسے اپنے "باطنی علم" کی سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے! یہ "علم باطنی" کہیں لکھا ہوا نہیں ہوتا یہ صوفیہ میں سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے اسے "علم لدنی" کہا جاتا ہے اس علم کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ مرید اسے اپنے مرشد سے بالمشافہ حاصل کرے یہ صدیوں کے بعد زمانی کے باوجود باطنی طریق سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (مثلاً) حضرت جنید بغدادیؒ کے متعلق کہ جن کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی تھی یہ عقیدہ ہے کہ انہوں نے خرقہ تصوف رسول اللہؐ کے صحابہ حضرت انس بن مالکؓ سے حاصل کیا تھا اہل تصوف کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ باطنی علم رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا تھا اور آپ (حضرت علیؓ) سے یہ آگے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا گیا اس منتقل ہو کر آنے والے علم باطنی کے علاوہ اولیاء کرام کو مزید باطنی علم

براہ راست بھی حاصل ہوتا ہے جس کی رو سے ان پر قرآن کے باطنی معانی منکشف ہوتے ہیں۔ باطنی معانی کی رو سے قرآن کریم کو کس طرح مسخ کردیا جاتا ہے اس کے متعلق علامہ اقبال؁ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ: "حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے یہ ایک نہایت (Subtle) طریق تنسیخ کا ہے اور یہ طریقہ وہی قومیں اختیار کر سکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو' شعرائے عجم میں بیشتر وہ شعراء ہیں جو اپنے فطری میلان کے باعث وجودی فلسفہ کی طرف مائل تھے اسلام سے پہلے بھی ایرانی قوم میں یہ میلان طبیعت موجود تھا اور اگرچہ اسلام نے کچھ عرصہ تک اس کی نشو و نما نہ ہونے دی تاہم وقت پاکر ایران کا آبائی اور طبعی مذاق اچھی طرح سے ظاہر ہوا یا بالفاظ دیگر مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بناء وحدت الوجود تھی ان شعراء نے نہایت عجیب و غریب اور بظاہر دلفریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے۔" (اقبال نامہ جلد اصفحہ ۴۵) اسی بناء پر اس سے ملتے جلتے جذبات کا اظہار انہوں نے اپنے ایک اور مکتوب میں کیا ہے:۔

"جہاں تک مجھے علم ہے فصوص الحکم میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں۔" (اقبال نامہ جلد اول صفحہ ۴۴)

دین انسانی حیات اجتماعیہ کے لئے ایک مکمل نظام اور ضابطہ کا نام ہے جو اپنی مملکت میں متشکل ہوتا ہے اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ لا اسلام الا بالجماعہ (جماعت کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں ہوسکتا) لیکن تصوف جماعتی زندگی سے دور بھاگتا ہے وہ اپنی اپنی خلوت گاہوں میں مراقبوں اور ریاضتوں کے ذریعے انفرادی نجات کا قائل ہے اس تصور کی رو سے اسلام میں اور ہندوؤں کی ویدانیت' عیسائیوں کی رہبانیت اور ایرانیوں کی مجوسیت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسلام نے زندگی کو جہد مسلسل سے تعبیر کیا تھا اور اس جہد کی آخری شکل وہ بتائی تھی جہاں جماعت مومنین ظلم کی مدافعت کے لئے میدان جنگ میں اتر آتی ہے وہاں سے فاتح و منصور لوٹتی ہے تو غازی کہلاتی ہے اور جان دینے والے

"شہید" حیات جاوداں کے مستحق قرار پاتے ہیں اسلام میں اس جہد سے افضل کوئی عمل نہیں لیکن تصوف اس جہاد کو جہاد اصغر قرار دیتا ہے اور ترک دنیا کے ذریعے نفس کشی کو جہاد اکبر یہاں تک ہی نہیں بلکہ وہ جہاد بالسیف کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔
علامہ اقبال" لکھتے ہیں کہ:۔

"تصوف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹیکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی اور ہونا بھی چاہئے تھا جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی تو پھر اس قوم کا نقطہ نگاہ بدل جایا کرتا ہے ان کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترک دنیا موجب تسکین اسی ترک دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی کاہلی اور اس شکست کو جو ان کے تنازع للبقاء میں ہو چھپایا کرتی ہیں خود ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھئے کہ ان کے ادبیات کا انتہائی کمال لکھنؤ کی مرثیہ گوئی پر ختم ہوا۔" (ایضاً" صفحہ ۴۴) انہوں نے اپنے ایک اور مکتوب میں لکھا تھا:۔

"ہندوستان کے مسلمان صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں ان کو عربی اسلام اور اس کے نصب العین اور غرض و غایت سے آشنائی نہیں ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی" ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی' اسے وہ مسلمانوں کا "مجوسی ورثہ" کہہ کر پکارتے ہیں اور بصد کرب و اذیت لکھتے ہیں کہ:۔

"اس مجوسی ورثہ نے اسلام کی زندگی کی سوتیں خشک کردیں اور اس کی روح کی نشو و نما اور اس کے مقاصد تکمیل کے سلسلہ میں آگے بڑھنے سے روک دیا۔" (احمدیت اور اسلام)

علامہ اقبال نے ۱۹۱۷ء میں (Islam And Mysticism) کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو لکھنؤ کے اخبار (New Era) ۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا اس میں انہوں نے تصوف کو "شعبدہ بازوں کی کمند" کہہ کر پکارا تھا۔ صوفیاء کی کتابوں میں تعلیم کس قسم کی ملتی ہے اس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔
(حوالہ: اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء (تاریخی و علمی تجزیہ) صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۳ مصنف قاضی

قدیر الدین' ناشر دوست ایسوسی ایٹس لاہور)

(زیر مطالعہ عنوان کے ضمنی نقطہ وضاحت کا اختتام) ●

● (زیر مطالعہ عنوان کے تسلسل کا رابطہ دوبارہ بحال)

باطنیت کے مختصر تعارف پیش کئے جانے پر اب ملاحظہ فرمائیں کہ باطنی علم سے مکمل آگاہی کی بناء پر جبکہ تاویل کے نصاب سے واقف اور اس پر کچھ عبور حاصل ہونے پر مذکورہ اسرار و رموز سمجھے جاسکتے ہیں۔ اس کی جزوی تعارفی مثال پیش خدمت ہے (مفصل احوال "تاویلات" کے عنوان کے تحت اگلے صفحات کی زینت ہیں) مختصر ترین مثال یہ ہے: کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی تفسیر و تاویل کے یہ معنی ہیں کہ "نہیں ہیں قائم مگر امام الزماں" (تاویل الشریعہ من کلام الامام المعز الدین اللہ صفحہ ۴) بحوالہ: ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام صفحہ ۱۳۴)(ن)

تاویل کے لغوی معنی ظاہری مطلب سے کسی بات' بیان یا شرح کو پھیر دینا۔ حیلہ کی ایک قسم یا استنباط (یعنی ایک بات سے دوسری بات نکالنا یا اخذ کرنا) مراد ہے' مزید تشریح کے طور پر تحریر ہے کہ علماء کرام' بین الاقوامی مفکرین و تاریخ اسلام کے ماہرین و مورخین ایک طویل عرصہ تک اس مغالطہ کا شکار رہے جو لفظ "باطنی" کو اپنائے رکھنے کی وجہ سے آغا خانیوں نے مسلمانوں کو دئے رکھا۔ باطنیت کی آڑ میں جو تعلیمات ظاہر کی گئیں وہ علم "تاویل" تک محدود رکھی گئیں چنانچہ مذکورہ ماہرین و مورخین ہمیشہ آغا خانیوں کے متعلق اس تاثر کا شکار رہے کہ یہ علم "تاویل" کے قائل ہیں۔ اسی نسبت سے خود کو اسماعیلی "باطنی" کہلاتے ہیں۔

■ تاریخی تناظر میں ہم اسماعیلی کیسے ؟

باطنی علوم سے پردہ اٹھانے کی سعادت دو باطنی بزرگوں کو حاصل ہوئی جنہوں نے باطنی فرقوں سے صلبی تعلق رکھتے ہوئے بھی دیانتداری سے سب کچھ افشاء کر دیا اور سارے راز فیاضانہ طور پر فاش کر دیئے. ان علوم پر قابل قدر و نایاب کتاب انگریزی میں

"دی فاطمید" The Fatmid کے نام سے پروفیسر عباس ہمدانی نے تصنیف کی اور (پاکستان پبلشنگ ہاؤس کراچی نے) اسے شائع کیا۔ یہ کتاب مکتبہ فکر کے طلباء کی ذہنی نشو و نما کی خاطر انٹرمیڈیٹ کے تدریسی نصاب میں طویل عرصہ تک شامل رہی۔ ایک اور بے مثال کتاب "تاریخ بنو فاطمین مصر" (شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) جس کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر زاہد علی (بی۔ اے' مولوی فاضل (پنجاب) ڈی۔ فل (آکسن) سابق پروفیسر عربی و وائس پرنسپل نظام کالج حیدر آباد دکن) شارح دیوان ابن ہانی الاندلسی (تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی۔ مطبوعہ: مطبعتہ المعارف قاہرہ مصر) پاکستان میں "تاریخ بنو فاطمین مصر" (نفیس اکیڈمی کراچی نے) دو جلدوں میں شائع کی جو کہ بی اے کے درسی نصاب میں طویل مدت تک شامل رہی۔ مذکورہ دونوں مصنفین نے یہ اجاگر کرنے کی پوری سعی کی کہ باطنیت کا اسلام کے ساتھ رشتہ ناطہ اور طرز عمل کیا رہا ہے۔ تاریخی تناظر میں جو تحریر و حوادث دستیاب ہوئے ہیں ان کا خلاصہ بیان از خود پروفیسر ہمدانی اپنی مذکورہ بالا کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

باطنی فرقہ خاص وجوہ اور خاص مقاصد سے معرض وجود میں آیا اور تھوڑے ہی دنوں میں اس قدر مقبول ہوا کہ اس نے نہ صرف شریعت کو بدلنے اور منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔۔۔۔ یہ ایک سوچی سمجھی تنظیم کے تحت جسے "اسماعیلی تحریک" کہتے ہیں وجود پذیر ہوا جسے اسلام کے اقصائے عالم میں پھیلنے کے بعد عجمیوں یعنی ایرانیوں' عراقیوں اور خراسانیوں نے شروع کر رکھا تھا یہ لوگ عربوں کے ماتحت بن کر رہنا پسند نہ کرتے تھے بلکہ برابری کے حقوق طلب کرتے تھے مگر جب وہ حقوق نہ ملے تو انہوں نے اپنی قوت کا اظہار کرنے کے لئے خلافت کے خلاف ایک متحدہ محاذ تیار کیا (دی فاطمید ص: ۱۰) بادل ناخواستہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر یہ باطنی اس کی بیخ کنی کے درپے ہوگئے انہوں نے عربی زبان سیکھ کر اپنی قدیم روایات اور رسمیں اسلامی تعلیم میں ملا کر پیش کردیں تو نئی نسل سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کے قابل نہ رہی' پھر اسے باطنی اسلام کا نام دے دیا گیا تو مسلمانوں میں افتراق پیدا ہوگیا۔ عجمیوں نے باطنی اسلام کو لے لیا اور عرب ظاہری

اسلام پر قائم رہے اور یہ تسلسل حضرت امام [redacted] (متوفی ۱۴۸ھ) تک قائم رہا اس طرح باطنی مذہب کے بانی امام [redacted] تسلیم کیے گئے۔

■ امام کے تقرر کے اصول :

امامت کے لئے جو اصول مقرر کیا گیا اس کی رو سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے قیامت تک آئمہ قائم ہوں گے اور آخری امام قائم القیامہ ہو گا جو دور کشف کا پہلا امام ہو گا۔ یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ کوئی امام اپنی زندگی میں اپنے وارث پر نص تو قائم کر سکتا ہے لیکن منصوص علیہ امام کی زندگی میں امامت کا نہ تو دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی اگلی نص کا اعلان کیوں کہ یہ لازمی ہے کہ منصوص علیہ جب تک خود امام مقرر نہیں ہو پاتا وہ مزید منصوص علیہ نامزد نہیں کر سکتا یہ بھی امامت کی مقررہ حدود ہیں کہ اس وقت تک کوئی امام' امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ (یعنی زمانے کے امام) کی دنیا سے نقلت نہ ہو جائے۔ امام کی عظیم صلاحیتوں اور تعریف صفویہ و اعلیٰ اقدار کے متعلق ڈاکٹر زاہد علی رقم طراز ہیں کہ : (ن)

* باطنی عقائد میں امام علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث ہے۔

* ہر زمانے میں ایک امام ہوتا ہے زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی ورنہ وہ متزلزل ہو جائے * اماموں کا سلسلہ روز قیامت تک حضرت فاطمہؓ ہی کی نسل سے جاری رہے گا * باپ کے بعد بیٹا خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا چھوٹا' بالغ ہو یا نابالغ امام ہوتا رہے گا۔ سوائے حسنؓ اور حسینؓ کے جو ایک خاص صورت ہے (یعنی دونوں بھائی ہوتے ہوئے بھی امام برحق رہے!) امام ہی کو دنیا پر حکومت کرنے کا حق ہے۔ دوسرے سب حکام غاصب اور متغلب ہیں * امام معصوم ہوتا ہے اس سے کوئی خطا نہیں ہوتی * ہر حالت میں اس کے حکم کی تعمیل لازمی ہے خواہ اس میں کوئی حکمت نظر آئے نہ آئے۔ * امام غیب اور آنے والے حوادث سے واقف ہوتا ہے * اور شریعت کے تمام علوم جانتا ہے خصوصاً کلام مجید کے حروف مقطعات کے اسرار سے سوائے امام کے دوسرے واقف

نہیں * ہر مومن پر اپنے زمانے کی ولایت بھی فرض ہے یعنی اس کی ولایت کو تسلیم کئے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں * جو امام کی امامت کا قائل نہیں اس کے سارے اعمال محض بیکار ہیں۔

(بنو فاطمین' باطنیت کا بانی یعنی اسماعیلی دعوت کا بانی ایک ایرانی داعی (مبلغ) ابو شاکر میمون القداح یا اس کا بیٹا عبد اللہ ہے یہ دونوں مختلف ادیان اور یونانی فلسفے کے ماہر تھے۔ میمون دوسری صدی کے نصف آخر میں جنوب فارس میں رہتا تھا جو رافضیوں کی پناہ گاہ تھی اس کا اصلی مذہب مجوسی (آتش پرست) تھا لیکن وہ اپنے آپ کو رافضی ظاہر کرتا تھا ابتدائی زندگی میں وہ حضرت امام جعفر صادقؒ کا غلام تھا۔ خلیفہ عباسی منصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کے آخری عہد میں وہ اور اس کے ساتھی گرفتار کرکے کوفے کے قید خانے میں بھیج دئے گئے قید خانے میں انہوں نے اپنے مذہب کے جو مذہب باطنیہ (چھپانے یا چھپنے والوں کا مذہب) کے نام سے منسوب کچھ مدارج مقرر کئے (قواعد و قوانین بنائے) قید خانے سے چھوٹنے کے بعد میمون اور اس کے بیٹے نے اسماعیلی دعوت کا سلسلہ شروع کیا جو بڑا کامیاب رہا (بنو فاطمین مصر' ج۔ ۲' ص: ۳۱۴)

■ باطنی دعوت کیا ہے ؟

اسلام کے جن فرقوں نے مذہب کو فلسفے سے متحد کرنے کی کوشش کی ان میں معتزلہ اور اسماعیلیہ کو قدامت کا شرف حاصل ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ اسماعیلیوں نے اپنے اصول معتزلیوں سے اخذ کئے ہیں جن کا رئیس واصل بن عطا (متوفی ۸۱ھ) گزرا ہے۔

"بہرحال اسماعیلیوں کی روایت کے مطابق حضرت [illegible] نے علوم باطنیہ کی اشاعت میں بڑا اہتمام کیا۔" (صفحہ ۲۸۸)

■ بداء :

ان تمام تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ ثبوت اظہر من الشمس آج بھی موجود ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے اسماعیلؒ کی نص کا اعلان کیا جس کے

مطابق مستقبل میں امامت کی ذمہ داری انہیں سپرد کی گئی لیکن ان تمام تجلیات' تقدسات' غیب اور آنے والے حوادث سے واقف امام وقت جو مافوق البشر شخصیت اور خدائی صفات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث' جس کا جوہر سماوی اور جس کا علم علوی' جس کے نفس پر افلاک کا کوئی اثر نہ تھا کیوں کہ اس کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ باوجود ان تمام صفات عالیہ کے یہ تعجب خیز اتفاق ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ ہی کی زندگی میں ان کا منصوص علیہ حضرت اسماعیل (۱۴۳ھ میں) وفات پاگئے جن کی تدفین حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے ہاتھوں سے کی' اس سانحہ کے رونما ہونے کی تاریخی سند ڈاکٹر زاہد علی اپنی مشہور زمانہ تالیف "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" شائع کردہ اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز حیدر آباد دکن (۱۹۵۴ء) کے صفحہ ۱۵۳ فصل (۷) میں (جو عربی زبان میں ہے) پیش کرتے ہیں: (ترجمہ)

"سیدنا ادریس فرماتے ہیں کہ جب اسماعیلؑ کی موت کا وقت قریب ہوا تو۔۔۔ پھر اسماعیلؑ نے بیماری ظاہر کی' لوگ آپ کی عیادت کو آنے لگے۔ جب آپ نے اپنی نقلت ظاہر کی تو جعفر صادقؑ نے آپ کو تین دن تک کفن پہنا کر رکھا' بنی ہاشم میں سے جو شخص آپ کو پرسا دینے کے لئے آتا آپ اسماعیلؑ کی موت کے متعلق اس کی شہادت لیتے' جب تیسرا دن ہوا تو آپ نے اسماعیلؑ کو قبر کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے اسماعیلؑ کا منہ کھولا اور حاضرین سے پوچھا "کیا یہ میرا بیٹا اسماعیلؑ نہیں ہے؟" سب نے کہا ہاں آپ نے ان کی شہادت کی تجدید کی اور اسماعیلؑ کو دفن کرکے واپس ہوئے۔ ابو الدوانیق کو اس کی اطلاع دی گئی۔ مذکورہ مضمون کے تسلسل میں صفحہ نمبر ۱۴۰ پر ڈاکٹر زاہد علی تحریر فرماتے ہیں:

"تبصرہ: کوئی امام' امام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے نقلت نہ ہوئی ہو":

اوپر کی فصل نہایت اہم واقعات پر مشتمل ہے۔۔۔

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ صرف خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے

دین کامل نہیں ہوتا' متعدد کتابوں میں ہمارے اماموں اور داعیوں نے اس اعتقاد پر تنبیہہ کی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا' خدا اور خدا کے رسول کے ساتھ رسول کے وصی اور زمانے کے امام کا ماننا بھی ضروری ہے ان حدود کی معرفت کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی خواہ مومن کتنے ہی نیک اعمال کیوں نہ کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا جعفر صادقؒ تک کسی ناص کی زندگی میں ان کے منصوص علیہ کا انتقال نہیں ہوا' لیکن مولانا جعفر صادقؒ کی زندگی ہی میں آپ کے منصوص علیہ مولانا اسماعیلؒ گزر گئے یا باالفاظ دیگر غائب ہو گئے (امام کی غیبت سے امام کی وفات مراد ہے جیسا کہ فصل (۷) صفحہ ۱۲۹ کے حاشیہ میں نمبرا پر درج ہے۔ بحوالہ غایتہ المولید الثلاثہ) جس کی وجہ سے اس زمانے کے مومنین میں یقیناً بہت پریشانی پھیل گئی ہوگی خاص کر جب کہ یہ واقعہ دعوت کے اصول کے خلاف ہوا' اس لئے کہ کوئی امام' امام نہیں ہو سکتا جب تک ظاہر و باطن دونوں میں اس کے باپ کی دنیا سے نقلت نہ ہوئی ہو' یعنی جب تک اس کے باپ کا ظاہر میں دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو جیسا کہ سیدنا قاضی نعمان زکواۃ الخمس کی تاویل میں فرماتے ہیں:۔

"اس اصول کے مطابق مولانا اسماعیلؒ کس طرح امام ہو سکتے ہیں؟ جب کہ آپ کے والد مولانا جعفر صادقؒ کا دنیا سے انتقال نہ ہوا ہو یعنی جب کہ آپ دنیا میں زندہ ہوں"

(حوالہ: تاویل الدعائم الجزالثانی۔ بیان زکواۃ الخمس)

ناتھوانی کمیشن (داؤدی بوہرہ کمیشن) کی شائع کردہ رپورٹ ۱۹۷۷ء (جس کے چیئرمین شری این بی ناتھوانی جو بمبئی ہائی کورٹ کے سابق جج اور ان ایام میں لوک سبھا کے ممبر بھی تھے۔) کے باب دوم صفحہ نمبر ۱۱' ۱۲ پر موجود تحریر کے الفاظ بھی بے حد لائق توجہ ہیں:۔

"شیعوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ علیؓ نص جلی کی رو سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جانشین ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق آئمہ علیؓ کے جانشین ہوں گے ان میں سے ہر امام کو نص جلی کے ذریعے اس سے پہلے کے امام نے مقرر کیا بعد میں شیعہ فرقہ بھی دو حصوں میں بٹ گیا' ایک اسماعیلیہ اور دوسرا اثناء عشریہ' یہ جھگڑا پانچویں امام جعفر صادقؒ کی وفات پر لگ بھگ ۷۶۵ء میں جانشین کے سوال پر پیدا ہوا تھا۔ امام جعفر صادقؒ کے سب سے

بڑے بیٹے کا نام اسماعیل تھا لیکن جعفرؒ کی وفات سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا...."

تاریخ عالم کے سربستہ اوراق میں ایک چونکا دینے والی تاریخی روایت یہ بھی ملتی ہے جو ڈاکٹر زاہد علی مؤلفہ تاریخ فاطمین مصر (حصہ اول و دوم) مشترکہ کے صفحہ ۱۴۱ کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

"علامہ مجلسی نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے اسماعیلؒ کو اپنا جانشین بنایا تھا لیکن ایک موقع پر وہ خلاف شرع عمل کے مرتکب ہوئے یہ دیکھ کر ان کے والد برافروختہ ہوئے اور امامت کا عہدہ موسیٰ کاظمؒ کی طرف منتقل کر دیا (خلاف شرع عمل سے مراد یہ ہے کہ اسماعیلؒ نے شراب پی تھی (حوالہ: بحار الانوار ۱۱/۱۷۹)"

تاریخی حوالاجات اور معتبر روایات کے وسیع مطالعے سے بار بار جو بات ذہن میں ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب امامت کے متعینہ اصول کے تحت حضرت اسماعیلؒ بن جعفر صادقؒ کو امامت ہی تفویض نہیں کی گئی تو پھر یہ "اسماعیلی" فرقہ اپنے طور پر کس طرح وجود میں آگیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اسماعیلی امامت خود ساختہ ہے تو بھی اس کی وابستگی کا دین اسلام سے کیا واسطہ؟ دین اسلام کا ضابطہ تقویٰ و پرہیزگاری کی نسبت سے قائم ہے نا کہ وراثت اور اقربا پروری کی وجہ سے۔ قرآن کا حکم ہے کہ:

○ ترجمہ: (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔" (الحجرات ۴۹ آیت ۱۳)

■ باطنیت پر نایاب تحریریں :

قابل صد قدر و افتخار نایاب کتب میں پروفیسر عباس ہمدانی کی تصنیف "دی فاطمید" The Fatmid اور مولانا نجم الغنی صاحب رامپوری نے "مذاہب اسلام" لکھ کر بڑی خدمت انجام دی جبکہ ڈاکٹر زاہد علی کی تصنیف "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" "تاریخ فاطمین مصر" اور عبد الحلیم شرر کی تصنیفات کے علاوہ مغربی مستشرقین میں جوہن نارمن ہولسٹر (John Norman Hollester) کی تصنیف

"دی شیعہ آف انڈیا" "The Shia of India" اور پی - جے - ویٹی کیوٹس (P.J.Vati Kiotis) نے فاطمی خلافت کا نظریہ "The Fatmid Theory of Caliphate" لکھی جو پہلی بار ۱۹۵۷ء میں "ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے) شائع کی۔

حالیہ ایام میں مہربوس کی معروف کتاب "دی آغا خانز" "The Aga Khans" کی تصنیف نے باطنیت کو اجاگر کرنے میں ابتدائی طور پر فعال کردار ادا کیا' باوجود ان مذکورہ ادبی تصنیفات کے "باطنیت" کو سمجھنے میں جو آخری دشواری ایک عام قاری کو تھی وہ فیڈرل کونسل کے وزیر عاشق علی ایچ حسین کے شائع کردہ معروف ہینڈبل بعنوان "آغا خانی مذہبی عبادات کا پیغام" سے کچھ واضح ہوئی گو کہ مذکورہ ہینڈبل کے شائع کرنے کی ذمہ داری سے متعلق فیڈرل کونسل نے غیر واضح مبہم تردید کردی تھی لیکن باوجود گول مول الفاظ سے مرصع تردید کے یہ ایک حقیقت ہے جسے بہرحال چھپایا نہیں جاسکتا اور یہ امر سچائی پر مبنی ہے کہ متذکرہ "آغا خانی مذہبی عبادات کا پیغام" میں شائع کردہ عقائد' تعلیمات' رسوم' عبادات و دیگر تمام تر معلومات بالکل درست اور مذہبی تقدس کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ جماعت خانوں میں آج بھی رائج ہیں جس کا انکار نہ تو کوئی آغا خانی کرسکتا ہے اور نہ ہی فیڈرل کونسل کے عہدیداران یا اراکین! کیوں کہ یہ تمام عقائد آغا خانی مذہب کا ایک ٹھوس حصہ ہیں جنہیں رد کرنا گویا آغا خانی مذہب کی بنیادی اساسی ارکان مذہب سے انکار کے مترادف ہوگا جس سے متعلق کوئی آغا خانی کسی طور پر تصور نہیں کرسکتا۔

مذکورہ تعلیمات' عقائد آخر کیا تھے؟ اس پر اپنی رائے زنی کرنے کی بجائے ہم اصل ہینڈبل (ہفت روزہ تکبیر کراچی کے شمارہ ۸ ماہ فروری ۱۹۸۸ء) شکریہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ (واضح رہے کہ مذکورہ ہینڈبل کو بیشتر ملکی و بین الاقوامی اخبارات' جرائد و رسائل نے بھی طبع کیا تھا):۔

بشکریہ: ہفت روزہ پنچ لوک کراچی * ہفت روزہ پاک پنجاب اوکاڑہ * الفرقان' لنڈن (برطانیہ) * ہفت روزہ غالب اوکاڑہ * المیزان Mizani دارالسلام تنزانیہ (سینٹرل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء)

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ۝ (یٰس)

○ ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے (النساء ۴/۵۹)

○ ترجمہ : ہم یقیناً ایک روز مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں جو کچھ اعمال انہوں نے کیے ہیں وہ سب ہم لکھتے جا رہے ہیں اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی ہم ثبت کر رہے ہیں۔ ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے (یٰس ۳۶/۱۲)

■ اے میری قوم کے لوگو!

الجواب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم اپنے سابقہ گمراہ کن اور غلط عقائد سے تائب ہو کر اسلام کے صحیح عقیدہ پر راغب ہوگئے ہیں اب ہم مسلم، قوم ہماری اسماعیلی، دین ہمارا اسلام، وطن ہمارا پاکستان، ہم اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان رکھتے ہیں اس کی آخری کتاب قرآن کو مانتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کو راہ نجات تسلیم کرتے ہیں ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین مانتے ہیں، اہل بیت اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے فرامین کو مانتے چلے آئے ہیں ہمیں دینی عقائد کی اصلاح کے لئے اسلام نے درج ذیل تعلیم دی ہے:۔

ہمارا بول/اسم اعظم "الاعلیٰ" مکمل ہوتا ہے "سبحان ربی الاعلیٰ" سے

"یا اللہ مدد" ہمیشہ ہم اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں۔

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ 'ہمارا سلام ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا کلمہ ہے۔ ہم سنت رسولؐ کے عین مطابق وضو اور غسل سے پاک ہوتے ہیں جس سے ہمیں طہارت حاصل ہوتی ہے۔ قبلہ رخ کرکے نماز پنج وقتہ ہم اذان دیئے جانے پر باجماعت سنت رسولؐ کے مطابق مقررہ وقت پر ادا کرتے ہیں 'نماز ہم اللہ کو حاضر و ناظر جان کر قیام' رکوع' سجدہ اور قعدہ کی ترتیب سے ادا کرتے ہیں کیوں کہ نماز کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ ہم سال بھر میں ماہ رمضان کے روزے سنت رسولؐ کے مطابق فرض سمجھ کر رکھتے ہیں۔ نماز تراویح باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں تاکہ ہم گناہوں سے بچیں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی رحمتوں و برکتوں کا قرب حاصل ہوسکے۔ ہم میں جو لوگ صاحب حیثیت ہیں وہ سال میں ایک بار زکواۃ فرض سمجھ کر اپنے مال کا چالیسواں حصہ یعنی سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ غریب اور مستحق لوگوں کو ادا کرتے ہیں۔ ہم میں سے جو صاحب حیثیت ہیں حج بیت اللہ فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وما توفیقی الا با اللہ ہم میں سے اکثر لوگ "مقام محمود" حاصل کرنے کے لئے اشراق' چاشت' اوابین اور تہجد کے نوافل ادا کرتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ بندگی کا حق ادا ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوجائے اور اپنی عبادات زیادہ بہتر بنانے کے لئے حسب توفیق ہم توبہ و استغفار اور درود شریف کا ورد کرتے رہتے ہیں مزید یہ کہ اللہ کی مخلوق کی خدمت میں ہم اپنی نجات تصور کرتے ہیں۔

اے میری قوم کے لوگو متوجہ ہو! اللہ اور رسول کے ایک حکم کے انکار سے بھی آدمی کافر ہوجاتا ہے اور نماز کا حکم قرآن اور حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے

○ ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہئے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو' سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو (٦ ۔ المائدہ)

○ ترجمہ : اور جب تم لوگ اذان دیتے ہو نماز کے لئے (۵۸ ۔ المائدہ) ○

اے میری قوم کے لوگو سنو! مبلغ (مشنری) اکابرین اور جماعت کے گمراہ عہدیداران خود بھی کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں اور پوری جماعت کو بھی گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ چودہویں صدی کے مبلغ (مشنری) اور عہدیداران' جماعت کو فریب دے رہے ہیں کہ نماز پڑھنا اہل شریعت کا کام ہے اور ہم تو حقیقی مومن ہیں مقام معرفت میں ہیں اس لئے نماز سے بے نیاز ہیں۔ ان سے پوچھو کہ حضرت علیؓ اور دیگر آئمہ زندگی بھر شریعت پر قائم رہے بلکہ شریعت کے قیام کے لئے شہید ہوئے کیا ہم اپنے اماموں سے بھی آگے بڑھ گئے کہ شریعت سے بالکل بے نیاز ہو گئے۔ نماز ایک ایسا بنیادی مقدس فریضہ ہے جس کی ادائیگی رسولؐ' صحابہ کرامؓ' اماموں اور امت میں سے کسی پر بھی ایک دفعہ بھی معاف نہیں ہوئی تو یہ خود ساختہ مبلغ (مشنری) اور عہدیداران اتنے بڑے فریضے کو معاف کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو منسوخ (Cancell) کرنے والے کون ہیں؟ جبکہ قرآن میں واضح احکامات اذان اور نماز سے متعلق قیامت تک موجود ہیں۔

لوگو! گواہ رہنا میں نے تم تک نماز کی دعوت اور اسلام کے بنیادی ارکان کی تبلیغ پہنچادی ہے اب تمہیں اختیار حاصل ہے کہ تم لوگ اپنے گھروں' جماعت خانوں اور مساجد میں باقاعدہ سنت رسولؐ کے تحت نماز ادا کرو' اگر نماز یاد کرنے میں / ادا کرنے میں یا قائم کرنے میں کسی قسم کی دقت ہو تو اپنے اس خادم کی خدمات حاصل کرسکتے ہو اور رابطہ قائم کرسکتے ہو' وما علینا الا البلاغ

الداعی:۔ اکبر علی غلام حسین

اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) مسلم اسماعیلیہ مسجد

نزد آغا خان میٹرنٹی ہوم' بلاک نمبر ۷' فیڈرل "بی" ایریا' کراچی نمبر ۳۸' فون ۶۳۱۲۷۹۲

نوٹ: اسماعیلی برادریوں کے لئے اسماعیلیہ ایسوسی ایشن فور پاکستان کی گجراتی زبان سے اردو اور عربی ترجمہ نماز کی کتاب ہمارے دفتر سے مفت حاصل کریں۔

(التماس: اس پیغام کو زیادہ سے زیادہ فوٹو اسٹیٹ کاپی کروا کر دوسروں تک پہنچائیں)

■ ان کی تردید کرنے کی آج تک کسی کو جرأت نہیں!

ان تمام عقائد' رسوم' عبادات' تعلیمات و مذہبی معلومات کے افشاء ہونے پر ہی تو مسلمانوں کو صحیح طور باطنیت کی خبر ہوئی اور مزید تقویت اس وقت حاصل ہوئی جب راقم الحروف جو کہ پیدائشی آغا خانی نے ہی نہیں بلکہ سینکڑوں دیگر آغا خانیوں نے بھی از خود ان تعلیمات کی تصدیق ببانگ دہل کردی کہ متذکرہ سو فیصد یہ ہی آغا خانی مذہبی عقائد و تعلیمات ہیں جو آج بھی جماعت خانوں میں رائج ہیں جس کی ادنیٰ سی مثال ایک سابقہ آغا خانی کے تردیدی بیان سے عیاں ہے جو کہ پیش خدمت ہے:۔

اقتباس:

اسماعیلی عقائد سے تائب ہوجانے والے پیار علی ولد غلام حسین ساکن ٹنڈو باگو ضلع بدین۔ سندھ کا بیان (بشکریہ ہفت روزہ تکبیر کراچی) شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء

"اپنے وضاحتی بیان میں جناب رمضان مرچنٹ نے یہ بھی کہا ہے کہ "اس کے علاوہ جو چیز ہمارے لیٹرپیڈ کے حوالہ سے شائع ہوئی ہے وہ قطعی ہمارا لیٹرپیڈ نہیں ہے۔" صاحب موصوف کی اس وضاحت کو درست مان بھی لیا جائے کہ لیٹرپیڈ ان کا نہیں ہے لیکن اسماعیلی فرقہ کے عقائد جو اس لیٹرپیڈ پر درج ہیں کیا وہ ان سے انکار اور تردید کرنے کی جرات فرما سکتے ہیں؟ اس لئے کہ وجہ نزاع لیٹرپیڈ نہیں البتہ وہ عقائد ہیں جو کہ متعدد بار اخبارات' رسائل اور پمفلٹ کی شکل میں منظرعام پر آچکے ہیں اور اسماعیلی برادری سے وابستہ کوئی فرد بھی ان کی تردید کرنے کی آج تک جرات نہیں کرسکا۔"

مذکورہ تمام تحریر سے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ عام آغا خانی تو باطنی علم' تاویل کے الف ب سے ذرہ برابر بھی واقف نہیں۔ وہ تو "حاضر امام" کے لفظ کو آسمان سے نازل صحیفہ تصور کئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ثواب کی نیت سے ازراہ لطف و تقدس دل میں اس نام کے ذکر کی چھوٹی تسبیح کم و بیش تین سو بار کرکے راحت کا متلاشی ہوتا ہے۔ اسے قطعی یہ احساس و گمان تک نہیں ہوتا کہ وہ کس گستاخانہ عمل کا ارتکاب بالالفاظ دیگر وہ توہین آمیزی کا مرتکب "Blasphemer" اتنے سہل انداز میں ہو رہا ہے۔ خواہ اس توہین "Blaspheme" کی زد میں ذات باری تعالیٰ جل شانہ' ناموس رسالت مآب صلی

اللہ علیہ وسلم یا سابقہ انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم و تسلیمات آئیں!(ن)

■ شان ناموس رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم :

◄ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء کی مدافعتی، غیر مشروط دفعہ ۲۹۵ (سی) کے تحت "شان ناموس رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم" کا مدلل اور واضح قانون رائج ہے اس مروجہ قانون کا اطلاق مملکت کے چپہ چپہ پر فعال انداز میں لاگو ہے کسی گستاخ و ملعون کی متعلقہ دفعہ ۲۹۵(سی) کے تحت تعزیری سزا کم سے کم "سزائے موت" ہے۔

حالیہ ایام میں متذکرہ قانون میں موجود سقم سے متعلق حکومت کی مجوزہ ترمیم کے عندیہ پر تمام مسلمانان پاکستان بشمول دینی، سیاسی، سماجی جماعتوں اور تاجر و صنعتکار برادریوں نے جس زبردست مذہبی جذبات سے سرشار ہو کر پر زور مخالفت کا برملا اظہار کیا اس سے دینی و ملی وحدت کا عظیم الشان مظاہرہ دیکھنے میں آیا اس کی مثال سے دشمنان اسلام دنگ رہ گئے اور بیرونی پروپیگنڈے کو زبردست دھچکہ محض اس وجہ سے پہنچا جو امریکہ و یورپ کے نام نہاد انسانی حقوق "Humen Rights" کے علمبرداروں اور متعصب بین الاقوامی تنظیم "ایمنسٹی انٹرنیشنل" کے ہمراہ دیگر تمام غیر مسلم حکومتوں کی کوششوں کو پارہ پارہ کئے جانے کا باعث ثابت ہوا۔ اس سے اہل پاکستان کی ناموس رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے حساس دینی مسئلے میں زبردست عقیدت عیاں ہوئی جس سے بین الاقوامی سطح پر جذبہ ایمانی کو پھر تائید حاصل ہوئی یہ ہی بس نہیں بلکہ مغربی ممالک کے بڑے بڑے نشریاتی ادارے بھی خاموش نہ رہ پائے چنانچہ ان کے سب سے فعال و مضبوط ترجمان جن میں خصوصی طور پر ریڈیو ایجنسیاں بی بی سی اور وائس آف امریکہ نے جو تبصرے پیش کئے وہ واقعی قابل غور ہیں ملاحظہ فرمائیں:۔

گزشتہ کئی سال کے دوران یہ سب سے موثر اور بھرپور ہڑتال تھی : بی بی سی

بیشتر علاقوں میں زندگی مفلوج ہو گئی : وائس آف امریکہ

ان سرخیوں کے ساتھ روزنامہ جنگ کراچی نے درج ذیل خبر شائع کی "بی بی سی نے

ہفتے کو ملی یکجہتی کی اپیل پر توہین رسالتؐ کے قانون میں مجوزہ تبدیلی کے خلاف کی جانے والی ہڑتال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہڑتال انتہائی کامیاب تھی۔ سرکاری سطح پر کرائی جانے والی ہڑتالوں کو چھوڑ کر گزشتہ کئی سال کے دوران مختلف احتجاجی ہڑتالوں کے مقابلے میں یہ سب سے زیادہ بھرپور اور متاثر کن دکھائی دیتی تھی۔ بی بی سی نے کہا کہ ہڑتال کی وجہ سے پورے ملک میں معمول کی زندگی بری طرح متاثر ہوئی۔ ہفتے کی ہڑتال کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس کے دوران تشدد کا کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔ وائس آف امریکہ نے ہڑتال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے بیشتر علاقوں میں زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی۔ ریڈیو نے کہا کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت اس قانون میں کیا تبدیلی لاتی ہے اور اس پر عوام کا ردعمل کیا ہوگا؟....." ◀

(اصل مضمون تصنیف کا اب آگے مطالعہ فرمائیں)

جب کہ میں اس دور میں بڑی زبردست ذہنی کشمکش کا شکار تھا۔ گو کہ میں بھی جماعت خانہ بلاناغہ جاتا لیکن میرا ذہن اس کو قبول نہ کرتا جو میرے خاندان کے دیگر افراد یا برادری کے لوگ جماعت خانے میں عبادت کے طور پر زمانہ طویل سے ادا کرتے چلے آرہے تھے۔ میں گھنٹوں فکرمند اور حیران ہوتا کہ حق آخر کیا ہے؟ میرا ذہن یہ تسلیم نہ کرتا کہ "ہزہائی نس" آغا خان تو ایک انسان ہے؟ اس سے کیوں کر دعا کرنا چاہئے؟

■ ہزہائی نس کا خطاب :

◀ مملکت برطانیہ عظمیٰ کے مشکل ترین وقت میں بڑی سے بڑی بے دریغ قربانی پر جو انگریزوں کی حمایت میں بلوچی مسلمانوں سے برسرپیکار جنگ کے دوران آغا خان نے خدمات کے طور پر پیش کیں اس کے اعتراف میں تاج برطانیہ سے وفاداری کے صلہ میں اعزاز عطا کئے جانے کے موقع پر ادا کئے گئے الفاظ کو تاریخ عالم نے اپنے اوراق پر کچھ اس انداز سے ضبط تحریر کیا ہے:

"جب آغا خان (انگریز کی حمایت میں) اپنی مختصر فوج کے ساتھ قران میں قیام پذیر تھے

The Aga Khan in full regalia

آغا خان سوم عطا کیے گئے اعزازت کے ساتھ

تو بلوچوں کے حملہ کی وجہ سے نقد ۲۲ لاکھ اور جواہرات کثیر کا نقصان ہوا' چنانچہ سر چارلس نے آغا خان کی ان بیش بہا خدمات اور قربانیوں کا ذکر گورنر جنرل سے کیا اور اس کے متعلق ایک رپورٹ انگلینڈ روانہ کی گئی جس سے آغا خان کو "ہزہائینس" کا موروثی خطاب عطا کیا گیا۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص ۴۹ - ۵۰) اس موقع پر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ آغا خان کو "ہزرائل ہائی نس" کا خطاب سابق شاہ ایران رضا پہلوی نے عطا کیا تھا۔

■ ہمدردیاں :

تاج برطانیہ کے خیر خواہ کے طور پر بہتری و بھلائی سوچنے والے وفادار و نمک خوار کی حیثیت سے آغا خان پر برٹش حکومت کی نوازشات کے اعتراف کا ذکر خیر اکثر مواقعہ پر موصوف نے بڑی فراخدلی سے کیا۔ ان کے دل کی گہرائیوں میں پنہاں جذبات جو سلطنت برطانیہ کی عظمت کے لئے ہمیشہ موجزن رہے۔ اپنے فرمان میں کچھ یوں ضبط تحریر کئے:

* "ہمارے سارے روحانی بچوں کا مذہبی اور معاشرتی فرض اولین ہے کہ اپنی پوری وفاداری سے اور کل طاقت سے برٹش حکومت (یعنی سلطنت برطانیہ) سے تعاون کریں۔ سلطنت برطانیہ اپنے مذہب اپنے مقصد کا اور اپنی آزادی کا محافظ ہے اس لئے اس وقت پر خلوص وفاداری کے ساتھ لامتناہی خدمات انجام دینی چاہئے۔" (حوالہ : کلام امام مبین حصہ دوئم صفحہ ۲۸۱' فرمان نمبر ۴۴۰ یکے از مطبوعات: اسماعیلیہ ایسوسی ایشن بمبئی)

● ■ مولا بابا :

"مولا بابا" آغا خان بھی اپنی نسل کی آفرینش و افزائش اور بشری خواہشات کے تحت باقاعدہ شادی رچاتے ہیں اور عام انسانوں کی طرح ان کے ہاں بھی اولاد جنم لیتی ہے پھر میاں بیوی میں روز مرہ معمولات میں ناچاقی کا ہوجانا کوئی تعجب خیز واقعہ نہیں اور بات کے طول پکڑنے پر طلاق تک کی نوبت کا آجانا کوئی اچنبا کی بات بھی نہیں

The Aga Khan with his younger son, Prince Sadruddin, and his grandsons, Prince Karim Aga and Prince Amyn Mahomed

آغا خان کی آل اولاد

آغا خان سوم کا کنبہ

Princess Aly Khan, formerly Mrs Loel Guinness, mother of Karim.

پرنس علی خان کی زوجہ سابقہ
"لوئل گینز" پرنس کریم کی والدہ

■ شادی کے بندھن/طلاق :

ماضی قریب میں آغا خان سوئم نے بھی کئی عقد کئے اور ان کو طلاقیں دیں ان کی پہلی بیوی شہزادی بیگم تھیں جو ان کے چچا شاہ جنگی خان کی صاحبزادی تھیں' ان کی شادی کی تقریب قدرے سادہ انداز میں ادا کی گئی کیوں کہ شہزادی بیگم کے والد اور ان کے حقیقی بھائی کو دوران سفرحج جدہ کی بندرگاہ پر ۱۸۹۶ء میں چند پر تشدد حشیشین اسماعیلی "فدائیں" (عالم اسلام کی نظروں میں سازشی کردار' بدنام تاریخی شخصیت و خود ساختہ فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ کے روح پرور اور حشیشین کے قلعہ "الموت" کے بانی داعی حسن بن صباح کی جماعت کا وفادار فرد جسے "فدائی" کا نام دیا گیا اور جو خود سوزی' خودکشی یا قتل ہوجانے کو اپنے لئے باعث نجات اخرویہ سمجھتا تھا) نے قتل کردیا تھا اس وجہ سے اس سانحہ کی اداسی قائم ہی تھی کہ شادی کی تقریب سادگی سے ادا کرنا پڑ گئی۔

شہزادی بیگم' آغا خان سوئم کی ان ازدواج میں شمار نہیں ہوتیں جو معروف و مشہور خواتین کے طور پر جانی جاتی ہیں بلکہ ان کی خانگی زندگی بہت سادہ اور مشرقی خواتین سے مطابقت رکھتی تھی۔ ان کے متعلق تاریخی احوال کا اس سے زیادہ مواد دستیاب نہیں یہاں تک کہ از خود آغا خان سوئم نے اپنی یادداشتوں میں بھی یہ ہی واضح کیا ہے کہ * "یہ ایک پیار کرنے والوں کا حقیقی ملاپ تھا جو شادی کی صورت میں رونما ہوا اور طلاق پر ختم"

. آغا خان سوئم کی دوسری بیوی "تھریسا میگلیانو" جو کہ ٹورین "Torin" میں سکونت پذیر تھیں اور جن کے بطن سے ۱۹۱۱ء میں پرنس علی خان کی ولادت ہوجانے پر آغا خان نے لگ بھگ ۱۹۲۴ء میں باقاعدہ ان سے شادی کی (آغا خان سوم نے اپنی یادداشتوں (Memoirs) کے صفحہ ۱۰۴ پر لکھا ہے :۔ "۱۹۰۷ء کے بعد ہر سال یورپ آتا رہا مجھے فرانسیسی ماحول دل و جان سے پسند آگیا تھا بالغ ہونے کے بعد مجھے اس سے لگاؤ گہرا اور پختہ ہوگیا اور میں بار بار اس طرف آنا چاہتا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں اس لگاؤ میں ایک ذاتی معاملہ شامل ہوگیا۔ میں نے مائل (Mile) سے شناسائی پیدا کی اور وہ یہ کہ میرا دل "تھریسا میگلیانو" پر آگیا جو ایک نامور رقاصہ تھی۔ اس کی عمر اس وقت صرف ۱۹ سال کی تھی اسی سال موسم

The Aga Khan III and the Begum, his fourth wife, formerly Yvette Lebrusse, in Cannes in 1957, the year of his death.

آغا خان سوم اپنی چوتھی بیوی سابقہ "یویٹ لبریسی" بیگم آغا خان کے ہمراہ

بہار میں اس نے میرے ساتھ مصر کا سفر کیا اور مسلم شریعت کے تحت شادی ہو گئی"

■ [illegible] :

اپنی یادداشتوں (Memmoirs) کی اشاعت کے تین سال بعد آغا خان نے اپنے وصیت نامہ پر دستخط کئے اس دستاویز کے صفحہ ۴ پر "[illegible]" کے متعلق ایک دلچسپ بیان ملتا ہے جو یہ ہے: * ۱۹۰۸ء میں میری شادی تھریسا میگلیانو سے "[illegible]" کے طریقے پر ہوئی اور ۲۳ جنوری ۱۹۲۳ء کو باقاعدہ شادی متذکرہ بیوی تھریسا میگلیانو سے مستقل طور پر بمبئی (انڈیا) میں [illegible] مسلمانوں کے رسم و رواج کے مطابق ہوئی۔ اپنی یادداشتوں (Memoirs) میں جو اس نے اپنی موت سے کچھ عرصہ قبل شائع کرائی تھیں۔ آغا خان سوم نے واضح طور پر بیان کیا تھا کہ اس کی شادی "تھریسا میگلیانو" سے مسلم شریعت کے تحت ہوئی تھی لیکن اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اپنے وصیت نامہ میں یہ بیان کہ وہ "متعہ" تھا اور اصل شادی بمبئی میں پندرہ سال بعد ہوئی تھی۔" المختصر یہ کہ "تھریسا میگلیانو" کے بطن سے ۱۹۱۱ء میں پرنس علی خان کی ولادت ہوئی، آغا خان سوئم کی مذکورہ زوجہ کا انتقال طبعی موت سے ہوا۔

جبکہ تیسری بیوی "کیرون اینڈری" مذہب کے لحاظ سے کیتھولک عیسائی تھیں جن سے ان کی شادی دسمبر ۱۹۲۹ء کے آخری ایام میں ہوئی چونکہ کیرون مذہبا" کیتھولک عیسائی تھیں اس لئے "سول میرج" کی رسوم پر اکتفا کرتے ہوئے عروسی تقریب کو سادگی سے منعقد کیا گیا۔ باوجود بیگم آغا خان ہونے کے سفارتی اور معاشرتی مسائل نے نئی دلہن کو گھیرے رکھا اسی نسبت سے ان کو حاصل ہونے والا اعزاز بھی متنازعہ رہا۔ ان تمام وجوہات کے رونما ہونے پر حالات کے انتہائی حساس رخ کے پیش نظر آغا خان کے لئے "کیرون اینڈری" نے ثمرہ رفاقت کی یاد پرنس صدر الدین آغا خان کی صورت میں چھوڑی۔ ان سے نباہ دیرپا ثابت نہ ہوا چنانچہ آغا خان نے ان کو طلاق دے کر اس باب کو ہمیشہ کے لئے ٹھپ کرنے پر اکتفا کیا۔

کچھ روز بعد ان کا اگلا ہدف، حجلہ عروسی کے لئے طے پا گیا چنانچہ شب زفاف کے موقع

(Sponge) [illegible] کر جاذب نظر و پر کشش بنا کے "مقابلہ حسن" میں کامیاب قرار پاگئیں تھیں جس کی بناء پر جج صاحبان کو ذاتی طور پر عوام الناس کے روبرو احساس ندامت و خفت کا سامنا کرنا پڑا اس وجہ سے ان کا یہ جانچ پڑتال کا مروجہ اقدام با امر مجبوری اہل مغرب نے مستحسن طور پر قبول بھی کرلیا باوجود متذکرہ تمام مشکل مراحل سے کامیابی حاصل کرنے کے مقابلہ حسن کمیٹی کی جیوری نے انہیں اپنے معیار پر ناموزوں قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا جس کا انہیں آخری عمر تک افسوس رہا۔

● بہرحال آغا خان سوم نے ان کی جاذبیت سے متاثر ہو کر شادی رچائی اور ان سے رشتہ ازدواج ۹ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو طے پاجانے پر ان کا اسماعیلی قوم کے لئے نام "ام حبیبہ" تفویض کیا (جبکہ آغا خانی قوم احتراماً" ان کو "ماتا سلامت" کے نام سے پکارتی) متذکرہ عقد مغربی قانون کے تحت ہوا آغا خان سوم کی زندگی کا چراغ بھی انہی کی آغوش میں گل ہوا۔

متذکرہ احوال سے قدرے متبادل ان کے بیٹے پرنس علی خان نے اپنی پہلی بیوی جو برطانوی طبقہ امراء سے تعلق رکھتی تھیں جن کا نام "Joan Guinness" سے ۱۹۳۶ء میں شادی پیرس میں رچائی جبکہ مسلمانوں کے انداز میں تقریبات کے انعقاد اور ماہ لوشیں یا ماہ زفاف "Honey Moon" (یورپ میں شادی کا پہلا مہینہ جس میں دولہا دلہن عیش منانے کے لئے اپنے گاؤں شہر یا ملک سے باہر چلے جاتے ہیں) کے لئے طے پایا کہ انڈیا میں مکمل کی جائیں گی لیکن اس سفر میں جو بات رکاوٹ کا باعث ثابت ہوئی وہ نوبیاہی دلہن کے [illegible] کا دو ماہ کا [illegible] تھا، جس کی بناء پر طبی نقطہ نظر سے ڈاکٹروں نے طویل بحری سفر نہ کرنے کا مشورہ تجویز کیا، بہرحال متذکرہ [illegible] جو بعد میں سات ماہ کی مدت میں لڑکے کی ولادت پر وقوع پذیر ہوا اس طرح سوئیزر لینڈ میں ۱۷ دسمبر ۱۹۳۶ء کو فرزند ارجمند کے گھر نومولود کی ولادت پر آغا خان سوم نے اپنے پوتے Grandson کا نام "کریم" رکھا۔

دریں اثناء پرنس علی خان کچھ عرصہ بعد یعنی اوائل ۱۹۴۹ء میں "Joan" کو طلاق دینے میں کامیاب ہوگئے پھر کچھ بھی نہ تھا اور اداسیاں تھیں ان کو غم غلط کرنے کا ایک ہی راستہ تھا چنانچہ چند ہی روز بعد پرنس علی نے اس کے مصداق کہ "چٹ منگنی پٹ بیاہ" کی

مثال قائم کرتے ہوئے سرعت میں ہالی وڈ کی معروف مطلقہ فلمی اداکارہ ریٹا ہیورتھ سے عشق معاشقہ کی پینگیں بڑھانے پر ۲۷ مئی ۱۹۴۹ء کو عالیشان اہتمام کے ساتھ شادی رچالی اس متذکرہ شادی کی دیگر خاص باتوں کے علاوہ جو خبریں یا تبصرے عالمی اخبارات اور مغربی پریس میڈیا "Media" نے شائع کئے وہ مندرجہ ذیل نوعیت کے تھے جو تاریخ کے قرطاس پر نقش ہیں:۔

اس شادی کی پروقار شاہانہ تقریب کے موقع پر فرانسیسی شراب "شمپین" Champagne کی ۱۵۰ بوتلیں معزز مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے انڈیلیں گئیں جبکہ ۲۰۰ گیلن "یوڈی کلون" Eau De Cologne "اعلیٰ خوشبویات" شادی گاہ کے وسیع مرکزی حوض میں انڈیل دی گئی جو خوبصورت نہر کی صورت میں اطراف میں بہتے ہوئے پورے شادی گاہ کا چکر لگانے پر دوبارہ حوض میں آکر شامل ہوجاتی اس تصنع کا مقصد محض یہ تھا کہ سارے ماحول کو دور دور تک معطر کیا جاسکے۔ دولہا کی طرف سے ایک عدد معروف زمانہ قیمتی کار "الفا رومیو" Alfa - Romeo کا تحفہ پیش کیا گیا (جسے بعد ازاں "پیگونی" Pigoni دو نشستی اسپورٹس کار سے تبدیل کرالیا گیا) جبکہ ریٹا ہیورتھ کے ایک سابقہ شوہر Orson Welles نے تحفہ میں پالتو پلا (پیر کتیا) "Poogles" پیش کی (مذکورہ شوہر سے ان کی ازدواجی وابستگی ۱۹۴۳ سے ۱۹۴۸ء تک قائم رہی) اس موقع پر تقریب کی ابتداء سے قبل پرنس علی خان نے پانچ لاکھ چالیس ہزار فرانسیسی فرنک کی خیرات مقامی غرباء و مساکین میں تقسیم کی یہ بات بھی موضوع سخن تھی کہ شادی کے روز ریٹا ہیورتھ [illegible] کے [illegible] سے تھیں جو بعد میں [illegible] یاسمین کی صورت میں [illegible] پذیر ہوا۔

اس شادی کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ چند دن بعد ہی ریٹا ہیورتھ کے عروسی ملبوسات کی نقل معروف و مشہور زمانہ ڈپارٹمنٹل اسٹور "میسیز" Macy s میں ۱۸ ڈالر ۴۷ سینٹ کی قیمت پر Sale فروخت ہونا شروع ہوچکے تھے۔ بدقسمتی سے شادی کی مدت یعنی رشتہ ازدواج صرف تین سال تک بخیر و خوبی قائم رہا آخر روز کی ان بن سے تنگ آکر پرنس علی خان نے جذباتی انداز میں ریٹا ہیورتھ کو طلاق دے کر اپنے آپ کو ساڑھے تین سال بعد
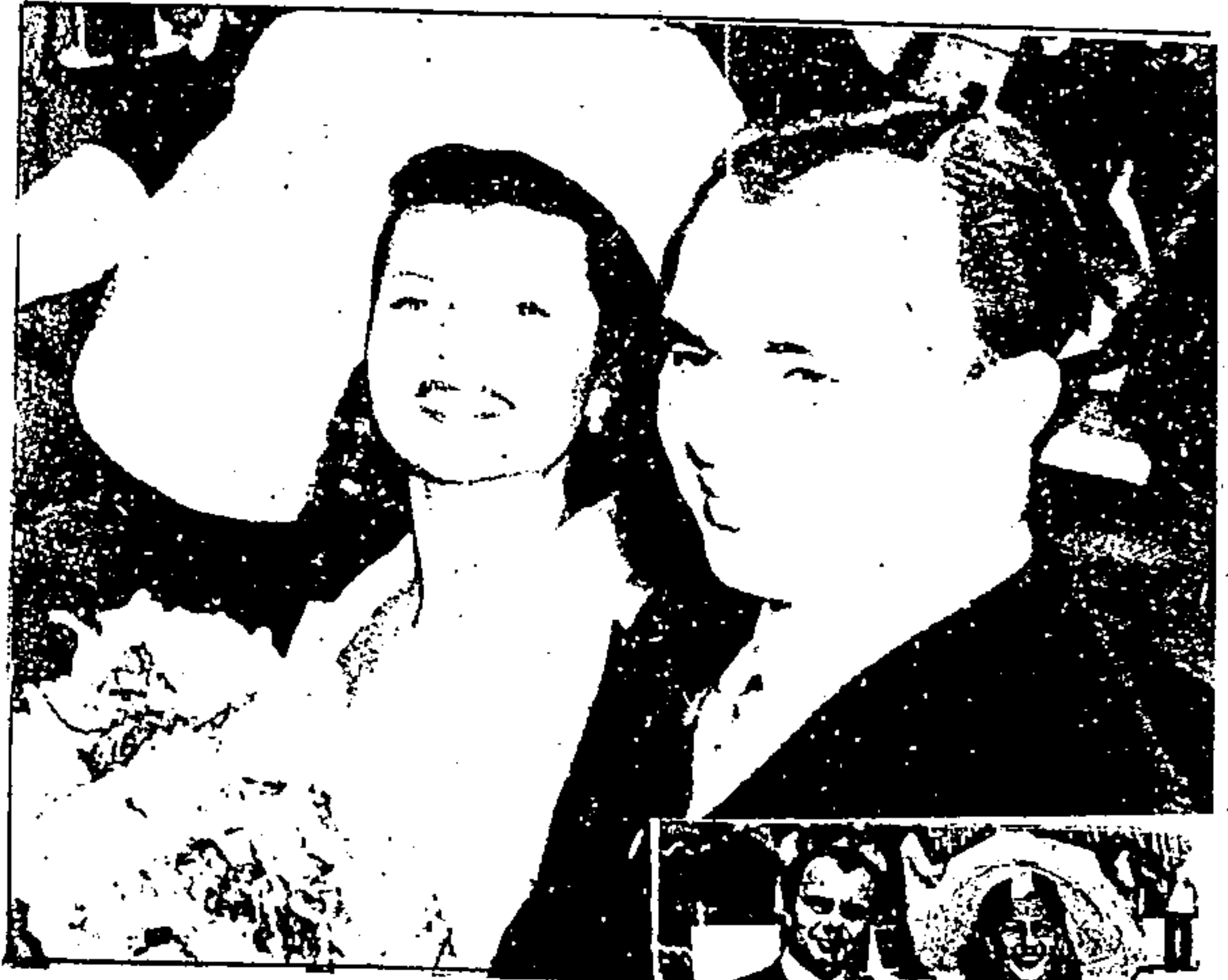
پرنس علی خان
معروف بین الاقوامی اداکارہ "ریٹا ہیورتھ"
سے اپنی شادی کی اعلیٰ شان تقریب کے
موقع پر انتہائی پر مسرور

RITA HAYWORTH & PRINCE ALY KHAN
May 27, 1949, on the French Riviera

CHAMPAGNE CONSUMED: 150 bottles
ODORS WHIFFED: 200 gallons of eau de cologne floating in the Château de l'Horiz n pool
GIFT FROM HUSBAND: An Alfa Romeo, later exchanged for a custom P ni two-seater
GIFT FROM EX-HUSBAN : A spaniel pup, "Poogles"—h pet na r Orson Wel to whom sh was d from 3 to 1948

ROYAL GESTURE: Aly gives 540,000 French francs to the local poor
BRIDAL BONUS: Rita is two months pregnant with daughter Yasmin
COMMON TOUCH: A few days later, brown, black and "bride's blue" copies of Rita's dress are selling at Macy's for $18.74
DURATION OF MARRIAGE: 3½ years

The Aga Khan IV and the Begum in their wedding clothes.

آغا خان چہارم اپنی زوجہ سلیمہ آغا خان کے ہمراہ (تقریب عروسی کے موقع پر)

شادی کے بندھن سے پھر آزاد کرالیا۔ قطع و برید ماضی میں موروثی عادات کی بناء پر طلاق دیئے جانے کے عمل نے آغا خانیوں کے ذہنوں پر قرون خالیہ (گزرے ہوئے زمانے) کے کوئی ایسے نقوش نہیں چھوڑے جو دریا خلش کا باعث ثابت ہوئے ہوں۔

لیکن حالیہ ایام میں اس خبر سے تمام اسماعیلیوں میں صف ماتم بچھ گئی کہ پرنس کریم آغا خان "حاضر امام" نے اپنی رفیقہ حیات بیگم سلیمہ "ماتا سلامت" کو طلاق کا نوٹس دے دیا ہے۔ اس کی تصدیق میں پاکستان کے دیگر کئی قومی و بین الاقوامی شہرت کے حامل اخبارات میں سے منتخب اخبارات کے تراشے مورخہ ۵ر اکتوبر ۹۴ء کے توسط سے پیش ہیں درج ذیل خبروں کی اشاعت نے اہل وطن کو ظرہ حیرت کا شکار بنا دیا جبکہ آغا خانی برادری کو ان خبروں کی اشاعت نے بر آشفتگی میں ابتلا کر دیا بہرحال متذکرہ خبروں کا اقتباس حاضر خدمت ہے:۔

■ پرنس کریم آغا خان اپنی اہلیہ کو طلاق دے رہے ہیں :

"لندن (اے پی) اسماعیلی برادری کے روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خان کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ پرنس کریم اپنی اہلیہ پرنسس سلیمہ کو شادی کے ۲۵ر سال بعد طلاق دے رہے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے اپنے وکلاء کو ہدایات جاری کر دی ہیں۔ پرنس کریم اور پرنسس سلیمہ کے تین بچے ہیں جن میں ۲۴ سالہ پرنسس زہرہ' ۲۳ سالہ پرنس رحیم اور ۲۰ سالہ پرنس حسین شامل ہیں۔" (روزنامہ جنگ کراچی)

■ اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا آغا خان نے اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کا فیصلہ کرلیا :

"لندن (اے پی پی) اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خان نے اپنی برطانوی نژاد اہلیہ بیگم سلیمہ آغا خان (سابقہ سارہ کرو کرپول) کو طلاق دینے کا فیصلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں کریم آغا خان کے وکلاء کو ضروری ہدایات جاری کر دی گئیں۔ یہ بات آغا خان کے ایک ترجمان نے بتائی ہے۔ ان کی شادی پچیس سال قبل اکیس اکتوبر ۶۹ء کو ہوئی

تھی۔ اس وقت ان کی ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔ پرنس کریم آغا خان اپنے دادا سر سلطان محمد شاہ آغا خان کے انتقال کے بعد بیس سال کی عمر میں اسماعیلیوں کے ۴۹ ویں امام بنے تھے۔" (روزنامہ قومی اخبار کراچی)

ملکی اخبارات میں ان مذکورہ خبروں نے پوری آغا خانی برادری کے لئے بے حد افسردگی کا تاثر پیش کیا ہے۔ ابھی زخم مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ ایک بار پھر چھ ماہ کا عرصہ گزرنے پر اس منحوس خبر کا چرچا دوبارہ اخبارات کی زینت بنا جس کے لئے اپنی آراء پیش کرنے کی بجائے ہم روزنامہ جنگ کراچی و روزنامہ جسارت کی تحریر مورخہ ۹ر اپریل ۹۵ء کے تراشے حوالہ کے طور پر بشکریہ پیش کرتے ہیں:۔

■ سلیمہ آغا خان کو طلاق کی ڈگری جاری :

"لندن (نمائندہ جنگ/ ریڈیو رپورٹ) اسماعیلی برادری کے روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خان نے اپنی بیوی سلیمہ کو طلاق دے دی ہے۔ طلاق کی ڈگری سوئیزرلینڈ میں جاری ہوئی ہے۔ پرنس آغا خان، سلیمہ کو ۵۰ ملین پونڈ کی رقم دے رہے ہیں جس میں ۲۰ ملین پونڈ نقد اور تیس ملین پونڈ کے زیورات شامل ہیں۔ یورپ میں ہونے والی کسی بھی طلاق کی صورت میں اتنی بڑی رقم آج تک کسی بھی عورت کو ادا نہیں کی گئی۔ ۲۵ر سال قبل شادی کے موقع پر سابق ماڈل سیلی نے اسلام قبول کرکے اپنا نام سلیمہ آغا خان رکھا تھا۔"

(روزنامہ جنگ کراچی)

■ کریم آغا خان طلاق کا مقدمہ جیت گئے :

"لندن (اے پی پی / اے ایف پی) اسماعیلی فرقے کے روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خان نے اپنی برطانوی نژاد اہلیہ بیگم سلیمہ آغا سے طلاق کا مقدمہ جیت لیا ہے پرنس کریم آغا خان نے گزشتہ ستمبر میں طلاق کے اس مقدمے کی قانونی کارروائی کا آغاز کیا تھا جب کہ طلاق کے لئے درخواست سوئیزرلینڈ کی ایک عدالت میں دائر کی گئی واضح رہے کہ پرنس کریم آغا خان کی بیگم سلیمہ آغا سے ۱۹۶۹ء میں شادی ہوئی تھی شادی سے قبل بیگم سلیمہ آغا

ایک ماڈل تھیں بعد میں انہوں نے مذہب تبدیل کرلیا تھا۔" (روزنامہ جسارت کراچی)

■ طلاق دیئے جانے کے بعد :

پرنس سلیمہ کے خلاف پرنس کریم آغاخان قانونی جنگ ہار گئے :

"لندن (نمائندہ جنگ) پرنس کریم آغا خان اپنی سابقہ بیوی پرنس سلیمہ کو ۷ ملین پونڈ کے زیورات فروخت کرنے سے روکنے میں قانونی جنگ ہار گئے ہیں۔ جنیوا کی ایک عدالت نے گزشتہ ہفتے کا اپنا عارضی حکم امتناعی ختم کردیا ہے اس حکم کے تحت زیورات کی نیلامی روک دی گئی تھی۔ آغا خان کے وکلاء نے عدالت کے حکم کے خلاف فوری اپیل کردی ہے جس پر فیصلہ جمعرات سے قبل متوقع ہے۔ پرنس سلیمہ کو طلاق پر قریباً ۵۰ ملین پونڈ ملے تھے جن میں ۷ ملین پونڈ کے زیورات بھی شامل ہیں۔

(بشکریہ : روزنامہ جنگ کراچی۔ مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۹۵ء)

سلیمہ آغاخان کے زیورات آج نیلام ہوں گے :

جنیوا (ریڈیو رپورٹ) اسماعیلی فرقے کے روحانی پیشوا آغا خان کی سابقہ اہلیہ سلیمہ آغاخان کے زیورات پیر کو جنیوا میں نیلام ہوں گے۔

(بشکریہ : روزنامہ جنگ کراچی۔ ۱۳ر نومبر ۱۹۹۵ء)

پرنس آغاخان کی سابقہ اہلیہ کے زیورات فروخت :

لندن (نمائندہ جنگ) پرنس آغا خان کی سابقہ اہلیہ پرنس سلیمہ کے زیورات ۷ء۱۷ ملین پونڈ میں فروخت ہوئے ہیں ابتدائی طور پر ان کی قیمت کا اندازہ ۷ ملین پونڈ لگایا گیا تھا زیورات میں ۸ء۷ء۱۳ قیراط "بیگم بلیو" ہیرا بھی شامل تھا جو ۱ء۵ ملین پونڈ میں فروخت ہوا اس کی قیمت کا اندازہ ۴ ملین پونڈ لگایا گیا تھا بیگم بلیو ہیرا لندن کے لارنس جراف ڈیلر نے خریدا ہے۔ نیلامی میں کل ۲۶۱ آئٹم تھے۔ نیلام گھر کرسٹی کا کہنا ہے کہ ۱۹۸۷ء میں ڈچز آف ونڈسر کے زیورات کی نیلامی کے بعد یہ سب سے قیمتی زیورات تھے۔ ڈچز آف

ونڈسر کے زیورات ۲۰٫۶۸ ملین پونڈ میں فروخت ہوئے تھے۔ کرسٹی کا کہنا ہے کہ پرنس آغا خان کے وکلاء کی طرف سے جواہرات کی فروخت روکنے کے لئے قانونی کارروائی کو ملنے والی پبلسٹی قیمت میں اضافے کا باعث بنی ہے۔

(بشکریہ : روزنامہ جنگ کراچی۔ مورخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۹۵ء)

آغا خان کے وکلاء کا زیورات خریدنے والوں کو انتباہ :

لندن (نمائندہ جنگ) پرنس آغا خان نے خاندانی زیورات کی فروخت کی جنگ میں ہار تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ آغا خان کے وکلاء زیورات فروخت کرنے کی ابتدائی جنگ ہار گئے تھے تاہم کیس پھر سے عدالت میں جائے گا۔ آغا خان کے وکلاء نے زیورات خریدنے والوں کو خبردار کیا ہے کہ نیلام کرنے والا ادارہ اور سیلی کروکرپول سبھی بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں کیوں کہ اس کیس کی آئندہ چند ہفتوں میں سماعت ہوگی جس پر سوئٹزرلینڈ کے قانون کے تحت عمل کرنا لازمی ہوگا۔ سیلی کو ٹریبونل کے سامنے پیش ہونا ہوگا جو جنیوا کی عدالت کا فیصلہ تبدیل کر سکتا ہے۔

(بشکریہ : روزنامہ جنگ کراچی ۔۱۶ر نومبر ۱۹۹۵ء)

■ پریس میڈیا کے روبرو :

Before
The Press And Print Media (With Courtesy)

بین الاقوامی اخبارات و جرائد نے جو مدلل خبریں شائع کی ہیں ان سے تضاد ظاہر ہوا ہے۔ ان ذرائع سے جو بات عیاں ہوئی ہے اس کی روداد کچھ یوں ہے کہ :

بیگم سلیمہ آغا خان (سابقہ سارہ کروکرپول سیلی) جو کہ معاشرتی ماحول و تفریح طبع کے طور پر ملنسار اور پیشہ وارانہ "ماڈل گرلز" کی حیثیت سے مغربی دنیا میں بڑی شہرت کی حامل و بہت معروف شخصیت رہی ہیں جن کی شادی اکتوبر ۱۹۶۹ میں آغا خان چہارم سے ہوئی ان کو وہ تمام مراعات حاصل رہیں جو مکمل اعزاز کے ساتھ سابقہ آغا خان کی شریک حیات کو

حاصل رہی تھیں۔ ان کے بطن سے تین بچوں نے جنم لیا جن میں دو لڑکے اور ایک صاحبزادی ہیں تمام بچے سن بلوغت عبور کر چکے ہیں۔ پرنس کریم کی عمر ۵۷ سال کے دائرہ میں ہے۔ تضاد کا باعث کیا ہے؟ اس کے لئے "روز بینسن" Rose Benson معروف بین الاقوامی صحافی کی وہ خبر ہے جو انہوں نے اپنے کالم "The Diary" میں پیش کی ہے مفہوم اس جلی سرخی کا یہ ہے کہ:

* "بیگم آغا خان کا اپنے قانونی مشیروں سے صلاح مشورہ" آگے رقم طراز ہیں کہ * ۲۵ سالہ شادی کا بام عروج انتہائی افسوس ناک ثابت ہو رہا ہے کیوں کہ برطانوی نژاد "سیلی" نے لندن کے اپنے دو معروف قانونی مشیران سے نجی مشورہ طلب کیا ہے جس میں آغا خان کو طلاق کا نوٹس جاری کیے جانے کے معاملے پر تفصیلی غور کیا گیا بیگم سلیمہ کے دوستوں نے اظہار رائے کرتے ہوئے افسردہ انداز میں عندیہ دیا کہ * "یہ طلاق کے سلسلے کا پہلا قدم ہے۔" متذکرہ قانونی مشیران میں ایک بیرسٹر جناب آین کارسٹن کیوسی ہیں جن کا کہنا ہے کہ یہ * "بیگم کی طلاق کا مسئلہ ہے" جبکہ دوسرے قانونی مشیر جناب بروس بلیئز کیوسی ہیں ان کا تاثر یہ ہے کہ * "میں نے اس معاملہ پر کوئی بیان جاری کرنے کی تاحال کوئی تیاری نہیں کی۔"

یہ ۱۹۶۹ء کی بات ہے کہ ۱۲ ملین اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا آغا خان نے "سے لی" سے شادی رچائی تھی جبکہ وہ بولس برادران میں سے ششم مارکیوس لارڈ جیمز کرچٹن سٹرٹ کی مطلقہ تھیں اور لارڈ نے ۱۹۶۸ء میں "سے لی" کی خواہش پر اسے طلاق دے دی تھی "سے لی" بیگم آغا خان جو کہ نو آبادیاتی دور کے ایک برطانوی لیفٹیننٹ کرنل ایڈورڈ کروکر پول کی صاحبزادی ہیں۔ متذکرہ شادی کی تقریب میں برطانیہ کی شہزادی مارگریٹ نے بھی شرکت کر کے عزت افزائی کا شرف بخشا تھا' سے لی "بیگم آغا خان" نئی دہلی میں پیدا ہوئیں جہاں پر ان ایام میں ان کے والد اپنی عسکری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنی رجمنٹ کے ساتھ مقیم تھے ایک وقت تھا جب "سے لی" بطور ماڈل گرل کی حیثیت سے معروف تھیں۔ غالباً" اسی نسبت سے انہیں اپنے وقت کی جاذب نظر حسینہ تصور کیا

جاتا تھا' ۱۹۶۷ء میں "ہار پر بازار" نے ان کے حسن کی مقبولیت کا اندازہ اپنی شرح ترتیب کے تحت مقرر کرتے ہوئے انہیں پوری دنیا کی ۱۲ خوبصورت حسیناؤں کی صف میں سے ایک قرار دیا تھا اب جبکہ رفاقت کی گھڑیاں آخری لمحات میں جمود جمود ہونے پر دم توڑ رہی ہیں۔ اس تنازعہ کی ایک کڑی اجاگر ہوتی نظر آ رہی ہے۔

یہ نام ایک آسٹریلین ۳۶ سالہ دوشیزہ "ہلو گوئیز" ہے جس نے اپنے حسن کے جلوے بکھیر کر آغا خان کے دل سے "سے لی" کے لئے وہ مقام اپنے نام کرالیا جس کی بناء پر "بیگم سلیمہ آغا خان" کو مجبوراً اپنے متذکرہ قانونی مشیران سے طلاق کے متعلق صلاح مشورے کرنا پڑے' اس داستان تضاد کی کوئی حقیقت ضرور ہے۔ اس کے ثبوت کی دوسری کڑی بین الاقوامی جرائد و رسائل میں رونما ہونے والا ایک معروف نام آخر کیوں "ڈیلی میل" نے ۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں ایک خبر میں پیش کیا؟ جس کا عنوان ہے: "Saga A New Love In The Aga" تفصیلی خبر ملاحظہ فرمائیں: "۱۹۸۴ء کے موسم بہار میں "ہلو" کے عشق میں گرفتار "K" (مغربی پریس میڈیا آغا خان کو لفظ "K" سے تشبیہ دے کر متعارف کراتا ہے۔) نے ایک قیمتی گلابی ہیرے سے مزین انگوٹھی خلوص دل سے تحفہ میں پیش کی جس کی مالیت ایک ملین پاؤنڈ اسٹرلنگ برطانوی سکہ رائج الوقت کے برابر تھی۔"

باوجود شادی کی اس خواہش کے جو "ہلو گوئیز" کے دل میں طویل عرصہ سے موجزن تھی آخر کار کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور مراد بار آور ثابت ہونے کی امید کو اس وقت تقویت کا بام عروج حاصل ہوا جب طلاق کے نوٹس کے جاری کئے جانے کا باقاعدہ قانونی اعلان اخبارات و رسائل میں نوٹس کا اجراء برائے طباعت کے لئے شائع کر دیا گیا۔ اب خواہ طلاق کا نوٹس دونوں فریقوں میں سے آغا خان یا بیگم آغا خان نے ہی جاری کرایا ہو اس سے کسی کے بھاگ پھوٹے اور کسی کے جاگ گئے! اس ضمن میں برطانیہ کے معروف جریدہ دی سنڈے ٹائمز لندن (The Sunday Times London) کی یہ خبر تہلکہ خیزی کا باعث ثابت ہوئی کہ "آغا خان نے دو سو ملین ڈالر کی خطیر رقم ادا کر کے بیگم سلیمہ

المعروف "سے لی" سے ۲۵ سالہ رشتہ ازدواج کا بندھن "تک مکا" کے طریقے پر توڑلیا ہے" مذکورہ خبروں کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ حالیہ دورہ پاکستان کے موقع پر آغا خان کی آمد میں ان کا وفد کثیر افراد پر مشتمل ضرور تھا لیکن اگر کوئی نہ تھا تو صرف "بیگم آغا خان" المعروف بیگم سلیمہ "سے لی"!

◆ مستقبل میں آغا خانیوں کو "ماتا سلامت" کی یاد ہر اس پل ستاتی رہے گی جب ان کے نام سے منسوب کئی رہائشی آبادیوں' پلازہ اور فلیٹوں کے مکین لفظ "سلیمہ" کے استعمال سے بار بار ماضی کی بے انتہا عقیدت کے احساس کی بیداری کو اپنی روح و دل کی اتھاہ گہرائیوں میں زندہ پائیں گے۔ اس لئے امید واثق ہے کہ لفظ "سلیمہ" آئندہ ایام میں ناقابل استعمال منسوخ قرار پا جائے گا!!

جبکہ بین الاقوامی شہرت کے حامل جریدہ "دی میل" "The Mail" کے معروف صحافی "نائجل ڈمپسٹر" کی شائع کردہ خبر کو وہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی جو انہوں نے اپنے کالم میں بڑی سرخی کے ساتھ شائع کی تھی اس میں انہوں نے "ہلو گویئز" کے ماضی کی ایک جھلک اپنے قارئین کو پیش کرنے کی جسارت ں جس کی تفصیل کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:

"۱۹۷۷ء میں جرمنی کے جنسی ہیجان خیزی و انتہائی فحاشی پھیلانے کے مرتکب اور برہنہ تصاویر Naked Photos کمرشیل "شوبز" (Show Biz) کے تحت قیمتاً اخذ کرکے شائع کرنے کے حامل' بدنام وجہ شہرت کے علمبردار محض اپنی فحاشی' طوائفی ادب اور فحش طوائفوں سے متعلق مواد کی اشاعتوں Pornography میں انتہائی رسوا کن عروج کی منازل پر ہونے کے ناتے' رسوائے زمانہ میگزین "پلے بوائے" "Play Boy" میں جب "ہلو گویئز" کی مکمل ■■■ تصاویر پیش کی گئیں تو تماش بین لوگوں کے لئے بڑی متاثرہ جنسی کشش اور ہیجانی کیفیت کا سماں پیدا ہو گیا۔" ◆

● ■ امیر ترین لوگوں میں سے ایک انسان :

"حاضر امام" بھی عام اسماعیلیوں کی طرح کاروباری لین دین کرنے کی بناء پر

Multimillionaire میں طویل عرصہ سے شمار کئے جاتے ہیں جس کی تصدیق کئے جانے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ کوئی بعید نہیں کہ مستقبل قریب میں Multi - Trillionaire کی صف میں بھی شمار کئے جانے لگیں المختصر متذکرہ اہمیت و اہلیت کی وجہ سے ہی تو وہ دنیا کے امیر ترین افراد میں شمار کئے جاتے ہیں۔

● جس کی تصدیق کے لئے درج ذیل تحریری حقائق بیان کرنے کے لئے کافی ہے:۔

"لندن کے معروف جریدے "اکنامسٹ" کے مطابق بینکوں' چھوٹے پیمانے کے کاروبار اور اسماعیلی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے افراد کے سرمائے سے قائم کردہ ہوٹلوں سے کریم کی سالانہ آمدنی کم از کم ڈھائی سو ملین ڈالر ہے۔ اس کے علاوہ اسماعیلی فرقے کی صحت' تعلیم اور دیہی ترقی کے لئے Aga Khan Rural Support Programme کے لئے فراہم کردہ ایک سو تیس ملین ڈالر کی خطیر رقم اس کے علاوہ ہے۔

آغا خان کی دولت کے متعلق مغربی اخبارات و جرائد میں جو اعداد و شمار شائع ہوتے رہے ہیں اس کی تشہیر سے وہ بہت شاکی نظر آتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ان کی دولت اور اثر و رسوخ سے ان کی شخصیت کا ایک امیج ابھرتا ہے جیسے کوئی الف لیلوی شہزادہ' اس موضوع پر خود آغا خان کا اپنا تبصرہ کچھ یوں ہے۔ * "مغرب میں ہماری دولت کے متعلق بہت کچھ کہا جاتا رہا ہے۔ میں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ کثیر رقومات امام کی نذر اس لئے کی جاتی ہیں کہ وہ امام ہوتا ہے اور ان کثیر رقومات کا استعمال قوم کی فلاح و بہبود کے کاموں پر کیا جاتا ہے۔ میرے دادا نے جو دولت میرے لئے چھوڑی وہ میرے ذاتی استعمال میں آتی ہے اس کے علاوہ میرے کچھ تنظیمی اخراجات ہیں۔ (یہاں یہ بات واضح رہے کہ سر سلطان محمد شاہ آغا سوئم کے اپنے اثاثے بھی اسماعیلی قوم کے عطیات اور نذرانوں ہی کے مرہون منت تھے۔)

اگر میں امام کی حیثیت سے کسی ادارے کو چلاتا ہوں تو اس کے کچھ تقاضے اور لوازمات بھی ہیں اگر میں امام نہ ہوتا تو یقیناً اپنے ذاتی طیارے کو استعمال نہ کرتا اور ۱۰۰

افراد پر مشتمل سیکریٹریٹ کا متحمل نہ ہوتا۔ آپ امام کی حیثیت سے مجھے جو سہولیات استعمال کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں ان کا اطلاق کسی بھی ایسے ادارے پر کرکے دیکھیں جس کا تعلق زندگی کے کسی اور شعبے سے ہو تو آپ کو یہ سب کچھ نظر نہیں آئے گا کیوں کہ جو کچھ ہمارے یہاں آپ کو نظر آتا ہے اس کا تعلق روایات سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جن حصوں میں آپ کو میرے فلاحی کاموں کا عکس نظر آتا ہے وہاں ان معاملات کو اس انداز میں نہیں دیکھا جاتا جس طرح مغرب میں تصور کیا جاتا ہے۔"

شاید آغا خان کی دولت اور اس کا استعمال آغا خان کے لئے ایک نازک اور حساس ترین موضوع ہے اور اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ان کا رویہ بہت زیادہ جارحانہ نظر آنے لگتا ہے اور وہ اسے مشرق اور مغرب کے درمیان نظریاتی جنگ کے تناظر میں دیکھتے یا پھر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ امریکی جریدے "لائف" Life سے ایک انٹرویو کے دوران انہوں نے کہا * "مغرب کا یہ تصور صرف امام اور امامت کے شعبے تک محدود نہیں بلکہ یہ زاویہ نگاہ مشرق کے خلاف ہے۔ مغرب جب بھی مشرق کے متعلق سوچتا ہے۔ ثقافتی اور تہذیبی الجھاؤ اور تصادم کا شکار ہوجاتا ہے حتی کہ مغرب کے لٹریچر تک میں اس تاثر کی غیر معمولی جھلک نظر آتی ہے لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ یہ خالصتاً مغربی تاثر ہے تو غلط نہ ہوگا اور اگر میں یہ دعویٰ کرتا ہوں تو اس کی ٹھوس وجہ ہے۔ مغرب کے پاس مشرقی تہذیب کا تاثر ان سیاحوں کے ذریعے پہنچا جنہوں نے مشرق میں وقوع پذیر معاملات کو سطحی انداز میں دیکھا جو روایات ان کے مشاہدے میں آئیں وہ ان کے لئے نئی تھیں انہوں نے ان کے مفہوم کو سمجھے بغیر ایک نظریہ وضع کرلیا چنانچہ یہی نظریات مغربی روایات کا حصہ بن گئے اور آج بھی جن کی جھلک ان کی سوچ میں غیر معمولی طور پر نظر آتی ہے۔"

اسماعیلی ذرائع کے مطابق دولت مند آغا خان پر ہونے والی تنقید کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ عام طور پر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ یہ دولت اسماعیلی برادری کے رضاکارانہ عطیات پر مشتمل ہے جو امامت کے ادارے Institution کو اس نظریئے کے تحت دیئے جاتے ہیں کہ عمومی بہبود کے کام کیے جاسکیں گویا اسے بیت المال کی ایک

جدید شکل کہا جاسکتا ہے جس کے استعمال کا استحقاق اسماعیلی نظریات کے مطابق آغا خان کو ہے۔ (یہ کالم نگار کی ذاتی رائے ہے۔ مرتب)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ آغا خان عموماً ان عطیات اور چندوں کے اعداد و شمار ظاہر کرنے سے گریز کرتے ہیں اور شاید یہ بھی ان روایات ہی کا حصہ ہے جن کا تذکرہ آغا خان نے لائف سے انٹرویو کے دوران کیا۔

خاندانی پس منظر کے حوالے سے پرنس کریم آغا خان کے اجداد کا جائزہ ہمیں ابہام سے پر نظر آتا ہے جس کی تفصیلات شاید ایک عام قاری کے لئے تو اتنی دلچسپ نہ ہوں لیکن تاریخ کے طلباء کے لئے یہ امر انتہائی حیران کن ہے کہ یہ سلسلہ نسب کچھ مقامات پر تسلسل سے عاری نظر آتا ہے۔" (ح: الف) ◀

● بوالعجبی ہے کہ اتنی بیش بہا دولت کے حامل فرد سے متعلق خلاف توقع جب مغربی ممالک کے الیکٹرانک یا پرنٹ میڈیا کے توسط سے ایک عام قاری کو اس نوعیت کی خرافاتی خبریں مطالعے کے لئے دستیاب ہوں گی تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ قطع نظر اس کے جو بھی تاثر لیا جائے اخباری تراشوں کا لب لباب پیش خدمت ہے:

ڈلاس مارننگ نیوز کے اسٹاف رائیٹر "لی ہنکوک" نے ۲۰ ر جون ۸۹ء کی اشاعت میں بڑی دھماکہ خیز پیشن گوئی کرکے غیر قانونی طور پر پوشیدہ رقم کی منتقلی "Money Launderings" کی بے ضابطگیوں کی انہونی روداد سے متعلقہ حکام و ایجنسیوں کو باخبر کیا جبکہ اسی ضمن میں معروف بین الاقوامی اخبار "دی وینکورسن ۔ "The Vancouver Sun" کے دو فیچر نگاروں مسٹر "چریس روز" اور "اورنیل بال" نے اپنے ۹ ر مارچ ۹۰ء کے مشترکہ فیچر بعنوان "فوکس ۔ Fucus" میں حیران کن احوال شائع کرکے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا' احوال اس داستان کا کچھ یوں ہے کہ:۔

"۹ ر جنوری ۹۰ء کو کینیڈا کی بری سرحد "سرے Surrey" پر واقع کسٹم چیک پوسٹ کے ایک آفیسر نے جرمنی ساخت کی جدید آٹومیٹک کار مرسڈیز بینز Mercedes Benz ماڈل SD 300 1985 کی تلاشی لی جس پر کار کے پشتی خانے (ڈگی) میں سے امریکن

کرنسی ۱،۰۸ ملین ڈالر کی کثیر رقم کسٹم کے حکام نے غیر قانونی طور پر منتقلی "Money Launderings" کے تحت بحق سرکار ضبط کر کے ایک آغا خانی صدر الدین کابانی کے دونوں ہاتھوں کو پشت میں دبوچ کر ہتھ کڑی پہنا کر دھکے دیتے ہوئے پولیس وین میں اٹھا کر پٹخا اور حوالات سپرد کر دیا۔"

پانچ سال گزرنے پر جب "دی پروونس "The Provience" کے اسٹاف رپورٹر "جان برمنگھم" نے چار کالم کی جلی سرخی لگائی :

"Dollars 1m. is mine: Aga Khan" ترجمہ "ڈالر ایک ملین میرا ہے۔ آغا خان" کی خبر اپنے پرچے میں ۳؍ دسمبر ۹۳ء کو اشاعت کی زینت کی تو پوری دنیا میں تہلکہ بپا ہو گیا تفصیل اس خبر کی کچھ یوں ہے کہ :

"آغا خان کے قانونی مشیر نے برٹش کولمبیا کی سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی ہے کہ جنوری ۸۹ء میں صدر الدین کابانی نامی فرد کی گاڑی سے ضبط کی گئی رقم کے اصل حقیقی دعویدار "روحانی پیشوا" آغا خان ہیں یہ پہلا موقع ہے کہ آغا خان نے پانچ سال گزرنے پر حق ملکیت کی درخواست عدالت عظمیٰ کے روبرو پیش کی ہے۔"

اسی موضوع کے ربط میں کینیڈا کے معروف جریدہ "دی لنک۔ The Link" نے اپنی اشاعت ۸؍ جنوری ۹۴ء میں مذکورہ انکشاف کی تجدید پیش کی ہے کہ "۸۹ء میں کسٹم حکام نے جو خطیر رقم ضبط کی تھی وہ "روحانی پیشوا" "آغا خان" کی ملکیت تھی جو انہیں اسماعیلی معتقدین نے امریکہ میں مختلف مدوں میں "مذہبی ادائیگیوں" کے طور پر پیش کی جو ان کے پیرس (فرانس) کے بنک کھاتے میں جمع کئے جانے کے لئے روانہ کی گئی تھی یہ تمام حقائق آغا خان کے وینکور (B . C) کے قانونی مشیر جناب "لیونارڈ ڈیوسٹ" نے پیش کئے۔"

- دریں اثناء مذکورہ خبر کے مکمل متن کی اشاعت پاکستان میں معروف ماہنامہ "تدبیر نو" کراچی نے اپنے شمارہ نمبر ۱۰، ماہ جنوری / فروری ۹۴ء میں تفصیلی طور پر پیش کی تھی جس سے تمام پاکستانیوں کو ملکی میڈیا کے توسط سے بین الاقوامی خبر سے باخبر ہونے کا شرف

حاصل ہوا لیکن متذکرہ تمام احوال کا "ڈراپ سین" یا مندرجہ بالا تمام مناظر کا خاتمہ اس خبر میں پنہاں ہے جو پاکستان کے صف اول کے معروف انگریزی اخبارات میں اسلام آباد کے "دی مسلم" The Muslim ، "دی نیشن۔ The Nation" اور کراچی کے "Hot News" نے وسط جنوری ۹۵ء میں ایک ہی سرخی کے ساتھ شائع کیں۔ ملاحظہ فرمائیں: (ترجمہ)

"آغا خان نے امریکن ڈالر ایک ملین کے کلیم (مطالبہ) سے دستبرداری ظاہر کردی" ان کے قانونی مشیر نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں کچھ نہیں بتا سکتا کہ میرے موکل (آغا خان) نے آخر کس وجہ سے اپنے مطالبہ سے دستبرداری اختیار کی ہے یہ الفاظ وینکور کے قانون دان لیونارڈ ڈیوسٹ نے صوبائی سپریم کورٹ کے جج کے روبرو ادا کئے واضح رہے کہ ۸۹ء میں ضبط کی گئی متذکرہ رقم کنیڈا کے حکام نے صدر الدین کابانی کی گاڑی سے برآمد کی تھی جبکہ اس پاداش میں مسٹر کابانی کو تعزیری سزا کے طور سخت جرمانہ عائد کیا گیا تھا اور طویل عرصہ تک جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی! ◀

باب سوم:

■ وہ خدا کیوں کر :

❁ ان تمام تذکرات کے ساتھ ساتھ آخر وہ خدا کیوں کر ہو سکتا ہے؟ "مولا بابا" کو موت بھی آتی ہے؟ جبکہ دانت کے درد، کمر کے درد اور نزلہ زکام و بخار ہو جانے پر "حاضر امام" اپنے خصوصی معالج سے طبی دوائیں بھی لیتے ہیں؟ آخر خدائی صفات کے حامل انسان کو یہ خبر کیوں نہیں ہو پاتی کہ میں بھی بخار میں مبتلا ہوں گا اور ناک میں سے ایک عام انسان کی طرح نزلہ بہنے لگے گا؟ خدا ہونے کے ناطے بشری نقص کو عام انسان کے مقابلے میں اپنے تئیں زیادہ درست رکھنا تو خدا کو کم سے کم خبردار رکھ ہی سکتا ہے! جبکہ حاضر امام "آغا خان" خود کو "عقل کل" بھی قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ کیفیت کے رونما ہونے پر "عقل کل" کا دعوی میرے لئے ذہنی خلفشاری کا باعث ثابت ہوتا۔ اس موقع پر اکثر میرے ذہن

میں وہ سوال ایک خلش ثابت ہوتا جو ہر روز جماعت خانے میں حاضری کے وقت میرے زیر مطالعہ رہتا جس کے الفاظ تھے: (ن)

* "سوال: امام حاضر عقل کے اعتبار سے کیسے ہیں؟

جواب: امام حاضر "عقل کل" ہیں۔ یعنی جو کچھ ہو چکا' جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب امام پر روشن ہوتا ہے اور ہر چیز امام ظاہر میں سموئی ہوئی ہے اس لئے ہر چیز کا علم امام حاضر کو ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو "کامل العلم" کہتے ہیں۔" (ح:۱) (ک:۲)

میں یقین نہ کرتا کہ یہ تمام باتیں درست ہیں یا محض ان سے شاطرانہ' عیارانہ و مکارانہ طور پر منسوب کردی گئی ہیں یہ سوال نہ رکتے آخر جماعت خانے کے مکھی صاحب میرا کاندھا تھپکاتے ہوئے کہتے "اکبر علی بھائی" جماعت خانے کا وقت ختم ہوگیا" چنانچہ میں سوالوں کا ہر روز نیا ذخیرہ لے کر گھر لوٹتا اور گھر آنے کے بعد میں بید مجنوں کی کیفیت میں متفکر رہتا (ایک مشہور درخت جس کی ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی رہتی ہیں اس کی صورت دیوانوں کی سی معلوم ہوتی ہے) اور خود ہی خود سوچتا اور اسی تذبذب میں آخر مجھے ایک روز قرآن پاک کی اس آیت کے ترجمہ کی آواز نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا جو ریڈیو پاکستان کے دینی پروگرام سے نشر ہو رہی تھی:۔

○ ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بادشاہ (حقیقی) پاک ذات (ہر عیب سے) سلامتی امن دینے والا نگہبان غالب زبردست بڑائی والا اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے (حشر ۵۹/ ۲۲۔ ۲۳) اسی سوچ بچار کے دوران مجھے حق کی صداقت نصیب ہوگئی یعنی "دین اسلام" جو خالق اور مخلوق میں فرق کی تمیز کا مظہر ثابت ہوا' ہر بات میرے ذہنی سوالات کے ذخیرے کے خاتمے کا باعث ثابت ہوئی اس سے مجھے روحانی سکون میسر ہوتا گیا آہستہ آہستہ میں نے باقاعدہ "دین اسلام" کا مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ فوری طور پر مجھے جس بنیادی پیچیدگی کا سامنا کرنا پڑا وہ یہ تھا کہ میں کون سا اسلام اختیار کرتا کیوں کہ اسلام کو دو مکتبہ فکر میں تقسیم پایا۔

■ سنی اور شیعہ :

سنی : اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر جو نظریہ/عقیدہ خلافت پر ایمان رکھتا ہو۔

شیعہ : اہل تشیع کے تمام مکاتب فکر جو نظریہ / عقیدہ امامت پر ایمان رکھتا ہو ان کو امامیہ بھی کہا جاتا ہے۔ (بحوالہ "اسماعیلیہ" بوہریوں اور آغا خانیوں کا تعارف تاریخ کی روشنی میں۔ از مولفہ: سید تنظیم حسین)

سنی اور شیعہ ان دونوں کے نظریات عقائد و رسوم کے مطالعے سے جو بات سامنے آئی وہ متضاد عقائد کی فکر کے تحت یہ تھی کہ سنی شیعہ کو اور شیعہ سنی کو کافر کہتے' اس بنیادی تضاد اور مذہبی اختلاف کے باوجود ان دونوں کے عقائد و نظریات میں اذان' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ اپنے اپنے طور پر موجود پایا دونوں کی مساجد/امام بارگاہ کے دروازے سب کے لئے کھلے پائے۔ جبکہ جماعت خانے کے مرکزی دروازے پر ہمیشہ ایک بورڈ آویزاں رہتا جسے میں بچپن سے ہی دیکھتا آرہا تھا جس کے الفاظ تھے کہ:

No
Admission Without Permission

"بغیر اجازت اندر آنا منع ہے۔ جماعت خانہ برائے شیعہ امامی اسماعیلی مسلمین مریدان ایچ ایچ دی آغا خان شاہ کریم الحسینی۔"

جبکہ تمام نائٹ اسکولز کی درسی کتب اسماعیلی تعلیمات (پرائمر) کے صفحہ ۸ اور ۹ کے درمیانی صفحات میں جماعت خانوں کی تصویروں کے ساتھ یہ تحریری طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ :-

* "یہ تصویریں جماعت خانوں کی ہیں جماعت خانہ ہماری عبادت گاہ ہے۔ ہم یہاں اکھٹے

علی حکم تیرا بھی توں ہی توں ۴

تیری دوستی میں بولیا پیر شمس

میں بندہ تیرا یا علی توں ہی توں ۵

■ جواب گنان :

یا اللہ بس تو ہی توں

رب توں رحمٰن توں حق توں پاک توں

سب کا پالنہار توں اللہ

عادل توں حاکم توں اول توں آخر توں

سجدے کے لائق توں اللہ

ظاہر توں باطن توں حی توں قیوم توں

سب کا مالک توں اللہ

تجھ سا نہ تیرے میں سے کوئی

کریم توں دیگر سب عبد الکریم ؎

لافانی توں باقی سب فانی ہیں

یا اللہ بس تو ہی توں

؎ لفظ "کریم" اللہ جل شانہ کا صفاتی نام جو صرف اللہ جل شانہ کو زیب دیتا ہے اس لئے آغا خان کا جب بھی نام لینا مقصود ہو تو احتیاط برتنی چاہئے اور انہیں "ہز ہائینس پرنس عبد الکریم آغا خان" کہا جائے تاکہ اللہ اور بندے کا فرق نمایاں رہے۔

قرآن کی روشنی میں الفاظ کی وضاحت :

عطیہ اشتہار بندہ خدا

پیش کش : ایک نو مسلم آغا خانی کراچی۔

(بشکریہ : ہفت روزہ تکبیر کراچی، ۱۴ر ستمبر ۱۹۸۹ء)

■ مسلکی تقسیم کے ثمرات :

یہ ایک حقیقت ہے کہ دین اسلام کی حقانیت اجاگر ہوجانے پر دین اسلام کی طرف جھکاؤ کرنے والے کسی بھی غیرمذہب کے افراد کو سب سے زیادہ جس ذہنی ٹکراؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ خالص دین اسلام کی بجائے مسلمانوں کے خود ساختہ مسالک ہیں جو ماضی قریب میں چند صدی قبل ہی تشکیل دیئے جانے پر رائج کئے گئے جن کے متعلق کوئی نو مسلم فرد فوری طور پر فیصلہ نہیں کرپاتا کہ اسے کس مسلک میں شامل ہونا چاہئے اور جب وہ کئی مسالک سے متعارف ہوتا ہے تو وقتی طور پر وہ ایک بار پھر خود کو دھوکے کا شکار محسوس کرتا ہے کہ کون سا مسلک اختیار کیا جائے؟ اور کون سا مسلک صحیح (اسلام) ہے؟ بس یہ ہی ایک نقطہ آغا خانی مشنری (واعظ) جماعت خانوں میں بڑے زور شور سے اٹھاتے ہیں کہ:

* کون سا اسلام؟ * کس اسلام میں؟ * کتنے اسلام؟

ان نکات کے علاوہ یہ خاص طور پر ذہن نشین کرایا جاتا کہ:

* مسلمان بھی غیراللہ کو سجدہ کرتے ہیں ہم نے کیا تو کیا ہوگیا؟

وہ اپنی برادری کو مسلمانوں کے فروعی مسائل اور مسلک کی بناء پر تقسیم کے عمل اور مسلکی منافرت کی وجہ سے ایک فریق کا دوسرے مسلک کے فریق کو کافر کہنے سے متعلق اعلانات کے پرچار کا خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ وہ جماعت خانے میں کھلے الفاظ میں مسلمانوں کو گمراہ اور فسادی کہتے۔

مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی عکاسی اور اس کا احساس ایک نومسلم سابقہ اننت رام نے کن الفاظ سے دلایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

"اس موقع پر غیر مسلموں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اکثر مسلمان بھی قبر کو پوجتے ہیں گویا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو (صاحبان قبر) کو معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان کو حاجت روا اور نقصان و نفع کا مختار سمجھتے ہیں۔ قبروں پر ناک رگڑتے ہیں۔ چڑھاوا چڑھاتے ہیں'

حاجتیں طلب کرتے ہیں' کوئی سید سلطان کے نام کا جانور ذبح کرتا ہے۔ کوئی سوا من کا روٹ پکاتا ہے۔ کوئی حضرت [illegible] پر باندھ کر ان کو اپنا نگہبان جانتا ہے۔

کسی نے حضرت پیر دستگیر کو اپنا معبود ٹھہرایا ہے اور حاجت روائی کے واسطے ان کی گیارہویں کرتا ہے۔ اور کوئی ان کی قبر کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھ کر گیارہ قدم چلتا ہے' اور کہتا ہے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ یعنی اے! شیخ عبد القادر کچھ دو خدا کے واسطے اور کوئی کہتا ہے یا شیخ عبد القادر المدد اور کوئی کہتا ہے کہ "یا محی الدین تم بن کون لے میری خبریا" اور کوئی کہتا ہے اول محی الدین آخر محی الدین' باطن محی الدین اور کوئی پیر دستگیر کے نام کا چراغ جلا کر ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوجاتا ہے اور کوئی پیر دستگیر کے نام جھنڈا کھڑا کر کے اس کی تعظیم کرتا ہے' اور کوئی کہتا ہے۔ یا غوث المدد' کوئی کہتا ہے' یا داتا المدد' کوئی کہتا ہے' یا مرشد المدد کوئی کہتا ہے' شہباز قلندر المدد' کوئی کہتا ہے' یا اویس قرنی المدد' کوئی کہتا ہے' یا علی ادرکنی اور کوئی حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعزیہ بنا کر رزق روزی اور اولاد طلب کرتا ہے' اور کوئی سید سالار اور شاہ مدار سے حاجات مانگتا ہے' اور کوئی خواجہ معین الدینؒ کی قبر سے یا حضرت داتا ہجویریؒ کی قبر سے مال و زر طلب کرتا ہے' اور کوئی پیروں سے نفع اور نقصان کا خوف رکھ کر نیاز دیتا ہے' جیسے بابا فرید شکر گنج کی کھچڑی' شاہ عبد الحق کا توشہ' حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کونڈا' حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حاضری' پیر نصیر کی تین کوڑی کی نیاز' پیر نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نمک' بندگی صاحب کی قبر کا لحاف (لحاف تو تقریباً تمام مزاروں و درگاہوں کی زینت بنایا جاتا ہے۔ جسے حرف عام میں "چادر" کہا جاتا ہے۔)

کوئی حضرت شاہ قمیص صاحب کی قبر پوجتا ہے' کوئی حضرت بو علی شاہ قلندر کے مزار کو پوجتا ہے' کوئی حضرت شیخ صدر الدین مالیری کی قبر پوجتا ہے' بکری وغیرہ چڑھاتا ہے۔ (بالکل ہندوانہ طور پر جیسے دیوی' دیوتا یا کالی مائی کلکتہ والی کو جان کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے۔) کوئی شاہ عنایت ولی کے نام پر چراغ جلاتا ہے' کوئی کسی کے نام پر مٹھی نکالتا ہے' اور کوئی بہت سے بانس باندھ کر "بیڑا" دریا میں ڈالتے ہیں (بانس کی چھوٹی کشتی) جس پر عوام خواجہ

خضر کے نام سے بھادوں کے مہینے میں بہت سے چراغ رکھ کر دریا میں بہاتے ہیں۔ اور کوئی کسی کے حق میں جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ واسطہ کا نام ملا دیتا ہے اور کہتا ہے "یا اللہ کرم کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم کیجئے خدا کے واسطے' اور کوئی کہتا ہے' اللہ اور پنج تن تیرے کو راضی رکھیں اور کوئی کہتا ہے اللہ اور پیر تیری مشکل آسان کریں اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ پر فضل کریں' اور کوئی کہتا ہے اللہ اور غوث اعظم تیری مراد پوری کریں' اور کوئی اللہ کا نام تک نہیں لیتا بلکہ صرف یوں کہہ دیتا ہے کہ پیر صاحب' محبوب پاک تجھ کو خوش رکھے اور بعض پیر زادے کہتے ہیں۔ دادا پیر تجھ کو خوش رکھے' جد پاک تیری حاجت برلائے' اور کوئی اللہ کے نام کی طرح بزرگوں کے نام کا وظیفہ کرتا ہے۔

مثلاً کوئی کہتا ہے' یا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' کوئی کہتا ہے یا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' کوئی کہتا ہے' "یا میران" کوئی "یا بھیکہ" اور یہ بھی مانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہماری فریاد ہر وقت سنتے ہیں' اور ہمارے حال کی خبر رکھتے ہیں اور بعض لوگ اپنے پیرو مرشد کی صورت کا تصور باندھ کر مراقبہ کرتے ہیں' اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ پیرو مرشد کو ہمارے ہر حال کی خبر ہے' اور کوئی اپنے بیٹوں کی زندگی پیروں سے مانگتا ہے اور کوئی قلندر کو "لجپال" کہتا ہے اور کوئی اولاد میں لڑکوں کی پیدائش کے لئے پیروں کو کہتا ہے' چنانچہ لڑکے کی ولادت ہو جانے پر اس کا نام "پیراں دتا" رکھتا ہے' کوئی اپنی اولاد کا نام امام بخش' پیر بخش' کوئی علی بخش' کوئی حسین بخش' کوئی میراں بخش کوئی سالار بخش کوئی نبی بخش کوئی عبد النبی کوئی عبد الرسول اور کوئی اپنی اولاد کے سر پر کسی پیر کی چوٹی رکھتا ہے' کوئی کسی کے نام کی بدھی ڈالتا ہے۔ جیسے محرم میں لڑکوں کے گلے میں سرخ ڈورے (کلاوہ) ڈالتے ہیں' سبز کپڑے پہناتے ہیں اور کوئی بابا فرید کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے' اور کوئی کسی کے نام کا دستی کڑا ڈالتا ہے اور کوئی کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے' بعض مرد اور عورتیں جانوروں کی آواز سے بدشگونی وغیرہ لیتے ہیں۔

جبکہ خواتین کی بدعتوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ شیخ ڈنڈو (بارش بند کرنے کا ایک ٹوٹکا) اور

شیخ سدو (عورتوں کا ایک فرضی دیو جو تمام بیماریوں کا ذمہ دار ہے) پر پختہ یقین رکھتی ہیں' بعض لوگ نجومی/جوتشی سے فال نکلوانے پر باور کرائے جاتے ہیں کہ "تجھ پر فلاں سید سلطان کی ناراضگی ہے' اس واسطے سے تجھ پر رزق تنگ ہے' ان کی مراد ادا کرنا' کسی کو بتایا جاتا ہے' چونکہ پیر سائیں سرکار ناراض ہے' اس لئے تیرا لڑکا بیمار ہے' اور کسی کو سیاہ پری یا لال پری کی ناراضگی کا شکار بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر لوگ قبریں' تعزیہ' پیر خانہ' چلہ خانہ میں پیر کو پوجتے ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے ہیں' روشنی کرتے ہیں۔ پیر کے نام کی مجلسیں کر کے ڈھولک' سارنگی' طبلہ' بجوار' ہارمونیم پر راگ میں قوالی کرتے ہیں۔ مزاروں پر مرد عورتیں دھمال کے نام پر ناچتے ہیں۔ جبکہ صوفی بزرگ ان مجالس کو عبادت کا نام دیتے اور بعض قبروں' درگاہوں پر باقاعدہ کسبیوں (طوائفوں) کو بھی نچوایا جاتا ہے اور سماع (قوالی) کی محفلیں طبلہ سارنگی کے ساتھ منعقد کی جاتی ہیں۔"

حوالہ: "تحفۃ السند" (ک۔ ۳)

■ آیات قرآن کے مفہوم پر غور کیجئے :

معاشرہ کے موجودہ اصل حقائق کا پردہ چاک کئے جانے پر اب ذرا اپنے تئیں خود فیصلہ فرمائیں کہ مصائب و نوائب میں کون پکارے جانے کے لائق ہے:۔

○ ترجمہ : (مگر وحدت خداوندی پر دلالت کرنے والے ان کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بتاتے ہیں... (البقرہ ۲/۱۶۵)

مفہوم : یعنی خدائی کی جو صفات اللہ کے لئے خاص ہیں ان میں سے بعض کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ خدا ہونے کی حیثیت سے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں وہ سب یا ان میں سے بعض حقوق یہ لوگ ان دوسرے بناوٹی معبودوں کو ادا کرتے ہیں۔ مثلاً" سلسلہ اسباب پر حکمرانی' حاجت روائی' مشکل کشائی' فریاد رسی' دعائیں سننا اور غیب و شہادت' ہر چیز سے واقف ہونا' یہ سب اللہ کی مخصوص صفات ہیں اور یہ صرف

اسی کا ہی حق ہے کہ بندے اسی کو مقتدر اعلیٰ مانیں' اسی کے آگے اعتراف بندگی میں سر جھکائیں' اسی کی طرف اپنی حاجتوں میں رجوع کریں' اسی کو مدد کے لئے پکاریں' اسی پر بھروسہ کریں' اسی سے امیدیں وابستہ کریں اور اسی سے ظاہر و باطن میں ڈریں....

(حاشیہ ۱۶۳ : تفہیم القرآن صفحہ ۱۳۱)

مذید دیگر قرآنی آیات کے حوالہ جات باعث نصیحت ہیں:۔

- ترجمہ : عبادت اور استعانت کے لئے صرف اللہ ہی کی ذات ہے (الفاتحہ ۱/۴)
- ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے (البقرہ ۲/۱۰۷)
- ترجمہ : وہ پکارنے والے کی پکار اور دعا کو (براہ راست) قبول کرتا ہے (البقرہ ۲/۱۸۶)
- ترجمہ : اس کی اجازت حاصل کئے بغیر کوئی اسکی جناب میں سفارش نہیں کر سکتا (البقرہ ۲/۲۵۴)
- ترجمہ : وہ جس کو چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے چھین لے (آل عمران ۳/۲۶)
- ترجمہ : بے قراروں کی دعاؤں کو سننے والا اور بے قراریوں اور بے چینیوں کو دور کرنے والا وہ ہی خالق لایزال ہے (النحل ۲۷/۶۲)
- ترجمہ : بیماروں کی شفاء اسی کے ہاتھ میں ہے (الشعراء ۲۶/۸۰)
- ترجمہ : اولاد صرف وہی بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹا دیتا ہے جس کو چاہے بیٹی دیتا ہے (الشوریٰ ۴۲/۴۹)
- ترجمہ : سب کو رزق اور روزی بھی وہی دیتا ہے (الھود ۱۱/۶)
- ترجمہ : ہر چیز کا وہ خالق برحق ہے (الزمر ۳۹/۶۲)
- ترجمہ : تمام پیغمبر' ولی' بزرگ' شہید' قطب' ابدال اسکے در کے گدا (مانگنے والے ہیں (الفاطر ۳۵/۱۵)
- ترجمہ : جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے سب اسکے در کے سوالی

اور بھکاری ہیں (الرحمٰن ۵۵/۲۹)

○ ترجمہ : آسمانوں اور زمین میں ہر شخص اللہ رحمٰن کے پاس غلام ہونے کی حیثیت رکھتا ہے' غلامی کا ہی دم بھرتا ہے (المریم ۱۹/۹۳)

○ ترجمہ : وہ ذات پاک تمام مخلوق سے بے نیاز ہے (آل عمران ۳/۹۷)

○ ترجمہ : سب کی چوٹیاں اور پیشانیاں غالب خدا کے قبضے میں ہیں (الھود ۱۱/۵۶)

○ ترجمہ : آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اس کے آگے سرنگوں ہے (الرعد ۱۳/۱۵)

○ ترجمہ : وہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں (الرعد ۱۳/۱۱)

○ ترجمہ : کامیابیاں اور کامرانیاں اور فتح کی شادمانیاں اسی کی طرف سے آتی ہیں (آل عمران ۳/۱۲۶)

○ ترجمہ : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مصائب و آلام سے بچاؤ کے لئے صرف اللہ ہی کی جناب پناہ گاہ ہے (الجن ۷۲/۲۲)

○ ترجمہ : روزی کی تنگی اور کشادگی خدا کے بس میں ہے (عنکبوت ۲۹/۶۲)

○ ترجمہ : جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کو ضرر اور بھلائی پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے (الجن ۷۲/۲۱)

○ ترجمہ : اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا (النحل ۱۶/۲۰-۲۱)

متذکرہ پیشتر ان تمام خرافات کا نقطہ عروج اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے جب گمراہ اور بزرگ جاہل اپنے معتقدین کو یہ باور کرانے کی مکمل سعی کرتے ہیں کہ وہ قطعی فکر مند نہ ہوں بلکہ یوم قیامت جب عدل کا ترازو بیچ میدان حشر سجا دیا جائے گا تو یہ بزرگ' پیر' امام' مرشد قطب' ولی پیر زادے اور گدی نشین اپنے وسیلے سے مریدوں' پیروکاروں اور چاہنے والوں کو اللہ جل شانہ کے عدل کی پکڑ سے بڑی آسانی سے بچالیں گے کیوں کہ یہ

ہستیاں بڑی پہنچی ہوئی ہیں۔

● لیکن ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ قیامت کی اس کٹھن گھڑی سے متعلق نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھوپھی صفیہؓ اور پیاری بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہؓ کو کیا تنبیہہ فرما رہے ہیں:۔

حدیث : رسالت ماب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی صفیہؓ اور اپنی بیٹی سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:۔

"اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ کیوں کہ میں اس سلسلے میں تمہیں یوم حشر اللہ سے نہیں بچا سکتا (بخاری)

ایک دوسرے موقع پر اپنی پیاری بیٹیؓ کو پھر متنبہ فرمایا :

"... اے میری بیٹی فاطمہؓ! تو میرے مال میں سے جتنا مانگے میں دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو تجھ سے نہیں ٹال سکتا (پس اپنے آپ کو بچانے کی فکر کر کہ ایمان و عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔)" (بخاری و مسلم)

یوم حشر کا نظارہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:۔

○ ترجمہ : ... اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔ (البقرہ ۱/۴۸)

چنانچہ موجودہ دور کے مسلمان کو مغالطے کا شکار ہو کر اس خوش فہمی میں مبتلا رہنے کی بجائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت کا سامان کرنا چاہئے اس سلسلے میں کئی حوالوں سے قرآن کی وعید بھی ذہن نشین رہے:۔

○ ترجمہ : حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں' یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ (توبہ ۹/۳۱'۳۲)

○ ترجمہ : وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔ (الصفت۶۱/۹)

○ ترجمہ : پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستہ پر (قائم) کر دیا تو اسی (رستے) پر چلے چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔ یہ اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔ (جاثیہ ۴۵/۱۸'۱۹)

○ ترجمہ : ذرا ان (مجرموں) کو ٹھہراؤ' ان سے کچھ پوچھنا ہے ○ "اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ○ بلکہ آج تو یہ اپنے آپ کو (اور ایک دوسرے کو) حوالے کئے دے رہے ہیں" ○ اس کے بعد یہ ایک دوسرے کی طرف مڑیں گے اور باہم تکرار شروع کر دیں گے ○ (پیروی کرنے والے اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے "تم ہی ہمارے پاس بڑے زور سے آتے تھے" ○ وہ جواب دیں گے "نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے" ○ ہمارا تم پر کوئی زور نہیں تھا بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے ○ آخر کار ہم (سب ہی) اپنے رب کے اس فرمان کے مستحق ہو گئے کہ ہم عذاب کا مزا چکھنے والے ہیں ○ ہم نے تمہیں بھی گمراہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ ہی تھے ○

مفہوم : (گمراہ لوگوں کے متعلق) یہاں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز مجرم لوگ اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم اپنے زور سے ہم کو گمراہی کی طرف کھینچ کر لے گئے تھے اور تم نے خیر خواہ بن کر ہم کو دھوکا دیا۔ اس وقت وہ پیشوا صاف انکار کر دیں گے اور کہہ دیں گے کہ وہ خود بھی گمراہ ہی تھے۔ (الصفت۳۷/ ۲۴ تا ۳۲)

باب چہارم:

● ■ شرک اور بدعت :

تمام الزامات کا عائد کیا جانا حقیقت پر مبنی ہے کیوں کہ یہ سب باتیں ناسمجھ مسلمانوں میں غیر شعوری طور پر رائج ہیں جو کہ تمام کی تمام قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ ایسی باتوں

کو دین میں "شرک" اور "بدعت" کہتے ہیں۔ شرک کا واضح مطلب ہے کسی اور کو اللہ کا شریک کرنا اور بدعت وہ کام ہے جو ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہوا اور ان کے قریب ترین اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے وقت میں بھی نہ ہوا ہو جبکہ بعد کے لوگ اس انداز سے پیش کریں کہ اس کو دین کے کام کا حصہ سمجھ لیا جائے' اسلام میں شرک اور بدعت سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کی علمی مثال پیش ہے جو مکمل طور پر اس کی تشریح وضاحت اور سمجھنے کے لئے کافی تصور کی گئی:

■ شرک :

قرآن مجید کی تصریحات کے مطابق شیطان' انسان کا ازلی اور کھلا دشمن ہے جب وہ راندہ درگاہ ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو کھلا چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ ○ ترجمہ : تو نے مجھے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے راندہ درگاہ تو کیا ہے میں بھی آدم کی اولاد کو زمین میں سبز باغ دکھا کر ہر ممکن طریقہ سے گمراہ کر کے رہوں گا" (اعراف ۷/۱۵-۱۶)

چنانچہ وہ انسان کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا اور اپنے اس مشن میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہا ہے' خود اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے ○ ترجمہ : یعنی انسان کو گمراہ کرنے کے متعلق شیطان کا خیال ٹھیک نکلا اور وہ اس کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا (سبا ۳۴/۲۰)

انسان کو گمراہ کرنے اور اس کو غضب الٰہی کا مورد ثابت کرنے کا سب سے بڑا اور کارگر ہتھیار شیطان کے ہاتھ میں اس کو شرک میں مبتلا کرنا ہے۔ شرک ایسا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کبھی معاف نہیں کرتا چنانچہ فرمان الٰہی ہے ○ ترجمہ : اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے (النساء ۴/۱۱۶)

شیطان انسان کو گمراہ کرنے اور اس کو عذاب الٰہی میں مبتلا کرنے کے اس حربہ میں بڑی حد

تک کامیابی کی حدود کو چھو گیا ہے کہ ایمان و اسلام کے مدعی شرک کی لعنت میں کسی نہ کسی طرح پھنس جاتے ہیں شرک خفی (چھپا ہوا) ہی نہیں بلکہ اب تو اکثر کلمہ گو شرک جلی (کھلم کھلا شرک) کا بھی ارتکاب کرتے نظر آتے ہیں' مثلاً غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا' غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا' قبروں کا طواف کرنا بلکہ ان کو سجدہ کرنا وغیرہ اعاذنا اللہ منہ' خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ○ ترجمہ : "اکثر لوگ ایمان کا دعوی کرنے کے باوجود مشرک ہوتے ہیں" (یوسف ۱۲/۱۰۶)

○ ترجمہ : میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر (طٰہٰ ۲۰/۱۴)

○ ترجمہ : اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا ہی سیدھا رستہ ہے (یٰسین ۳۶/۶۱)

○ ترجمہ : جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کنیاتے (منہ موڑتے ہیں) ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے (المومن ۴۰/۶۰)

○ ترجمہ : یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دنیا کی زندگی خرید لی ہے لہٰذا نہ اس کی سزا میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی (البقرہ ۲/۸۶)

■ بدعت :

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی "بدعت کی تعریف" سے متعلق ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں:۔

" س... بدعت کسے کہتے ہیں؟ بدعت سے کیا مراد ہے؟ جواب ٹو دی پوائنٹ دیں۔

ج... بدعت کی تعریف در مختار (مع حاشیہ شامی جلد ا صفحہ ۵۶۰ طبع جدید)

"ھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبھتہ" (ترجمہ) "جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف و منقول ہے اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنا ضد و عناد کے ساتھ نہیں بلکہ کسی شبہ کی بناء پر۔" اور علامہ شامیؒ نے علامہ سمنی سے اس کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے "ما احدث علی خلاف الحق

المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهہ او استحسان و جعل دینا قویما و صراطا مستقیما" (ترجمہ) "جو علم، عمل یا حال اس حق کے خلاف ایجاد کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ کسی قسم کے شبہ یا استحسان کی بناء پر اور پھر اسی کو دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا جائے وہ بدعت ہے۔"

خلاصہ یہ کہ دین میں کوئی ایسا نظریہ، طریقہ اور عمل ایجاد کرنا بدعت ہے جو :

الف : طریقہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ قولا" ثابت ہو، نہ فعلا"، نہ صراحتا"، نہ دلالتہ"، نہ اشارۃ"....

ب : جسے اختیار کرنے والا مخالفت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے بطور ضد و عناد اختیار نہ کرے، بلکہ بزعم خود ایک اچھی بات اور کار ثواب سمجھ کر اختیار کرے،

ج : وہ چیز کسی دینی مقصد کا ذریعہ و وسیلہ نہ ہو بلکہ خود اسی کو دین کی بات سمجھ کر کیا جائے۔"

شرک کے علاوہ حضرت انسان کو عذاب الٰہی میں مبتلا کرنے اور اس کو اللہ کی رحمت سے کلیتا" محروم کرنے کے لئے شیطان کے پاس ایک اور حربہ ہے اور وہ ایسا جال ہے کہ انسان اس میں آسانی سے پھنس جاتا ہے کہ اس کو معلوم بھی نہیں ہو پاتا کہ وہ ایک خطرناک جال میں پھنس گیا ہے اس لئے اس سے نکلنے کا اس کو خیال تک نہیں آتا وہ جال ہے "بدعت" کا جال، بدعت کیا ہے ؟ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : "جس نے ہمارے اس کام یعنی دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے (یعنی اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے) تو وہ عمل بھی عند اللہ مقبول نہیں ہے اور اس کا کرنے والا بھی اللہ کی رحمت سے دور ہے۔" (بخاری و مسلم)

اس حدیث کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں "یعنی بہترین بات اللہ کی بات ہے اور بہترین طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ ہے اور بد ترین کام نئے کام ہیں اور (دین

میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے" (مسلم)۔ اور اسی حدیث کی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں : "یعنی ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔" (نسائی)
اس سلسلہ کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں : "یعنی مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس نبیؑ کو بھی کسی امت میں بھیجا تو اس کی امت میں سے اس کے حواری اور ساتھی ہوتے تھے جو کہ اس کی سنت پر عمل کرتے تھے لیکن ان کے بعد کچھ نالائق لوگ آتے تھے کہ جو وہ کہتے تھے اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور وہ' وہ کام کرتے تھے جن کے کرنے کا ان کو حکم نہیں دیا جاتا تھا' پس ایسے لوگوں سے جو شخص ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو ان سے زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہوگا اور جو ان سے دل سے جہاد کرے گا (یعنی ان کو دل میں برا جانے گا) وہ بھی مومن ہوگا مگر اس کے بعد تو رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں رہے گا" (مسلم)

■ علمی بحث :

مذکورہ بالا اور ان جیسی دیگر احادیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں :۔

نمبر ۱۔ دین میں ہر وہ نئی بات جس کا ثبوت کتاب و سنت یا صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے عمل سے نہ ہو' بدعت ہے' خواہ وہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہو۔

نمبر ۲۔ ہر وہ عمل جو بدعت پر مبنی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔

نمبر ۳۔ بدعتی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔

نمبر ۴۔ جس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہیں کیا اس کا کرنا گمراہی ہے اور جس عمل کو کیا ہو اس کا نہ کرنا بھی گمراہی ہے۔ مثلاً نماز میں کوئی فعل یا حرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے کی ہو اسے ہم نہ کریں یا جو نہیں کی اسے ہم کریں تو ایسی نماز ہرگز عند

اللہ مقبول نہیں ہوگی۔

نمبر۵۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

نمبر۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی سختی سے پیروی کرنا اور ان کے احکام کی بجا آوری ایمان کے لئے ضروری ہے۔

نمبر۷۔ ایسی بات کہنا یا ایسا عمل کرنا جس کا شارع نے حکم نہ دیا ہو ناجائز ہے۔

نمبر۸۔ جو لوگ ایسی بات کہتے ہوں جس پر وہ خود عمل نہ کرتے ہوں یا دینی امور میں ایسی بات کہتے ہوں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا ہو' ان سے ہاتھ' زبان' یا کم از کم دل سے جہاد کرنا یعنی ان کو دل میں برا جاننا ضروری ہے۔

نمبر۹۔ اگر ایسے اہل بدعت اور گمراہ لوگوں سے نفرت نہ کی جائے اور ان کو دل سے بھی برا نہ جانا جائے تو ایمان بالکل ختم ہوجاتا ہے (باالفاظ دیگر ایسے لوگ بے ایمان ہوتے ہیں)

جب ایسے ناخلف اور برے لوگوں سے دل سے بھی جہاد نہ کرنے والا ایمان سے کورا ہو جاتا ہے تو پھر جو لوگ خود ان باتوں کے مرتکب ہوں (یعنی جو وہ کہتے ہوں اس پر عمل نہ کرتے ہوں اور دینی امور میں وہ باتیں کرتے ہوں جن کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا ہو) ان کا ایمان کہاں باقی رہ سکتا ہے اور وہ ایماندار کیسے رہ سکتے ہیں؟

■ الحاصل:

الغرض "بدعت" دین کے لئے نہایت تباہ کن چیز ہے جس کا انسان کو احساس تک نہیں ہوتا بعض روایات کے مطابق بدعت کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ بدعتی شخص کے دیگر نیک اعمال مثلاً نماز' روزہ' حج' زکواۃ وغیرہ بھی اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک وہ بدعت کو چھوڑ نہ دے' دیکھا جائے تو بدعت کا مرتکب گویا شارع یعنی اللہ تعالیٰ یا رسول ہونے کا عملاً دعویٰ کرتا ہے' جس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہوگا کیوں کہ کسی عمل کو دین کا حصہ بنانا یا اس کو خوشنودی باری تعالیٰ کا موجب تصور کرنا صرف اللہ تعالیٰ یا اس کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے فرمان الٰہی ہے ○ ترجمہ : "یعنی کیا ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ اوروں کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے جو ان کے لئے دین میں ایسی باتیں ایجاد کرتے ہیں جس کو اللہ نے دین میں داخل نہیں کیا" (الشوریٰ ۴۲/۲۱)

دیکھا جائے تو بدعت ایجاد کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک بڑی گستاخی ہے' بدعت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہم اللہ کی خوشنودی کی باتوں کو جانتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کام کو اللہ کی خوشنودی کا سبب ہونا بتایا نہیں' مگر ہم اس راز کو پاگئے کہ اس بدعتی عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مضمر ہے' بدعت میں ایک پہلو نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیانت اور کتمان حق کا الزام بھی نکلتا ہے' بایں طور کہ بدعت ایجاد کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا عملاً یہ بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشنودی باری تعالیٰ کے بعض اعمال کو ہم سے چھپایا اور ہمیں اس سے آگاہ نہیں کیا' بدعت اختیار کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ احکام الٰہی کو لوگوں تک نہ پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا نہ لانے کے الزام کا پہلو بھی نکلتا ہے کیوں کہ قرآنی آیت :

○ ترجمہ : یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ ہم نے آپ پر نازل کیا ہے وہ سب کچھ لوگوں تک پہنچادیجئے" (المائدہ ۵/۶۷) مگر بدعت پر عمل کرکے ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ عمل ہے تو اللہ کو پسند مگر نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی' **بلغ ما انزل الیک الخ** کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہمیں بتایا نہیں' اس کے علاوہ بدعت اختیار کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط بیانی کا الزام بھی عائد ہوتا ہے کیوں کہ ایک حدیث میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ : "یعنی مجھ سے پہلے جو بھی نبی آیا اس پر ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر وہ بات بتا دے جو اس کے علم میں ان کے لئے اچھی ہے" مگر بدعت اختیار کرنے سے یہ بات جھوٹی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ ہر بدعت کو خیر اور اچھی بات سمجھ کر ہی تو کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے اچھا ہونے کے باوجود ہمیں اس کا پتہ نہیں دیا گویا آپ

کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ (نعوذ باللہ من ذالک)

■ بدعتی لوگوں کی بدنصیبی :

بدعت کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن بدعتی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر آنے سے روک دیا جائے گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بدعت کے روک دیئے جانے کی وجہ یہ بتائی جائے گی کہ انہوں نے دین میں طرح طرح کی بدعتیں نکال لی تھیں تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "دور کرو، دور کرو ان لوگوں کو جنہوں نے دین کو (بدعتوں کی وجہ سے) بدل دیا تھا" (بخاری)۔ اس سے بڑھ کر بدعتی لوگوں کی بدنصیبی اور کیا ہوگی؟ بدعت کی ایک بہت بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اس کے مرتکب کو کبھی اس کے چھوڑنے کا خیال تک نہیں آتا، آئے بھی کیسے؟ چھوڑنے کا خیال تو اس عمل کے متعلق آسکتا ہے جس کو انسان برا یا گناہ سمجھتا ہو، مگر جس عمل کو وہ برا یا گناہ ہی نہ سمجھتا ہو اس کے چھوڑنے کا خیال ہی کیسے آسکتا ہے اور غالباً اسی وجہ سے ایک حدیث میں آتا ہے کہ: "بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بدعت سے توبہ نہ کرلے۔"

شیطان نے جب دیکھا کہ چور، زانی، شرابی وغیرہ لوگ تو کبھی اپنے گناہوں سے توبہ کر بھی لیتے ہیں (کیوں کہ ان اعمال کو وہ برا جانتے ہوئے کرتے ہیں) اور اس طرح سے انسانوں کو گمراہ کرنے کی اس کی تمام تر محنت اور کوشش ضائع ہوجاتی ہے تو اس نے ان کو بدعت کے جال میں پھنسانا شروع کر دیا تاکہ وہ اس سے کبھی نکل ہی نہ سکیں۔ (حوالہ : "صدق اللہ العظیم" صفحہ ۱ تا ۷ مولف: سید عبد الرؤف (ایم۔اے، ایم۔او۔ ایل)، مولوی فاضل، سابق لیکچرار کراچی یونیورسٹی۔ شائع کردہ: المرکز العربی، ۵ سی ۲۰/ ۲ ناظم آباد کراچی)

مزید اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآنی ہے جو کہ زبردست وعید کا باعث ہے:۔

○ ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی

ہیں وہ تو یہ ہیں ○ بے شرمی کے کام (خواہ کھلے ہوں یا چھپے) اور ○ گناہ اور ○ حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ ○ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ ○ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقتاً اسی نے فرمائی ہے) (اعراف ۷/۳۳)

○ ترجمہ : اے ایمان والو' اللہ سے ڈرو اور (ہر امر میں اس کی اطاعت کرو اور جب بات کرنا ہو تو) ٹھیک بات کیا کرو ○ اللہ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا' جس کسی شخص نے اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی' بے شک اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ (احزاب ۳۳/ ۷۰-۷۱)

مذکورہ آیات کی روشنی میں نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک بدعت کے سدباب کے لئے ایک انوکھا و نادر طریقہ تفویض فرما دیا ہے۔

متذکرہ حدیث مبارکہ ہے کہ : "ہر نیا کام (دین سمجھ کر) کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی (نسائی حدیث نمبر ۱۵۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں اضافہ کو منع فرمایا : "جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو اس میں اضافہ نہ کرو" (احمد ۵/۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک : تم مجھے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو بڑھا دیا' یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا" (بخاری)

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ فرماتے ہیں : اصول سنت ہمارے یہاں یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے طریقے کو لازم پکڑیں اور ان کی اقتداء کریں اور بدعت کو ترک کر دیں کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

غلو : مبالغہ آمیزی کے تحت کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا "غلو" کہلاتا ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ :۔ خبردار دین میں غلو سے بچتے رہو تم سے پہلے لوگوں کو اسی غلو نے ہلاک کر ڈالا" (نسائی' ابن ماجہ)

■ بدعت کی حقیقت (بدعت کی لغوی تشریح) :

عربی زبان میں لفظ بدعت دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

اولاً": وہ چیز جو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر ایجاد کی گئی ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے کہ ○ ترجمہ : کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جا چکے ہیں۔ (الاحقاف ۴۶/۹)

اور اسی لئے جو شخص کوئی ایسا کام کر بیٹھے جس کو اس سے قبل کسی نے نہ کیا ہو تو اس کے لئے عربی میں کہا جاتا ہے ابدعها ابتدعها۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ○ ترجمہ : انہوں نے رہبانیت کو ایجاد کر ڈالا جو پہلے سے موجود نہ تھی (الحدید ۵۷/۲۷)

اور اللہ کے صفات میں سے بدیع السموت والارض بھی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نمونہ سابقہ کے اس کائنات کو وجود بخشا ہے۔

ثانیاً": جب اونٹ کسی بیماری یا کمزوری و تھکاوٹ کی وجہ سے راستہ میں بیٹھ جائے تو اس موقع پر کہا جاتا ہے۔ ابدعت الابل حقیقت میں ان دونوں معنوں میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ ابدعت الابل کا معنی یہ ہوا کہ اس کو تھکاوٹ لاحق ہوئی جو پہلے نہ تھی۔ چنانچہ ابن منظور نے لسان العرب ۸/۸ میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اونٹ کا چلنے سے رک جانا جو اس کی عادت میں سے نہ تھی اس کی عادت کے خلاف ایک انوکھی اور نئی چیز ہے۔ اس لغوی تحقیق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بدعت ابتداء سے اسم ہیئت ہے یعنی وہ چیز جو کسی مثال سابق کے بغیر ایجاد کی گئی ہو اس کا اطلاق خیر و شر دونوں پر ہوتا ہے اور اکثر عرف عام میں مذموم چیزوں کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

■ بدعت کی شرعی تعریف :

علماء نے شرعی اعتبار سے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں لیکن سب سے جامع اور واضح تعریف یہ ہے:

"جس کو دین کے اندر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا ہو اس کی صحت پر کوئی دلیل نہ تو کتاب اللہ سے اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو کیا ہو" اس تعریف کی روشنی میں دنیاوی ایجادات وغیرہ بدعت سے خارج ہو جاتی ہیں کیوں کہ ان سے تقرب الی اللہ مقصود نہیں بلکہ لوگوں کے مصالح و ضروریات کے تحت مشروع چیزوں کے لئے ایجاد کی گئی ہیں لہٰذا اس طرح کی دنیاوی ایجادات فقہ کے احکام خمسہ فرض، سنت، حرام، مکروہ، مباح کے تحت جانچی جائیں گی اور ان پر یہ احکامات مبدا و رمآل کے اعتبار سے جاری کئے جائیں گے۔

(حوالہ) "بدعت کی حقیقت" مصنف عظیم احمد سلفی حفظ اللہ تعالیٰ ص ۱۴ تا ۲۱ المرکز الاسلامی دوحہ قطر، ناشر (بار دوم) مکتبہ السنہ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی ۱۸ سفید مسجد سولجر بازار نمبر ا کراچی (پاکستان)

■ علماء سو :

• غلو اور بدعت کے یہ کام دراصل جاہل مسلمانوں کے ذریعے غیر مسلم قوتیں سرزد کراتی ہیں۔ جن کی ترویج میں علماء سو کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ علماء سو ان دھوکے باز افراد کے ٹولے کو کہا جاتا ہے جو دین کا لبادہ اوڑھے ہوئے صرف دنیاوی مقاصد، جاہ و جلال اور یہود، ہنود اور آل یہود و ہنود کی خوشنودی کے حصول کے لئے صرف چند ٹکوں کے عوض اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں۔ دین کی مخلصانہ خدمت ان کا مقصود نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں علماء سو کے فتنہ سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پیش نظر رہے کہ :

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
عنقریب ایک زمانہ آتا ہے جس میں اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے، ان کی مسجدیں بڑی بارونق ہوں گی مگر رشد و ہدایت سے خالی اور ویران، ان کے (نام نہاد) علماء آسمان کی نیلی چھت کے نیچے بسنے والی تمام مخلوق سے بدتر

ہوں گے' فتنہ ان ہی کے ہاں سے نکلے گا اور ان ہی میں لوٹے گا (یعنی وہی فتنہ کے بانی بھی ہوں گے اور وہی مرکز و محور بھی)" (مشکوۃ)

علماء سو کی سرگرمیوں کی وجہ سے دین اسلام کو نقصان پہنچتا ہو تو ہوا کرے' دین کے عقائد و نظریات میں فروعی اختلاف پیدا کرنا علماء سو کی پکی نشانیوں میں شامل ہے۔ کیوں کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادہ سے زیادہ انتشار و افتراق پیدا کرانا ان کا نصب العین قرار پاتا ہے۔ یہ ذاتی مقاصد و حصول دنیا کے لئے جھوٹے فتویٰ اور اختلافی موضوع پر وسعت قلبی سے بیانات جاری کر کے کھل کر مال بٹورتے ہیں۔

ان کے نزدیک فروعی مسائل کو ہوا دے کر مذہبی منافرت پھیلانا بڑا کار خیر ہے۔ یہ امت میں اصلاح کی بجائے ہمیشہ افتراق پیدا کرتے ہیں۔ حکومت وقت کی خوشنودی کے لئے تعریفی بیان بازی جاری کرنا ان کے شعائر میں شمار ہے۔ چنانچہ ارباب اقتدار و بست و کشاد' ارباب جاہ و جلال اور ارباب نشاط کے ایوانوں میں ہمیشہ ان کا طوطی بولتا ہے جبکہ ان کا بڑا عمل دخل' اثر و رسوخ کے ساتھ سنوائی بھی ٹھیک ٹھاک پائی جاتی ہے۔ ان کی ادنیٰ مثال ققنس Phoenix (قوقنوس) سے دی جائے تو بہتر ہو گا (یونانی دیومالائی کہانیوں کا ایک فرضی خوش آواز مذکر پرندہ "سیمرغ" جو اپنے راگ کی آگ میں جل مرتا ہے اور اسی راکھ سے پھر ویسا ہی پرندہ بن کر نئے سرے سے راگ الاپ کر آگ بناتا ہے جس کی عمر کا فرضی تصور پانچ سو سال ہے) الغرض خوف خدا' آخرت اور موت سے مکمل غفلت کے مرتکب ہونے کی وجہ سے دین کو بیچنا اور دنیا کمانا ان کا روزمرہ کا پیشہ ہے۔ یہ تعریف کیا گیا گروہ سیدھے سادے مسلمانوں کی دینی معلومات کے فقدان کی وجہ سے انہیں دین کا جھانسا دے کر گمراہ کرتا ہے۔ اور بالا آخر قرآن کی اس آیت کی گرفت میں آنا ان کا مقدر قرار پاتا ہے:۔

○ ترجمہ : انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے

تشریح : ان آیات میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جھوٹ' بے ایمانی' بدعہدی اور دغا بازی سے عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے لوگوں کو ان کی باتیں مزہ دار معلوم ہوتی ہیں اور یہ لوگ اپنا اعتبار بڑھانے کے لئے ہر معاملے میں بار بار اللہ کو گواہ بناتے ہیں۔ یہاں بتا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ (البقرہ ۲/۲۰۴)

○ ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو' ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا' یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا' لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو (توبہ ۹/ ۳۴'۳۵)

■ ریاکار عالم کا بدترین ٹھکانہ :

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے خود جہنم بھی ہر دن چار سو بار پناہ مانگتا ہے۔ یہ وادی (گڑھا) جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ریاکاروں کے لئے تیار کی گئی ہے (یعنی) کتاب اللہ کے عالم کے لئے :...."

(ترغیب و ترہیب بحوالہ ابن ماجہ' باب ریاء)

اس گروہ کے بارے میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مزید ارشاد گرامی ہے کہ :

"حضرت عمرؓ سے روایت ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا : "کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے اور کہیں گے کون ہم سے زیادہ قاری ہے ؟ کون ہم سے زیادہ دانشمند ہے ؟ کون ہم سے زیادہ عالم شرع ہے ؟ پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا ! کیا ایسے لوگوں میں کوئی خیر ہے ؟ لوگوں نے کہا ! اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا : وہ لوگ تم ہی میں سے

ہیں اور اسی امت کے ہوں گے مگر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔" (ترمذی۔ طبرانی)

■ علماء حق :

جبکہ علماء دین حقہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ علماء حق کا کردار روز روشن کی طرح ہمیشہ صاف شفاف اور بے داغ رہا ہے انہوں نے ہر دور میں حق گوئی کا مظاہرہ کیا اور دین اسلام کے خلاف کی جانے والی تمام سازشوں کا ہمیشہ پردہ چاک کئے رکھا۔ بلا تفریق مذہب تمام مکاتب فکر بالخصوص اہل سنت و الجماعت کے جید علماء حق نے خواہ ان کا تعلق بریلوی' دیوبندی یا اہل حدیث مسلک سے ہو' گلشن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نڈر بے باک' پر عزم اور دلیر علماء دین نے باطل و طاغوتی قوتوں کا کھل کر بے باکانہ مقابلہ کیا اور اپنے کاندھوں پر دینی ذمہ داری کے فریضہ کو مستحسن طور پر سرانجام دے۔کر ہمیشہ امت مسلمہ کے دلوں میں اپنے لئے عزت و عظمت کا مقام پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے کلام میں وہ تاثیر پیدا کی جو پوری امت کے لئے ہمیشہ باعث خیر ثابت ہوئی۔ یہی وہ علماء حق ہیں جن کے متعلق نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ:

"حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپؐ فرماتے تھے کہ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی' انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا' نہ ان کی مدد سے دست کش ہونے والے' نہ ان کی مخالفت کرنے والے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) آجائے گا اور وہ حمایت حق پر قائم ہوں گے" (مشکوٰۃ)

اسی نسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف فرمان مبارک کے واضح الفاظ درج ذیل ہیں : "علماء حق انبیاء کے وارث ہیں" (متفق علیہ)

■ علماء حق اور علماء سو کے درمیان حد فاصل :

"حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: علماء کرام' اللہ کے بندوں پر رسولوں کے امین (اور حفاظت دین کے

ذمہ دار) ہیں' بشرطیکہ وہ اقتدار سے گھل مل نہ جائیں اور (دینی تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے) دنیا میں نہ گھس پڑیں' لیکن جب وہ حکمرانوں سے شیر و شکر ہوگئے اور دنیا میں گھس گئے تو انہوں نے رسولوں سے خیانت کی' پھر ان سے بچو اور ان سے الگ رہو" (کنزل العمال) جب کہ علماء کو شاہ ولی کی معروف زمانہ نصیحت کے سنہری الفاظ صفحہ نمبر۴۹۹ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں ◄

باب پنجم: ■ مذہبی عقائد کی گرفت :

❁ اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد میری تاریک دنیا روشن ہوگئی یعنی شرک کا پہلو اجاگر ہوگیا۔ اب میں حقیقت اور مذہبی دھوکے بازوں کے لبادوں کو پہچاننے لگ چکا تھا' مجھے بخوبی علم ہوگیا کہ دنیاوی زندگی میں صرف دولت اور مال کے ہی ٹھگ نہیں ہیں بلکہ یہاں تو قدم قدم پر مذہب کے نام پر اور روحانیت کے بھی ٹھگ موجود ہیں۔ اور ان میں سب سے بدترین دشمن اور خطرناک ٹھگ دین اسلام کے نام پر مذہبی عقائد کے ٹھگ ہیں جو خود پر مذہبی' روحانی پیشوائیت کا لبادہ اوڑھ کر واردات کرتے ہیں اور سیدھے سادھے انسانوں کو عقائد کی مار دے کر دنیا بھی خراب کرتے ہیں اور آخرت کے ابدی عذاب میں دھکیل دینے پر جہنم کی راہ پر گامزن کرتے چلے جاتے ہیں۔ پس یہ ہی اصل دشمن ہیں جو انسان کو گمراہ کیے رکھتے ہیں:۔

○ ترجمہ : اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے (لقمان ۳۱/۶)

○ ترجمہ : جو لوگ ہماری آیات کو الٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں خود ہی سوچ لو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہوگا؟ کرتے رہو جو کچھ تم چاہو تمہاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے کلام نصیحت آیا تو انہوں نے اسے

ماننے سے انکار کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے (حم سجدہ ۴۱/۴۰ تا ۴۲)

مجھ پر تو اللہ کی بڑی عنایت رہی کہ اس نے مجھے اپنے خاص فضل و عنایت کے تحت ہدایت نصیب کردی ورنہ اسماعیلیوں کی برادریوں کو جس شکنجہ سے جکڑا گیا ہے وہ مذہبی عقائد کی زبردست گرفت میں ہیں اور اسی کے ذریعے ہی مکمل قابو میں ہیں اب کون انفرادی یا اجتماعی طور پر ان میں اتنی باریک بینی سے ارد گرد اور اطراف کا جائزہ لیتا ہوگا وہ تو اندھی تقلید میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ وہ یہ تک گوارا نہیں کرتے کہ سماج کے اس خول سے ذرا باہر جھانک کر دیکھیں کہ اصل میں ہم ہیں کیا؟

طرہ امتیاز یہ ہے کہ ایک طرف تو ہم خود کو "مومن" کہتے کہتے نہیں تھکتے یہ عمل صرف جماعت خانے کی حدود کے اندر تک محدود نہیں جبکہ حقیقت میں ہمارا اپنا کردار کیا ہے؟ کسی غیر کو اس کی خبر تک نہیں ہم خود کو مسلمانوں سے اعلیٰ تصور کرتے ہیں اگر بفرض محال اسے درست مان بھی لیا جائے تو ہم اپنی عبادات' عقائد و رسوم' کے افشا ہونے پر اتنے خائف کیوں رہتے ہیں؟ جبکہ تمام مسلمان خواہ کسی مکتبہ فکر سے متعلق ہوں وہ ببانگ دہل ڈنکے کی چوٹ پر اپنے عقائد و نظریات کی تشہیر زبانی' تحریری و دیگر ذرائع ابلاغ سے کرنے میں نہ تو کوئی عار محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی قطعی ہچکچاہٹ بلکہ "تبلیغ دین" کو اعلیٰ و ارفع عمل تسلیم کرتے ہوئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور اپنی دنیا و آخرت سدھرنے کا باعث قرار دیتے ہیں جبکہ آغا خانی جماعت کی فکر قدرے اس سے متضاد محض اس بناء پر متصور کی جاتی ہے کہ اجتماعی طور پر خوشحالی ہمارا مقدر ہے ہر طرف دولت کی ریل پیل ہے۔ پوری برادری نے مالی استحکام و معاشی پختگی دنیا کی کامیابی اور نجات و قبولیت کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے خواہ ہم عبادت کا مشرکانہ طریقہ اپنائے ہوئے کیوں نہ ہوں میرا مدعا یہ ہے کسی فرد واحد کی عبادت یعنی آغا خان کی عبادت میرا واضح مطلب یہ ہے کہ آغا خان کو سجدہ کرنے سے متعلق ہر آغا خانی کو بچپن سے

گھٹی میں سمو دیا جاتا ہے اسی وجہ سے ہر اسماعیلی کے لئے یہ بڑی معمولی بات ہے۔

■ مشکل کشا :

آغا خانی اپنی عبادت کی انتہا اس میں سمجھتے ہیں کہ :۔ "آغا خان ہماری روزی روزگار میں برکت دے' خوشحالی عطا فرما' ہمیں اولاد عطا فرما ہماری حفاظت اور ہماری مشکل کشائی فرما۔" (ن)

یہ اس ذہن سازی کا نتیجہ تھا جو طویل عرصہ سے دن میں تین بار فرمان کو دہرانے کی وجہ سے یاد رکھا جانا ضروری تھا۔ فرمان یہ تھا کہ :(ل)

* صرف دعا کیلئے ہم کو بار بار نہ لکھنا چاہئے۔ وہ تو ہم ہمیشہ آپ کو دیتے رہتے ہیں۔ ہم مشکل کشا ہیں اور مشکل آسان کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی مشکل درپیش ہو تو گجراتی یا انگریزی میں آپ ہم کو لکھ کر دیجئے۔ خانہ وادان (خانہ آبادان") (ح:۳)

■ سوال : کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے ؟

◗ اس تناظر سے ہٹ کر ایک انتہائی حساس و غور طلب قضیہ کا ایک سوال جس کا حل مطلوب ہے (اس کے لئے ایک ہی سوال کی دس مختلف شکلیں پیش ہیں) جن کے جواب ہر حالت میں اشد ضرورت کے تحت (عند اللہ الجزاء) مطلوب ہیں :۔

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا اللہ کے سوا (غیر اللہ) مشکل حل کر سکتا ہے ؟ یا صرف اللہ ہی اس پر قادر ہے' بڑے زور و شور سے اچھالا جاتا ہے مگر فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا۔ ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے تو وہ اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ "کس طرح اللہ کے سوا اور کوئی ہستی مشکل کشائی کر سکتی ہے ؟" اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں :۔

ایک شخص کو کسی مشکل کا سامنا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دور ہو وہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کو پکارنا چاہتا ہے جو اس کی مشکل دور کر دے۔ اب :۔

۱ ۔ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کشا

کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

۲ ۔ بالفرض یہ ثابت ہوجائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں مثلاً سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کرے گا اسی طرح جرمن جرمنی زبان میں' انگریز انگریزی زبان میں' چینی چین کی زبان میں اور پٹھان پشتو زبان میں آواز دے گا۔

۳ ۔ اگر یہ بات بھی ثابت کردی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اسی لمحہ سن اور سمجھ لے گا یا اس کے لئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی؟

۴ ۔ کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہئے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اسی وقت پیش کریں جبکہ وہ سو نہ رہا ہو۔ یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے؟

۵ ۔ ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اس کا گلا بند ہوچکا ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ اس کی دلی فریاد بھی سن لے گا؟

۶ ۔ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کرسکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

۷ ۔ اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا اللہ نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست بھی ہونی چاہئے کہ کون مشکلات اللہ تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کون سی مشکلات غیر حل کرسکتا ہے تاکہ

سائل اپنی مشکل اسی کے سامنے پیش کرسکے جو اس کے حل کرنے پر قادر ہو؟

۸ ۔ کیا اللہ کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کرسکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

۹ ۔ بالا آخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مصر ہو اور دوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کون سی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے لیگی؟

۱۰ ۔ کسی بھی برگزیدہ یا گنہگار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کے لئے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟

متذکرہ سوال کے جواب کا میں خلوص دل سے منتظر ہوں تاکہ اپنی علمی معلومات میں اضافہ کرسکوں لیکن اس کا جواب قرآن سے مجھے کچھ اس طور پر حاصل ہوا کہ :۔

○ ترجمہ : اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان' اگر ایسا کرو گے (یعنی غیر اللہ کو پکارو گے) تو تم ظالموں میں سے ہو گے۔
(یونس ۱۰/۱۰۶)

○ ترجمہ : (اے نبیؐ) آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نفع و نقصان کا ہرگز اختیار نہیں رکھتا۔ (جن ۷۲/۲۱)

○ ترجمہ : اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے تمام دنیا کی حکومت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے اور جن جن لوگوں سے تم لوگ دعائیں مانگتے ہو اور حاجتیں طلب کرتے ہو وہ تو ایک کھجور کے چھلکے جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے' اگر تم لوگ ان سے دعا مانگو تو وہ تمہاری دعا کو سن نہیں سکتے اور اگر (فرضا") سن بھی پائیں تو اس کو پورا نہیں کرسکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کریں گے اور اللہ پاک جیسی خبریں تم کو کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ (فاطر ۳۵/۱۳ تا ۱۴)

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ :۔

"شریک مت کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اگرچہ تجھ کو کوئی قتل کر ڈالے یا جلا

دے" (مشکوۃ) ◀

■ سجدہ : (ن ل)

❁ اور اس کے اختتام پر ہم پڑھتے "مولانا شاہ کریم الحسینی الامام الحاضر الموجود ارحمنا و اغفر لنا" انتہائے عبادت پر سجدہ ریز ہونے سے پیشتر ہم پڑھتے : اللھم لک طاعتی و سجودی' ان الفاظ کو ادا کرنے پر فوراً ہم آغا خان "حاضر امام" کے حضور سجدہ ریز ہوجاتے ہر آغا خانی کے دل میں اس وقت یہ پختہ یقین و عقیدہ ہوتا کہ اے! "حاضر امام" ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں (سامنے اگر آغا خان کی تصویر "مہر" ہو تو بہتر ہے ورنہ غائبانہ طور پر سجدہ آغا خان کے حضور پہنچے) (ن)

جبکہ حقیقتاً آج تک نہ تو آغا خان نے بنفس نفیس کوئی فرمان جاری کیا اور نہ ہی کوئی تحریری حکم رائج کیا' نہ ہی ان کی آواز کا کوئی ریکارڈ شہادت کے طور پر پیش کیا گیا بلکہ یہ سب کچھ خود ساختہ فرمانوں کے نام سے ان سے منسوب کردہ ہے جو عہدیداروں کی سازش ہے۔

■ مذہبی تمثیل : Mystery Play

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے آج تک (اسلام قبول کرنے سے پہلے تک) اپنے اسماعیلی مذہب میں اتنے کم وقت میں اتنی زیادہ تبدیلیاں نمودار ہوتی ہوئی دیکھی ہیں کہ عقل دنگ ہے' اس امر کی بناء پر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ واقعی آغا خان نے خود کو اپنے تئیں ایک پراسرار قوت (Mysterious Force) کے طور پر تو متعارف کرایا اور ہوسکتا ہے کہ وہ واقعی قوت متخیلہ' کرشمہ سازی و سحر انگیزی کی زبردست تسخیری قوتوں کے حامل بھی ہوں کیوں کہ روز مرہ زندگی میں بالعموم ہر فرد کا اکثر و بیشتر سابقہ ایسے افراد سے پڑتا ہی رہتا ہے جو علم و عمل تنویم مسمریزم (Mesmerism) اور ہپناٹزم (Hypnotism) کے کمالات اور شعبدے دکھانے والے (Juggler) شعبدہ باز (ConJurer) یا کرشمہ سازی (Miracles) سے مرغوب کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔

متذکرہ بالا تمام صفات کی حامل شخصیت کی ایک بہترین مثال زمانہ حال میں مہارشی "بھگوان شری رجنیش" سنیاسی کی دی جاسکتی ہے جس کا تعلق بھارت کے مشہور شہر پونا (بمبئی) صوبہ مہاراشٹرا سے تھا جس نے اپنے خود ساختہ مذہب کا ڈھونگ رچا کر خوب شہرت حاصل کی اور برصغیر ہند کی غربت و افلاس کی گھاٹیوں سے پرواز کرکے مغرب کے خوشحال ماحول میں سکونت پذیر ہونے پر اہل مغرب کو کتنے آسان طریقہ پر اپنا گرویدہ بنانے میں کامیاب ہوا یہ اس کی سحرانگیزی اور شعبدہ بازی کی ایک طویل داستان پر منتج ہے وہ اپنے عقیدت مندوں پر خدا ہونے کا تاثر قائم کرتا' مضبوط سے مضبوط اعصاب کے حامل فرد کو وہ اس طرح اپنے "آشرم" کے ماحول سے متاثر کرتا کہ وہ قوت فیصلہ سے محروم ایک نفسیاتی مریض بن کر ہمیشہ آشرم میں زندگی گزارنے کو ترجیح دیتا گویا زندگی کی دیگر اقدار کا اس کو احساس تک نہ رہتا۔

سنیاسی رجنیش اپنے آشرم میں اس انداز سے داخل ہوتا کہ سحرزدہ لوگ اس کے حضور سجود کرنے پر خود کو بھی پیش کرتے اب ان کے جان و جسم اس کے قبضہ قدرت میں ہوتے وہ لوگوں سے جس طور پر جو خدمات لینا چاہتا حاصل کرتا' منشیات میں ہر نشہ میسر رہتا' شراب نوشی اور جنسی شہوت بھڑکانے کے لئے لباس سے مبرا دوشیزائیں (جن میں خاص طور پر امریکن' برطانوی' فرانس' اٹلی' جرمن' جاپانی اور بھارتی نژاد حسینائیں) اپنے حسن کے جلوے بکھیرتیں جس سے ہر چار سو وہ نظارے کا سماں رہتا کہ مغرب کے مست شہوت پرست بھی بڑی للچائی نظروں سے لطف اندوز ہوئے بنا نہ رہ سکتے۔

ان لمحات میں "مہارشی بھگوان رجنیش" کے عقیدت منداس کے حضور مخصوص غنائیہ انداز میں "لا' لا' لا" کے الفاظ ہدیہ تقدیس کے طور پیش کرتے جس پر اکثر وہ توہمانہ عقیدہ "Ju - Ju" کے سحرکن انداز میں مختصر خطاب دھیمے دھیمے لہجے میں کرتے ہوئے باور کراتا کہ "لمحات کے تسلسل کا نام وقت اور تسلسل لمحات میں انتشاری کیفیت تباہی جبکہ تسلسل کی کیفیت میں جمود و سکوت کا نام موت ہے" بس پھر کیا تھا کہ ان الفاظ کے اختتام پر موجود تمام مرد و زن پر وہ شیطانی کیفیت طاری ہوتی کہ جس کے ہاتھ جو آتا وہ جنسی شہوت کا

مسحور نظر آتا یہاں بلا تفریق جنس مخالف ہر جنسی فعل کا ارتکاب کیا جاتا یہ ثبوت موجود ہے کہ "شری رجنیش" فاعل و مفعول کے طور پر بھی پایا گیا۔

اس نے اپنی خود ساختہ جنت کا نام "آشرم" رکھا اور تمام طبقات کے افراد سے خوب دولت بٹوری اس نے ۸۰ کی دہائی میں بام عروج کی منازل طے کرتے ہوئے ۹۳ عدد جدید ترین دنیا کی سب سے قیمتی گاڑیاں (موٹر کاریں) "رولز رائس" کا ایک جم غفیر بیڑہ (Fleet) قائم کیا' ماضی میں پرتپاک انداز میں جب اس کی سواری امریکہ کی شاہراہوں سے گزرتی تو بڑے بڑے مالدار' صنعت کار اور نو دولتیے امریکن اس پر رشک کرتے۔ اس نے دنیاء فانی میں فرعون مصر کے طویل عرصہ بعد اس کی ایک عادت کا احیاء کیا یعنی اپنی داڑھی کے بالوں میں قیمتی جواہرات کی لڑیاں پروئیں' وہ جس کرسی پر بیٹھتا وہ ہیروں سے مرصع رہتی' اس کے ذاتی لباس' شب باشی کے بستر اور بیت الخلاء کی تزئین دنیا کے بیش بہا و ناپید ہیروں سے کی گئی تھی' اس کی دستی چھڑی پر ان انمول جواہرات کی قطار آراستہ کی گئی جسے مغرب کے امیر زادے' رئیس اور ڈیوک بڑی حسرت کی نظروں سے دیکھتے تھے مہارشی رجنیش کی محبوباؤں میں شہلا نامی لڑکی کے علاوہ "مایوگا" لکشمی کا نام سرفہرست رہا یہ تمام خرافات اسے محض اپنی طاغوتی قوتوں کی تائید سے حاصل تھیں۔

بالا آخر اسے اپنی عیاری مکاری کی سزا نصیب ہوئی اور اسے امریکہ بدر کر دیا گیا جبکہ اس کی تمام دولت ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ملکی قانون کے تحت ضبط کرلی گئی اس صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ نامراد و ناامیدی کی حالت میں تیسری دنیا کے غربت و افلاس زدہ ملک بھارت میں ایک عام شہری کی حیثیت سے بالا آخر ایڑیاں رگڑتا ہوا اپنی طبعی موت کے گھاٹ اتر گیا' اس طرح خود ساختہ دعویدار خدائی کا چیمپئن اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا اور اپنے آشرم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ویرانگی کے سپرد کرگیا. پس یہ ہیں بشریاتی/ انسانیاتی (Anthropological) حدود کے کمزور ترین تقاضے جن کی بناء پر "نظریہ تشبیہت" (Anthropomorphism) یعنی خدا کے انسانی روپ و ہیئت میں قائم ہونے کی تشبیہ کو ہمیشہ ہمیشہ وقت کے ہاتھوں ناکامی و نامرادی کا سامنا کرتے رہنا ہی نصیب ہو گا!

جبکہ اس سے قدرے متبادل بہتر انداز میں آغا خان کو علمی اقدار' اسلوب تجلیات و پر آشوب جلالت میں از خود میں نے بموقع "دیدار" کی مجلس میں ان کو پایا' انہوں نے بھی اپنی شخصیت کو ہمیشہ اعلیٰ و ارفع طور پر ہی پیش کیا لیکن محیر العقول یا مابعد الطبیعاتی (Metaphysical) اور مافوق الفطرت (Super Natural) ہستی کے طور پر کچھ ثبوت و اسباب بصورت استدراج کے فراہم نہ کئے جانے کے پراسرار راز کو میں کبھی نہ سمجھ سکا بلکہ انہوں نے تو "ماہ نخشب" کے برابر بھی زحمت گوارا نہ کی (حکیم ابن عطا مقنع کا وہ مشہور مصنوعی چاند جو اس نے طبعیات کی کرشمہ کاری سے نخشب (ترکستان) کے ایک کنویں سے طلوع کیا تھا) علی ہذا القیاس انہوں نے صرف فرمانوں تک اکتفا کیا' جبکہ دیو مالائی قصے کہانیاں' فرمانوں سے اس قدر جماعت کے افراد کے ذہنوں میں بٹھائے گئے کہ عقل دنگ ہے۔

اس کی تصدیق کے لئے مندرجہ ذیل تحریر کے دو اقتباسات کافی ہیں:۔ (ل)

* "جو وہاں اور یہاں خدا کہلاتا ہے اس نے انسانی جسمانی شکل میں ظہور کیا اور اپنا نام رکھا۔" (ح:۴)

* "سوال: کیا یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی پہچان کے لئے خدا کی ظاہری شکل ہونا چاہئے؟

جواب: ہاں! اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنی پہچان ظاہر روپ میں (امام) کراتے ہیں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے خدا کو پہچانیں۔" (ح:۵)

تمہید پیش کرنے کی بجائے میں بلا کسی عذر یہ الفاظ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً آغا خان نے اپنے وہ تمام اختیارات ضرور استعمال کئے جو اسے اباحت سے اپنے تئیں "خدا" ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کبھی کسی کام کو رائج کر دیا۔ اور کبھی تنسیخ کر دی یعنی حلال کو حرام اور حرام کو حلال!

اس ضمن میں حاضر امام کے فرمان کے یہ الفاظ ہی بہت ہیں کہ: (ل)

* "مرشد یعنی امام حاضر کو ہر بات کی خبر ہے اگر وہ یہ کہے کہ مہر (یعنی امام کی تصویر) کی بجائے شراب کو سجدہ کرو تو کرنا چاہئے کیوں کہ یہ مرشد کا فرمان ہے۔" * شراب کے

متعلق بحیثیت امام کے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ شراب..... ایسی نشہ آور چیزوں کے استعمال سے گناہ ہوتا ہے۔ (ح:٦) الف

اقراریہ :

مجھے اس بات کا تہہ دل سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آقا علی شاہ آغا خان دوم (المتوفی ۱۸۸۵ء) کے گھر جنم لینے والے بچے کا زندہ رہ جانا قابل یقین بھی ہوگا کہ نہیں ؟ اور زندہ بچ جانے کی صورت میں اس کے جسم کی طبعی ساخت کا نشونما پانا طبی نقطہ نظر سے خدشات کے پیش نظر ممکن ہوتے ہوئے مستقبل کیا ہوگا ؟ کیوں کہ زچگی کے وقت بچے کی جسمانی کیفیت بے حد نحیف و ناتواں تھی اسی کے پیش نظر آقا علی شاہ آغا خان دوم کا ان ایام میں فکرمند و مغموم رہنا ایک فطری امر تھا لیکن ۲ر نومبر ۱۸۷۷ء کو کراچی میں جائے پیدائش بمقام "ہنی مون لاج" (گجراتی میں جسے زمانہ قدیم سے "یا علی بابا جی ٹیکری" کہا جاتا ہے اور حالیہ ایام میں مشہور و معروف جدید Modern رہائشی آبادی موسوم بہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ فیز II میں واقع) "مقدس پہاڑی" پر جنم لینے والے اس نومولود "سلطان محمد شاہ" نے بعد کے زمانے میں اسماعیلی باطنی مذہب کے روحانی پیشوا کے طور "حاضر امام" کا مقام پالینے پر آغا خانیوں کے خدا کا روپ دھار لیا۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے بہرحال مسترد نہیں کیا جاسکتا!

صیہونیت :

● یہودیوں کی ایک قوم پرور "ارتجاعی تحریک" جس نے فلسطین میں ایک قومی سرمایہ دارانہ حکومت قائم کرلی۔ اس کی سب سے بڑی حمایت سلطنت برطانیہ عظمیٰ نے اپنے دو نو آبادیاتی ہیں کی۔ جب ۱۹۱۷ء میں انگریزوں نے "یہودی وطن" کا مطالبہ تسلیم کرکے فلسطین کو پہلی جنگ عظیم کے بعد یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ بعد کے ایام میں امریکہ دیگر مغربی اقوام نے بھی اس کی حمایت شروع کردی چنانچہ عالمی استعماری قوتوں نے ایک سازش کے تحت رجعت پسند' استحصالی سامراجی قوتوں کے ساتھ باہمی اشتراک سے ملی بھگت کرتے ہوئے (صیہونیت کے نظریہ و افکار کے پرچار کے لئے) یہودی نظریاتی مملکت "اسرائیل" کی بنیاد رکھی گئی اور بعد کے ایام میں آج تک اس کی مکمل آبیاری' تحفظ

آغا خان سوم کا بچپن میں امام کا تقرر
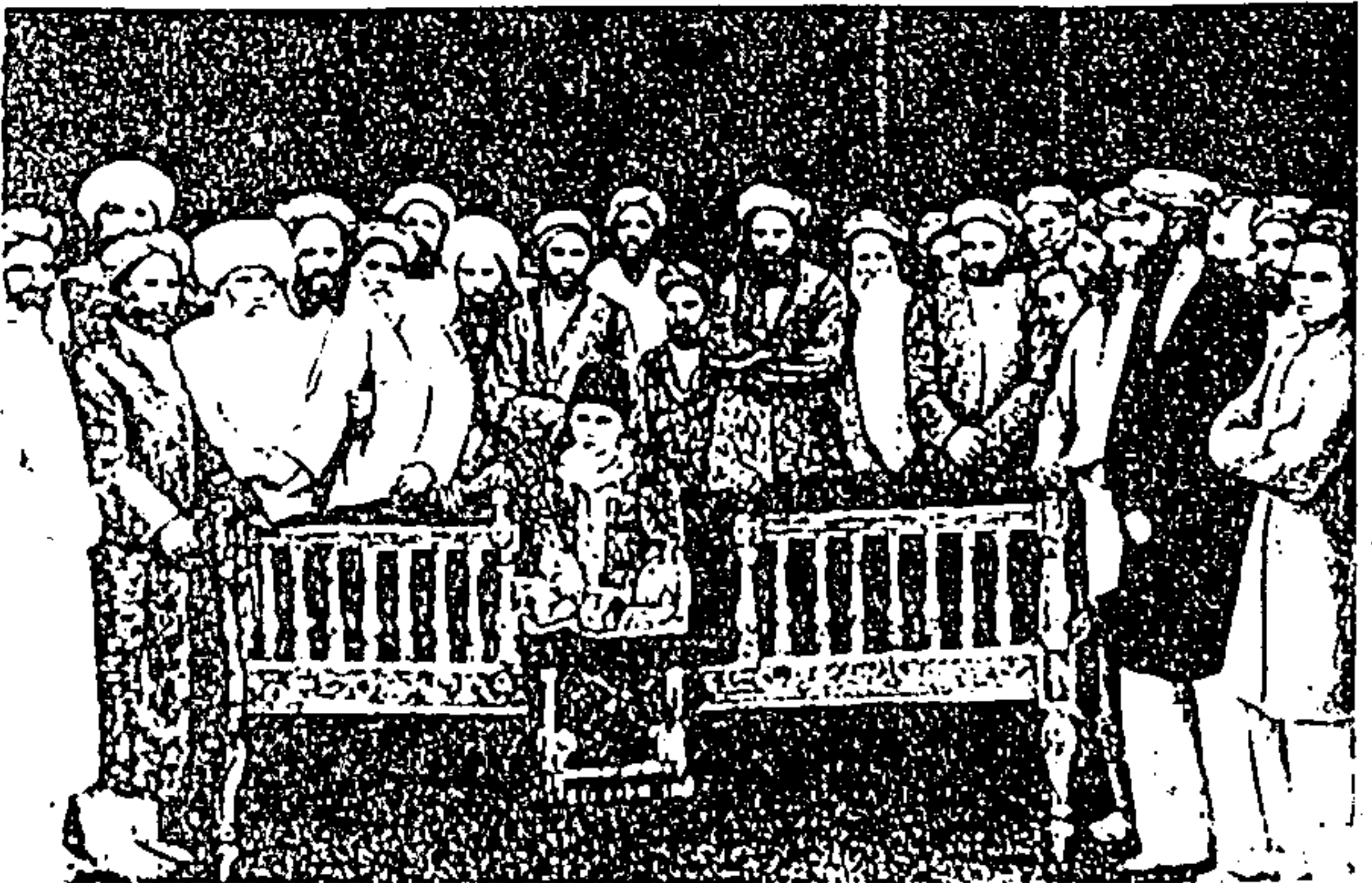
دفاع کی تمام تر ذمہ داریاں متذکرہ فریقین نے خوش اسلوبی سے نبھائیں۔ یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ "مغربی اقوام نے صیہونیت کو اپنے پنجے مضبوطی سے عالم عرب کی سرزمین پر گاڑنے کے بہترین انداز میں مواقع فراہم کئے"

■ "صیہونیت کا منشور" :

"پروٹوکول" "Protocols" نامی کتاب ۱۹۰۵ء میں پروفیسر ایس جی نائیلس نے روسی زبان میں ماسکو سے شائع کی جس کی ایک کاپی برٹش میوزیم میں بمہر حکومت ماسکو (بحق سرکار) محفوظ ہے۔ (واضح رہے کہ یہ دراصل ان اجلاسوں کی روداد ہے جو ۱۸۹۷ء میں پہلی صیہونی کانفرنس کے موقع پر منعقد ہوئے) اس کا انگریزی ترجمہ وکٹر ای مارڑون ایک برطانوی باشندے نے ۱۹۱۷ء میں مکمل کیا۔ اس کے کل چوبیس باب ہیں۔ مذکورہ کتاب کو مستند حیثیت اس بناء پر حاصل ہے کہ اس پر صیہونیت کے چوٹی کے نمائندوں نے اپنے دستخط بھی ثبت کئے جن کا مضبوط تعلق صیہونی تنظیم کے ۳۳ ڈگری کے اعلیٰ نمائندوں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان میں مذکورہ تصنیف کو متعارف کرانے کا اعزاز جناب مصباح الاسلام فاروقی کو حاصل ہوا جنہوں نے ۱۹۶۷ء میں (ایجوکیشنل پریس کراچی سے طباعت کرا کے اپنے معروف ادارہ مصباح الاسلام فاروقی پبلی کیشنز۔ کراچی کے تعاون سے) "Jewish Conspiracy And The World" کے نام سے شائع کیا۔

پروٹوکول کی تحریر سے صیہونیت کے مزاج کی صحیح طور پر عکاسی ہوتی ہے جس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:۔ "۸۔ اگر ایک مملکت اندرونی بحران کا شکار ہو کر اپنے آپ کو ختم کر دیتی ہے یا اندرونی خلفشار کی وجہ سے وہ بیرونی دشمنوں کی طاقت کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے اور وہ ہماری (یہودی) طاقت کے ماتحت آجاتی ہے۔ سرمائے کی آمریت جو مکمل طور پر ہمارے ہاتھ میں ہے ایسا ملک چاہے اس کی مرضی ہو نہ ہو' تنکے کے سہارے کی مانند اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر نہیں کرتا تو غرق ہو جاتا ہے۔" پہلا باب (پروٹوکول نمبر۱) شق نمبر۸ (عنوان Gold کے تحت)

(ح : ۶)ب ◀

● ■ صیہونی ریاست کے قیام میں معاونت :

سر سلطان محمد شاہ آغا خان ”ہز ہائینس“ اور ”ہز رائل ہائینس“ کی حیثیت سے دنیاوی نقطہ نظر سے عزت، شہرت، شرف و تکریم کے اعلیٰ مدارج کو پہنچنے پر وہ لاثانی نوعیت اور شہرہ آفاق شخصیت کے حامل ہوئے یہ جاہ و جلال ہر ایک کو نصیب ہونا تو درکنار کوئی اس کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔

تاریخی اسباب کے طور پر یہ منفرد مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ آغا خان سوئم کی پہلی مستحسن کاوش جس سے عوامی سطح پر انہیں عالیشان پذیرائی حاصل ہوئی وہ اقدام تھا جو ۱۸۹۳ء میں انہوں نے گائے کے ذبیحہ پر ہندو مسلم اختلافی تنازعہ کے قابل قبول کامیاب حل کی صورت میں پیش کیا اسے ہندوستان میں عوام الناس میں مقبولیت کے چار چاند لگ گئے اس کے بعد ان کا اگلا حدف بیرونی ممالک میں پذیرائی کی خواہش کی تکمیل و کوششوں پر منتج تھا اس کے لئے اپنے دیرینہ تعلقات کو بروئے کار لانے کا اس سے اچھا موقع کوئی اور نہ تھا۔

چنانچہ انہوں نے بین الاقوامی سطح پر اپنی صلاحیت کا لوہا منوانے کے لئے بھرپور طور پر اپنے تعلقات استعمال کئے اسی بناء پر آغا خان کو چند اہم ترین مواقع دستیاب ہوئے اور عالمی سطح پر بھی کامیابی ان کے قدم چومتی گئی اس طرح بڑی قلیل مدت میں انہوں نے اہل مغرب کی خواہشوں کو عملی جامہ پہنانے پر ان کے دل جیت لئے، یعنی ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن کے متعلق مشرق کا ذہن کبھی سوچ بھی نہیں سکتا خواہ اس کا بلواسطہ تعلق ۱۸۹۸ء میں صیہونی ریاست کے خطہ فلسطین میں قیام سے معاونت کی صورت میں درپیش ہو جس کا اصل محرک ایک روسی نژاد یہودی ڈاکٹر ہافکن تھا جس کی ایماء پر متذکرہ صیہونی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی آغا خان سوئم نے حتی الوسع انتھک کوششیں کیں جس میں بہرحال وہ کامیابی سے ہمکنار بھی ہوئے (حوالہ : آغا خان سوئم کی یادداشتیں The Memoirs صفحہ ۱۸۵ ـ ۱۸۶) اس کے علاوہ ان کی گول میز کانفرنسوں میں
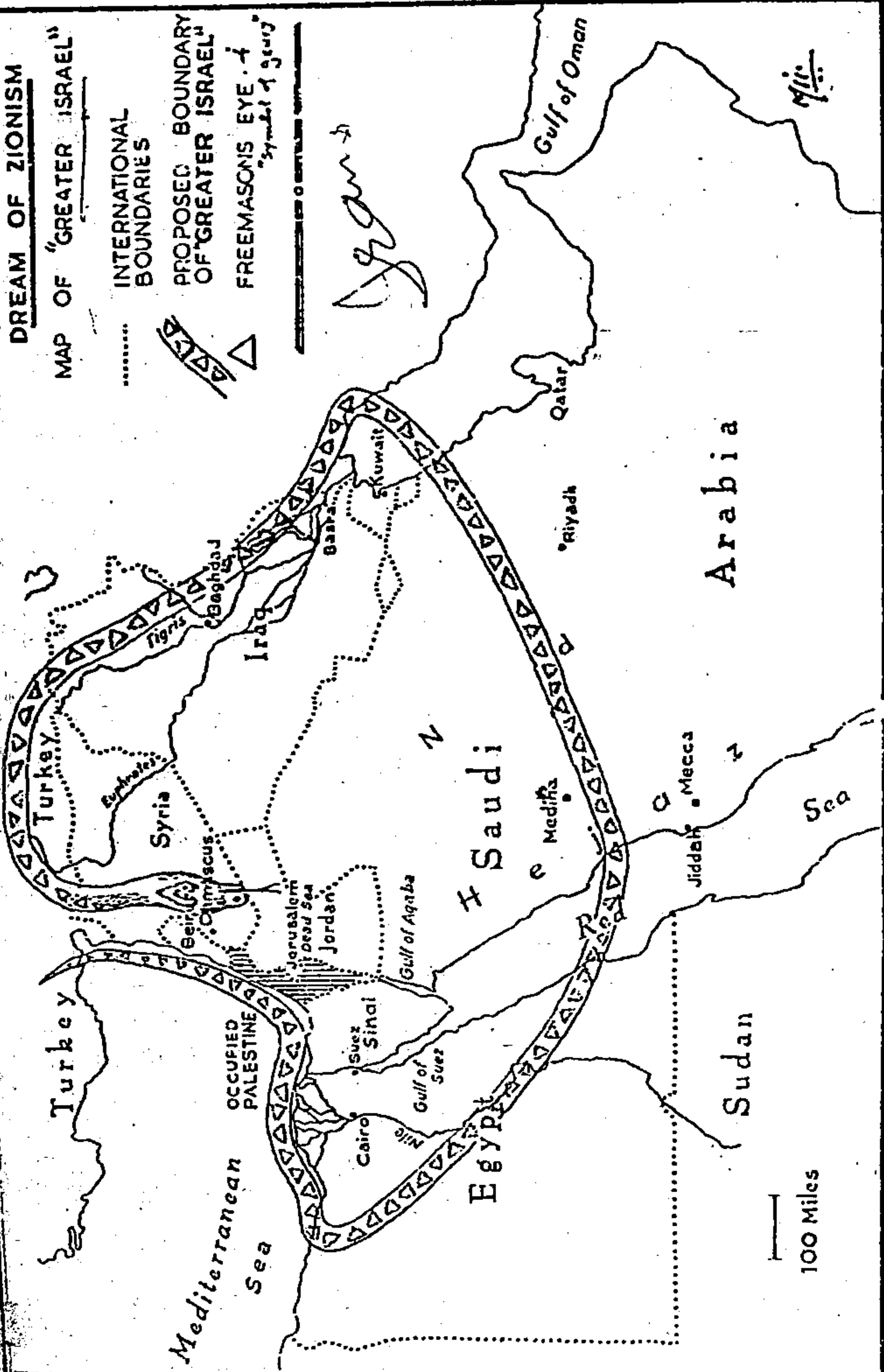
"عظیم صیہونی ریاست" کا نقشہ

مستعدی سے شرکت کی کوششیں بھی بے انتہا شہرت کی حامل رہی ہیں!

متذکرہ حقائق کو تقویت اس تحریر سے حاصل ہوگی جو معروف محقق جناب اسرار عالم نے اپنی تصنیف "بین الاقوامی ایجنسیاں تعارف اور طریق کار" کے صفحہ نمبر۲۶' ۲۷ پر پیش کی ہے جسے ہم اجاگر کرنے کی مستحسن سعی کے طور پر اپنی اس کتاب کی زینت میں شمار کرتے ہیں:۔

.... اسماعیلی سب سے آگے بڑھ کر ان کے عمل اور مددگار ہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کے روابط حسن علی شاہ آغا خان اول کے زمانہ امارت میں ۱۸۳۴ء کے بعد از سرنو استوار ہوئے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب انہیں کرمان کی گورنری کا عہدہ چھوڑنا پڑا جہاں سے وہ محلات (اصفہان) چلے گئے واضح ہو کہ اصفہان یہودیوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہودیوں کی وساطت سے حسن علی شاہ کو ہندوستان میں برطانوی عملداری میں پناہ ملی۔ یہ ۱۸۴۲ء کی بات ہے۔ ہندوستان میں جتنے کم عرصے میں آغا خان جیسے غیر ملکی کو عروج' مقبولیت اور رسوخ حاصل ہوا وہ شاید ہی کسی کو ہوا ہوگا۔ حسن علی شاہ کے بعد ان کے بیٹے علی شاہ (متوفی ۱۸۸۵ء) اور پھر ان کے بیٹے سر سلطان محمد آغا خان کو جیسا رسوخ حاصل رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے ایسا لگتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کی پوری وسطی ایشیا کی پالیسی آغا خان اول' دوم و سوم اور اب چہارم کے تعاون سے چلتی رہی ہے۔ شاید ہی کسی شخص کو اتنا نوازا گیا ہو مثلاً سر سلطان محمد آغا خان (پیدائش ۱۸۷۷ء) کو ۱۸۹۸ء میں K.C.I.E ' ۱۹۰۳ء میں C.C.I.E ' ۱۹۱۱ء میں G.C.S.I ' ۱۹۲۳ء میں G.C.N.O کے خطابات دیئے گئے کسی مذہبی شخصیت کو پہلی بار سلطنت برطانیہ نے فرسٹ کلاس چیف First Class Chief مع گیارہ توپوں کی سلامی سے نوازا ہے تعجب تو یہ ہے کہ وہ ۱۹۰۶ء میں ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہوگئے اور ۱۹۳۰ء میں ہندوستانیوں کے تمام طبقات کی طرف سے متفقہ طور پر گول میز کانفرنس میں نمائندہ قرار پائے۔

مسلمانوں کی سادگی سمجھ میں آنے والی بات ہے' حیرت تو اس بات پر ہے کہ ان کی نمائندگی پر نہ تو سلطنت برطانیہ کو اعتراض تھا نہ مہاتما گاندھی جیسی قدآور شخصیت کو' آغا

خان کی خصوصی خدمت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ برطانیہ کی وزارت خارجہ نے جس کی خفیہ فائلیں حسب روایت پچاس سالوں کے بعد Declassify کردی جاتی ہیں' خلاف معمول اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ وسطی ایشیا' افغانستان اور شمال مغربی ایشیا کی وہ فائلیں جو آغا خان سے متعلق ہیں مزید ایک سو پچاس سالوں تک عام Declassify نہ کی جائیں۔(حوالہ بشکریہ : بین الاقوامی ایجنسیاں تعارف اوز طریق کار۔ شائع کردہ معارف اسلامی (کراچی)' ڈی ۔ ۳۵ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا کراچی۔ ۷۵۹۵۰)

● مذکورہ ایام میں آغا خان کی بین الاقوامی سرگرمیوں سے متعلق عالمی شہرت کے حامل محقق اکبر علی مہر علی (کینڈا) اپنی معروف تصنیف کے اردو ترجمہ "آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ" "A History Of The Aga Khani Ismailis" کے صفحہ ۸۴ پر عنوان "۱۸۹۸ء میں آغا خان کی یہودیوں کی آبادیوں کی آبادکاری میں امداد" کے تحت مفصل احوال پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اپنی یادداشتوں میں آغا خان سوم نے بمبئی کے ایک مشہور ماہر جراثیمیات (Bacteriologist) اور اس کے دوست ہاف کائن (Haff Kine) صیہونی کی امداد اور دیگر مقدمات کا ذکر کیا ہے۔ پروفیسر ہاف کائن ایک روسی یہودی تھا اور ارض مقدس میں یورپی یہودیوں کی آبادی کا زبردست حامی تھا اس یہودی پروفیسر نے آغا خان کو بڑی کامیابی سے قائل کردیا تھا کہ فلسطین میں صیہونیت کا قیام ایک اچھا خیال ہے۔" آغا خان نے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے۔ "جس طریقہ سے ہاف کائن نے پیش کیا میں نے خیال کیا کہ اس قسم کی صیہونیت مفید اور قابل عمل ہے۔" مشرق کے ذہن کی جس انداز سے عکاسی ترجمانی و مستردی صیہونیت کے اس منصوبے سے متعلق کی گئی وہ درج ذیل تحریر سے نمایاں طور پر عیاں ہے:

"۱۸۹۸ء میں آغا خان نے سلطان عبد الحمید خلیفہ سلطنت عثمانیہ سے ایک بیان کے ساتھ ملاقات کی جس میں فلسطین میں ایک یہودی آبادی کی سفارش کی گئی تھی یہ بیان ربائی کاہن (Rabbi Kahn) نے تیار کیا تھا جس سے آغا خان کی ملاقات پروفیسر ہاف کائن

(Haff Kine) نے کرائی تھی۔ سلطان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا آغا خان مرحوم نے جو اپنی رگوں میں عرب خون کے حامل ہونے کا مدعی تھا اپنی اس ناکامی کا ذکر اس طرح کرتا ہے:۔

"بہرحال یہ تجویز اچھی تھی یا بری سلطان نے مسترد کر دی اور اس نے اس کے متعلق پھر کچھ نہیں سنا۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے ہمیشہ اس تجویز کی نامنظوری سلطان عبد الحمید کی سب سے بڑی غلطی نظر آئی۔"

تاریخ کا دھارا :

یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ عالم شباب کا بھرپور دور آغا خان نے یورپ میں تمام رنگینیوں و رعنائیوں کے ساتھ گزارا ان کی پوری زندگی ایک امیر رئیس زادے اور ممتاز بین الاقوامی شخصیت کی حیثیت سے تزک و احتشام و پر تعیش طور پر گزری بالکل اسی طرح جس طرح مغربی ممالک میں یورپ کے لارڈ' ڈیوک یا دنیا بھر کے شاہی خاندانوں کے شہزادے گزارتے ہیں۔ آغا خان سوئم کی جاذب نظر شخصیت خوش خلق' خوش الحانی' خوش مزاجی' خوش لباسی اور خوش نصیبی وغیرہ وغیرہ کے ساتھ دانشمندی تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی دلکشی میں "غبغب" نے مزید اضافہ کا سامان کر دیا تھا (تھوڑی کے نیچے لٹکا ہوا گوشت "غبغب" جو انسان کی خوبصورتی میں شمار ہے۔)

ایسے لوگوں کی زندگی از خود داستانوں سے مرصع ہوتی ہے کیوں کہ وقت ایسے لوگوں کے گرد محو سفر رہتا ہے اسی نسبت سے تاریخ ان کے درمیان گردش کرتی ہے۔ وقت کے دھارے کا اتار چڑھاؤ ان کے روبرو قرار پاتا ہے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے بلکہ یہ کہا جائے تو صحیح ترجمانی ہوگی کہ دولت مندوں کی اولاد کو شہزادوں کی طرح زندگی گزارنے کا موقع پیدائشی طور پر فراہم کیا جاتا ہے عام طور پر ان کی زندگی بڑی پراسرار واقع ہوتی ہے جس کی تاریخ عالم گواہ ہے۔ آغا خان سوئم کا ذاتی کردار محض گھڑدوڑ کے شوقین کے طور پر شہرت کا محتاج نہیں بلکہ چند پراسرار اور مخفی پہلوؤں کا بھی حامل رہا ہے باوجود اس کے

آغا خان سوم کا بھرپور دورِ شباب

گھڑ دوڑ کا شوق ۱۹۳۰ء

برصغیر میں ان کی شخصیت کو طویل عرصہ تک بڑی زبردست اہمیت حاصل رہی جو کہ ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر ہمیشہ تسلیم کی گئی خواہ اس کا تعلق سیاست' سیاحت و صحافت سے ہو یا اقتصادی اور سماجی امور یا دیگر شعبہ ہائے زندگی سے ہی کیوں نہ ہو انہوں نے اپنے متعلق کئی مواقع پر کھل کر صاف صاف الفاظ میں اظہار رائے بھی کیا۔ ان کی مشہور یادداشتوں کی سوانح: The Memoirs Of Aga Khan IIIrd

Published by : Cassel And CO Ltd London 1954.

(جو ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ متذکرہ آپ بیتی سے متعلق چیدہ چیدہ اقتباسات اس کتاب کے اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں) جس میں ان کی زندگی کے شب و روز کا مفصل حال موجود ہے۔ ایک طرف یورپ کی تمام آسائشیں ان کے پہلو میں موجزن رہیں۔ جس طرح کہ موجودہ آغا خان ہزہائینس پرنس کریم کو میسر ہیں گو کہ وقت کے تغیرو تبدل کی وجہ سے بعض ممالک کی ماضی کی ملکی پالیسی میں اب کچھ قدرے ردوبدل ضرور رونما ہوا ہے جیسے کہ ہندوستان میں آغا خان کے ذاتی کاروبار و جائیداد پر (خواہ اس کا تعلق نجی آمدنی یا جماعت خانوں سے مذہبی طور پر وصول کردہ رقوم سے ہو) انکم ٹیکس' جائیداد ٹیکس اور دولت ٹیکس عائد کر رکھا ہے۔

جبکہ پاکستان میں انہیں یہ استثنائی حقوق حاصل ہیں کہ ذاتی ملکیت و کاروبار کے علاوہ دیگر تمام جماعت خانوں سے مذہبی طور پر وصول کردہ اربوں روپے سالانہ کی آمدنی پر ان کو انکم ٹیکس و دولت ٹیکس کی تقریباً مکمل چھوٹ حاصل ہے جو کہ قیام پاکستان سے لے کر آج روز تک قائم و دائم ہے خواہ مذکورہ جماعت خانے ان کی ذاتی' نجی (پرائیویٹ) جائیدادوں پر بنائے گئے ہوں یا حکومت یا دوسرے خود مختار اداروں سے رفاہی قطعات اراضی (Amenity Plots) کے طور پر برائے نام قیمت ادا کر کے ٹرسٹ یا کسی مذہبی ادارے کے نام پر' یا اس یقین دہانی کی بنیاد پر لئے گئے ہوں کہ ان کو برادری کے مذہبی اور خیراتی مقاصد کے لئے ہی استعمال کیا جائے گا اسی نسبت سے ان جماعت خانوں کو ملکی قوانین کے تحت آمدنی ٹیکس' پراپرٹی ٹیکس اور دولت ٹیکس کی چھوٹ کے مروجہ ضابطوں کے تحت

آغا خان سوم

۱۹۴۸ء میں ڈربی ریس جیتنے پر "مائی لئو" ریس کے گھوڑے کے ساتھ

استثنائی حقوق حاصل ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان کے جماعت خانوں کو اسماعیلی برادری سے مختلف مذہبی مدوں میں "رسوم اور طریقوں" کے نام پر ماہانہ کم از کم اڑتیس (۳۸) کروڑ روپے کی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

● تاریخی شواہد سے جو سوا سو سال قبل سے اخذ کئے گئے یعنی ۱۸۶۶ء میں سر جوزف آر نولڈ نے آغا خان کی سالانہ آمدنی کا تخمینہ ایک ہزار پاؤنڈ اسٹرلنگ پیش کیا تھا جو کہ موجودہ صدی کی ابتداء پر یعنی ۱۹۰۱ء تک بڑھ کر بارہ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ سالانہ تک پہنچ گیا۔ واضح رہے کہ یہ ان ایام رفتہ کی بات ہے جب فی پاؤنڈ اسٹرلنگ کی شرح تبادلہ پندرہ روپیہ' ہندوستان میں رائج سکہ وقت کے برابر تھی۔ (ح:۷) جبکہ متذکرہ ایام میں فی تولہ سونے کی قیمت صرف تیرہ روپے تھی!

ماضی بعید کے مقابل حالیہ ایام میں باوجود متذکرہ استثنائی سہولت کے پرنس کریم آغا خان نے حکومت پاکستان کے جاری کردہ ۹۳ ۔ ۱۹۹۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں اپنی جائیداد کی آمدنی فقط ایک لاکھ روپیہ ظاہر کی اور اس پر ایک ہزار ۸۲۹ روپے صفر پیسہ انکم ٹیکس ادا کیا۔ جبکہ مذکورہ سال میں دولت ٹیکس سے متعلق سینٹرل بورڈ آف ریونیو کی جانب سے جاری کردہ ویلتھ ٹیکس ڈائریکٹری کے مطابق پرنس کریم آغا خان نے دائر کردہ گوشوارہ میں پاکستان بھر میں اپنی دولت فقط ۹۳ لاکھ ۴۹ ہزار ۴۷ روپے صفر پیسہ ظاہر کی اور ایک لاکھ ۴ ہزار ۳۶۴ روپے دولت ٹیکس ادا کیا پرنس صدر الدین نے فقط ۳۵ لاکھ ۸۶ ہزار ۱۱۷ روپے صفر پیسہ اپنی دولت ظاہر کی اور ۱۹ ہزار ۸۳۴ روپے دولت ٹیکس Wealth Tax ادا کیا۔ امر یہی پیش کرتے ہوئے انگشت بدنداں ہوں کہ بین الاقوامی سطح پر اعلیٰ ترین شہرت کی بلندیوں کو چھونے اور زبردست کاروباری ساکھ و بیش بہا دولت کی حامل شخصیت کا پاکستان میں سرمایہ کاری "Investment" کی طرف رجحان کا نہ ہونا یعنی عدم دلچسپی واقعی قابل تعجب ہے جبکہ مغربی ممالک میں ان کے اثاثوں کی تفصیل ذیل پر واقعی رشک آتا ہے:۔

"علاوہ ازیں نجی سرمایہ کاری اور انشورنس میں لگائے ہوئے سرمائے کی آمدنی کا اندازہ

ایک بلین امریکی ڈالر ہے۔ اس کے علاوہ ایسے سنڈیکیٹ جن میں سیاحت کی ترویج و ترقی (برائے سارڈینیا ایئرلائن کے اثاثے شامل ہیں) کا تخمینہ ایک اعشاریہ تین بلین ڈالر ہے۔ پر تعیش اطالوی ہوٹلوں کا مشہور سلسلہ جو "سیگا گروپ" (Ciga) کہلاتا ہے آغا خان کی ملکیت ہے۔ واضح رہے کہ وینس کے عالمی شہرت یافتہ دو محل Gritt اور Den Ieli بھی اسی سیگا گروپ کے اثاثوں میں شامل ہیں۔ ان سب کے علاوہ Fimpar کمپنی جو ایک سو پینتالیس بلین ڈالر سے قائم کی گئی ہے کے ۷۰ فیصد شیئرز بھی آغا خان کی ملکیت ہیں ان کا ایک خصوصی Port Folio ہے جس کے اثاثوں کا تخمینہ ایک بلین ڈالر لگایا جاتا ہے۔ جوٹ ملوں، گھڑدوڑ کے اداروں، خون جمع کرنے کے ادارے، آئل ریفائنریز، ماربل فیکٹریز وغیرہ کی ایک بہت بڑی تعداد بھی ان کی ملکیت میں شامل ہیں۔ (ح: الف)

● مذکورہ تمام آمدنی سرمایہ، منقولہ و غیر منقولہ اثاثے، تمسکات اور آغا خان کی تمام دولت جو کہ ایک منظم ٹرسٹ کے توسط سے عطیات کی صورت میں قبول کئے جاتے رہے ہیں جبکہ متذکرہ ٹرسٹ کی ملکیت کے قانونی حقوق بہرحال پوری جماعت کو حاصل ہیں جبکہ آغا خان ذاتی طور پر ٹرسٹ کے فعال سرپرست کا استحقاق رکھتے ہیں اور چیف ٹرسٹی متصور کئے جاتے ہیں باوجود ان سارے احوال کے مندرجہ ذیل فرامین کے بموجب "حاضر امام" تمام ذرائع کو ازخود ذاتی آمدنی میں شمار فرمالیتے ہیں:۔

* اسی نرجی کو دشون (دسواں حصہ) اگر آپ نر علی کو دشون دیتے رہیں گے تو آپ کی آل اولاد اور مال میں برکت ہوگی اور وہ یعنی علی آپ کا ایمان سلامت رکھے گا اس لئے کہ ہمارا یہ نر علی (پوری کائنات کا) خالق ہے۔ (ح: ۸)

* ست گرجی کی خدمت "دشوند" دیتے رہئے اور چالیسواں حصہ پیر کو دیتے رہئے اور بے شمار "سکریت" دیتے رہئے۔ جو خلوص دل سے "دشوند اور سکریت" دیتے ہیں ان پر جب آخری گھڑی آئے گی (یعنی موت کا وقت) تو یہ آپ (امام) کے پاس پہنچیں گے۔

(ح: ۹)

اس فرمان کے برخلاف کہ چالیسواں حصہ (ایک سو پر ڈھائی روپے بنتے ہیں) جبکہ بر

خلاف فرمان "ون فور" یعنی ایک سو پر پچیس روپے اور "ون ایٹ" (آٹھواں حصہ) یعنی ایک سو پر ساڑھے بارہ روپے لیتے ہیں فرمان کے بموجب حاضر امام کے حضور صرف سو پر ڈھائی (چالیسواں حصہ) ادا کرنے پر باقی رقم مکھی و عہدیداران حضرات خود ہڑپ کر جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ اسماعیلیوں کے خدا کے طور پر جماعت خانوں میں عبادت کے لائق تسلیم کئے گئے جس کی صداقت اس فرمان سے ثابت ہے:۔ (ل)

* "ہم اسماعیلی رسوم' طریقہ اور عقائد کے تحت "امام حاضر صلوات علیہ" پرنس کریم آغا خان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے آقا و مولا شاہ کریم الحسینی آغا خان کی مقدس تصویر "مہر" کو سجدہ کرتے ہیں۔" * "ہم اسماعیلی (آغا خانی) حاضر امام کے مرید خدا کا نور جو حاضر امام میں روشن ہے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔" (ح:۱۰)

* "ہم نور پرست ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا نور پر ایمان ہے۔ اور اسی نور کو ہم سجدہ کرتے ہیں۔" (ح:۱۱) ان تمام تعلیمات میں توہین آمیز الفاظ پر میں ہمیشہ حیران ہوتا تھا۔ (ن)

میں نے جس اسماعیلی مروجہ نصاب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اس میں ایک سوال تھا کہ:(ن) * "خدا تعالیٰ کا ظاہر روپ کیا ہے؟ اس کا جواب تھا حاضر جامہ کا دھنی شاہ کریم الحسینی امام حاضر کہ جس میں خدا کا نور ہے۔ جو ظاہر میں نور کا حامل جسم ہے۔ اسی کا نام شاہ کریم الحسینی امام حاضر ہے۔" (ح:۱۲) (ل)

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے جس خلوص سے آغا خان کی دن رات عبادت کی تھی وہ خالصاً" خدا "صحیح اللہ" سمجھ کر ہی کی اب مجھے جیسے جیسے پتہ چلتا گیا کہ "آغا خان" بشری تقاضوں کے تحت وہ ہی حیثیت رکھتا ہے جو ایک عام بشر ہو کہ اس کا مقام کچھ اور ہے اور اس کا کچھ اور! بس وہ دن ہی میرا اسماعیلی مذہب کو صحیح طور پر سمجھنے کا پہلا دن تھا۔ میں انسانی فطرت کے تحت سمجھنے لگ گیا تھا کہ آغا خان محض ایک عام انسان کے سوا کچھ نہیں جبکہ انسانوں میں بھی اچھے اور برے انسان موجود ہیں اور آغا خان کا شمار کن میں ہونا چاہیے اس کا فیصلہ کرنا کوئی خاصا مشکل کام نہیں۔

اس نقطہ ارتقاع کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے علم الابدان کے ماہرین کا یہ مقولہ ذہن نشیں رہے جو کہ ایک عام فہم سی بات ہے کہ "ہر انسان فطری طور پر پیشاب اور پاخانہ بنانے کی مشین تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ غلاظت و تعفن کا مرکز بھی ہے۔"

باوجود ان تمام بدنی خواص کے اس انسان کا دوسرا رخ اس کی عظمت کا اظہار اس کے نیک اعمال' معاشرتی فلاح و بہبود یعنی رفاہ عام اور انسانیت کی بلا معاوضہ خدمات میں مضمر ہے۔ جس کی موجودہ دور میں بہترین مثال انسانیت کے مخلص خدام کے طور پر تمام شعبہ ہائے زندگی کی کئی معروف شخصیتوں میں سے ہر دلعزیز مشہور سماجی کارکن مولانا عبد الستار ایدھی کے نام کے ساتھ وکلاء برادری کے چیدہ چیدہ معروف ایڈوکیٹس حضرات میں سے محمد اثر حسین' اسماعیل پڈھیار' مظفر الحق' خالد ہمایوں' انصار برنی اور ضیاء اعوان کے علاوہ ہم "تحریک اصلاح معاشرہ پاکستان" اور جذام کے مریضوں کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے والی عظیم خاتون "ڈاکٹر روتھ فاؤ" کا نام بصد خوشی پیش کرتے ہوئے دنیائے کرکٹ کے معروف اور "ورلڈ کپ" کے عظیم فاتح بین الاقوامی شہرت یافتہ کھلاڑی "عمران خان" کی مثال دے سکتے ہیں۔ یہ نام جو اب شوکت خانم میموریل کینسر اسپتال کی نسبت سے انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے سرشار اور بے لوث خدمات کی وجہ سے شہرت کی عظیم بلندیوں کو چھونے کا باعث ثابت ہونا شروع ہو چکا ہے ان معروف ناموں کے علاوہ ملک کے گوشے گوشے میں سینکڑوں ہستیاں کار خیر کے کاموں میں انسانیت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

دیگر ازیں کرہ ارض پر پھیلے ہوئے بنی نوع انسانوں کی خدمت میں مصروف عمل مسیحاؤں میں مدر ٹریسا اور ماضی کے مشہور زمانہ برطانیہ کے پاپ سنگر کیٹ سٹیون (Cat Stavon) نو مسلم "یوسف اسلام" کی بے لوث خدمات کا اعتراف ہمارے لئے باعث سعادت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سستی شہرت کے بھوکے نہیں بلکہ شہرت ان کے قدم چومتی ہے یہ محض بلا تفریق مذہب' حسب و نسب' قومیت و لسانیت کے تعصب کو رد کرتے ہوئے صرف اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت میں مگن ہیں جبکہ آغا خان اسپتال

کراچی باوجود اپنی زبردست بین الاقوامی شہرت، عالیشان عمارت اور مہنگے علاج معالجے کی بناء پر غریب، نادار اور مفلس مریضوں کی بے لوث خدمات سرانجام دینے سے قاصر رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ غریب عوام کے نام پر حاصل کردہ مراعات یافتہ اسپتال میں سے "ویلفیئر اسکیم" کے عوض سہولت کا حصول تو درکنار اسپتال کی عمارت تک پہنچنے کی غرباء، مساکین لوگوں کو رسائی تک حاصل نہیں۔

■ مرد مومن مرد حق :

کسی قسم کی سیاسی وابستگی یا ہمدردی کے حامل نہ ہونے کے باوجود ایک عام شہری کی حیثیت سے ۱۹۸۳ء کے اس یادگار دن کو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا جب آغا خان میڈیکل یونیورسٹی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ منشور عطا کرنے کی تقریب میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق (شہید) ان نعروں کی گونج میں پنڈال میں قدم رنجہ ہوئے ہر طرف سے زور دار آوازیں بلند ہو رہی تھیں "مرد مومن مرد حق۔ ضیاء الحق ضیاء الحق" اس سماں کو محققین نے تاریخ ساز واقعہ محض اس بناء پر قرار دیا تھا کہ اس روز پرنس کریم آغا خان نے صدر مملکت کو تیرہویں صدی کا نایاب قدیم نسخہ "قرآن پاک" پیش کیا جسے صدر نے قبول کرتے ہوئے عقیدت سے چوم لیا اس کے ساتھ ہی فرط جذبات سے مغلوب ہونے پر وہ آغا خان سے بغل گیر ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے کے رخساروں کا بوسہ لیا۔ اس تقریب کا سب سے مسحور کن لمحہ وہ تھا جب آغا خان یونیورسٹی کے احاطہ میں صدر ضیاء الحق نے اپنے دست مبارک سے مستقبل میں تعمیر کی جانے والی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور آغا خان "پرنس کریم" کی موجودگی میں سینکڑوں مدعوئین نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض پیش کرتے ہوئے دعا کے لئے اپنے ناتواں ہاتھ اٹھائے تاکہ مسجد کی تعمیر بخیرد خوبی جلد سے جلد تکمیل کے مراحل طے کرسکے۔ تقریب کے اختتام پر اسماعیلی برادری کی طرف سے ڈاکٹر حبیب پٹیل نے آغا خان کو ایک قدیم قرآنی نسخہ بھی پیش کیا تھا جسے پرنس کریم آغا خان نے بوسہ لے کر اپنی آنکھوں کو لگاتے ہوئے قبول کیا۔

آج بارہ سال کا عرصہ گزرنے پر میں یہ باور کرانے میں حق بجانب ہوں کہ وہ سب کچھ ڈھونگ تھا کیوں کہ متذکرہ مسحور کن لمحہ کو شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دیا گیا اور مسجد کی تعمیر

تو اپنی جگہ بلکہ زمین پر مسجد کی بنیاد کھودنے کے لئے ایک کدال (گینتی) کی ضرب سے ابتداء کئے جانے کی کوئی خبر کبھی اخبارات کی زینت آج تک نہیں بنی جبکہ "سنگ بنیاد" کو اکھاڑنے کی کوششیں بھی زیر عمل ہیں تاکہ "یادگاری پتھر" کے وجود کو ہی مٹا دیا جائے۔ یہ سب کچھ نماز کے منکرین کی ریشہ دوانیاں ہیں ورنہ یہ کوئی اتنا بڑا پروجیکٹ بھی نہ تھا کہ آغا خان میڈیکل یونیورسٹی والے بارہ سال کی مدت میں ایک مسجد بھی تعمیر نہ کرا سکیں۔ احوال واقعی یہ ہے کہ آغا خان میڈیکل یونیورسٹی میں مسجد کی تعمیر کبھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ نماز کے منکر یہ گوارہ نہیں کر سکتے کہ مسجد بنوا کر جماعت خانہ کی اہمیت کو گھٹایا جائے جب کہ تسلیم شدہ حقیقت آغا خانی درسی کتب سے مصدقہ طور پر ثابت ہے کہ "جماعت خانہ ہماری عبادت گاہ ہے" باقی رہا مسجد کے سنگ بنیاد کا رکھا جانا تو عرض کیا جاچکا ہی کہ ماضی میں وہ سب کچھ صدر مملکت کو متاثر کئے جانے پر مراعات حاصل کرنے کا بہانہ تھا!

یہ باور کرا دینا اہمیت کا حامل ہو گا کہ آغا خانی کمیونٹی کے زیر کنٹرول تمام اداروں میں اس مثال کا فقدان ہے کہ کوئی یتیم خانہ، دارالامان یا مسافر خانہ تک کی کوئی سہولت دستیاب ہو۔ باقی دیگر تمام فلاحی کاموں کے پیٹے گئے ڈھنڈورہ کی قلعی کھول دینے کے لئے بس یہ کہہ دینا کافی ہے کہ:

"سچائی پر مبنی حقیقت یہ ہے کہ مفت فلاحی کاموں کا انسانی ہمدردی یعنی Charity Basis کے نظریہ کے تحت کوئی تصور موجود نہیں بلکہ ہر ادارہ منافع بخش پیداواری اکائی (Generating Unit) کے طور پر فعال کردار ادا کر رہا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ عام مخلوق خدا کو ان سے وہ فیض میسر نہ ہو سکا جس کی غریب عوام الناس شدت سے توقع کر رہے تھے۔ البتہ مذکورہ بالا نامور ہستیوں کے طفیل ایک عام غریب آدمی کو وہ سہولتیں خیراتی اسپتالوں و اداروں سے میسر ہوئیں جو ان کے واہمہ میں بھی نہ تھیں۔ میرا مطلب ہے کہ ایک عام پاکستانی شہری کو جو اس مملکت کی خاموش اکثریت تسلیم کی جاتی ہے اور جو اس ملک کے اصل وارث ہیں!

◆ باوجود ان تمام بیان کردہ اوصاف کے جو انسانیت کی خدمت کے لئے لازم و ملزوم ہیں

اور دین اسلام بھی جن کی ہر حالت میں تلقین کرتا ہے اور جن کا اقرار کیا جانا ہی مستحسن عمل ہے بہرحال انسانیت کی عظمت و بڑائی کا جو معیار اللہ کی نظروں میں ہے۔ اب اگر دینی نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لیا جائے تو دین نے اس کا معیار زہد و تقویٰ مقرر کیا ہے۔

○ ترجمہ : درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (الحجرات ۴۹/۱۳)

○ ترجمہ : نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلئے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکواۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں یہ راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔ (البقرہ۔ ۲/۱۷۶)

❁ بھلا وہ انسان کیسے بڑا ہو سکتا ہے جو خود اپنی عبادت کرائے یا خود کو سجدہ کرائے ہاں وہ برا ضرور ہو سکتا ہے۔ میں نے بالا آخر تجزیہ کیا کہ "آغا خان" نے آج تک تو کوئی ایسی بات نہیں کی جسے کوئی فرد ثبوت کے طور پر پیش کرسکے بلکہ تمام مشرکانہ باتیں ان سے منسوب کی گئی ہیں لیکن یہ تمام باتیں منسوب کرنے والے کون لوگ ہیں؟ یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ یہ آغا خان کے متبعین ہماری قوم کے وہ لیڈر، عہدیدار اور مبلغین (مشنری) ہیں۔ جنھوں نے مشرکانہ اور کافرانہ مفروضے گھڑ کر "آغا خان" سے منسوب کردیئے جب کہ حقیقت میں یہ بات درست ہے کہ نہیں اس کا فیصلہ مستقبل قریب میں ہونا باقی ہے!

باوجود اس تردید کے آغا خانی قوم کا اجتماعی طور پر جماعت خانے کی طرف رجوع اور عقائد و نظریات کے مشرکانہ اور کافرانہ ہونے کے ان پر اندھا اعتماد، اور آغا خان کی خدا کے طور پر عبادت کئے جانے پر بھی ان کو (آغا خان کو) اس کی خبر تک کا ہونا یا نہ ہونے کے راز کے افشا سے متعلق ایک پردہ ہے جس پر کبھی نہ تو کبھی غور کیا گیا اور نہ ہی توجہ دی

گئی۔

• باید و شاید اس صیغہ راز کے اکثر و بیشتر اسماعیلی برادری کے زخم خوردہ افراد اپنے سماجی و معاشرتی مسائل کے حل کئے جانے کی امید میں آغا خان کو باقاعدہ رجسٹری خطوط بھی ارسال کرتے رہتے ہیں۔ جس کی ایک مثال جناب عبد الکریم رجب علی فیڈرل بی ایریا کراچی کی ہے۔ جنہوں نے مندرجہ ذیل کھلا خط کئی سال قبل ارسال کیا تھا یہ الگ بات ہے کہ آج روز تک اس کا جواب نہ تو ان کو موصول ہوا اور نہ ہی کوئی ازالہ و تلافی کے طور پر ان کے تنازعہ میں پیش رفت یا کوئی سنوائی ہوئی ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کھلا خط

ترجمہ

رجسٹرڈ بیمہ شدہ مراسلہ:

بتاریخ: ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ ہجری (شب قدر)

۲۳ر اپریل ۱۹۹۰ء

ایچ آر ایچ پرنس کریم آغا خان کے نام:

شاہ کریم الحسینی

شیعہ امامی اسماعیلیوں کے انچاسویں امام حاضر،

سیکریٹریٹ سن الثیمز ایل، آغا خان،

ایگلیمونٹ ۶۰۲۷۰ گووی یو کس (فرانس)

سلام علی من اتبع الھدیٰ،

میں ایک پیدائشی اسماعیلی ہوں اور پہلے اکثر و بیشتر جماعت خانے میں حاضری دیتا تھا۔ اور چاند رات کی مجالس میں توجہ سے وعظ سنتا اور اس پر غور کرتا جو کچھ مذہبی کتابچ

حاصل ہوتیں انہیں پڑھتا اس کے علاوہ ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کی مذہبی نشر و اشاعت بھی دلچسپی اور توجہ سے سنتا' دیکھتا اور پڑھتا۔ کبھی ترجمہ سے قرآن مجید اور دوسری کتابیں دوست احباب سے حاصل کر کے پڑھتا۔ اسی طرح تلاش حق میں یہ احساس ہوا کہ اگر میں اسماعیلی رہنا چاہوں تو مسلمان نہیں رہ سکتا اور مسلمان رہنا چاہوں تو اسماعیلی نہیں رہ سکتا۔

جو کچھ اسماعیلی لٹریچر اور مشنریوں سے میں نے سمجھا تو یہ عقائد کہ آپ ہی کو اللہ ماننا چاہئے آپ ہی کے احکام کو آخری ماننا چاہئے پھر کیوں نہ وہ قرآن اور حدیث سے صریحاً متصادم ہوں۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقے کے برخلاف پنج گانہ نماز فرض نہ ہونا' ماہ رمضان کے روزے اور حج فرض نہ ہونا' کلمہ میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صحیح اللہ سمجھنا' حاضر امام یعنی آپ کو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمجھنا' آپ سے گناہوں کی معافی طلب کرنا۔ یہ تمام باتیں قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر پرکھنے پر فراڈ ثابت ہوئیں۔

مشنریوں کے وعظ کے مطابق اگر آپ خالق ہیں (نعوذ باللہ) تو مخلوق کی تمام بشری کمزوریاں آپ میں کیوں ہیں۔ مثلاً کھانا' پینا' شادی' اولاد ہونا' بیمار ہونا اور مرنا جینا وغیرہ۔ الغرض کوئی ایسی کمزوری نہیں جو مخلوق میں ہوتی ہو اور آپ میں نہ ہو اور آپ فطری تقاضوں سے کسی طور پر آزاد بھی نہیں ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ بہت ممکن ہے کہ آپ کو بہت سی ایسی باتوں کا علم نہ ہو جو آپ کے مشنری آپ کے بارے میں اسماعیلیوں کو سکھاتے اور سمجھاتے ہیں۔ مگر یہ ہے تو آپ کی ذمہ داری کہ آپ نے پوری اسماعیلی قوم کو ایسے لیڈروں کے حوالے کیوں کر رکھا ہے اور خود اس سے بے خبر ہو کر ہمیں ذاتی طور پر Attend (اٹینڈ) بھی نہیں کرتے۔

آپ کے تمام فرامین صرف اور صرف صحت' تعلیم' تجارت اور سیاست سے متعلق ہوتے ہیں۔ دینی معاملات پر آپ پر اسرار طور پر خاموش رہتے ہیں اور کوئی دینی رہنمائی نہیں فرماتے حالانکہ آپ کو "مذہبی رہنما" کہا جاتا ہے اور آپ کا تعارف "روحانی پیشوا" کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

بہرحال مجھے اس سے کوئی غرض نہیں آپ جانیں اور آپ کے پیروکار' میں نے اپنی مرضی سے اسماعیلی مذہب سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا ہے اور یہ میرا جمہوری حق ہے۔ میرے اس "جرم" پر آپ کے لیڈروں کی جانب سے مجھے شدید مالی' ذہنی' جسمانی اور روحانی اذیتیں پہنچائی گئیں اور یہ سلسلہ جور و ستم ابھی تک نہ صرف یہ کہ جاری ہے بلکہ روز افزوں ہے اور ان سفاک درندوں کو اب بھی تسکین نہیں ہوئی۔

میں نے اسلام قبول کیا تو ان لیڈروں نے میری بیوی اور بچوں کو مجھ سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی مجھے غنڈوں سے پٹوایا۔ مجھے اغواء کرنے کی کوشش کی' قتل کی دھمکی دی نوکری سے نکلوادیا' کرایہ کے مکان سے بے دخل کروایا۔ پھر جب میری بیوی نے اسلام قبول کیا' (علماء' اہل محلّہ اور دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں اس نے اسلام قبول کیا) جس پر باقاعدہ اسے "سند اسلام" جاری ہوئی' کریم آباد' اسماعیلیہ کاؤنسل والے میری بیوی اور بچے کو اغواء کرکے لے گئے اور انہیں ابھی تک حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔ پھر جب میں اپنے سسرال گیا تو مجھے ذلیل کرکے نکال دیا اور بیوی بچوں سے ملنے نہیں دیا۔ تھانے رپٹ کرائی تو میری کوئی سنوائی نہ ہوئی الٹا مجھے بلوا کر خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔ ان تمام جرائم میں حیدر آباد اور کراچی کی اسماعیلیہ کاؤنسل کے کرم فرما برابر کے شریک ہیں۔

یہ اسماعیلی لیڈر اور مشنری جنہوں نے ہماری کمائی سے آپ کی عبادت کرنے کی فیس کا نظام وضع کیا ہے یہ مشنری جماعت خانوں میں گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے امام میں حلول کیا ہے۔ یعنی دنیا میں خدا آپ کے روپ میں موجود ہے لیکن عام مسلمانوں کے درمیان آکر انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے اور بھیگی بلی بن جاتے ہیں اور پھر تعلیم دیتے ہیں کہ ہمیں اپنا مذہب چھپانے کا حکم ہے گویا یہ چوری کا مال ہے۔ بھلا جو شخص اپنے عقائد کو حق سمجھتا ہو وہ کھلے پلیٹ فارم سے اس کا اظہار کیوں نہیں کرسکتا؟ ظاہر کچھ' باطن کچھ یہ منافقت ہمارے مشنری سکھاتے ہیں۔ یہ لیڈر ہمارا بھی مال کھاتے ہیں آپ کا بھی' اور ہمیں بھی دھوکا دیتے ہیں اور آپ کو بھی' دنیا میں ایسا تو کوئی مذہب نہیں ہوتا کہ اپنے عقائد کو حق سمجھے اور پھر اسے چھپائے اور ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اظہار نہ

کر سکے۔

مسجد کی طرف اٹھنے والے قدموں کو توڑ دینا یا انہیں جماعت خانے کی طرف موڑ دینا صرف ایک اللہ کے آگے جھکنے والی پیشانی کو آپ کی چوکھٹ پر لا جھکانا' اللہ کے احکام کی بجائے آپ کے فرامین تسلیم کروانا' نماز' روزے' حج اور زکواۃ کے بجائے ایک خود ساختہ متوازی شریعت کو مسلط کر دینا یہ سب کچھ مشنریوں اور اسماعیلی جماعت کے عہدیداروں کا محبوب ترین مشغلہ ہدف ہے اور طریقہ کار رہا ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس پابائیت کے باوجود ہر سال ہزاروں اسماعیلی آغا خانی مذہب کا طوق اپنی گردن سے نکال پھینکتے ہیں اور دین حق اسلام قبول کر رہے ہیں ؟؟

تمام مشنری صاحبان کے وعظ کے مطابق آپ کو علم غیب حاصل ہے خیر مجھے اس سے کیا' لیکن کم از کم ایک اچھے منتظم کی حیثیت سے آپ کو اپنے وزیروں' اہل کاروں اور جماعتی عہدیداروں کی حرکتوں سے واقف رہنا از حد ضروری ہے۔ بہرحال آپ کو باخبر کرنے کی غرض سے یہ چند حقائق پیش خدمت ہیں۔

میں صرف آپ سے اتنا ہی چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ان لیڈروں کے ظلم سے بچائیں اور میرے ساتھ انصاف کریں میں آپ سے کوئی احسان نہیں چاہتا صرف انصاف چاہتا ہوں۔ دنیا بھر میں آپ کی انسان دوستی کا بڑا شہرہ ہے میں نے آپ سے کچھ زیادہ نہیں چاہا صرف انصاف مانگا ہے اس سے زیادہ میرا کوئی مطالبہ نہیں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو ظالموں کے ہاتھ روکنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ کے جواب کا بے حد منتظر

فقط / طالب انصاف مظلوم نو مسلم (دستخط) عبدالکریم رجب علی

L-۱۲ رقیہ اسکوائر' بلاک نمبر 14

فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸ اسلامی جمہوریہ پاکستان

نوٹ (تمام خطوط بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کیے جائیں)

■ طاغوت :

(طاغوت کی تعریف : اللہ کے قانون کے متضاد' متبادل اپنا خود ساختہ قانون چلانے والا)
لغت کے اعتبار سے ہر اس شخص کو طاغوت کہا جائے گا جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو' قرآن کی اصطلاح میں طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے جو بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دم بھرے اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔ (حاشیہ ۹۰ صفحہ ۱۲۷ ترجمہ قرآن مجید از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

○ ترجمہ : دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (جس کا سہارا اس نے کیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار (اللہ) ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں. یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے (البقرہ ۲/۲۵۶۔ ۲۵۷)

متذکرہ طاغوت کے باطل کی فتنہ پردازیوں کا شکار برادری کے اکثر معزز حضرات جن کو کمال ہوشیاری اور شاطرانہ ہتھکنڈوں سے بدنام کرنے کی روزمرہ سازشیں کی جاتی رہی ہیں اس کے تدارک کے لئے متذکرہ زخم خوردہ حضرات اپنے تیئں ماضی میں کی گئی سماجی و معاشرتی کارروائیوں کو منفی پروپیگنڈہ سے بچانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اس کی ایک مثال پیش ہے جس کا شکار معروف بین الاقوامی ادیان کے محقق و مفکر نومسلم آغا خانی جناب اکبر علی مہر علی (کنیڈا) ذاتی طور پر ہوئے اور جنہیں ناگاہ اپنے کردار کے دفاع اور اپنی نیک نامی کی خاطر ضروری وضاحت جاری کرنا پڑی اس صفحہ پر اقتباس تحریر' مطالعہ کی نذر ہے :۔

■ مسلمانوں کے لئے ایک ضروری وضاحت :

(صباح گروپ انٹرنیشنل پوسٹ بکس نمبر۵۷۹۶ کراچی کی جعل سازی اور دھوکہ بازی سے متعلق)

الحمدللہ میں نے طویل عرصہ قبل اپنا سابقہ آغا خانی مذہب ترک کر دیا کیوں کہ دین اسلام کا مطالعہ کرنے پر مجھ پہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اسلام کی بنیاد وحدانیت پر مبنی ہے اور اس کی ضد شرک یعنی شخصیت پرستی ہے چاہے وہ کسی نام طریقہ یا کسی بھی انداز میں ہو بندگی خالص اللہ سبحان و تعالیٰ کے لئے ہونا چاہئے اس میں کسی بھی دوسری ذات کی ملاوٹ بلکہ اس کا شائبہ تک شرک پیدا کرسکتا ہے اور شیطان نے اپنے اعلان کہ "میں بندوں کو اللہ کی بندگی سے ہٹانے کے لئے ان کے آگے سے آؤں گا پیچھے سے داہنے باہنے سے آؤں گا" جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو شیطان چاروں طرف سے گھیرے رہتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی انداز میں شخصیت پرستی شروع کر دے یہ حقیقت جاننے کے بعد میں نے اپنے صدیوں پرانے آبائی مذہب آغا خانی طریقہ پر غور کیا تو گھبرا گیا کہ اس میں نہ صرف شرک کی حد تک شخصیت پرستی ہے بلکہ کفر کی حدود کو چھو رہی ہے۔

لہٰذا میں نے صدق دل سے اپنے ماضی پر توبہ کرکے قرآن و سنت کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ دیرینہ محبت اور قلبی تعلق کی بناء پر میں مجبور ہوگیا کہ اپنی برادری کے دوسرے افراد کو بھی جہنم کی آگ اور قہر الٰہی سے بچانے کے لئے ان کو صحیح راستہ دکھانے کی کوشش کروں چنانچہ میں نے ۱۹۸۸ء میں انگریزی زبان میں ایک کتاب کنیڈا سے شائع کی جس کا نام ہے: Understanding Ismailism (A Unique Tariqah Of Islam) جسے امریکہ، کنیڈا، یورپ اور پوری دنیا میں بڑے شوق سے پڑھا گیا اس کتاب کا اردو ترجمہ پاکستان سے ۱۹۹۱ء میں ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی نے "حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت" (ایک منفرد طریقہ) کے نام سے شائع کیا جسے اردو پڑھنے والے حضرات نے بے حد سراہا چونکہ میرے اس تبلیغی

کام سے اسماعیلی مذہب کے ان ٹھیکیداروں کے مفادات پر کاری ضرب پڑنا شروع ہوئی جو اللہ سبحان و تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرکے دولت بٹورنے اور رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہیں۔

لہٰذا میرے خلاف مخالفت کا ایک طوفان کھڑا ہوگیا چونکہ میرے آبائی مذہب آغا خانی کا بنیادی اصول کتمان دین (یعنی مذہب کے سہی حقائق کو چھپانا مقصود ہے) اور عامتہ المسلمین کو مغالطے میں رکھنے کے لئے تقیہ کو مذہب کا رکن اعظم قرار دیا گیا ہے (یعنی اپنے عقیدے اور اعمال کے متعلق صحیح باتیں چھپا کر لوگوں کو مصلحت کے تحت جھوٹ بتانا جسے آغا خانی مذہب میں عرف عام میں "باطنی طریقہ" کا نام دیا جاتا ہے) اس لئے میرے مخالفین کے لئے میرے متعلق جھوٹی باتیں مشتہر کرنا اور غلط الزامات لگانا ان کے مذہبی فریضہ میں شامل ہے لہٰذا اس کام کے لئے بدنام زمانہ تنظیم صباح گروپ انٹرنیشنل پوسٹ بکس نمبر۵۷۹۶ کراچی پاکستان کو معرض وجود میں لایا گیا تاکہ جعلسازی دھوکہ بازی اور تقیہ کے تحت جھوٹ باتیں میرے متعلق مشہور کرکے عالم اسلام کے علماء کرام مفکرین عظام اور عامتہ المسلمین کو مجھ سے بدظن کیا جائے۔ میں اپنے تمام ہمدردوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے غلط الزامات اور خاص طور پر ان خطوط' مراسلوں وغیرہ پر جو میرے نام سے منسوب کرکے صباح گروپ انٹرنیشنل نے روانہ اور مشتہر کئے ہیں ان پر اعتبار کرنے کی بجائے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے صباح گروپ انٹرنیشنل کی جعلسازی دھوکہ بازی اور شیطانی سوچ پر مبنی اسلام دشمن ان مکروہ حرکتوں سے بروقت آگاہ کیا۔

میں ہر بار ایسی تحریروں کی تردید اور وضاحت کرچکا ہوں جس سے صباح گروپ انٹرنیشنل کو بدنامی اور رسوائی کے سوا کچھ نہ حاصل ہوا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دھوکے بازی اور جعلسازی کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر تقیہ کا سہارا لے کر اس غلط عقیدے کی بناء پر جو میرے آباء و اجداد کو اور مجھ کو مسلسل تلقین کیا گیا تھا کہ تمام غیر آغا خانی کافر ہیں اسلام سے خارج ہیں۔ اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے تقیہ کرکے بڑے سے برا کام بھی کیا جاسکتا ہے جو کہ عین عبادت تصور ہوگا۔ دشمنان دین اسلام کی طرف سے اب جو

فتنہ تیار کیا گیا ہے وہ یہ خطوط ہیں جو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے میرے نام سے منسوب کر کے علماء کرام، مفکرین اسلام اور عامتہ المسلمین کو روانہ کئے گئے جس میں یہ غلط تاثر دیا گیا ہے کہ جیسے میں دین اسلام کے بنیادی ارکان کا منکر ہوں اور خاص کر اہم رکن اسلام "حج بیت اللہ" کا قائل نہیں ہوں اور سفر حج پر جانا اچھا نہیں سمجھتا ہوں چنانچہ میں یہ اعلان عام کرتا ہوں کہ نہ میں نے ایسا کوئی خط کسی کو تحریر کیا ہے نہ عیاذ باللہ میرے ایسے فاسق عقائد ہیں۔ الحمد للہ میں اسلام کے تمام بنیادی ارکان:۔

توحید، نماز، روزہ، زکواۃ، حج بیت اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ پر صدق دل سے ایمان و یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنا اپنے لئے باعث نجات تسلیم کرتا ہوں اور میرے عقائد میں قرآن و سنت کے خلاف کسی قسم کا کوئی شائبہ تک موجود نہیں ہے لہٰذا میں بڑے عاجزانہ طور پر اپنے تمام مسلم دینی بھائیوں سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ اگر کوئی تحریر جو مجھ سے منسوب ہو یا کوئی افواہ ایسی سننے میں آئے جو اسلام کے متعلق میری طرف سے کسی قسم کا کوئی مغالطہ یا غلط فہمی پیدا کرنے کا باعث ثابت ہو رہی ہو تو اسے قطعی طور پر میری تحریر یا میرا قول تسلیم نہ کریں۔ اور اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی پہلی فرصت میں مجھے براہ راست یا پاکستان میں میرے نمائندہ مقیم کراچی کو مطلع کریں بلکہ میرے ہر دینی بھائی کو یہ حق ہے کہ وہ مجھ سے اس پر وضاحت طلب کرنے میں ایسے حضرات کا ذاتی طور پر بے حد مشکور ہوں گا اور اگر متعلقہ تحریر یا قول خدانخواستہ واقعی میرا ہی ہوا جو قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہے تو اسے اپنی کم علمی سمجھتے ہوئے اپنی اصلاح و رجوع کروں گا اور اللہ سبحان و تعالیٰ سے توبہ و استغفار کروں گا اور اگر وہ مفسدوں کی فتنہ پردازیوں کی کڑی ثابت ہوا تو وضاحت جاری کروں گا۔

شکر الحمد للہ :

اللہ سبحان و تعالیٰ سے میں اپنی و کل عالم کے مسلمانوں کی عزت کی حفاظت و امان کا طلبگار ہوں کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی عزت، عظمت اور قوت والا ہے اور وہ اس پر قادر ہے کہ وہ جسے چاہے عزت عطا فرمائے اور جسے چاہے ذلت و خواری نصیب کرے۔

میں اپنے رب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ہر مشکل وقت میں اسی نے میری مشکل کشائی فرمائی۔ آمین۔ میں ذاتی طور پر بے حد مشکور ہوں ان تمام حضرات کا خاص کر علماء کرام، مفکرین اسلام اور ان تمام دینی اداروں، مدارس اسلامیہ، انجمنوں، تحریکوں، سوسائیٹیوں اور ایسوسی ایشنوں کا کہ جن کے بروقت مجھ سے رابطہ کرنے پر میری توجہ اس امر پر مرکوز کرائی گئی کہ میں صباح گروپ انٹرنیشنل کی جعلسازی، دھوکہ بازی اور مکروہ حرکات (جو میرے خلاف کی گئی ہیں) سے متعلق باقاعدہ وضاحت اپنی تحریر میں جاری کروں جبکہ مفسدین کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا میں اپنا قانونی حق محفوظ رکھتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تفصیلی وضاحت کے لئے پاکستان میں رابطہ : نمائندہ خصوصی (مقیم کراچی)

معرفت:۔

اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

پوسٹ بکس نمبر 8124 مسلم اسماعیلیہ مسجد نزد عائشہؓ منزل

عقب آغا خان میٹرنٹی ہوم بلاک نمبر 7

فیڈرل بی ایریا - کراچی پوسٹ کوڈ 75950

اسلامی جمہوریہ پاکستان

وضاحت جاری کردہ:۔

اکبر علی مہر علی

اے - ایم ٹرسٹ، پوسٹ بکس نمبر 81075 برنابی - بی سی کنیڈا، V5H 4K2

FAX:(604)435-7638 TEL:(604)298-8803

(زیر مطالعہ عنوان کے ضمنی نقطہ وضاحت کا اختتام)

کی بہ زکواۃ کا حق دار صرف۔۔۔

❁ اسماعیلی زکوٰۃ (دسوند) جماعت خانے میں جمع کراتے ہیں تاکہ وہ اجتماعی طور پر حاضر

امام کو پہنچ جائے ہمیں جو تعلیم دی جاتی وہ یہ کہ دسوند (زکواۃ) کا حق دار صرف اور صرف "حاضر امام" ہے زکوٰۃ کی رقم کے متعلق ان سے کوئی بھی حساب طلب نہیں کر سکتا جب کہ "حاضر امام" خود کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بالواسطہ نسل سے ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ اسماعیلی روز مرہ کے اخبارات میں اوز درسی کتب میں جب یہ پڑھتے ہیں کہ: "ایک مرتبہ امام حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی جس پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو منع کرنے اور کھجور پھینک دینے کے لئے بطور تنبیہہ "کخ کخ" کہا اور پھر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا "کیا تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ و زکوٰۃ نہیں کھاتے۔" (بحوالہ بخاری و مسلم۔ راوی حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اب یہ بات کس طور پر سمجھائی جائے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے اہل و عیال یعنی اہل بیت پر صدقہ اور زکوٰۃ کی ممانعت فرماتے ہیں۔ لیکن "حاضر امام" بذریعہ فرمان باقاعدہ طور پر زکوٰۃ (دسوند) بچت کی بجائے یومیہ (ہر روز کی) آمدنی پر طلب کرتے ہیں، جو بلا تفریق پوری برادری کے تمام افراد سے جن میں معذور، اپاہج، لاچار، بے سہارا اور بیمار بھی ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ اگر کسی آغا خانی نے اپنی روزانہ کی آمدنی سے اپنے کسی قریبی دوست کو ایک چائے کی پیالی پلادی تو بھی اس کی قیمت کی رقم پر بحساب ایک روپیہ پر ساڑھے بارہ پیسہ کے حساب سے از خود دسوند جماعت خانے میں جمع کرانا لازمی ہوگا۔ اسی طریقہ کے عین مطابق دیگر "دسوند" جبراً وصول کی جاتی ہے خواہ صاحب نصاب ہو یا بے روزگار و بے سہارا، بیوہ و یتیم بھی مستثنیٰ نہیں ہیں جبکہ اسلام زکواۃ کے مصرف کو غیر صاحب نصاب افراد معاشرہ کی مدد کے وسائل کے طور پر امداد فراہم کرنے کا ذریعہ بنانے کی تلقین کرتا ہے۔ واضح رہے کہ نصاب زکواۃ کی شرح کا تعین سالانہ آمدنی کی بچت پر ڈھائی فیصد شرعی طور پر مقرر ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل الفاظ اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کے عین متضاد ہیں:۔ (ل)

* "ست گرجی کی خدمت "دشوند" دیتے رہئے اور چالیسواں حصہ پیر کو دیتے رہئے۔

اور بے شمار "سکریت" دیتے رہئے جو خلوص دل سے دشوند اور سکریت دیتے ہیں ان پر جب آخری گھڑی آئے گی (یعنی موت کا وقت تو یہ آپ (امام) کے پاس پہنچیں گے۔" (ایضاً)

■ دھن پاک :

آغا خانی قوم میں یہ سہولت موجود ہے کہ کسی بھی جائز ناجائز قانونی یا غیر قانونی ذرائع مثلاً جوا' سٹہ' تمبولہ' بلیک مارکیٹ یا اسمگلنگ سے حاصل کردہ آمدنی کو پاک کرانے کے لئے "دھن پاک" کے تحت کل آمدنی کا ون فور کے برابر "دسوند" جماعت خانے میں جمع کرا دینے سے متذکرہ تمام آمدنی پاک ہوجاتی ہے۔ چنانچہ زمانہ حال میں معروف "آغا خانی" اسلم نور الدین ناتھا کے جوا' سٹہ اور تمبولہ کے تمام اڈوں سے (جو کراچی شہر میں کئی جگہوں پر طویل عرصہ سے چل رہے ہیں) جو آمدنی حاصل کی جاتی ہے اس میں تمام ریز گاری جماعت خانہ میں ون فور کے تصور کے تحت جمع کرا کے تمام جوا' سٹہ اور تمبولہ کی آمدنی کو پاک کرالیا جاتا ہے۔

■ جابرانہ نظام :

اس صدی کے ابتدائی پانچ عشروں تک زبردستی "دسوند" سوکڑی کی وصولی کا ایک منظم و فعال جابرانہ نظام کسی طور پر ہیبت ناک شکنجہ سے کم نہ تھا ان ایام میں اسماعیلی برادری کے اکثر بزرگ اپنے اپنے خاندان کے اہل خانہ کو خوف دلاتے ہوئے **نصیحتاً** باور کراتے کہ "دسوند سوکڑی کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ ہونے پائے" چنانچہ میرے والد نے دادا حضور کی متذکرہ نصیحت کے ان ہدایتی الفاظ کو مجھے بھی گوش گزار کرایا تاکہ میں ان کی بات کو ذہن نشین کرتے ہوئے اپنے پلو میں باندھ لوں اور کبھی ایسی بھیانک **غلطی** کا مرتکب نہ ہونے پاؤں۔ چنانچہ اس سزا سے بچنے کے لئے میرے والد نے **ایک موقع پر مجھے** بھی خصوصی طور پر بڑے مشفقانہ انداز میں نصیحت کی کہ : "**حاضر امام کے فرمان** کے تحت باقاعدہ دسوند سوکڑی ادا کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھنا ورنہ ایسا نہ ہو کہ "دسوند" نہ دینے والے کرشن کارا کے لواحقین کی طرح تمہیں بھی دنیا میں ہی **مشکلات** کا سامنا کرنا

پڑے"

میں نے والد صاحب سے تفصیل دریافت کی جس پر انہوں نے مختصر الفاظ میں مجھے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ :

"کرشن کارا خود سر' منہ زور اور باغی سوچ کا ایک کڑیل جوان آغا خانی تھا۔ وہ اعلانیہ طور پر برادری کو سنایا کرتا تھا کہ طویل عرصہ سے وہ دسوند نہیں دیتا اور کسی نے اس کا کیا بگاڑ لیا" جب کہ جماعت کے مکھی نے کئی بار اسے تنبیہہ کی کہ "دسوند کی رقم جو اس کے ذمہ ہے جلد سے جلد ادا کردے ورنہ اس کے گھر کسی کی فوتگی ہوجانے پر جنازہ نہیں اٹھنے دیا جائے گا" کرشن کارا نے اس تنبیہہ کو محض دھونس' دھمکی تصور کرتے ہوئے کوئی اہمیت نہ دی شومئی قسمت' چند دن بعد اچانک کرشن کارا کو ہیضہ کا عارضہ لاحق ہوگیا فوری علاج معالجہ نہ کئے جانے اور تساہل کی بناء پر بیماری میں یکسر شدت کا غلبہ ہوجانے پر کرشن کارا تاب نہ لاتے ہوئے موت کا شکار ہوگیا۔ گھر کے افراد نے ساری برادری میں فوتگی کی اطلاع پہنچا دی۔ عزیز و اقارب اور آغا خانی برادری کے دیگر افراد جوق در جوق میت کی زیارت کے لئے پہنچنا شروع ہوئے۔ اسی موقع پر مکھی صاحب بھی اپنی روایتی "بہی کھاتا" (حساب لکھنے کی لمبی سی کاپی) "چوپڑی" لے کر نمودار ہوئے اور پرسا کے حاضرین مجلس و لواحقین سے بارعب آواز میں مخاطب ہوئے "کرشن کارا کے ذمہ جماعت خانہ کے حساب پر حاضر امام کی "دسوند" سوکڑی کی رقم طویل عرصہ سے واجب الادا ہے اگر اس موقع پر یکمشت مطلوبہ رقم ادا نہ کی گئی تو جنازہ اٹھانے کی میں اجازت نہیں دوں گا اور نہ ہی کوئی آغا خانی مومن جنازہ اٹھانے کا مجاز ہوگا کیوں کہ یہ ہی حاضر امام کا حکم ہے" بس پھر کیا تھا جس کسی نے اس سماں یہ الفاظ سنے وہ فوراً ہی میت کے گھر سے نکل کر باہر میدان میں پیپل کی چھاؤں میں جا کھڑا ہوا۔ دیکھا دیکھی برادری کے تمام افراد گھر چھوڑ کر باہر جاچکے تھے اب گھر میں جنازہ کے قریب صرف ورثاء و لواحقین ہی افسردہ و پشیمان کھڑے رہ گئے۔

اسماعیلی برادری میں "سوشل بائیکاٹ" مقاطعہ کی اس سے پر زور فعال کارروائی کی مثال دیکھنے میں کبھی نہ آئی تھی۔ کرشن کارا کے اہل خانہ نے اس کیفیت سے دوچار

زبردست مشکل سے چھٹکارا پانے کے لئے مکھی صاحب سے التجا کی کہ ان کے مرحوم کے ذمہ کیا واجبات ہیں انہیں آگاہ کریں تا کہ رقم کی فوری بے باقی کرکے جان کی خلاصی ہو۔ مکھی صاحب نے آغا خانی برادری کی موجودگی میں پیپل کی چھاؤں میں "بہی کھاتا" چوپڑی سے تمام تفصیل بیان کرنے پر مطلوبہ رقم کا اعلان کیا' جب تک جماعت خانہ کی "دسوند" سوکڑی کے واجبات کی پائی پائی ادا نہ کردی گئی مکھی صاحب نے جنازہ نہ اٹھنے دیا۔ جب سارا حساب بے باق ہوگیا تو مکھی صاحب نے اطمینان بخش طریقہ پر ہمدردانہ لہجہ میں ماتمی الفاظ میں اعلان کیا کہ "حاضر امام' کرشن کارا کی دسوند کو قبول فرمائے ان کی بخشش فرمائے اور ان کو "حاصل میں واصل" کرے۔ آمین" ان الفاظ کی ادائیگی کی تکمیل پر برادری کے افراد میں زبردست جذباتی حرکت پیدا ہوئی اور تمام افراد جنازے کی طرف لپکے چنانچہ اسی پل تدفین کے لئے جنازہ کو اٹھا کر قبرستان لے جایا گیا۔ والد صاحب اپنی بات ختم کرچکے تھے اور میں اس تذبذب کا شکار تھا کہ واقعی مذہبی محصول "دسوند" سوکڑی کے واجبات کی وصولی کے لئے شکنجہ کے طور "مقاطعہ" سوشل بائیکاٹ کی اس سے زیادہ غیر انسانی مثال کرہ ارض پر کسی اور معاشرے میں یقیناً ناپید ہوگی!

■ پچھلے انسانی جنم میں :

میں نے نو روز علی ٹاجی پونا والا کی سوچ کا انداز "دسوند سوکڑی" سے متعلق قدرے مزاح پر مبنی پایا آج سے پینتیس (۳۵) برس قبل وہ اپنے جذبات کا اظہار جب بھی کسی نجی محفل میں کرتے تو دوست احباب مسکراہٹوں کے سمندر میں غوطہ زن ہونے پر مجبور ہوجاتے ان کا پر مغز بیان تھا کہ :

"ایک دفعہ میں اپنے چچا کے ساتھ لی مارکیٹ کے قریب مین سڑک کے فٹ پاتھ پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ اچانک ایک فرد جو گدھے پر سوار سڑک پر محو سفر تھا قریب سے گزرا اور چند قدم آگے چل کر گدھے نے یکدم بریک لگا دیا گدھے کے سوار نے مخصوص انداز میں گدھے کو چلنے کے لئے اپنی آواز میں پچکارا لیکن گدھا "ٹس سے مس" نہ ہوا بلکہ زمین پر دھڑام سے بیٹھ گیا' طیش میں آکر سوار نے ڈنڈے برسانا شروع کئے لیکن گدھا تھا کہ

"دے مار ساڑھے چار" کے مصداق پٹائی پہ پٹائی برداشت کئے جا رہا تھا مگر چلنے کو نہ دے رہا تھا۔"

اسی اثنا چچا جان مزاحیہ انداز میں مجھ سے مخاطب ہوئے :

"تمہیں کچھ خبر ہے یہ ماجرہ کیا ہے ؟" میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ چچا جان نے رازدارانہ انداز میں بتایا کہ "یہ گدھا اپنے پچھلے انسانی جنم میں ایک آغا خانی مکھی تھا اور "حاضر امام" کی جماعت خانہ کی "دسوند سوکڑی" کی رقم میں سے کچھ نہ کچھ مار لیا کرتا تھا بس اس کی سزا اب اپنے جانور کے جنم میں بھگت رہا ہے۔" اس کے ساتھ ہی گدھے کے پاس جا کر چچا جان دھیمے انداز میں اس کے کان کے قریب بولے "لو! جناب مکھی صاحب اب اپنے پہلے جنم میں کئے کی سزا بھگتو اور ہمیشہ ڈنڈے کھاؤ" اس پر گدھا تیزی سے اٹھا اور جھٹ سے رسی چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ گدھے کا سوار بے حد حیران تھا' چچا کے قریب آ کر بولا "آپ نے گدھے کے کان میں کیا منتر پڑھا کہ گدھا بھی گیا اور ساتھ رسی بھی گئی۔" یہ کہہ کر وہ اپنے گدھے کو پکڑنے بھاگ کھڑا ہوا۔ نو روز علی ٹاجی پونا والا کی اس بات پر ہمیشہ محفل کشت زعفران کی طرح کھلکھلا کر قہقہوں کے ڈھیر میں منتقل ہو جاتی۔ اس موقع پر یہ گوش گزار کرتا چلوں کہ بیان کردہ احوال کا مزاح ہونا اپنی جگہ' لیکن یہ برادری میں "دسوند" ادا نہ کرنے والوں کو انتباہ کرنے کا ایک مخصوص انداز تھا' تاکہ ہر پہلو "دسوند" کی ادائیگی کا پرچار کیا جاتا رہے۔ اس انداز بیان کو جماعت کے اعلیٰ عہدیداروں کی طرف سے اس بناء پر پذیرائی حاصل رہی چونکہ مزاح کے ساتھ ہی ساتھ یہ باور کرانا بھی مقصود ہوتا کہ بلا تفریق عہدہ خواہ مکھی صاحب دسوند کی رقم میں سے کچھ مار لیں یا عام آغا خانی "دسوند" جماعت خانے میں اگر ادا نہ کرے گا تو بہرحال پکڑ سے دونوں میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکتے۔ مزاحیہ طور پر بات کرنے کا اصل مقصد یہ ذہن نشین رہتا کہ بات بھی پہنچ گئی اور افراد جماعت کو مزاح کا موقع بھی میسر آ جاتا۔

■ آخری گھڑی (قیامت کی للکار) :

○ ترجمہ : قیامت تو بس ایک ہی للکار ہوگی اور یکایک [illegible] اپنی

آنکھوں سے (وہ سب کچھ جس کی خبر دی جا رہی ہے) دیکھنے لگیں گے ○ اس وقت یہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی روز جزا ہے ○ (بے شک) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ○ (حکم ہوگا) جمع کرو سب ظالموں اور ان کے ساتھیوں اور ان معبودوں کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کو چھوڑ کر ○ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ

تشریح: ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ جب قیامت کا وقت آجائے گا تو دنیا کو دوبارہ برپا کر دینا کوئی بڑا لمبا چوڑا کام نہ ہوگا بس ایک للکار اور جھڑکی سوتے ہوئے زندہ یا مردہ لوگوں کو جگا دینے کیلئے کافی ہوگی۔ یہاں ظالم سے مراد صرف وہی لوگ نہیں ہیں جنہوں نے دوسروں پر ظلم کیا ہو بلکہ قرآن کی اصطلاح میں ہر وہ شخص ظالم ہے جس نے اللہ کے احکام کے مقابلے میں بغاوت و سرکشی اور نافرمانی کی راہ اختیار کی ہو (الصفت ۳۷/۱۹ تا ۲۳)

منافقت کا ثبوت :

❁ اتنی بڑی تبدیلی اتنا بڑا تضاد ہر اسماعیلی کے ذہن میں انقلاب برپا کرتا ہے اس سے ذرا آگے جھانکیں! اسماعیلیوں کے بچے صبح و دوپہر کی شفٹوں میں تمام اسکول کالج میں جو تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ ان کو "مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے محکمہ تعلیم کے مقرر کردہ نصاب کے تحت فراہم کی جاتی ہے جب کہ اسماعیلیوں کے لئے ہر شام "نائٹ اسکول" میں اپنے بچوں کو بھیجنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہر آغا خانی اپنے بچوں کو نائٹ اسکول بھیجنے کا پابند ہے جہاں اسماعیلی عقائد و رسوم کی مشرکانہ و ملحدانہ تعلیم دی جاتی ہے (نائٹ اسکول انہی اسکولوں کی عمارتوں میں کھولے جاتے ہیں جو آغا خان کی ذاتی جائیداد (پراپرٹی) میں شمار ہوں عام طور پر جماعت خانے' اسکول' ہسپتال' دواخانے اور ڈسپنسریاں ان قطعات اراضی پر ہیں جو رفاہ عامہ کے نام "Amenity" پلاٹوں پر تعمیر کئے گئے ہیں جن پر مکمل کنٹرول اسماعیلی کمیونٹی کے عہدیداروں کا ہو۔

بہرحال مذکورہ اسکول جو دن بھر تو ملکی نصاب کی تعلیم دیتے ہیں لیکن رات کو خالص آغا خانی فکر کے حامل اساتذہ کی خدمات حاصل کرکے معصوم بچوں کا "ذہنی غسل" (Brain Washing) کیا جانا بہت بڑا المیہ ہے۔ محدود سوچ کے یہ ذہن دو حصوں میں

تقسیم ہو جاتے ہیں۔ دن کے وقت آغا خانی بچہ اللہ کو وحدہ لا شریک کہتا ہے اور کلمہ اسلام پڑھتا ہے۔ کیوں کہ یہ ملکی نصاب رائج شدہ محکمہ تعلیم حکومت پاکستان کی طرف سے ہے لیکن رات کو "نائٹ اسکول" میں خصوصی تعلیمات کے تحت اسی بچے کو "آغا خان" حاضر امام میں خدا کا نور جو ہے اس کو ہم سجدہ کرتے ہیں یا آغا خانی کلمہ "علی اللہ" اور گنان شریف یاد کرائے جاتے ہیں۔ جن کے تحت حاضر امام ہی خدا ہے۔ (ن) علی اللہ سے مراد حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) داماد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مراد نہیں بلکہ "پرنس کریم" آغا خان "حاضر امام" ہیں۔ یہ ایک ایسا مغالطہ ہے جس کی وضاحت کرنا اشد ضروری تصور کیا گیا کیوں کہ اکثر اہل تشیع اس "علی" سے مراد حضرت امام علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) داماد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سمجھنے لگتے ہیں:۔ (ل)

* امام حاضر کو ہم "مولیٰ علی" کہتے ہیں (ح:۱۳)

انہی ایام میں نائٹ اسکول کے لئے جو درسی کتاب بمبئی سے شائع کی گئی تھی اس سے طلباء کو یہ تعلیم دی جاتی کہ: (ل)

* "سوال: ہم کلمہ میں حضرت علی کا نام کیوں لیتے ہیں؟

جواب: حضرت مولیٰ مرتضیٰ علی میں خدائی نور ہونے کی وجہ سے اور حضرت علی کا مبارک نام لینے سے خدائی نور کی شناخت ہوتی ہے اسی وجہ سے "ہم حضرت مولیٰ علی کا نام کلمہ میں لیتے ہیں علی اللہ یعنی اللہ میں علی ہیں یا علی میں خدا کا نور ہے۔" (ح:۱۴)

ایک اور اقتباس قابل توجہ ہے کہ: (ل)

* "علی کو اللہ کہہ کر اس کا سہارا حاصل کرو" جو لوگ علی کو دل سے اللہ مانیں گے ان کی آل اولاد میں اضافہ ہو گا اور وہ فلاح پائیں گے۔ اسی وجہ سے زعلی کی اطاعت و عبادت کرنا.... (ح:۱۵)

* وشنو بھگوان کا نام "علی" بتایا گیا۔ (ح:۱۶)

* "اول ہی سے جو اللہ ہے اس کو علی کہئے نبی محمد نے اپنے شوہر کو پہنچانا (یعنی علی)" (ح:۱۷)

■ اہل تشیع سے متعلق :

علاوہ ازیں اہل تشیع سے متعلق آغا خان سوئم کا یہ فرمان جو ۱۲ر جولائی ۱۸۹۹ء کو زنجبار افریقہ میں دیا گیا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ :۔

* "دس بیس یا تیس سال میں اثنا عشری مسلک کا تانا بانا بکھر جائے گا اور سو سال بعد تو اس کا وجود تک باقی نہ رہے گا وہ ایران میں بھی نہیں رہے گا کیوں کہ اس کی بنیاد عقل پر نہیں ہے جبکہ ہمارے دین کی اساس عقل پر ہے۔"

حوالہ : آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ (ک ۔ ۴)

مذکورہ بالا متکبرانہ دعویٰ کی نفی اس بات سے عیاں ہے کہ فرمان کو جاری ہوئے آج تقریباً ۹۵ سال بیت گئے ہیں لیکن اس فرمان کے برعکس آج اثنا عشریوں کی باقاعدہ مملکت کا وجود ایران میں قائم ہے جہاں کا آئین ان کے نظریات کی حمایت و ترجمانی کرتا ہے اور پوری دنیا کے اثناعشریوں کے لئے باعث افتخار ہے کہ ایک آزاد مملکت ان کے مسلک کی عکاسی کرتی ہے۔ باوجود اس کے کہ آج کا ایران اپنے عقائد و نظریات کی مکمل ترویج اپنی مملکت میں کرچکا ہے۔ جبکہ خطہ کے دیگر ممالک میں اس کی نظیر نہیں ملتی باید و شاید بنیادی اختلافات کے خواہ ان کے نظریات و عقائد کچھ بھی ہوں ایران نے اپنے تئیں اقوام عالم کی توجہ خود پر ضرور مبذول کرائی ہے۔ مذکورہ فرمان میں جو عناد طویل عرصہ قبل یعنی ۱۸۹۹ء میں موجود تھا اس نے ۱۹۸۰ء تک جو روپ دھارا وہ واقعی قابل افسوس ہے۔ اس میں کمی آنے کی بجائے وہی بغض قائم ہے جو اول روز بھی تھا یعنی آغا خان کا نقطہ نظر ایران کے متعلق زمانہ حال میں بھی کیا ہے ؟ اس کا اظہار آج کے دور کے پریس میڈیا کے توسط سے ملاحظہ فرمائیں :۔

"انگریزی روزنامہ "مسلم" اسلام آباد میں ۲ مارچ ۱۹۸۰ء کے شمارے میں ہیلا پک کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں ہیلا رقم طراز ہے کہ آغا خان آیت اللہ خمینی کی سوچ سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ آیت اللہ کی سوچ خاصی قدیم اور فرسودہ تھی اور ضروری نہیں کہ ایران کے مسلمان اسی پیرائے میں

سوچتے ہوں جو جناب خمینی کی رائے ہے۔ اس سلسلے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے "ملاؤں" کی مخالفت کے باوجود ابو الحسن بنی صدر عوام کی تائید سے صدر بن گئے۔" (ح: الف) ایضاً"

جبکہ بدگمانی سے پیشن گوئی کرنے والوں کا تاریخ کے دھارے میں از خود کیا حال ہوا ہے؟ (آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔)

میں آغا خان سوئم کے ایک اہم فرمان کو شعوری طور پر کبھی نہ سمجھ سکا جس کے الفاظ تھے:

* "لوگ کربلا میں جا کر اپنا وقت کیوں پھوکٹ میں ضائع کرتے ہیں؟ حضرت امام حسین جماعت خانہ میں تشریف فرما ہیں اس لئے (جماعت خانہ) میں آیئے" (آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ بمبئی)

میں ہمیشہ ان الفاظ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جب بھی حاضری دیتا تاکہ حضرت امام حسینؓ کی جماعت خانہ میں تشریف آوری سے فیض یاب ہوسکوں لیکن ہر بار مجھے غیر تسلی بخش طریقے سے ٹہلا دیا جاتا اور ناکام اپنے گھر لوٹ آتا۔ مجھے آغا خان سوئم کے ان فرمانوں پر بڑا تعجب ہوا کرتا تھا جو کسی حد تک انتہائی گستاخانہ اور کافی حد تک قابل گرفت بھی ہیں مثلاً:۔

* آغا خان کی امامت کے ابتدائی حصہ میں محرم کے دنوں میں ماتم اور سینہ کوبی کرتے ہوئے "ہائے حسین" "ہائے حسین" پکارنے کی وجہ پوچھی جبکہ کچھ سال بعد اس نے خود اپنے فرمانوں میں کہا کہ وہ خود "زندہ حسین" ہے لہٰذا اس کے عقیدت مندوں کو نہ ماتم کرنا چاہئے اور نہ محرم کے مہینہ میں سیاہ لباس پہننا چاہئے مبلغین کے الفاظ میں آغا خان نے جواب دیا کہ جب میں اپنا ہاتھ سینہ کی طرف کر رہا تھا میں "ہائے حسین" "ہائے حسین" کی جگہ "ہم حسین" "ہم حسین" کہہ رہا تھا۔ کیوں کہ ہائے حسین افسوس کا کلمہ ہے اور ہم حسین جس کے معنی ہیں "میں حسین ہوں۔"

حوالہ : "آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ" (ایضاً) مؤلف : اکبر علی مہر علی (کنیڈا) ص : ۹۳٬ باب ششم)

لیکن آج جو کیفیت اسماعیلیوں کی انحراف شریعت کی بنا پر ہو رہی ہے اس سے کون باخبر نہیں ؟

متذکرہ تحریروں کی گرفت میں یہ تسلیم کئے جانے پر کہ یہ تمام خصوصیات ہی "منافق" یا "منافقت" کی تعریف میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کی نظر میں اس کی سزا کا تعین کس انداز سے کیا گیا ہے ؟ :

○ ترجمہ : (اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دو رخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے (النساء ۴/ ۱۳۸)

○ ترجمہ : کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے (النساء ۴/ ۱۴۰)

○ ترجمہ : کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے (النساء ۴/ ۱۴۵)

○ ترجمہ : اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے وہی ان کے لائق ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے (التوبہ ۹/ ۶۷۔ ۶۸)

■ موجودہ گرفت :

ماضی قریب میں یہ بڑے وثوق سے کہا گیا تھا کہ :

* "ہندو بھی اور مسلمان بھی روئیں گے٬ برہمن جوتشی بھی "پران" پڑھ کر روئیں گے٬ ملا اور قاضی بھی قرآن پڑھنے کے باوجود روئیں گے٬ اپنی کٹیا میں بیٹھے جوگی بھی روئیں گے٬ جھوٹے سنی کتے بھی روئیں گے۔ کیوں کہ ان کو شاہ برحق (امام) کی حفاظت نصیب نہ ہوئی یہ سب گمراہ لوگ پیر (امام) کو نہ پہچاننے کی وجہ سے روئیں گے٬ بس وہ نہیں روئیں گے جن کو ست گر (امام) مل گیا۔ ان کو تو نر علی مل گئے۔ ان کی حقیقت کا کیا کہنا" (ح : ۱۸)

◆ وضاحت: کلی طور پر واضح رہے کہ مفتی عظام (علماء کرام) کے جاری کردہ فتاویٰ جات کا اجراء شریعت مطہرہ و بنیادی ارکان دین اسلام کی روشنی میں مستند اور مروجہ ضابطوں و اصولوں کے تحت سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عین مطابق تسلیم کئے جاتے ہیں جن پر ذرہ برابر کسی کو شک و شبہ و انکار کا نہ تو استحقاق حاصل ہے اور نہ ہی کوئی فرد ملت اسلامیہ اس سے مستثنیٰ ہے جبکہ علماء سو اور مفاد پرستی کے حامل افراد کے جاری کردہ فتاویٰ جات کو ہمیشہ تذلیل و مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (متفق علیہ)◆

● ■ بلا آئینہ تصویر:

علماء حق کے ان فتاویٰ جات کے الفاظ پڑھتے وقت کوئی بھی اسماعیلی یقینی طور پر تھرا کر سٹ پٹا جاتا ہے۔ اس کو اپنی تصویر بلا آئینہ نظر آنے لگتی ہے کہ آج نہیں تو کل ضرور بضرور ان فتاویٰ جات کو قانونی و آئینی حیثیت حاصل ہو ہی جاتی ہے کیوں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی ذات میں شرک کے مرتکب افراد کب تک مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہیں گے۔ میں ذاتی طور پر طویل عرصہ سے جو خوف و اکراہ بڑی شدت سے محسوس کر رہا ہوں وہ بہرحال سو فیصد حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ تمام غیر اسلامی، کافرانہ و مشرکانہ عقائد کو ہر آغا خانی ذاتی طور پر خود بھی اچھا محسوس نہیں کرتا انسے یہ اچھی طرح گمان ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں ان کے متعلق کس قسم کے منفی جذبات پائے جاتے ہیں پس اسی خوف کے پیش نظر نفسیاتی طور پر ہر آغا خانی خود کو مسلمانوں سے دور دور اور علیحدہ رکھنا ہی عافیت تصور کرتا ہے وہ اپنی روز مرہ زندگی کا زیادہ وقت متذکرہ خوف کی بنا پر اپنی محدود آبادیوں (آغا خانی کالونیوں) میں ہی گزار کر پناہ حاصل کرنے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر خود کو محفوظ حصار میں سمجھتا ہے جس کا تجزیہ کرنے کا بالا آخر یہی نتیجہ نکلا کہ کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے پر بہرحال بلی نے اپنی دسترس و چابکدستی ہی سے اس کو دبوچ کر شکار کرنا ہے خواہ کبوتر آنکھیں بند کئے رکھے یا کھول کر دیکھتا رہے بلی ترس کھانے سے رہی!

اس کے مصداق تیرہ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کو غافل تصور کرنا سب سے بڑی بھول ہے یہ الگ بات ہے کہ اجتماعی طور پر مسلمانوں نے آغا خانیوں کے مشرکانہ و کافرانہ عقائد کو تاحال اس معیار پر بغور مطالعہ و جائزہ نہیں لیا جو ہندو ازم و اسلام کے چند مخصوص نکات کے حامل ملغوبہ کے طور پر آغا خانی مذہب کو جماعت خانوں کی حدود میں روز مرہ رسومات و عبادات کے طور پر آغا خانیوں کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔ جماعت خانہ کے اندر جدی پشتی پیدائشی طور پر ذہنی غسل یافتہ آغا خانی افراد کو یہ تمام غیر اسلامی مشرکانہ تعلیمات فراہم کرنے پر متاثر تو کیا جاسکتا ہے لیکن جماعت خانہ کی حدود سے باہر یہ "ناٹک" حقائق، سچائی اور اسلام کے بنیادی مضبوط اصولوں کے روبرو ایک پل نہیں چل سکتا اور نہ ہی باطنی عقائد، رسوم، طریقے اور باطل کے خود ساختہ مذہب کی تعلیمات کو اسلام میں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ پیدائشی (موروثی) مسلمان شرک و کفر کی بات کو سننا تک گوارا نہ کرے گا کجا اس کو ان کا قائل کرنا تو دور کی بات ہے اسی اندیشہ کی بناء پر میں یہ حقیقتاً بیان رہا ہوں کہ ایک اسلامی ملک میں بہرحال اس کی گرفت کے امکانات بڑے واضح طور پر پیش آسکتے ہیں جبکہ غیر اسلامی ملک بھارت میں محض اس بناء پر پکڑ کے اسباب کچھ کم ہیں کیوں کہ ان کا مذہبی رجحان مسلمانوں کے مقابلے میں پرشدت تو نہیں البتہ متعصب ہندو بنیاد پرستی پر منتج ہے پس اس ماحول میں آغا خانیت کے لئے پنپنے کے اچھے حالات و آثار موجود ہیں جبکہ کسی بھی اسلامی ملک میں کیفیت قدرے متضاد و مختلف ہوگی، اسی کے پیش نظر باوثوق طور پر علی الاعلان میں یہ باور کرا دینا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ بالا آخر ایک روز انہیں اس قرآنی آیت کے بموجب بہرحال پابہ گرفت ہونے کے ساتھ بڑی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی:۔

○ ترجمہ : اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کرسکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں، کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے

ت بلند ہے (یونس ۱۰/۱۸)

بناوٹی خدائی کا سنگھاسن :

متضاد شریعت کے حامل عقائد و نظریات کے پیروکاروں کو اس گھڑی کا انتظار شدت
ے کرنا ہوگا جب بالا آخر مکافات عمل کے تحت روز سیاہ کو اپنی دیو مالائی تمثیل کی بساط
ٹ کر راہ فرار اختیار کرنا ہی مقدر ہوگی جبکہ سیل زمانہ کی بناء پر بحیرہ عرب اپنی بے کراں
حتوں کے ساتھ موجزن ان کی غرقابی کا منتظر ہے۔ بہرحال عبرتناک انجام ان کی گھات
ئے بیٹھا ہے جسے کائنات کی کوئی قوت کسی صورت میں روک نہیں سکتی! ادبی تحریر میں
، تمام الفاظ کا اظہار اوراق تاریخ پر اس طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ "خود ساختہ بناوٹی
ائی کا سنگھاسن ڈانواں ڈول ہونے کو ہے۔" جس کے لئے مشہور محاورہ مستعمل عام ہے
"بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی"

آپنو دھرم پاکو۔ ساچو چھے :

اس موقع پر مختصراً رجب علی ولد پرسوتم کارا' کھارادر کراچی کے مراسلہ کے چیدہ چیدہ
اظ کا ذکر کرنا مقصود ہے جو انہوں نے اوائل دسمبر ۹۰ء میں میرے ایک معتمد سے ملاقات
ے دوران گفتگو ادا کئے (اور بعد میں انہوں نے ان الفاظ کو اپنے ذاتی خط بنام آغا خان
رخہ یکم جنوری ۹۱ء میں میرے حوالے کے طور پر پیش کرکے شائع بھی کیا۔) (اقتباس)
* "کچھ روز قبل اس کے ایک آدمی نے یہ خبر سنائی تھی کہ مسلمانوں کے ۱۶۰ بڑے علماء
، اسماعیلیوں کو کافر قرار دینے کے فتوے جاری کئے ہیں۔ اور اس بنا پر تمام آغا خانی
رک ٹھہرے۔ میں نے اس کو منہ توڑ جواب دیا جو وہ ہمیشہ یاد رکھے گا کہ "مسلمانوں کے
ء کے فتوے کو کون گھانس ڈالتا ہے۔" اور دوسری بات رہی شرک کی تو خدا کی ذات
ساتھ کسی کو شامل کرنے سے شرک ہوتا ہے۔ اس پر ملا کے آدمی نے کہا "برابر" پھر
ں نے کہا کہ ہم اسماعیلی تو خدا ہی آغا خان کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے اس کو سجدہ

کرتے ہیں اس میں شرک کی کیا بات ہے ؟ اے حاضر امام ! آپ نے دیکھا کہ کیسی بات کری میں نے ! اب چنتا ہوئی ہے کہ ملا اکبر نے..... " (ن)

* "....جب سے میں نے یہ فیصلہ سنا ہے بڑا دل برداشتہ ہوگیا ہوں ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے کہ قطعی کسی بات کا ہرگز صدمہ نہ کروں بعض لوگوں نے آغا خانی قوم پاکستان سے امریکہ' کنیڈا یا کسی بھی یورپی ملک جانے کا مشورہ دیا ہے لیکن ہر لمحہ مجھے لگی رہتی ہے کہ ہمارا دھرم باطنی ضرور ہے لیکن "آپنو دھرم پاکو۔ ساچو چھے" اور ہم بھی ہیں تو آخر یہ مسلمان ہمیں کافر کیوں کہتے ہیں ؟ کہیں تو کوئی ایسی ویسی بات ضرور جس کی وجہ سے ایک مسلمان نہیں بلکہ سارے مسلمان ہی ہمیں پھوکٹ کا مال سمجھ اور ڈھکوسلہ نظروں سے دیکھتے ہیں...."

* "....اب تو مسلمانوں کو یہ موقع ہاتھ لگ گیا ہے وہ ہمارا خوب مذاق اڑاتے ہیں آغا خانی "لادین کافر" ہیں بڑے تو بڑے ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی یہ آوازیں ہیں کہ "آغا خانی گٹر کا پلید پانی" یہ وہ الفاظ ہیں جو میں بستر مرگ پر بیٹھے ادا کر رہا ہوں جن کے ادا کرنے سے میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔"

مذکورہ ذاتی خط کا مکمل متن اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں :-

جبکہ عبدل تیل والا خوجہ نے جو بیان میرے سامنے دیا وہ کچھ اس نوعیت کا تھا:۔

''آغا خانیوں کا یہ پکا ایمان ہے کہ شرک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ شرک کرنے والا بخشا نہیں جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جائے گا۔ اسی لئے ہم آغا خانی یہ کہتے ہیں کہ خدا کا روپ دنیا میں جب ''آغا خان'' موجود ہے تو اس کے ساتھ شرک کیوں کیا جاتا ہے۔ ''توبہ توبہ'' بلکہ ہم آغا خانی تو خالص ان پر مکمل ایمان کی وجہ سے آغا خان کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ شرک کرنا بہت گناہ ہے اس لئے ہمیشہ آغا خان کو سجدہ کرنا چاہئے! (ن)

■ **اعمال کا بدلہ :** ○ ترجمہ: اس طرح وہ سب (کفر کرنے والے) اس روز عذاب میں مشترک ہوں گے ○ ہم ایسے مجرموں کے ساتھ یہی کچھ کیا کرتے ہیں ○ یہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے'' تو یہ لوگ تکبر کیا کرتے تھے ○ اور کہا کرتے تھے کہ ''کیا ہم ایک مجنون شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ؟'' ○ نہیں اصل یہ ہے کہ وہ ایک سچا دین لے کر آیا ہے اور (دوسرے) رسولوں کی تصدیق کرتا ہے ○ (ان سے کہا جائے گا کہ) تم لازماً دردناک عذاب کا مزا چکھنے والے ہو ○ اور تمہیں جو بھی بدلہ دیا جا رہا ہے انہی اعمال کا دیا جا رہا ہے جو تم کرتے رہے ہو (الصفت ۳۷/ ۳۳ تا ۳۹)

مفہوم: ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کے روز پیرو بھی پیشوا بھی، گمراہ کرنے والے بھی اور گمراہ ہونے والے بھی ایک ہی عذاب میں شریک ہوں گے۔ نہ پیروؤں کا یہ عذر سنا جائے گا کہ وہ خود گمراہ نہیں ہوئے تھے بلکہ انہیں گمراہ کیا گیا تھا اور نہ پیشواؤں کی اس معذرت کو قبول کیا جائے گا کہ گمراہ ہونے والے خود ہی راہ راست کے طالب نہ تھے۔

○ ترجمہ : .... اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے جب وہ سزا دے گا اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ وہی پیشوا اور رہنما جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی اپنے پیروکاروں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب و وسائل کا

سلسلہ کٹ جائے گا اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے کہیں گے کہ کاش ہم کو پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں ہم ان سے بیزار ہو کر دکھا دیتے یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال جو دنیا میں کر رہے ہیں ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ (البقرہ ۲/ ۱۶۵ تا ۱۶۷)

■ منکرین کا انجام :

اسی مشرکانہ نسبت سے اللہ کے دین اسلام کے تمام ارکان کے منکرین و تارک گروہ کا انجام بہرحال ذلت و رسوائی کی صورت میں نمودار ہونا ہی مقدر بنے گا جو کہ امر یقینی ہے۔ مستقبل قریب میں اس انجام کے رونما ہونے کی خاص بنیادی وجہ "مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے جو کہ ایک نظریاتی مملکت ہے اور جس کا آئین دین اسلام کو مکمل تحفظ فراہم کرنے کا پابند ہونے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کا از خود تابع بھی ہے۔ اسماعیلی تعلیمات عقائد، رسوم و طریقے اسلام کے متضاد بھی ہیں اور شرک پر مبنی بھی جبکہ شرک سے متعلق فرمان الٰہی کا واضح مفہوم یہ ہے کہ: "اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کردے گا لیکن شرک کی گنجائش نہیں۔" جس کا بین ثبوت قرآن سے پیش ہے:۔

○ ترجمہ : اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے سوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات ہے (النساء ۴/ ۴۸)

■ اختلافات کے باوجود :

یہ ایک حقیقت ہے جسے بہرحال مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ سنی شیعہ نظریاتی اختلافات کے باوجود دونوں میں سے کوئی بھی فریق ظاہری یا باطنی طور پر اللہ کی وحدانیت کا منکر نہیں،

شرک کا پہلو دونوں کے ہاں اسلام سے خارج کیے جانے کا ٹھوس معیار ہے۔ ارکان دین کے منکر کو دونوں خارج از اسلام قرار دیتے ہیں اور دونوں فریقین کا دعویٰ ہے کہ سچا اور خالص اسلام ان کے پاس ہے (ضروری نہیں کہ عامتہ الناس کا اس پر مکمل اتفاق ہو۔ مرتب)

اہل تشیع کے نظریات کی بنیاد "امامت" پر قائم ہے لیکن وہ باوجود غلو کے ذریعے عزت، عظمت و تکریم دیئے جانے کے امام کو سجدہ حرام قرار دے کر شرک سے خود کو بچائے رکھتے ہیں جبکہ غلو کثیر کا پہلو بعض معاملات میں ان کے ہاں انتہا تک ہے جو اہلسنت کے نزدیک تشویشناک متصور کیے جانے کا باعث ہے، مثلاً امام کی پیدائش کے عمل کا بیان، امام کے پاس فرشتوں کا نزول، تمام اماموں کا علمی و روحانی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر و تمام سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام سے اعلیٰ و ارفع درجات پر فائز ہونا، قرآن کے متعلق فرسودہ نظریات یعنی نظریہ تحریف قرآن پر یقین، قرآنی احکامات کا تا آمد (ظہور) مہدی تک ساقط ہو جانا، ہر حالت میں تقیہ کا ارتکاب اور متعہ کے قائم رہنے کی دلیلوں کے علاوہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین و امہات المومنین رضی اللہ عنہما کے پاک کرداروں پر تنقید و تبرا کا ارتکاب، جو اختلافی پہلو کے حامل ہیں (ان) باوجود اس غلو، عظمت و تقدیس کے نظریہ امامت میں "تجسیم" "اوتار" اور تناسخ کی گنجائش نہیں۔

جبکہ اہلسنت و الجماعت میں بھی مذہبی فروعی مسائل کی بناء پر منافرت کی ابتدائی مسلکی تقسیم کے تحت دیو بندی، بریلوی و اہل حدیث کے مکاتب فکر کی تشکیل اور ہر مسلک کا خالص اسلام نمبر ایک کے حامل ہونے کا دعویٰ، ایک ساتھ مساجد میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے باوجود مذہبی منافرت کی وجہ سے ایک دوسرے کو بدترین القاب سے نوازنا اور ہمیشہ ذہنی خلفشاری کیفیت و مذہبی کھینچاؤ کا شکار رہنا معمول زندگی میں شمار ضرور کیا جاتا ہے۔

تمام فریقین (الا ماشاء اللہ) اپنے اپنے خود ساختہ طریقوں سے پوری امت کے ذہن
پر دین اسلام کے نام پر بے جان و بے مقصد پرچار کر کے مذہبی تعصب و خلفشاری مز
کرنے کی مکمل ذمہ داری میں مصروف عمل ہیں' افسوس کہ تعلیمات نبوی صلی اللہ ع
وسلم پر کوئی فریق محض اس بناء پر فریق ثانی کی بات سننے کو تیار نہیں کہ اس کا مکتبہ فکر
مسلک جدا ہے۔ مسلکی تفریق نے دین اسلام کی چولیں ہلا دی ہیں اور امت مسل
ذہنی طور پر تقسیم در تقسیم کی بھینٹ چڑھانے میں ہر تنظیم کا رہبر' امیر' داعی سرپر
پیشوا' گدی نشین اور مبلغ (ثما الا ماشاء اللہ) امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہبی گ
بندی کے عمل میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک مغالطے و خوش فہمی کا ش
ہیں کہ وہ کامیابی کی راہ پر گامزن ہیں' کوئی نہیں جو خالص اس جذبہ کے تحت صدا دے
ہو جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔

سب اپنے تنظیمی نام اور وابستگی کا دعویٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ظاہر کر
ہیں لیکن اپنے اپنے خود ساختہ ناموں کو اجاگر کرنے کی فکر میں مصروف عمل ہیں اور یہ
کرا رہے ہیں کہ "اپنا مسلک چھوڑو مت غیر کا مسلک چھیڑو مت" جبکہ یہ تصور سر
گمراہی اور ضلالت پر منتج ہے کیوں کہ دین کی ترویج کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ
وسلم نے جو پیانہ اور معیار رائج کیا تھا وہ نہ تو مسلک تھا اور نہ محدود تنظیمی مقاصد
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی دعوت اجتماعی فکر و منصوبہ بندی کے تحت
غیر مسلموں کو پیش کی اور ان کو دائرہ بگوش اسلام کیا جبکہ آج مسلک کے نام پر ایک مسلم کو
دوسرے مسلم کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے جس سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
کی خلیج پیدا کر کے تقسیم در تقسیم کے عمل کو ہر روز حقیقت کا روپ دیا جارہا ہے
سراسر دین اسلام کی فطرت و مزاج کے برخلاف ہے۔

فروعی اختلافات و مسائل کو ہوا دینے والے عناصر نے آج روز تک مخالفین اس
باطنی اور باطل نظریات کے حامل گروہوں کے خلاف کبھی اتنی شدت سے آواز بلند

کی (جو ایک اسلامی مملکت میں ایک انسان کی پوجا پاٹ کے غلیظ عمل اور اس سے دعاؤں و التجاؤں کے ہر روز مرتکب ہوتے ہیں۔ میرا واضح اشارہ جماعت خانے کی غیر اسلامی رسومات سے ہے۔) اور نہ ہی غیر اسلامی عقائد نظریات اور رسم و رواج کو پاش پاش کرنے پر اپنی توانائیاں صرف کرنے سے متعلق اعلان جہاد اب تک نہیں کیا اس کی کیا خاص وجہ ہے؟ جبکہ اس انتشاری کیفیت سے متعلق حکم خداوندی ہے کہ:۔

○ ترجمہ : کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے' جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے۔ (آل عمران ۳/۱۰۵)

○ ترجمہ : جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں' ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا۔ (الانعام ۶/۱۵۹)

○ ترجمہ : اور نہ ہو جاؤ ان مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔ (الروم ۳۰/۳۲)

■ علماء حق انبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں :

ان تمام وجوہات کے رونما ہونے اور انتشاری کیفیت کے باوجود آپس کے فروعی و ملی یکجہتی کے مسائل کے حل کا تدارک کئے جانے سے متعلق اکابرین علماء کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔ یہ وہ علماء ہیں جن کے متعلق نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "علماء حق انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ (متفق علیہ)(ایضاً") مذکورہ بیان کے علاوہ اگر کوئی اختلافی مسئلہ درپیش ہو جو دین اسلام کے بنیادی ارکان و اساس یعنی قرآن و سنت (شریعت و احادیث) کے متضاد ہو تو کوئی بھی عالم دین یا امام ہرگز اس کی اتباع

کا حکم نہیں دے سکتا بلکہ ان بزرگوں (اماموں) نے خود کہا ہے کہ : "یعنی ہمارا جو قول حدیث کے خلاف پاؤ اس کو دیوار پر مار دو یعنی متابعت مت کرو۔ اور حدیث پر عمل کرو" جبکہ احکام قرآن کے مقابلے میں جس حدیث میں تضاد واقع ہو اس کے لئے محدثین کا یہ اصول قائم ہے کہ احکام قرآن کو فوقیت حاصل ہوگی۔ ایسی کسی حدیث کو فوقیت نہیں دی جاسکتی جو خلاف احکام قرآن ثابت ہو رہی ہو۔

○ ترجمہ : کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی معاملے کا فیصلہ کردے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ (الاحزاب ۳۳/۳۶)

باب ششم :

■ آباؤ اجداد :

○ ترجمہ : "ان سب سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کئے ہیں ان کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انہی کی پیروی کئے چلے جائیں گے ؟ یہ لوگ جنہوں نے خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے سے انکار کردیا ہے ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے' یہ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں اس لئے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی" (البقرہ ۲/۱۷۰-۱۷۱)

خلاصہ : یعنی ان پابندیوں کے لئے ان کے پاس کوئی سند اور کوئی حجت اس کے سوا نہیں ہے کہ باپ دادا سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ نادان سمجھتے ہیں کہ کسی طریقے کی پیروی کے لئے یہ حجت بالکل کافی ہے۔ (حوالہ : حاشیہ ۱۶۸ : تفہیم القرآن صفحہ ۱۳۳)

مفہوم : آیت نمبر ۱۷۰ :۔ (اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو

"دوہرا روپ" شنکر بھگوان اور کرشنا بھگوان
(گائے ماتا، گرز مقدس، کبوتر اور ترشول)

اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے بجائے اپنے باپ دادا کے طریقوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہاں باپ دادا کی اندھی تقلید و اتباع کی مذمت کی گئی ہے اور ان آباء و اجداد کی تقلید و اتباع سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ انہیں نہ عقل تھی اور نہ ہدایت۔ ہدایت سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح طور پر نازل کئے گئے ہیں۔ ان اندھی تقلید کرنے والوں کے پاس اس کے سوا اور کوئی سند نہیں ہوتی کہ ان کے باپ دادا کے زمانے سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے)

آیت نمبر ۱۷۱ :۔ (اس آیت کے دو معنوی پہلو ہیں ایک تو یہ کہ کفر کرنے والے مشرکین کی حالت ان بے عقل جانوروں جیسی ہے جو بغیر سمجھے بوجھے اپنے چرواہے کی آواز پر حرکت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے چلتے رہتے ہیں گویا کہ اندھی تقلید و اتباع میں مصروف رہتے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب ان لوگوں کو دین حق کی تبلیغ کی جاتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ ایسے جانور ہیں جو صرف آواز سنتے ہیں مگر کچھ سمجھتے نہیں کہ کہنے والا ان سے کیا کہہ رہا ہے) ﴾

■ قدیم موروثی مذہب :

❀ ہم تمام اسماعیلیوں کے آباء و اجداد بنیادی طور پر ہندو تھے۔

اسی قدیم موروثی و آبائی نسبت کی بناء پر ذرا برصغیر ہند کے اکثریتی ہندو مذہب کا مختصر تعارف بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی معروف تصنیف "الجہاد فی الاسلام" کے صفحہ نمبر ۳۳۰ تا ۳۳۲ پر رقم طراز ہیں:

■ "ہندو مذہب" :

اس مذہب پر گفتگو کرنے میں ایک شخص کو سب سے پہلے یہ مشکل پیش آتی ہے کہ وہ کس چیز کو ہندو مذہب قرار دے۔ ہندویت ان معنوں میں کوئی مذہب ہی نہیں ہے جن میں عموماً یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مذہب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک مرکزی عقیدہ

پاربتی دیوی (امباجی) کنول کے پھول پر

ہو جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہو مگر ہندو مذہب میں ہم کو ایسا کوئی مرکزی عقیدہ نہیں ملتا
مختلف طبقے اور گروہ جن کے عقائد' شعائر' عبادات اور کتب وغیرہ ایک دوسرے سے بالکل
جدا ہیں اس میں شامل ہیں اور سب کے سب "ہندو" کہلاتے ہیں۔

• ہندو مذہب کی تعریف کرنے میں محققین کو بہت دقتیں پیش آئی ہیں کوئی کہتا ہے کہ
"ہندو مذہب وہی ہے جو ایک ہندو کرتا ہے"

(Guru Parsad Sen Introduction to the Study of Hinduism. p. 9)

کوئی کہتا ہے کہ "وہ ان رسوم' عبادات' عقاید' روایات اور ضمیات کا مجموعہ ہے جن
برہمنوں کے احکام اور ان کے متبرک کتابوں کی تصدیق حاصل ہے اور جنہیں برہمنوں کی
تعلیمات نے پھیلایا ہے"

(Lyall Religious Systems of the World p.114)

اور کوئی کہتا ہے کہ "تمام وہ باشندگان ہند جو اسلام' جین مت' بودھ مت' مسیحیت' پارسی
مذہب' یہودی مذہب یا دنیا کے کسی دوسرے مذہب سے تعلق نہیں رکھتے اور جن کا طریق
عبادت وحدانیت سے لے کر بت پرستی تک وسیع ہو اور جن کے دینیات کلیتاً" سنسکرت
زبان میں لکھے ہوئے ہوں ہندو ہیں۔"

(Census Report Baroda p.120)

• اس لئے جب ہم کسی مسئلہ میں ہندو مذہب کا فتویٰ طلب کرتے ہیں تو ہمیں یہ فیصلہ
کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے کہ اس کے مختلف مذاہب میں سے کس کو خطاب
کریں۔

تاہم اس مشکل کو ہندوؤں کے جدید مذہبی میلان نے ایک حد تک آسان کر دیا ہے
مذاہب و مسالک کا اختلاف اب بھی باقی ہے لیکن چند مخصوص کتابوں پر اپنی مذہبی عقیدت
کو مرکوز کرنے کی طرف ہندوؤں کا میلان بڑھتا جا رہا ہے اور ان کی ایک بڑی اکثریت نے
ان کتابوں کو اپنے دین کی اساس و بنیاد کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ یہ کتابیں تین ہیں لیکن
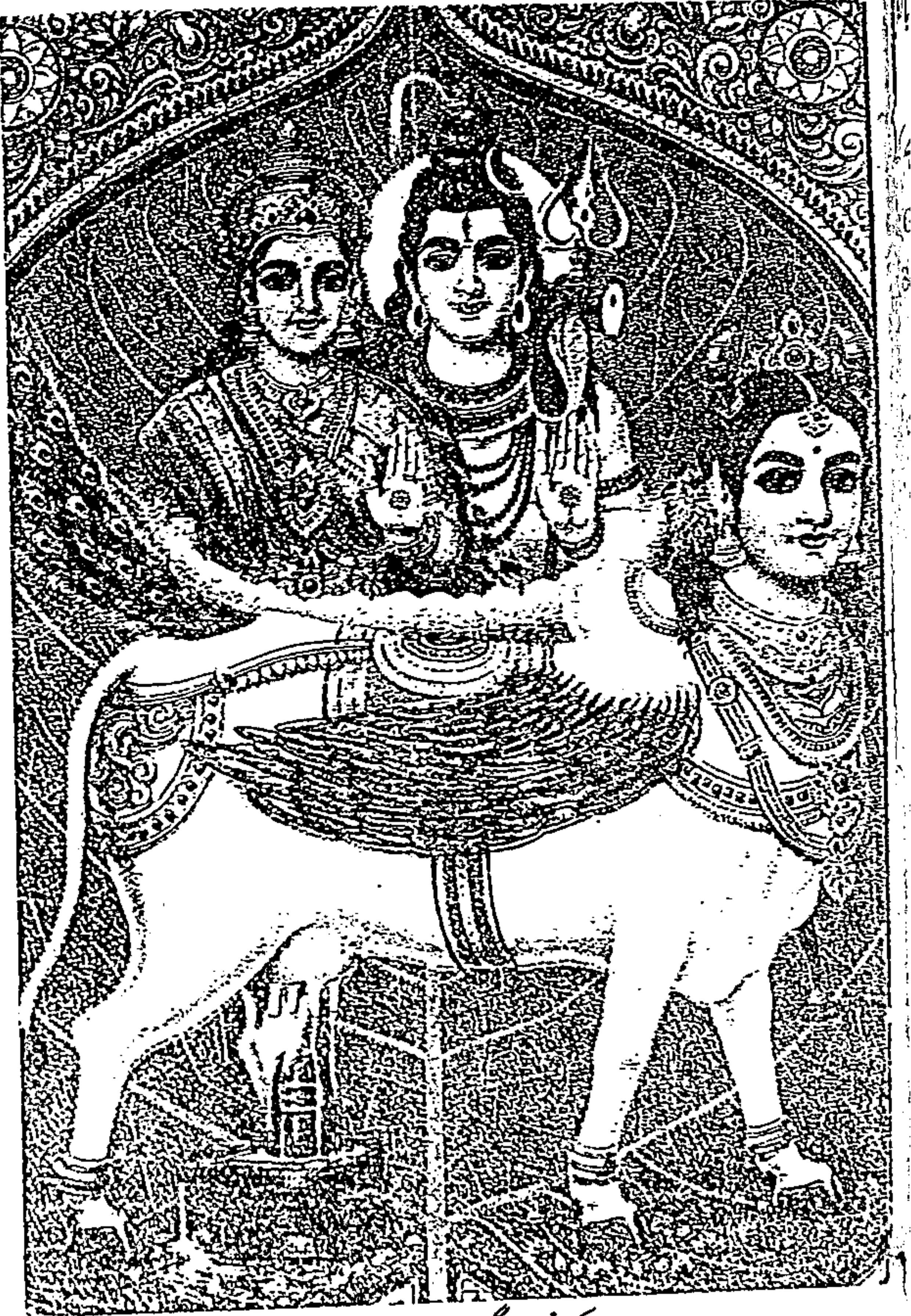
کرشن بھگوان اور سیتا

"گاؤ ماتا" مقدس لنگ کے جل دھارا میں مصروف ہے

چار وید، گیتا اور منوسمرتی۔ یہاں ہندو مذہب کے متعلق جو کچھ کہا جائے گا اس کا ماخذ یہی تین کتابیں ہوں گی۔

■ ہندو مذہب کے تین دور :

یہ تینوں کتابیں تاریخی حیثیت سے تین مختلف دوروں سے تعلق رکھتی ہیں اور مسئلہ جنگ میں ہندو مذہب کے تین مختلف پہلوؤں کو پیش کرتی ہیں۔

* ویدوں کا تعلق اس دور سے ہے جب آریہ قوم وسط ایشیا سے نکل کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئی تھی اور اس ملک کے اصلی باشندوں سے جو رنگ و نسل اور مذہب میں اس سے بالکل مختلف تھے برسر جنگ تھی۔ اس جنگ میں اپنے اجنبی دشمنوں کے خلاف ان حملہ آوروں کے جذبات کیا تھے؟ ان کو وہ کس نظر سے دیکھتے تھے؟ ان سے بنائے مخاصمت کیا تھی؟ ان کے خلاف جنگ کے مقاصد کیا تھے؟ اور وہ ان سے کس قسم کا معاملہ کرنا پسند کرتے تھے؟ ویدوں کی نظمیں ان سوالات پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

* گیتا اس دور کی کتاب ہے جب شمالی ہند پر آریوں کا تسلط قائم ہو چکا تھا اور تفوق و برتری کے لئے خود آریوں کے دو باا ثر خاندانوں میں کش مکش ہو رہی تھی۔ یہ کتاب ہم کو کرشن جی جیسے مذہبی پیشوا کی زبان سے جنگ کے متعلق ہندوؤں کے فلسفیانہ افکار کا علم دیتی ہے۔

* منوسمرتی اس دور کے مذہبی و سیاسی اور تمدنی قوانین کا مجموعہ ہے جب ہندوستان پوری آریہ ورت بن چکا تھا، غیر آریہ قوموں کی طاقت فنا ہو چکی تھی اور اس ملک میں آریہ قوم کی تہذیب عروج پر تھی اس کتاب میں ہم کو جنگ کے قواعد و ضوابط اور مفتوح اقوام کے حقوق و فرائض کے متعلق بہت کچھ تفصیلات ملتی ہیں۔

■ ہندو مت :

حقیقت پر مبنی میرا یہ دعویٰ ہے کہ میرے آباؤ اجداد کا سابقہ مذہب ہندو مت تھا (اور جو اس صداقت کا انکار کرے وہ بڑا کذاب ہے) اسی نسبت سے میرے بڑے بزرگ بھی

"ہنومان" اپنے مقدس گرز کے ساتھ (سینہ چیر کر بتا رہا ہے کہ اسے رام اور سیتہ
سے اتنی عقیدت ہے کہ وہ سینہ میں سمائے ہوئے ہیں)

لچھمن اور ہنومان اپنے والہانہ خلوص کا مظاہرہ "معانقہ" کی صورت میں پیش کر رہے ہیں

مندروں میں باقاعدہ پوجاپاٹ کیا کرتے تھے۔ جس کا تاریخی ثبوت مشہور زمانہ عیسائی مبلغ و تاریخی محقق، جوہن نورمن ہولسٹر نے "The Shia Of India" انڈیا کے شیعہ نامی معروف تصنیف (جو کہ ۱۹۴۷ء کے اوائل مین تحریر کی گئی جبکہ طویل انتظار کے بعد عرصہ ۶ سال کی مدت گزرنے پر ۱۹۵۳ء میں مشہور عالم ادارہ "لوزاک" نے لندن برطانیہ سے شائع کی) (ح: ۷ (ایضا") اس کے صفحہ نمبر ۴۱۰ پر مصنف نے اپنی زبردست تحقیقی کاوش کو دلیل کے طور پر پیش کرکے اپنی بے مثال صلاحیت کا لوہا منوایا ہے۔ "خوجوں کی رسومات" کے عنوان سے ان کی عظیم الشان تحریر کا مفہوم بڑا واضح، مدلل اور وزنی ہونے کے ساتھ بے حد قابل توجہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

"ہم نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ شادی بیاہ اور دیگر معاملات میں خوجے ہندوؤں کی رسوم و طریقوں کے پابند ہیں جبکہ یہ پابندی ان کے مذہبی عقائد و رسوم میں بھی تواتر سے شامل نظر آتی ہے یہی نہیں اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ خوجہ خواتین تو ہندوؤں کے معبودوں کے چرنوں میں سجدہ ریز ہونے پر اپنی عبادت کی انتہا و تکمیل تصور کرتی ہیں جبکہ مرد ہندووانہ عبادتوں کو محض اپنائے ہوئے ہیں یہ سب مضبوط "ہندوازم" معاشرے میں اجتماعی اثرات ہیں جن کے تابع بہرحال خوجوں کو رہنا ہوگا۔" مصنف آگے رقم طراز ہیں کہ:

"ہندوؤں کی مذہبی رسم "سمار چھینٹا" (جس میں مقدس پانی کا چھینٹا مدعین پر ڈالا جاتا ہے) کے عین مطابق خوجے بھی "چھینٹا" کی رسم اپنائے ہوئے ہیں جو ان کے ہاں زبردست تقدس اور اہمیت کی حامل ہے۔"

(نوٹ: آج بھی آغا خانی مذہب کے تمام عقائد و رسومات جو جماعت خانے میں ادا کئے جاتے ہیں وہ خواتین ہی کے مرہون منت ہیں جس کا بڑا واضح مطلب ہے کہ "آغا خانی مذہب" خواتین جماعت کی ذہن سازی کی بناء پر ہی قائم و دائم ہے وہ ہی اس کی اصل محرک تسلیم کی جاتی ہیں۔)

جبکہ آغا خانی گھرانوں میں جو بھارت میں آباد ہیں آج بھی شادی بیاہ کی رسموں میں ہندووانہ رسمیں بطریق احسن ادا کی جاتی ہیں جن میں "سواستیکا" (سوکٹی) کے نشان کو

مقدس اور نظربد کا دافع قرار دے کر شادی بیاہ کی تمام قدیم رسموں کی ابتداء اسی کے سائے میں ادا کی جاتی ہیں اور دولہا دلہن کو اپنے اپنے گھر میں مذکورہ نشان پر کرسی رکھ کر "رسم مایوں" بیٹھنے پر "پیٹھی" ابٹن (ایک خوشبودار مرکب جو عورتیں دلہا دلہن کے چہرے کے رنگ کو نکھارنے (گورا چٹا) کرنے کے لئے استعمال کرتی ہیں) لگایا جاتا ہے اور دولہا دلہن کے کپڑوں کے "پلو" کناروں کو باندھ کر "پھیرے" ڈالنے کی رسم کو "منڈل کے پھیرے" کہا جاتا ہے، دولہا دولہن پر چاول نچھاور کرنا اور ناریل سے دونوں کی بلائیں دور کرنے کی رسم کے بعد مٹی کی دو کجھیوں کے اندر چونی رکھ کر دو دھاگوں کے سات پھیرے سے باندھ کر زمین پر رکھ دینے پر دلہا اسے اپنے پیر کی ایڑی سے توڑتا ہے جسے شادی کی کامیابی کا اچھا شگون تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر دلہا اسے اپنے پیر کی ایڑی سے بفرض محال نہ توڑ سکے تو اس ساعت کو انتہائی منحوس و بدشگونی تصور کیا جاتا ہے جس کے توڑ کے طور پر مزید نذر اتارنا بلکل ہندووانہ رسوم ہیں۔

مزید یہ کہ آغا خانی نکاح ہوجانے پر دلہا دلہن کے تمام عزیز و اقارب و رشتہ داروں کی موجودگی میں ہی "[illegible]" سے قبل اپنی [illegible] کا عملی مظاہرہ اس عمل سے شروع کرتے ہیں جسے "کھوبا کھولی" کہا جاتا ہے یعنی ایک تھال میں تقریباً تین کلو عمدہ قسم کے نمبر ایک کرنل باسمتی ایکسپورٹ کوالٹی کے اعلیٰ چاولوں میں ایک عدد چونی (سکہ) ملا دیئے جانے پر میاں بیوی باہمی طور پر چاول میں چونی کی تلاش میں سرگرداں ہوجاتے ہیں (اسی دوران [illegible] اپنی [illegible] کی ہتھیلی کی انگلیوں [illegible] اپنی درمیانی بڑی انگشت یا انگوٹھا [illegible] کر [illegible] اپنے [illegible] کی [illegible]ت کا [illegible] کر دیتا ہے جس پر [illegible] شرما کر مسکرا [illegible] ہے اور مطلب اخذ کر [illegible]۔ جبکہ حاضرین اس موقع کی مسکراہٹ سے بخوبی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ "لو بھئی کام ہوگیا [illegible]" اس عمل کے دورانیہ میں دونوں ہم مزاجی میں منہمک ہوجاتے ہیں) چونی کی تلاش میں پہلی کامیابی ہوجانے پر مٹھی سے چونی کا حصول ممکن کرنے کے لئے میاں بیوی سے یا بیوی میاں سے زور آزمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں میں سے جو کوئی بھی ایک دوسرے کی مٹھی سے چونی حاصل کرنے میں کامیاب

ہوجاتا ہے وہ آئندہ زندگی میں فریق ثانی پر [illegible] اور [illegible] تصور کرلیا جاتا ہے۔

اسی طرح دلہن کے ہاتھوں پر باریک نفیس فینسی مہندی میں نقش اپنا پوشیدہ نام تلاش کرنے کے لئے دولہا کے ہاتھوں میں بیوی کا ہاتھ تھما دیا جاتا ہے اور سب کی موجودگی میں شوہر بیوی کے ہاتھ پر اچھی طرح ہاتھ پھیر کر نام تلاش کرنا شروع کرتا ہے۔ بظاہر تو نام تلاش کرنے کا بہانہ پیش کیا جاتا ہے لیکن بڑی بوڑھیاں اس کا واضح مطلب لیتی ہیں کہ لو جی! "ہاتھ پھیردیا" گویا اپنے نام کو آنکھوں سے تلاش کی بجائے ابتداء میں ہاتھ پھیرنے کا عمل بر موقع محل بھی نہیں بہرحال وہ اپنی [illegible] کا برملا اظہار کرچکنے پر حاضرین میں زبردست ہیجانی کیفیت کا سماں ضرور پیدا کردیتا ہے۔

یہ رسمیں جو آج بھی جاری ہیں اور جن کا ادا کرنا تکمیل تقریب شادی لازمی ہے۔ متذکرہ تمام رسوم کے لئے اصل محرک جس کی عمدہ مثال آغا خانی قوم میں "مومنے" حضرات کی پیش کی جاسکتی ہے جو کہ یکسر منفرد و متشدد فکر کے حامل رجعت پسند "آغا خانی" ہٹ دھرمی ہیں جبکہ پوری برادری میں چند مراعات کا حصول صرف شمالی علاقہ جات کے نوجوانوں و مردوں کو حاصل ہے انہیں آغا خان نے "فدائی" قرار دیئے جانے پر عبادات' رسومات کی ادائیگی و جماعت خانے میں متواتر حاضری سے مبرا قرار دینے پر مستثنیٰ کردیا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں آباد آغا خانی بھی مذکورہ ہندووانہ رسوم سے مستثنیٰ نہیں' یہاں بالخصوص "مومنے" ہندووانہ رسومات کے خاص مرتکب ہوتے ہیں ان کے ہاں منعقدہ شادی بیاہ کی تقاریب میں شدت سے متذکرہ رسومات کا عملی مظاہرہ کیا جاتا ہے جبکہ روز مرہ کی زندگی انڈیا میں گزارنے والے سابقہ ہندوؤں کی موروثی اولاد "مومنے" اپنے نام اور طریقہ عبادت میں تو مکمل طور پر ہندو مذہب کی رسومات کے زیر اثر ہی ادا کرتے ہیں۔

◆ واضح رہے کہ آغا خانیوں کے ہاں موجودہ ایام میں چھ طریقوں پر نکاح پڑھائے جانے کی سہولت موجود ہے (تاکہ کسی متضاد فکر کے حامل فرد کو بھی خوش رکھا جاسکے) جو کہ

مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ بھارت میں آغا خانیوں کو ہندوؤانہ طریقے پر نکاح کی مکمل سہولت میسر ہے (جبکہ پاکستان میں "مومنے" بالخصوص اس طریقے کو ترجیح دیتے ہیں)

۲۔ شیعہ طریقہ پر نکاح :

۳۔ سنی طریقہ پر نکاح :

۴۔ کورٹ میرج :

۵۔ دو نکاح کا طریقہ : مذکورہ بالا تمام طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقے پر نکاح پڑھائے جانے کے بعد آغا خانی طریقہ کے مطابق نکاح :

۶۔ آغا خانی باطنی طریقہ کے عین مطابق صرف جماعت خانے میں نکاح :

بیک وقت میرے آباؤ اجداد ہندو ہونے کے ساتھ ساتھ اسماعیلی بھی رہے۔ اس کی وجہ وہ خاص سہولت تھی جو انہیں فراہم کی گئی تاکہ وہ ہندوؤں کے سماج میں اپنی اسماعیلی حیثیت برقرار رکھ سکیں۔ اُسی نسبت سے ماضی قریب میں بھی اکثر آغا خانیوں نے اپنے سابقہ ہندو بزرگوں کی اس یاد کو قائم و دائم رکھا۔ چنانچہ اکثر اسماعیلی اپنے نام ہندوجی، بھگوان جی، رام جی، پوجا جی، دھرم جی، مندر جی، جادو جی، دیوتا جی رکھتے۔ جبکہ آج بھی اکثر آغا خانی اپنے ناموں کے ساتھ گوت "اٹک" (کنیت) کا استعمال کرتے ہیں۔

مردوں (Gents) کے لئے مخصوص نام مندرجہ ذیل ہیں:۔ مثلاً مہتا جی، بھام جی، کھمجی، راؤ جی، لال جی، والجی، مانجی، بھیم جی، سوجی، کترا جی، لنو جی، بھان جی، ساجی، کانجی، نیم جی، ویر جی، ہیر جی، ڈامجی، کرجی، کارا جی، گاؤ جی، مولجی، اندر جی، پھول جی، سور جی، وارہ جی، بھاؤ جی، واندرا جی، مرجی، سوندر جی، کھڑام جی، پارہ جی، راکھشش جی، ہیرا جی، گانگجی، کھڑیا جی، وانجی، دارو جی، مرلی جی، ماکھن جی، پریم جی، چریا جی، گووند جی، مام جی، لنک جی، مالا جی، پرشاد جی، چندر جی، ویر جی، چتور جی، مرار جی، مانڈلی جی، دیپک جی، پوپٹیا جی وغیرہ وغیرہ۔

جبکہ خواتین (Ladies) کے لئے مختص نام جن کی تفصیل مختصراً درج ہے:۔ لکشی

بائی' کملا بائی' ہیرا بائی' موتی بائی' سندر بائی' جمنا بائی' گنگا بائی' چندر بائی' ڈاکن بائی' گلا بائی' گیتا بائی' پری بائی' ڈائن بائی' تارا بائی' شانتی بائی' بھنگیانی بائی' تلسی بائی' میوا بائی' لاڈو بائی' ممی بائی' روتل بائی' سنتوک بائی' لکشمن بائی' مالا بائی' شیوجی بائی وغیرہ۔

موجودہ ایام میں نومولود بچیوں کے نام کی تفصیل یہ ہے:۔ رادھا' ریکھا' پونم' ودھاتا' چاولہ' گیتا' چندر' کرن' جوتی' کملا وغیرہ جیسے اضافی الفاظ لگا کر اپنی سابقہ جدی پشتی وابستگی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ جس سے ان کی انا کو روحانی سکون میسر ہوتا ہے۔ ان ناموں کی نسبت ہی سے ہندوؤں کے دلوں میں وہ لگاؤ (چاؤ) اجاگر ہو پاتا ہے جو مسلمانوں کے مقابلے میں آغا خانیوں کو ترجیحی بنیادوں پر سابقہ مذہبی وابستگی کے رشتوں کو اجاگر کرنے پر ان کے دلوں میں ہمدردی کا باعث ثابت ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی طور پر مسلمانوں کے مقابلے میں آغا خانیوں کو اپنے قریب ترین پاتے ہیں پس یہ ہمدردی ہی ہندوؤں کے سماج میں آغا خانیوں کے پہنچنے کا باعث ہے۔

اس بات کے افشاء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ میرے آباء و اجداد کی "اٹک" کنیت "پوپٹیا" تھی۔ واضح رہے لفظ "پوپٹ" گجراتی میں بولنے والے اس طوطے کے لئے مستعمل ہے۔ جو مرغان خوش گلو کے طور صبح علی النہار "ٹائیں ٹائیں" یا صرف پوپٹ پوپٹ کرے۔ جس کا ہندوؤں کے یہاں یہ نیک شگون لیا جاتا ہے کہ اس طوطے میں عبادت گزار بزرگ کی روح سرائیت کر گئی ہے۔

اسی سلسلے میں ایک حقیقت کا بیان اہمیت کا حامل ہے کہ میں ماضی قریب کے ایام میں ہفت روزہ تکبیر کراچی کے شمارہ ۳ر نومبر ۱۹۸۸ء میں شائع شدہ مندرجہ ذیل مراسلے کو بار بار پڑھ کر بے حد تعجب زدہ ہوتا تھا کیوں کہ مراسلہ نگار کی کم علمی کا ان الفاظ کے عیاں پر افسوس ہوتا جو غالباً آغا خانیوں کی ہندو مذہب سے سابقہ دیرینہ وابستگی کی نسبت سے ایام حال میں اپنے فطری جذبات کے اظہار کو محض ڈھال کے طور پر استعمال سے تشبیہ دے کر بیان کی گئی' جبکہ حقیقتاً آج بھی وہ خود کو ہندو مذہب سے وابستہ تصور کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق پورے بھارت میں مقیم آغا خانی برادریوں سے ہو یا پاکستان بھر میں سکونت پذیر

اسماعیلی افراد سے بہرحال متذکرہ شائع شدہ مراسلہ پیش خدمت ہے :

■ اسماعیلی ہندو مت کو ڈھال کے طور پر استعمال نہ کریں :

اسماعیلی برادری سے متعلق ماضی میں ہفت روزہ تکبیر میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں یہ تاثر بااحسن طور پر موجود ہے جو پکی دلیل کے طور پر پیش کرنے کے لئے کافی ہے : "وہ ہندو مذہب کے پیروکار ہیں جبکہ ہم انہیں ہندو مت کا پیروکار نہیں سمجھتے کیوں کہ وہ خود کو شیعہ امامی کہتے ہیں۔ ہم کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ ہندو دھرم کو ڈھال کے طور پر استعمال کرے اگر اسماعیلی خالص ہندو دھرم اپناتے ہیں اور آئندہ زندگی اسی مذہب کے مطابق گزاریں گے تو پھر ہم ان کو مکمل تحفظ فراہم کریں گے ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارا نقطہ نظر اپنے پرچے میں شائع کر کے اس غلط فہمی کو دور کر دیں گے۔"

(مہاراج دھن داس' مارواڑی ہندو پنچائیت ٹرسٹ کراچی) ●

● ■ قدیم عدالتی ثبوت :

اس ضمن میں میرے آباؤ اجداد نے برصغیر ہند پر برطانوی راج کے ایام' عدالتوں میں جو قانونی کارروائی کی اس سے یہ بات اجاگر نظر آتی ہے۔ انہوں نے بڑی صاف گوئی سے معزز عدالتوں کو باور کرایا کہ ہمارے دائر کردہ مقدمہ کا فیصلہ ہندو مذہب کے مروجہ ضابطوں و طریقہ کار کے تحت کیا جائے۔ ان کی عدالتی کارروائی اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ قرآن پاک کے احکام کا اطلاق ان پر نہ کیا جائے اس کا مفہوم بیان کرنے کی اب ضرورت نہیں کہ ہم کیا ہیں ؟ اور مذکورہ عدالت سے کیا چاہتے ہیں ؟ ضمناً مفصل معلومات کے لئے بمبئی ہائی کورٹ میں دائر کردہ اپیل نمبر ۲۲۵ جو متوفی رحیم بھائی الو بھائی کے وارثان کی جانب سے جج سر چارلس سرجنٹ کی عدالت میں پیش کردہ مقدمہ جس کا فیصلہ ۲ جولائی ۱۸۷۵ء کو ہوا جس کے لئے (صفحہ ۲۹۵۔ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ) ملاحظہ فرمانے کے ساتھ مسماۃ مولی بھائی کا کیس صفحہ نمبر ۴۶ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ (جج سر رچرڈ کاوچ کی عدالت کے روبرو اور پیر بھائی مانجی کے مقدمہ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۸۵۵ء کو بمبئی ہائی کورٹ کے روبرو

جج یارڈلی سی جے کا فیصلہ اس کے علاوہ بمبئی ہائی کورٹ کے معزز جج یارڈلی سی جے کا مسمی ولو موسانی کے مقدمہ کا فیصلہ اور از خود آغا خان کا مقدمہ روبرو جج آرنولڈ کی عدالت میں مورخہ ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء کا تاریخی فیصلہ بھی بے حد قابل توجہ ہے۔ (ح ۱۹:) اول الذکر مقدمہ کا استغاثہ جو دوہری نوعیت کا تھا کہ اس پر جو بھی فیصلہ ہو وہ مدعی کے حق میں جائے گا۔

■ توہین عدالت :

﴾ انگریز بہادر کے نافذ کردہ دور غلامی کے عدالتی قانون میں یہ کارستانی ہمیشہ کار پنہاں رہی جس کی ادنیٰ مثال کے لئے لفظ "توہین عدالت" "Contempt of Court" کی اصطلاح و پابندی ذہن نشین کرائی گئی جس کی وجہ سے انصاف کا طالب اکثر اپنا مدعا محض اس خوف کی بناء پر بیان کرنے سے قاصر رہتا ہے کہ کہیں توہین عدالت کی پکڑ کے زمرہ میں نہ آجائے (جبکہ اسلامی نظام عدل میں توہین عدالت کا کوئی تصور موجود نہیں کیوں کہ اسلام عدل کے تحت ملزم، مجرم و مدعی کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی مکمل چھوٹ فراہم کی گئی ہے تا کہ انصاف کے طالب مظلوم و مجبور طبقات کی آواز کو محض "توہین عدالت" کے ناگاہ خوف کی بناء پر مسدود لب کا پابند نہ کر دیا جائے۔ اسلام اس اصطلاح و پابندی کو مسترد کرتا ہے۔) جس کا اس پیش کردہ تحریر سے ثبوت عیاں ہے۔ یہ ہتھکنڈے انگریز بہادر صرف غریب اقوام پر استعمال کرتا رہا ہے اپنی قوم کے حق میں وہ ہمیشہ سہل قوانین کو عین انصاف کے مضبوط ضابطوں و تقاضوں سے آراستہ کرکے سہولت بہم پہنچانا اپنی نیک نیتی اور اصول پسند عادات تصور کرتا ہے یہ انتہائی دوہرا معیار (Double Standard) وہ صرف تیسری دنیا کے لئے اختیار کرنا فخر سمجھتا ہے جن میں بتدریج غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر غریب اقوام اور خاص کر مسلم ممالک شامل ہیں۔) ﴿

● چنانچہ یہ فیصلہ کرایا گیا کہ اسماعیلی فرقہ کے افراد وراثت کے بارے میں قرآن پاک کے احکام کو نہیں مانیں گے بلکہ ہندو مذہب کا جو قانون وراثت رائج ہے وہ ان پر لاگو ہوگا جس کے لئے کچھ اسی قسم ہی کی شہادتیں پیش کی گئیں کہ اسماعیلی فرقہ ہمیشہ سے اسی ہندو

قانون وراثت پر عمل کرتا چلا آرہا ہے جس کے مطابق اسماعیلی دھرم میں وراثت کی تقسیم کی کوئی کارروائی لازمی نہیں پس مذکورہ حوالہ مقدمہ جات اس امر کی شہادت کے لئے کافی ہیں جنہیں شرح صدر سے تسلیم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم تمام آغا خانی ابتدائی طور پر ہندو مذہب کے پیروکار رہے جبکہ ماضی کے حوالے اس امر کے شاہد ہیں کہ آغا خانیوں کا خمیر اسی مٹی سے اٹھا جس میں ہندوازم بدرجہ اتم موجود پایا گیا۔ اسی نسبت سے میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ میرے جد امجد (ماں اور باپ کی طرف کے سلسلے) پہلے ہندو تھے جن کا آبائی وطن راجکوٹ ضلع کاٹھیاواڑ' انڈیا تھا۔ میرے دادا بھاجی نتھو اور ان کے والد پریم جی ابتدائی طور پر خالص ہندو مذہب کے پیروکار تھے۔

■ "اے بھگوان! اب تیرا کیا ہو گا؟"

اس مذہبی تعلق کی غمازی کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے جو مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی ہے:۔

میرے دادا جان جو کٹر بنیاد پرست ہندو تھے۔ انہوں نے اپنا ایک واقعہ میرے ابا جان کو سنایا تھا۔ جو وہ اکثر ہمیں بھی سنایا کرتے۔ اور بڑے لطف اندوز ہوتے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ہمارا جنم بھومی (آبائی وطن) راجکوٹ (انڈیا) میں احمد آباد جیسے بڑے شہر کے قرب و جوار میں واقع تھا۔ میرے دادا پرمیشر (خدا تعالیٰ) کی ذات کو تسلیم کرتے اور پر لوک (دوسری دنیا' آخرت) پر یقین رکھتے تھے۔ اسی بناء پر کثرت سے "رام" کی مالا جپ کر "تپسیا" (عبادت) کرتے (رام کے ہندی میں لفظی معنی ایشور یا خدا کے ہیں جبکہ رام چندر جی جو راجہ جسو تھ کے بیٹے تھے۔ ۱۴ برس بن باس رہ کر اعلیٰ درجے کی وفاداری دکھائی اور بالا آخر لنکا فتح کر کے اپنے ملک کو واپس تشریف لائے۔ ہندو انہیں خدا کا "اوتار" مانتے ہیں)

● علاوہ ازیں میرے دادا "تان سین" کی راگنی اور "پیلو" (ایک راگنی کا نام) کے تان (سرگیت) کے دھت (بے انتہا) شوقین تھے (علم موسیقی کے رو سے سات راگ اور چود:

"کالی ماتا" کالی دیوی "کلکتہ والی"

بھیم سین کا سر قلم کرنے پر فاتحانہ مسرت کا اظہار

راگنیاں ہیں جو انہی سات راگوں کے سروں کے الٹ پھیر سے گائی جاتی ہیں) وہ اتائی رامشگر (گویا)' راگ رنگ کی محفلوں کے رسیا اور انتہائی منکسرالمزاج ہونے کی وجہ سے "پرنام" (ہندووانہ طریق پر ہاتھ جوڑ کر نمسکار (سلام) یا بندگی کو پرنام کہا جاتا ہے حرف عام میں "ڈنڈوت" بھی مستعمل ہے) کے انتہائی عادی تھے جبکہ بھگت سوچ و فکر کے تحت پرا رتھنا (عرض و التجا) کے انداز میں پشتی (موروثی' خاندانی) سبھاؤ (عادت) کی بناء پر اگر کسی کے "پران چھوٹ جاتے (دم نکل جاتا) تو پٹس (مردے پر ماتم یا بین) کرتے اور "ارتھی" (ہندو یا سکھ کا تابوت جنازہ) کو کاندھا دیتے اور مرگھٹ (ہندوؤں کی لاشوں کے جلانے کی جگہ) جاتے' "چتا" (لکڑیوں کا ڈھیر جس پر ہندو مردے کو جلاتے ہیں) پر لوتھ (لاش) کی "کریا کرم" (مردے کو کفنانے اور جلانے وغیرہ کی ہندوانہ رسوم) ادا کرنے سے لے کر مرگھٹ سے پھول چننے (مردے کی ہڈیاں' ناخن چننے کی رسم) میں ضرور شامل ہوتے وہ بھوت پریت (مردے کی ناپاک روح) اور "بچھل پائی" (چڑیل ڈائن) اور "کایا پلٹ (آواگون تناسخ)" کے قائل تھے ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کا سندیسا (پیغام) ملنے پر اس سے ملاپ (رابطہ) ضرور کرتے۔

خاص کر "گورو" (پیشوا۔ رہنما)' پنڈت (برہمنوں کا لقب' ہندو عالم جو شاستروں کا فاضل ہو)' پٹیل (گاؤں کا مکھی)' پانڈے /پنڈت' (برہمنوں کی ایک مشہور ذات)' پروہت (گھر کا پنڈت' مذہبی رسومات ادا کرنے والے برہمن) اور گرو گھنٹال (بڑا استاد) کے سندس کو رد نہ کرتے اس کے ساتھ ساتھ "جھاڑ پھونک" مفت کیا کرتے تھے چنانچہ اکثر پریت مارے "پریمی" (پیار کرنے والے) "موہنی منتر" (دل میں محبت پیدا کرنے کا وظیفہ یا دعا) کرانے آتے۔ میرے دادا "ریکھا" (ہاتھوں کی لکیر) دیکھنے کا "چاؤ" (شوق) رکھتے تھے جبکہ وہ کوئی جوتشی نہیں تھے بلکہ وہ قیافہ شناس (علم قیافہ کے ماہر) اور قیل و قال (بات چیت مباحثہ) کے ہٹی (ضدی) تھے ان کا کوئی بالکا (چیلا یا شاگرد) نہیں تھا' وہ ایشور / پرمیشر (خدا تعالیٰ) پر پورا پورا پکا بھروسہ رکھتے اور ہمیشہ پرارتھنا (دعا) کرتے چنانچہ اوت (لاولد' نامرد) اور بیدھا (وہ شخص جس پر جادو کا اثر یا سحرزدہ ہو) لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔

کالی ماں المعروف (کالی ماتاجی) جس سے والہانہ عقیدت کا نعرہ ہے

”کالی کلکتے والی۔ تیرا وار نہ جائے خالی“ (کالی دیوی غضبناک روپ میں)

اکثر بے راگی (مذہبی فقیر نفس کشی کرنے والے جوگی) ان کے ڈیرہ جمائی رکھتے' وہ پکھاوج (میلہ) بھی جاتے' میرے دادا "اشٹمی" (آٹھواں دن: ہندوؤں کا تہوار) کے موقع پر جوگ (ستاروں کا ملاپ نیک ساعت) پر جوتشی (نجومی) سے جعفر (ایک علم جس سے غیب کا حال معلوم کیا جاتا ہے۔ قیافہ کی حد تک' باقی جھوٹ مکرو فریب کے سہارے متاثر کرنے کا علم) سے جوکھم کا کاج (خطرے کا کام) رفع دفع کراتے' وہ "بچھی" (دولت مایہ) اور "رام رام جپنا پرایا مال اپنا" نظریہ کے حامل لوگوں سے گھن (نفرت) کرتے ان کے "چوپال" (بیٹھک نشست گاہ (گاؤں کا وہ پنچائتی مکان جس میں پنچ مل کر بیٹھتے یا ٹھہرتے ہیں) میں کبھی چپڑ تناتیا (خوشامدی)' لترا (چغلی کھانے والا)' چلتر لوگ (مکر فریب دینے والے) نہیں دیکھے گئے دادا کا چوبکا (جہاں ہندو اپنا کھانا تیار کرتے ہیں) اور چوکا (وہ لیپی ہوئی جگہ جہاں ہندو لوگ بیٹھ کر روٹی کھاتے ہیں) ہمیشہ صاف ستھرا رہتا تھا وہ ہمیشہ عورتوں کو تلک (جو ہندو لوگ اپنے ماتھے پر رنگین مٹی سے لگاتے ہیں) اور ٹیکا (سیندور وغیرہ کا ماتھے پر نشان) لگانے اور مردوں کو "چندری" (سر کے بالوں کی مخصوص لٹ' بودی' چٹیا) رکھنے کی ہدایت کرتے' وہ "دھما چوکڑی" (شور و غل) اور "لپاڈگی" (دھول دھپا) سے دور بھاگتے۔ اور اپنا زیادہ وقت تپسیا (عبادت) میں گزارتے۔

● میرے دادا جان پوجا پاٹ کے بڑے دلدادہ تھے۔ اس شوق کی تسکین کے لئے وہ اپنے ہاتھوں سے بت' مورتیاں تراشتے یا کچی مٹی سے بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرنے میں بڑی روحانی مسرت محسوس کرتے۔ اس ضمن میں یہ ذہن نشین رہے کہ ہندو مت کی تمام اساس ہی دیوتاؤں کی پرستش پر منحصر ہے چنانچہ انفرادی طور پر ہر ہندو کو یہ مذہبی اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی رضا و رغبت کے تحت جس دیوتا کو بھی چاہے قبول کرلینے پر اس کی مورتی یا بت بنالے اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دے۔ اسی کا اظہار ہندو مفکر جناب "گوونداس" نے اپنی تحقیق کے مطابق بلا تجسس اظہار رائے پیش کرتے ہوئے کیا:۔

"ویدوں میں ۳۳ دیوتا تھے لیکن بعد میں ان کی تعداد ۳۳ کروڑ تک پہنچ گئی"۔

(ہندو ازم ص ۱۵۹)

چنانچہ میرے دادا روحانی سکون کی تلاش میں ارد گرد کے تمام علاقوں کے مندروں میں پھیرا رکھتے اور اسی میں مگن رہتے (ہٹ دھرمی ہونے کی بناء پر انہیں تمام مندروں کے پجاری تعظیماً "تھو بابا" کے نام سے پکارتے)

فطری طور پر میرے دادا "جتی ستی" (دنیا سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے پارسا) تھے ان کا من موہ (پسندیدہ) مندر ایک ہی تھا اسی لئے وہ اکثر اپنا وقت "گیتا مندر" میں گزارتے اس کے علاوہ رام کہانی' اشلوک گرنتھ (پستک 'کتاب جو بابا گرو نانک صاحب کی طرف منسوب ہے) اور بھجن گانا ان کا شغل تھا۔ مندر کے قریب ہی "گھیلا ندی" بہتی تھی جس میں علی الصبح وہ "اشنان" کرتے' شاذ و نادر ہی اس ندی میں طغیانی آتی۔ ایک دفعہ موسم برسات میں مون سون نے وہ جل تھل پیدا کی کہ عجیب سی طغیانی رونما ہوئی۔ جس کی وجہ سے "گھیلا ندی" کے کنارے بہہ گئے اور ندی کا پانی تیز بہاؤ کر کے نشیبی علاقوں میں اتر گیا۔

میرے دادا اس وقت مندر میں "جل تھل مول منڈڑن" کے اعلیٰ منتروں سے پوجا پاٹ میں مگن تھے۔ اچانک پانی کا ایک ریلہ مندر میں بھی داخل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے تمام پجاریوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ دادا جان نے "جل تھل مول منڈڑن" کے مقدس منتروں کی کاٹ میں اب الٹا منتر با آواز بلند پڑھنا شروع کیا تاکہ جل تھل میں سکوت پیدا ہو پائے لیکن اس زور کے پانی کے آگے الٹی مالا جپنے کا اب کوئی اثر نہ ہوا بلکہ بہاؤ نے جب زور پکڑا تو دادا جان اپنے منتر و نتر چھوڑ کر جان بچانے کے لئے بڑی مشکل سے مندر کی چھت پر پناہ لینے میں کامیاب ہو پائے۔ اچانک انہیں خیال آیا کہ مندر میں ان کے دیوی دیوتاؤں کے بتوں اور مورتیوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن اس ہنگامی صورت میں وہ کر بھی کیا سکتے تھے کیونکہ پانی چھت کے کناروں کو چھو رہا تھا۔ بے بسی کے اس عالم میں آخر کار وہ پکار ہی اٹھے کہ "اے بھگوان! اب تیرا کیا ہوگا؟" پانی کے بہاؤ کا زور ٹوٹنے پر دوسرے دن جب مندر سے پانی خارج ہو گیا تو دادا جان نے جا کر اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ' مٹی کے اصنام (بت) دیکھے جو پانی میں زیادہ دیر رہنے کی وجہ سے پگھل کر قدم بوس ہو چکے

تھے۔ ان کی اس حالت پر دادا جان بیساختہ پھر پکار اٹھے کہ "اے بھگوان! یہ تیرا کیا ہو گیا؟"

■ اسماعیلی مسلمان :

میرے دادا کو کس نے اسماعیلی مسلمان کیا؟ یہ ایک معمہ ہے جو آج تک حل نہ ہو سکا باوجود اس کے گمان غالب یہ ہے کہ آزادی پاکستان کی تحریک نے برصغیر پر چھائے ہوئے کفر و شرک کے ان تمام بادلوں کو جو دین اسلام پر ہندو ازم کے ساتھ بالجبر مسلط کر دئے تھے' چھانٹ کر رکھ دیا' کمزور العقیدہ افراد کے ذہنوں میں انقلاب کی وہ لہر پیدا ہوئی جس نے بڑی سرعت سے شعور کے تمام خانوں کو تہہ و بالا کر کے پاش پاش کر دیا' باطل نظریات اپنے بوسیدہ اور بے جان سہاروں پر اسکا مقابلہ نہ کر پائے بالآخر اسلام کی حقانیت کے روبرو تمام طاغوتی قوتیں خس و خاشاک کی طرح بہہ کر اپنے مدفن میں سما گئیں کمزور العقیدہ افراد کو اس گھپ اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی پس اصل محرک تحریک آزادی پاکستان تھی جس میں برصغیر کے تمام افراد نے ایک انقلابی نعرہ سنا یعنی پاکستان کا مطلب کیا؟

■ ○ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ :

◀ لا الہ الا اللہ کا مطلب و مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں جو خالق و مالک کہلائے جانے کا مستحق ہو۔ عالم الغیب' حاضر و ناظر' مختار کل سمجھا جائے' نفع و نقصان جس کی مٹھی میں ہو' دستگیری' حاجت روائی' مشکل کشائی اور فریاد رسی جس کی صفت ہو' اٹھتے بیٹھتے جس کو پکارا جائے' جس سے غائبانہ خوف کھایا جائے' امیدیں وابستہ کی جائیں' جس پر توکل کیا جائے' واسطہ اور وسیلہ کے بغیر جس سے دعائیں مانگی جائیں' جس کے حضور رکوع و سجود ہو' جس کے نام کی نذر و نیاز کی جائے' قانون سازی جس کا حق ہو' سب جس کے بندے اور محتاج ہوں' کسی کو اس پر زور یا زبردستی کا یارا نہ ہو۔

محمد رسول اللہ کے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور اللہ تعالیٰ کے

آخری رسول ہیں۔ ان کے قول و عمل کے سامنے کسی کا قول و عمل ہرگز قابل قبول نہ ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کی وہی تعبیر معتبر ٹھہرے گی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ قیامت تک سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شعبہ میں سند آخر ہے اور ہر قسم کی بدعت قابل رد ہے' اس عقیدہ کا مالک گنہگار سے گنہگار بندہ آخر کار جنت کی بادشاہی میں پہنچ کے رہے گا (انشاء اللہ) اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا جنت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا چاہے وہ دن میں ہزار نمازیں پڑھنے والا' ہر روز تہجد ادا کرنے والا' ہمیشہ روزہ رکھنے والا صائم الدہر ہو۔

الہ العالمین!

ہر فرد بشر کو اس عقیدہ کے ماننے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

● بہرحال "لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ" کے اس نعرہ نے وہ کیفیت پیا کی جس سے متاثر ہوئے بغیر کوئی نہ رہ سکا پس میرے دادا بھی غالباً" اسی بناء پر ہندو مذہب کو خیرباد کر کے اسماعیلی مسلمان ہونے کی طرف راغب و گامزن ہوئے؟ میرے دادا ایک مشہور گجراتی قول گنان کے طور پر گنگناتے تھے جو پیش خدمت ہے:۔

کھاٹلو خانو : (ترجمہ) چارپائی جماعت خانہ

گودڑو گینان : بستر اس کا گنان

بیڑی لوبان : بیڑی (سگریٹ) کی دھونی لوبان کے طور پر

(وضاحت) : اس خود ساختہ گنان (قول) کی تقلید میں آغا خانی قوم کے سینکڑوں نوجوان اس دھن میں منشیات کے عادی بن گئے جس میں گانجا' چرس' افیم' تاڑی اور کنتری یعنی کچی شراب کا ماضی میں خوب استعمال رہا' جبکہ حالیہ ایام میں ہیروئن کا استعمال عام ہے۔

■ مذہبی ملغوبہ :

دیگر ازیں قابل توجہ یہ بحث ہے کہ انہیں ہندو مذہب سے دین اسلام کی راہ پر گام
ہوتے وقت کس نے ایک ایسے گمراہ کن راستے پر دھکیل دیا؟ جو بیان تو یہ کیا گیا کہ "یہ
خالص اسلام ہے۔" لیکن اصل میں گمراہی اور شرک اس راستے کی منزل ثابت ہوئی
ہوتی جارہی ہے۔ آخر وہ کون لوگ تھے یا ہیں جو سیدھے سادے لوگوں کو اسلام میں مکم
طور پر داخل ہونے سے روکتے رہے۔ اور ان نام نہاد مذہبی پیشوائی کے جھوٹ
دعویداروں نے اس وقت کے بھولے بھالے لوگوں کو گمراہیوں میں مبتلا کرکے جہنم سپرد
دینے کے ناپاک طاغوتی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کیا۔

پس یہ ہی وہ خطرناک لمحہ تھا جس وقت یہ سارا کھیل کھیلا گیا اور یہ بھیانک سازش
گئی کہ آئندہ نسلوں کو گمراہیوں و تاریکیوں کی راہ پر ڈال دیا گیا' چونکہ اسلام کی رو
ہندوؤں کے ذہنوں کو متاثر کرتی جارہی تھی اس لئے منصوبہ بندی یہ کی گئی کہ ان ہندوؤ
تبدیلی مذہب کے عمل کے نتیجہ میں ایسا کردیا جائے کہ اگر وہ ہندو نہیں رہتے تو مسلمان
نہ رہ سکیں اس ارتکاب جرم کے حامل افراد کے متعلق ایک تنبیہہ و اشارہ قرآن مجید
ملتا ہے ○ ترجمہ : اور اس سے ظالم کون کہ بلایا تو جائے اسلام کی طرف اور وہ اللہ
جھوٹ بہتان باندھے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا (الصف ۶۱/۷) چ
یہ ہی عمل دہرایا گیا اور اسلام کے نام پر ہندووانہ عقائد' رسم و رواج کا ملغوبہ پیش کیا
جس کا اسلام سے قطعی کوئی تعلق نہیں جس کی ایک مثال پیش ہے:

تبدیلی مذہب ہندو ازم سے اسماعیلیت کی طرف رجوع کی ایک خاص وجہ جو میر
آباؤ اجداد نے محسوس کی وہ سہولت تھی جو انہیں ہندو اور اسماعیلی مذہب میں مماثلت
بناء پر بڑی بھلی لگی انہوں نے با احسن طور پر یہ محسوس کرلینے پر مصمم فیصلہ کیا کہ
مذہب سے اسماعیلی مذہب اختیار کرلینے میں کوئی نمایاں تبدیلی یا اقدام نہ کرنا ہوگا
تقریباً اکثر و بیشتر وہی طور طریقے اپنائے رکھنا ہوں گے جو صرف معمولی ردوبدل کے
کارگر ہوں گے مثلاً ہندوؤں کے ہاں مرد اپنی انگوٹھی میں اور ہندو عورتیں اپنے
نیکلس میں اگر کرشن بھگوان (کنہیا لال ہندوؤں کا ایک اوتار جسے کنہیا جی بھی کہتے ہیں

کی نصائح اور پر حکمت کلمات مشہور ہیں گیتا نامی کتاب ان ہی کی طرف منسوب ہے)
المعروف "کانوڑہ بھگوان" کی چھوٹی تصویر لگالیتے تھے تو اسماعیلی مذہب اختیار کرنے پر جو
تبدیلی نمایاں ہوئی وہ فقط اس قدر کہ اب کرشن بھگوان (کنہیا لال) المعروف کانوڑہ بھگوان
کی تصویر' آغا خان "حاضر امام" کی چھوٹی تصویر سے بدل دی گئی۔

جبکہ ہندوؤں کی دکانوں یا مکانوں کی دیواروں پر پہلے اگر مذکورہ "کانوڑہ بھگوان" کی
تصویر تھی تو اب اس کی بجائے اسماعیلی مذہب اختیار کرنے پر گھروں و دکانوں کی دیواروں
پر آغا خان "حاضر امام" کی تصاویر آویزاں کردی جاتی جسے باعث خیر و برکت قرار دیتے
ہوئے رد نظر اور کسی آفت و مصیبت کو دور کرنے کا موجب قرار دیا جاتا' مذکورہ بالا تمام
سہولتیں ایسی تھیں جو تاریکیوں میں سے اٹھنے والے قدموں کو راغب کئے جانے کے لئے
کافی تھیں۔

چنانچہ دادا جان نے بلا کسی ہچکچاہٹ کے تبدیلی مذہب کا عمل اختیار کیا' ماضی میں کی
گئی خرافات سے قطع نظر غور طلب بات یہ ہے کہ موجودہ ایام میں بھی مذکورہ مشرکانہ
اعمال کے جاری رکھے جانے اور ان تمام گمراہیوں کا ذمہ دار کون ہے؟ آغا خان کے
متعین کئے ہوئے مکھی' کامڑیا لوگ؟ اس کا فیصلہ وقت کے ساتھ ساتھ ہر ذی عقل افراد از
خود کرلیں گے جو حقیقت اور بناوٹ کو ذاتی تجربہ اور پرکھ کی بناء پر ہی سمجھ سکیں گے۔ انہیں
اس کا اچھی طرح احساس ہوجائے گا کہ گلٹ پر چمک کی سنہری تہہ چڑھا کر سونے کے طور
پر پیش کی جانے والی دھات نقلی ہے! اس روز ساری قلعی کھل جائے گی کہ دین اسلام
حقیقت میں کیا ہے؟ آخر ہر طرف سے جب اسماعیلی مذہب پر تنقید کا دروازہ کھلنے پر زور
بڑھتا جائے گا جس طرح اب محسوس کیا جانے لگا ہے تو بالا آخر کب تک لوگ خاموش
تماشائی بنے رہیں گے؟ اللہ نے جو دماغ ہر انسان کو عطا کیا ہے کیا وہ صرف دنیائی ترقی'
سائنسی آلات کی خرید و فروخت' معاشی و اقتصادی مسائل کے حل' میڈیکل سائنس اور
انجینئرنگ کی جدید ٹیکنالوجی جو صرف کمپیوٹر کو استعمال کرنے کے ہی کام آسکتا ہے یا خود
اپنے متعلق غور و خوص کرنے کے بھی کام آسکتا ہے کہ ہم خود کیا ہیں؟ مسلم یا غیر مسلم! یا

بیک وقت دونوں یا دونوں بھی نہیں کچھ اور؟ میرا اشارہ ہے کہ مشرک!

■ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا کمال :

◆ سائنسی آلات اور کمپیوٹر کے استعمال کا ذکر خیر ہو رہا ہے عقل دنگ ہے کہ کیا سے کیا ہو جائے گا اس موقع پر مجھے قانون کے اس ہونہار طالب علم کی فنی صلاحیت کو داد تحسین پیش کرنا مقصود ہے جس نے اپنے طور پر خوب محنت و جستجو سے دن رات ایک کر کے اپنی تعلیم بھی حاصل کی اور اضافی وقت میں کمپیوٹر پروگرامنگ کورس کی تکمیل کر کے اضافی نمبروں سے سند حاصل کی اور آج کل کمپیوٹر سے متعلق ایک صف اول کی بڑی فرم میں اپنی صلاحیت کا لوہا منوا رہا ہے۔

یہ وسط ۱۹۸۶ء کے ایام کی بات ہے جب میں اپنے تاریخی دیوانی مقدمہ نمبر ۳۳۱/۸۶ بابت "اذان و نماز جماعت خانوں میں" سے متعلق وکلاء حضرات سے مشاورت میں مصروف رہتا تھا (گو کہ مذکورہ مقدمہ آج بھی عدالت عالیہ سندھ کے روبرو زیر سماعت ہے۔ اس کارروائی کی مکمل مصدقہ روداد اسماعیلی برادری کی معلومات کے لئے "پیپر بک" کی صورت میں ترتیب دے کر شائع کی گئی جو مفت طلب کی جاسکتی ہے۔ مؤلف) یہ بڑی اچھی ریت اور خوش کن اسلوب کی بات ہے کہ ہمارے ملک کے عدالتی نظام کے تحت مقدمہ دائر کر دیئے جانے سے قبل اور بعد میں تسلسل سے مشاورت کا عمل جاری رہتا ہے۔ ماہرین قانون کی یہ رائے ہے کہ اس طریقہ کو اپنائے رکھے جانے کی وجہ سے مقدمہ کے تمام نکات زیر نظر رہتے ہیں اور اہمیت کی بناء پر قانونی لائحہ عمل سہل ہو جاتا ہے۔

میری عدالتی مصروفیت کی بناء پر اس مذکورہ ہونہار طالب علم سے کئی ایک بار مفصل ملاقاتوں کا طویل سلسلہ ہوتا رہتا تھا' تبادلہ خیال کے دوران میں نے اپنا مدعا اسے بیان کیا جسے اس نے بڑے غور سے سنا چونکہ وہ کمپیوٹر سے متعلق علمی صلاحیت کے حصول میں مصروف تھا میری بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور مجھے یقین دلانے لگا کہ آپ مطمئن رہیں آپ کا کام ہوجانے پر عنقریب آپ کو ایک خوشی کا مژدہ سناؤں گا' میں حیران تھا کہ یہ طالب علم

کس امر کی پیشگی اطلاع فراہم کیے جانے کی خوشخبری دے سکتا ہے؟

کچھ عرصہ بعد جب میری اس ہونہار طالب علم سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو وہ بے انتہا خوش تھا اور بضد تھا کہ میں اس کے ہمراہ اس کے "کمپیوٹر روم" چلوں تاکہ وہ خوشخبری سے مجھے مستفید کر سکے، میں بلا کسی عذر کے اس کے ساتھ ہولیا کچھ ہی دیر بعد ہم اس کے وسیع دفتر کے کمپیوٹر سیکشن میں پہنچ گئے جو کہ مکمل طور پر مرکزی ایئر کنڈیشننگ کی سہولت کے ساتھ جدید کمپیوٹر نظام سے آراستہ تھا اس نے مجھے کرسی پر بٹھایا اور خود کمپیوٹر سکرین کے روبرو براجمان ہوجانے پر "کی بورڈ" پر مہارت سے اپنی انگلیاں چلانے لگا، چند لمحات کے بعد کمپیوٹر سکرین پر چند الفاظ نمودار ہوئے اس اثناء میں اس کی انگلیوں کی حرکت بدستور وقفہ وقفہ سے جاری رہی پھر اچانک ہی کمپیوٹر سکرین پر ایک طویل فہرست نمودار ہوئی جو بڑی محنت سے کمپوز کر کے ترتیب دی گئی تھی مجھے اس نے مذکورہ فہرست کے متعلق چند اہم معلومات فراہم کیں جس پر میں دنگ رہ گیا اب مجھے احساس ہوا کہ واقعی زبردست کام اس ہونہار نوجوان نے کر دکھایا میں نے خواہش ظاہر کی کہ اگر اس فہرست کی ایک نقل دستیاب ہوجائے تو ہمارے دائر کردہ مقدمہ کے لئے کافی حوالہ جات اس فہرست سے حاصل ہوجائیں گے جن سے مستقبل میں ہم مستفیض ہوسکتے ہیں۔ میری بات ابھی ختم بھی نہ ہوپائی تھی کہ اس نے کمپیوٹر کے ایک مخصوص بٹن کو جنبش دی کہ آن واحد میں قریب پڑی مشین (پرنٹر) میں حرکت پیدا ہوئی اور پل بھر میں مطلوبہ فہرست کا پرنٹ حاضر خدمت تھا جسے میں نے اپنے ریکارڈ میں محفوظ کرلیا جو آپ کے مطالعے کے لئے پیش خدمت ہے:

NAME OF BOOK :	NAME OF AUTHOR :
* History of the Assassins.	Chevàlier von Hammer.
* A history of Secret Societies.	Arakaun Draul.
* The Assassins.	Bsrnard Lewis.
* Agha Khan and His Ancestors.	Naraoji. M.Dumasia.
* Ali, the Greatest Lover.	Laonard Slater.
* Ever Living Guide.	Kassamali M.J.

Title	Author
* The Agha Khans.	Mihir Bose. Ramzan Kamani.
* The Golden Prince.	Gordon Young.
* The Agha Khan.	Stanley Jackson.
* H.H. The Agha Khan.	Harrey J. Greenwell.
* Memoir of Agha Khan.	Maugham.
* Secret Societies & Subversive Movements.	Nesta H. Wabster.
* Rikt Chuwasu.	Raza Soorti.
* Maktoobat aur Qarar-daden.	Mukhi Mohammed Ali.
* Hassan bin Sabah.	M.Ghulamm Mustafa.M.A. P.C.S
* Firdaus-e-Barin.	Abdul Halim Sharar.
* Hassan bin Sabbah.	Abdul Halim Sharar.
* An Appeal to Ali Soloman Khan.	Karim Ghulam Ali.
* History of Persia Vol. II.	Sir Percy Sykon.
* The Valley of the Assassins.	Freya Stork.
* Literary History of Persia.	E.C. Brown.
* Travells of Marco - Polo.	Marco Polo.
* An Open Letter to H.H. The Agha Khan.	1 - Karim Ghulamali. 2 - Abdul karimm Rajabali.
* Hamare Ismaili Mazhab ki Haqiqat.	Dr.Zahid Ali.
* Tarikh Fatmeen-e-Misr.	Dr.Zahid Ali.
* The Pathan.	Caroe . Olaf.
* Pawns in the Game.	Carr. William Guy.
* Churchill's History of English Speaking People.	Commager.Henry Steele.
* Story of My Life.	Keller. Helen.
* Ta[illegible]weem.Hijri-wa-Eswi.	Khalidi. Abu Nasar M[illegible]d.
* M[illegible]ameen-e-Iqbal.	Taj. Tasaddq Hussain.

* History of Assassins.	Wood. Oswald Charles.
* The Medieval Centuries.	Hay. Deny.
* RKM.	Under Print.
* Farmans.	Agha Khan
* Prince Agakhan.	Zuberi. M.Ameen.
* Under Standing Ismailism (A Unique Tariqah of Islam.)	Akbar aly Meheraly.(Canada
* A History of the Aghakhani Ismailis.	Akbaraly Meharaly.

واضح رہے کہ یہ فہرست ان کتب و دیگر کوائف اور تاریخی حوالوں پر مشتمل ہے جو آغا خان سے متعلق ہیں اور جن کا مکمل مطالعہ کرنے پر متذکرہ ہونہار نوجوان نے کمپیوٹر میں ریکارڈ کرلی تھی) اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اس کا نام افشانہ کیا جائے البتہ یہ بتاتا چلوں کہ وہ بھی نومسلم آغا خانی تھا!
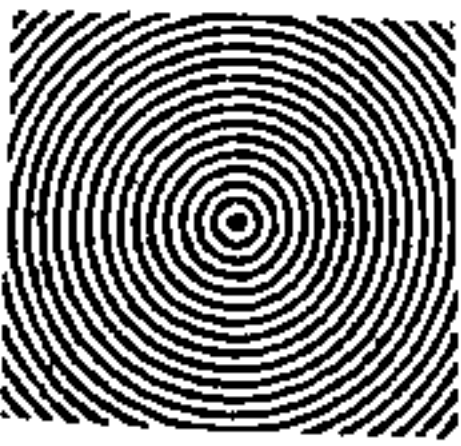
■ ہندووانہ رسومات :

چہ جائیکہ میرے بزرگ ہندووانہ رسومات و عقائد کے حامل تھے اسی لئے وہ اکثر بھجن، کرپن، گیتا، "پھاگ" ہولی کے کھیل کے موقع پر "عبیر" اور "گلال" (سرخ رنگ جو ہندو ہولی کے تہوار پر) ایک دوسرے پر ڈالتے، جنم اشٹمی (ہندوؤں کا تہوار جو بھادوں کے اندھیرے پاکھ کے آٹھویں دن "رام کرشن" کی سالگرہ کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے) کے تہوار کے موقع پر گانے بجانے، ناچ رنگ میں "بھوگ" سنانا یعنی گالی گلوچ اور "ہنسنا" (یعنی کسی کے باپ دادا کا نام لے کر گالیاں دینا) اور "لعان" (ایک دوسرے کو لعنت کرنا) ادا کرتے، کنواری لڑکیاں خاص طور پر "سوئمبر" (ہندوؤں میں ایک رسم جس میں لڑکی اپنا بر (جوڑ) تلاش کرتی ہے) میں شمولیت اختیار کرتیں جبکہ نوخیز منچلی دوشیزائیں "گھگھرا" لہنگا (ہندو عورتیں بجائے پاجامہ کے) پہنتی اور ہر ایک کو منھ

چڑاتیں، "چھیڑ چھاڑ" دھینگا مشتی میں نوجوانوں سے "چھینا جھپٹی" کرتیں۔

اس موقع پر شراب پی لینے والے نوجوان اس غنودگی کو "پینک" شوقیہ نشہ کے طور پر پینے والے اس کو "باٹلی مارنا" اور عادتاً پینے والے اس کو "دارو" پینا کہتے ایسی کسی محفل کی ابتداء میں "قلقل" کی آواز تک سنی جا سکتی تھی (صراحی سے شراب وغیرہ انڈھیلنے کی آواز) لیکن "چلو میں الو" (یعنی تھوڑی سی شراب پی کر مخمور) ہوجانے والوں کی بھرمار کی وجہ سے جو سرور میں آکر "قلقاری" (بے زبان بچوں کی ہنسی) کی طرز پر آوازیں نکالتے ایسی خرمستیوں کی وجہ سے اس سماں ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز بھی مات پڑجاتی۔ نوجوانوں کی متذکرہ خرمستیوں پر اکثر میرے دادا بھونجل (تاؤ) غصہ میں دہائی دیتے "پوپٹ (یعنی طوطا) مرتے مرتے مرگیا، پر اس کی چونچ کی لالی نہ گئی" (غالباً" ان کے یہ الفاظ برادری کے جاہل گنوار نوجوانوں کی لغو اور بے ہودہ کرتوتوں پر 'ایک بزرگ' صاحب عقل اور مدبر ہونے کی حیثیت سے ان کی پژمردگی کا برملا اظہار ہی متصور کئے گئے) باوجود اس اپدیش (نصیحت) کے برادری کے لوگ "ہون" (ایک عبادت جس میں آگ جلا کر اس پر گھی جلاتے ہیں۔) کی رسم بھرپور طریقے سے مناتے ہیں۔

میرے بزرگان رفتگان جو بدھوا منگل (ہندوؤں کا ایک میلہ جس میں صرف رانڈ عورتیں "ہنومان" کے درشن کو جاتی ہیں) کی سیوا کرتے اور انہیں "پن بھت" (اپلے

حاشیہ (بقیہ : صفحہ ۱۳۰) فتویٰ کی تعریف

فتویٰ (فت وا) شرعی حکم۔ مفتی کا فیصلہ۔ قاضی کا شرعی فیصلہ جو کسی بات کے جواز یا عدم جواز میں دیا جائے (مرتبہ : الحاج مولوی فیروز الدین" فیروز سنز۔ لاہور)

جبکہ "بابائے اردو" ڈاکٹر مولوی عبد الحق، انجمن ترقی اردو پاکستان کی شائع کردہ اردو انگریزی لغت کے صفحہ نمبر ۸۱۲ میں "فتویٰ" کے لغوی معنی کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

فتویٰ (A) Fat wa,n.m:"An order under Muslim law" "Decision of a Qazi("قاضی" A Muslim Judge), in a particular matters; Judgement; decision; award.

"پاربتی دیوی" اپنے شوہر شنکر بھگوان کے ترشول کے ساتھ
(سواری کے لئے مقدس ببر شیر)

ہوئے چاول اور شربت جنہیں ملا کر پیتے ہیں) پیش کرتے اور باقی معمولات زندگی میں وہ انگوچھا (وہ کپڑا جو ہندو نہاتے وقت کمر پر باندھتے ہیں) پہن کر ساون بھادوں میں بھبھوت (اپلوں کی راکھ جو سادھو اور جوگی بدن پر ملتے ہیں) کر کے "بھاشا بھاگا" (ہندی زبان کی بولی) میں اشلوک (وید / بید وغیرہ ہندوؤں کی مقدس کتب میں سے ایک جملہ) پڑھتے اور ہندو مذہب سے اپنی والہانہ وابستگی کا برملا اظہار چلا چلا کر کرتے۔

جبکہ میرے دادا جان "ترویدی" (تین ویدوں کے جاننے والے) تھے، بھجن (خدا کی تعریف کا گیت) گاتے اور بھدار (نامبارک وقت ماتم پر داڑھی مونچھ کا صفایا) کرالیتے، بھرشٹ (ناپاک) ہوجانے پر خود کو اشنان سے پوتر (پاک) کرلیتے، بھکشو (مہاتما گوتم بدھ کا پرستار جو ترک دنیا کرے اور بدھ مذہب کا پرچار کرے) کا احترام کرتے، آچاریہ (دینی رہبر) کی اسیس اور آشیرباد (خیر و برکت کی دعا) لیتے، جبکہ ادھوم (بے دین) بھان متی (بازیگر) اور برہمچاری (جو شخص شادی نہ کرے)، تریا (عورت) "تتلی" (جو عورت بناؤ سنگار کر کے دکھاتی پھرے) ان کا تیاگ (بائیکاٹ) کرتے، اور "تریا چلتر" (عورتوں کے مکر و فریب) سے بچتے، اور اپنی آشا (مرضی) سے آتشی (صلح و امن) کے ساتھ بھوجن (دیوتاؤں کی نذر کا کھانا) کھاتے اور بھوگ گاتے (ایک بھجن اور راگنی کا نام جو صبح کے وقت کرشن جی کے بھوگ کی تعریف میں گاتے ہیں) ان تمام کاموں کو ثواب سمجھ کر کرلیتے تھے اور خاص کر بیساکھی، دوالی (ہندوؤں کا تہوار جس میں لکشمی کی پوجا کاتک کی پندرھویں تاریخ کو ہوتی ہے جس میں رات کو چراغاں کرتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں) میں دیپ مالا (چراغوں کی قطار) جلاتے، درگا، پوجا، بھنوری گھماتے، پھیرے ڈالتے، ساتم آٹھم، چھاپے اور راکھی (ڈورا جو ہندو عورتیں ساون کے مہینے میں اپنے بھائیوں کی کلائی میں باندھتی ہیں)، کھیلتے تھے۔

رام نیلا (ہندوؤں کا تہوار جو رام چندر جی کے جنم کی یادگار میں چیت کے اجالے پاکھ کے نویں دن ہوتا ہے) اور دیگر باقی تمام تہواروں و میلوں کے منانے میں ہندوؤں کے ہم پلہ معیار پر شانہ بشانہ شرکت کرکے باعث تکریم اور مندروں میں جانا، ہم مزاجی کی سطح پر درست تسلیم کیا جاتا، راہ گزرتے ہوئے اگر سامنے مندر آجاتا تو تعظیم سے سر جھکا کر پوجا

کرلیتے (بالکل اس طرح جیسے مسلمان راستے سے گزرتے ہوئے بیچ راہ مزار' درگاہ' آستانہ آجانے پر سلام کرتے ہیں اور شدت جذبات سے مغلوب ایک مخصوص مسلک کے پیرو کار جس طرح تعظیمی سجدہ تک ادا کرلیتے ہیں!) اور اگر کسی دوست کے ساتھ مندر چلے گئے تو جو ہندو بھائی! پوجا پاٹ کر رہا ہو وہی پوجا پاٹ اسماعیلی بھی کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے کیوں کہ کسی دوست یار کا دل رکھنا ہمیشہ بڑی بات تسلیم کیا گیا جبکہ اس وقت جو روحانی خوشی بنیا (ہندو) دوست کو ہوگی اس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا۔ پس یہ ہی عمل اپنے ہندو دوست کو متاثر کرنے کے لئے بھی کافی تسلیم کیا جاتا۔

■ میرے بڑے بھائی کا مصدقہ بیان :

◄ یہ ہندوستان کے بٹوارے سے قبل کے ایام کی باتیں ہیں جو میرے سینے میں ضمیر کی امانت ہیں ضمیر کی عدالت میں جھوٹ کا سکہ نہیں چلتا اسی لئے میں جو بات کر رہا ہوں وہ سو فیصد سچ پر مبنی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم آغا خانی کیا ہیں؟ یعنی ہم کس مذہب کے پیروکار ہیں کیوں کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ماضی میں ہم لوگ کانوڑہ بھگوان کی پوجا بھی کرتے' دیوالی مناتے' ہولی مناتے' ناریل پونم سال میں ایک دفعہ ہندوؤں کے ساتھ کلفٹن اونٹ گاڑی پر بیٹھ کر جاتے۔

مذکورہ مصدقہ بیان کے میرے چچا حبیب بھانجی گواہ ہیں جب ہمارا قیام کھارا در میں تھا اور وہ خود ان ایام میں علی بھائی پان والا سود خور کے ہاں ملازم تھے اور ہم جونا جماعت خانہ کھارادر پانچ نمبر ٹنکی میگوار پاڑہ چارنل کے قریب معروف رانا والی جگہ میں مقیم تھے۔ جماعت خانہ جانے کے لئے جب ہم اپنے چچا حبیب بھانجی کو آغا خانی سلام "یا علی مدد" کہتے ہوئے گزرتے تو وہ جواباً "مولا علی مدد" کہتے ہوئے تاکید کرتے کہ آج امام باڑہ بھی جانا' تعزیہ نکلنے پر دلدل کے قدموں میں ناریل توڑنا' بعض دفعہ وہ باور کراتے کہ آج مندر میں کانوڑا بھگوان کے چرنوں میں ماتھا ٹیک کر ضرور آنا' کئی مواقع ایسے بھی آئے کہ ہم جماعت خانے میں دعا کر رہے ہوتے کہ اچانک مطلع کیا جاتا کہ حاضر امام کی آمد پر ان کی گاڑی

(کار) گزرنا ہے چنانچہ اپنی اپنی دعا ختم کردیں گویا جس سے دعا طلب کی جارہی تھی وہ از خود ہی آگئے ہیں تو اب دعا کے کیا معنی! دیگر اپنے معروف طریقہ سے اسے یوں سمجھیں کہ "اپنی نمازیں توڑلیں اب دعا کس سے کی جائے وہ تو خود ہی حاضر ہے" یہ تاثر ان ہٹ دھرمی آغا خانیوں کو دیا جاتا جو اپنی دعا کی تکمیل کرنے پر بضد ہوتے جبکہ جماعت خانے کی اکثریت فوراً دعا توڑ لینے میں زیادہ ثواب سمجھتی!

میری ابتدائی تعلیم کراچی سٹی کورٹ کے عقب میں واقع بوہریوں کے اسکول میں ہوئی' آج بھی اسکول کے پرانے ریکارڈ میں میرا نام صدر الدین غلام حسین آغا خانی ہی درج ہے جس کا انکار کم از کم اسکول انتظامیہ نہیں کرسکتی' یہ بات بالکل درست ہے کہ قیام پاکستان سے قبل کے ایام میں بوہری انتظامیہ اسماعیلی بچوں کو کبھی "گیتا" کی تعلیم پڑھنے والے ہندو بچوں کے ساتھ بٹھا دیتے اور کبھی قرآن پڑھنے والے مسلمان بچوں کے ساتھ بٹھا دیتے جس پر میں اکثر سوچتا کہ اصل میں ہم کیا ہیں؟

❁ دیگر تمام رسمیں اور تہواروں کا انعقاد میرے بزرگان رفتگان حتیٰ الوسع بڑی خوش اسلوبی سے مناتے تھے خاص کر ہوم کرنا' جپنا (انتہائی مخصوص عبادت) "[illegible] پوجا" پوجا کا یہ طریقہ مہادیو [illegible] ([illegible]) [illegible] صورت بنا کر اس کو جلھری میں رکھ کر پوجتے ہیں۔ (جلھری کی شکل [illegible] جیسی ہوتی ہے۔) مہادیو کے اس فرضی [illegible] پر جلدھارا کرتے۔ یعنی پانی یا دودھ میں پانی ملا کر اس کی بہت دیر تک دھار کو جلھری میں پڑے [illegible] پر گراتے ہیں (اس کیفیت کا سب مرد' عورت' لڑکے' لڑکیاں' بوڑھی عورتیں' جوان دوشیزائیں' بیٹے' بیٹیاں نظارہ کرتے) جبکہ آج بھی ہندوستان میں [illegible] پوجا کی عظیم الشان مقدس تقریب بڑے پرتپاک انداز میں منائی جاتی ہے (ح:۱/۲۰) (ک:۳)(ایضاً") قابل دید اس سے بھی متبرک پرلطف ایک اور عبادت ہندو مذہب میں موجود ہے۔

ہندوؤں کا ایک فرقہ ایسا بھی ہے جسے "[illegible] یاتی" کہتے ہیں جس میں انسانوں [illegible] [illegible] کی پوجا کی جاتی ہے۔ اس فرقہ کے لوگ شولنگم کی پوجا زور شور سے

شنکر بھگوان' پاربتی دیوی (اطراف میں "لنک مقدس" پر جل دھارا کا سماں)

شنکر بھگوان کا لنگ مقدس جس پر "ناگ دیوتا" سایہ فگن

اندر کی سبھا (محفل) جس میں حسین پریاں ناچتی تھیں) بلکہ ان تمام حقائق کا تعلق بلواسطہ ہندو عبادات و ان کی مقدس عبادت گاہوں سے ہے جن کا بیان کیا جانا میں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے بزرگوں کی جدی پشتی وابستگی کے ایک طویل مذہبی دور کا بیان کرنا میرے لئے اشد لازمی امر ہے تاکہ میں حقائق سے انحراف کا مرتکب نہ قرار دیا جاسکوں۔

■ دیوداسیاں کون ہیں ؟

ہندوؤں کے مندروں میں دیوداسیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ کنواری لڑکیاں شادی کی باقاعدہ رسم سے بتوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتی ہیں جبکہ خرید کردہ داسیاں کافی تعداد میں بھرتی کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ خود والدین نے اپنی لڑکیوں کو مندر کے لئے وقف کردیا ہوتا ہے۔ اپنی عصمت کی قربانی دینا ان کے لئے بڑے پن کا کام ہوتا ہے۔ جنوبی ہند میں ان کا عام رواج ہے اور وہاں مندروں میں عام ملتی ہیں۔ (ح:۲۱) ◄

✿ مذکورہ تمام تقریبات میں خلوص دل سے شمولیت کرلینے پر بھی میرے بزرگان رفتگان خالص اسماعیلی مسلمان ہی رہے کیونکہ وہ پیر صدرالدین کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائے جانے پر دین اسلام سے متعارف ہوئے تھے۔ میرے آباء و اجداد کو یہ باور کرایا گیا کہ پیر صدرالدین نے دس اوتار نامی (گنان) مرتب کیا (جو آج بھی خوجوں کی ایک بڑی اہم دینی کتاب ہے) جس میں ہمارے آباؤ اجداد کے سابق ہندو مذہب کی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسماعیلی مذہب میں کس طرح سمویا گیا ہے کہ راسخ الاعتقاد فرد کی عقل دنگ رہ جاتی ہے جبکہ کمزور العقیدہ شخص "عف عف" کر اٹھتا ہے' وشنو کے نو اوتار تسلیم کرلئے گئے اور دسواں اوتار حضرت علیؓ کا مان لیا گیا۔ ہر اوتار سے متعلق ایک باب ہے جس کی نسبتیں اس طرح سے ہیں:

* برہما کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت آدم کو شیو اور حضرت علی کو وشنو قرار دیا گیا۔

اسی طرح امام وقت اسلام شاہ کو حضرت علیؓ کا اوتار' نورست گر کو برہما کا اوتار اور صدر

صدر الدین خود بالا رام کا اوتار قرار دیئے گئے جبکہ شام کے حشمشین کے قلعے الموت کے
پانچویں امام حسن علی ذکرہ اسلام (تارکن الدین) کو پانچویں پانڈو سے تشبیہ دی گئی۔
(ح: ۲۲) (ک: ۴) ایضاً" (ن)

مذکورہ حقائق و تشبیہات کی بناء پر اسماعیلیوں کی ہندو دیو مالائی داستانوں سے وابستگی
مکمل ثبوت فراہم ہونے کے ساتھ تسلسل و ربط کا بندھن آج بھی قائم پایا جاتا ہے۔

* المختصر حضرت علیؓ بھگوان کے اوتار ہیں۔ اللہ کا نور ان میں ہے۔ (معاذ اللہ) (ل)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اثنا عشریوں کا نظریہ بالکل اس سے متضاد ہے یعنی علی اللہ نہ
بلکہ اللہ علی ہے۔ جبکہ آغا خانیوں کا یہ پکا عقیدہ ہے کہ علی اللہ ہے اور اللہ کا ظہور دنیا
انسانی شکل میں حاضر امام کے روپ میں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے ایمان کی بڑ
میں شمار ہے کہ حضرت علی بھگوان کے اوتار ہیں۔ ہندو مت سے پختہ وابستگی کا ثبوت ا
سے زیادہ مضبوط دلائل کے ساتھ پیش کیا جانا محال ہے۔ پس اسی تسلسل سے "امام حاض
کا تصور ہم تک پہنچا۔ (ن)

کانوڑہ بھگوان کرشن کنہیا (عزت و عصمت بچانے والا)

پانچ پانڈے اپنی بیوی کو جوے کے داؤ میں ہار گیے. سو کوروں نے جیتی ہوئی بیوی کی [illegible] چاہی جس پر کرشنا بھگوان نے پردہ عطا کیا. بیوی کا نام "دردپ دی"

■ نیوگ زادہ :

ہندو دیو مالائی داستانوں سے مرصع و مزین مذکورہ مذہب کے پیرو کار عام فہم آغا خانی کی مذہبی سوچ کا انداز فکر پیش کرنے کے لئے ماضی کے جھروکوں سے ایک پر لطف داستان جو حقیقت پر مبنی ہے بلا تردد پیش خدمت ہے : (گو کہ داستان گوئی میرا شیوہ یا طرہ امتیاز نہیں ہے۔)

اس ضمن میں مجھے اپنے والد مرحوم کی یہ بات بڑی اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے دوست نیاز علی خوجہ سابقہ شنکر لال تلسی داس 'دھانسو قسم کے ہندو تھے جو طویل عرصہ تک مندر اور جماعت خانے میں حاضری دیتے تھے۔ میرے والد نے کئی بار نیاز علی خوجہ سے استدعا کی کہ "جماعت خانہ" سے پکی وابستگی کرلیں۔ لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔ ہر روز مندر بھی جاتے اور جماعت خانہ بھی جاتے جس پر والد نے ان سے آخر ایک دفعہ وجہ دریافت کر ہی لی تو نیاز علی خوجہ نے کہا کہ میں "رام کو بھی خوش رکھتا ہوں اور امام کو بھی اس بات پر والد نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تم مجھے "نیوگ زادے" لگتے ہو۔ یہ سن کر وہ ہکا بکا رہ گئے اور ناراضگی کے طور پر اٹھ کر چلے گئے اور طویل عرصہ تک روپوش رہے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ "نیوگ زادہ" آخر ایسی کیا کوک شاستر کی بات تھی کہ میرے والد کے دوست نے اتنا برا منایا لیکن اس ڈر سے کہ کہیں میں والد سے دریافت کروں تو وہ یقیناً ڈانٹ پلائیں گے میں خاموش رہا۔

◄ کافی عرصہ گزرنے پر دوران کتب گردانی ایک روز مفصل معلومات عجائب کا کافی ادبی مواد زیر مطالعہ آیا جس سے کثیر طور پر علمی واقفیت حاصل ہوگئی کہ "نیوگ" کے متعلق حقائق نگار کیا کہانت پیش کرتے ہیں۔ آپ کو اس مطالعہ پر "نیوگ زادہ" کا مکمل تعارف از خود حاصل ہوجائے گا جس میں قطعی دشواری درپیش نہ ہوگی البتہ شرم و حیا کا ادبی مادہ ملحوظ خاطر رہے :۔

■ نیوگ :

"دنیا کے تمام مذاہب میں سے ہندو مت ہی ایک ایسا نرالا ہے جس کے دو فرقے آدھ

■ قوم لوطؑ :

ماضی بعید میں اقوام رفتگاں' فواحش عیوب اور متذکرہ خبیث ناپاک عمل' علی الاعلان کے ارتکاب کی بناء پر قوم (حضرت) لوطؑ پر سخت عذاب الٰہی کا نزول ہوچکا ہے جس کی مثال بنی نوع آدم کے لئے تا قیامت باعث عبرت متصور کی جاتی ہے۔ یعنی قوم لوطؑ کا نام و نشان تک تہس نہس کر دیا گیا۔ یہ محض نافرمانی اور سرکشی کا بدترین انجام تھا۔ زمانہ حال میں مشرق کی بہتیری کوشش کے باوجود اہل مغرب کے کان پر جوں تک نہ رینگی' بالا آخر اس منطقی انجام کا طبل بج جانے پر قدرت نے اپنے بے ڈھب پکڑ کے انداز سے اہل مغرب کو ذلت و رسوائی کے انتہائی گھٹیا مقام پر پستی کی طرف مائل کرنے کا فیصلہ صادر کر ہی لیا۔

چنانچہ اپنی تمام تر سفلی صفات کے احیاء و حصول لذات کے لئے اس مکروہ پودے کی طویل عرصہ تک آبیاری کے بعد اہل مغرب آج جس کا پھل معاشرتی تذلیل کے طور پر بدترین بیماری ایڈز (Aids) ایچ آئی پوزیٹیو جرثومہ کی صورت میں پا رہے ہیں اسی کے پیش نظر یہ کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا کہ ممکن ہے ہندوستان میں بھی پھیلے ہوئے کروڑوں افراد محض اپنی مذہبی رسومات کی سہل ترین جنسی سہولتوں کی بنا پر اکثریتی تعداد ایڈز (Aids) زدہ ہیں کیوں کہ متذکرہ ایچ آئی پوزیٹیو جراثیم ان میں سرائیت کرچکا ہے۔ جبکہ دنیائے اسلام میں اس عفریت نے سخت دینی و عائلی بندش' خاندان کے بزرگوں اور گھر کے سرپرستوں و والدین کی عائد کردہ سخت پابندیوں کی وجہ سے نہ تو متذکرہ عفریت نے حملہ آور ہونے کی سکت کی اور نہ ہی پنپ سکا البتہ مغربی فکر کے حامل محض وہ نام نہاد مسلمان "ماڈرن لوگ" جو مغربی تہذیب و معاشرے کے والدادہ رہے اور جنہیں اسی جنسی بے راہ روی کے مغربی اثرات نے بے حد متاثر کیا اپنی خود فریبی میں مبتلا ہونے پر ترقی یافتہ کہلوانے کے شوق میں ممکن ہے اگر "تحفہ مغربی اقوام" ایڈز (Aids) کے مہلک جراثیم H.I.V کا شکار ہو بھی گئے ہوں تو ایسوں کے متعلق اسلام کسی تحفظ کی ضمانت فراہم کرنے کا از خود مخالف ہے انہی کے لئے قرآن کا انتباہ ہے کہ:

○ ترجمہ: اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے

(بنی اسرائیل ۱۷/۳۲)

○ ترجمہ: جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (النور ۲۴/۱۹)

○ ترجمہ: ... اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں (محصنات) البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنٰی ہیں جو (جنگ میں) تمہارے ہاتھ آئیں' یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کردی گئی ہے ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو (النساء ۴/۲۳-۲۴)

● آخر میرے والد کے دوست تھے!

طویل مدت گزرنے پر (والد کی وفات کے بعد) ایک وقت پھر میری ملاقات نیاز علی خوجہ سے ہوئی اب وہ اپنی حاضری کی ترتیب بدل چکے تھے یعنی مندر کی بجائے اب وہ جماعت خانہ اور مسجد کی حاضری دینے لگ گئے۔ میرے دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ "اب بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ یعنی "رحیم بھی خوش اور کریم بھی خوش" (رحیم سے ان کی مراد اللہ تعالٰی کی ذات اور کریم سے مراد پرنس کریم "آغا خان" کی ذات تھی (ن) اس موقع پر مجھے دوبار "نیوگ زادہ" والی بات یاد آگئی جو کسی طور پر بھی کوک شاستر سے کم کی نہ تھی لیکن اس کو میں نے قصداً زبان پر لانے کی جسارت نہ کی کیونکہ نیاز علی خوجہ آخر میرے والد کے دوست تھے!

■ پیر کا تقرر:

میرے بزرگان رفتگان کی یہ ساری تعلیمات جو نسلاً بعد نسل رفتہ رفتہ مجھ تک پہنچیں۔ وہ زیادہ ادوار پر محیط نہیں بلکہ بڑے قلیل عرصے میں مجھے ذہن نشین کرائی گئیں

ان کے مطابق اسماعیلی مذہب میں "پیر" کے تقرر کا ایک منفرد طریقہ و قاعدہ رائج ہے۔ جس کے متعلق ہر اسماعیلی کو مذہبی تعلیم میں اسرار حکمت کے تحت باور کرایا جاتا ہے کہ:

(ن) * "امام زمان اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی شخص کو پیر ہونا مقرر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان کو (امام حاضر کو) کل پیروں کا پیر شاہ کریم حاضر امام" کہتے ہیں۔ اس طریقہ سے ہم ان کو پچاسواں پیر سمجھتے ہیں۔ یہ پیر اتنی نور موجودہ "امام حاضر" شاہ کریم میں موجود ہے جو نور اول نبی مصطفیٰ میں تھا وہی نور اس زمانے میں شاہ کریم امام حاضر میں جلوہ گر ہے۔" (ح:۲۴)

■ نبوت ختم ہوئی اور امامت شروع....

دیگر تعلیمات جنہیں تحریر میں لاتے ہوئے میری روح کانپ جاتی ہے انتہائی حساس پہلو کی حامل ہیں بہرحال ان کا پیش نہ کیا جانا بھی گویا میری انتہائی ادبی خیانت ہوگی جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا چنانچہ اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے تمام بیان کئے گئے مذہبی حوالوں کے ساتھ ساتھ قابل غور یہ تعلیمات ہیں جو نائٹ اسکولز کی درسی کتب کے توسط سے میں نے حاصل کیں جن کے مطابق درج ذیل علم مجھ تک پہنچا:

* "سارے انبیاء کا کام انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرنا ہے۔ جہاں سے انسان اللہ کا بچشم خود دیدار کر سکے جس کی فرماں برداری خدا کی فرماں برداری ہے' جس کا دیدار خدا کا دیدار ہے' جس کی بیعت خود اللہ کی بیعت ہے' اسی ہستی کا بنی نوع انسانوں کو دیدار کرانا انبیاء کا اولین فریضہ تھا۔ حضرت علیؓ وہ طاقت تھے جہاں سے اللہ کا بچشم خود دیدار ہو سکے۔ وہی ایسا سیدھا راستہ یعنی صراط مستقیم تھے اسی صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ملنے کی وجہ سے اسلام کی تکمیل ہوئی۔ نبوت ختم ہوئی اور امامت شروع ہوئی۔ امامت کا آغاز اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے کہ خدا (امام کی) شکل و صورت میں ظاہر ہے امام ہی صراط مستقیم ہے جس کی پیروی کر کے جس کا دامن تھام کے انسان اللہ کے ساتھ سیدھا رابطہ قائم کر سکتا ہے جس کی (امام کی) فرماں برداری اللہ کی فرماں برداری ہے جس کا نورانی دیدار

اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

■ بیان اغراض و وجوہ :

جیسا کہ تمام ایوانوں کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے کہ اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے اسے غیر مسلم قرار دیا جائے"
حوالہ: آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء (ک:۷)

■ مملکت کے آئین پر سایہ فگن "قرارداد مقاصد" :

◗ آئین (دستور) کی رو سے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" اسلام کی کلی اقدار کا تابع بھی ہے اور ارکان دین اسلام کے نافذ، جاری و ساری کئے جانے پر اس کے دفاع کا بھی پابند ہے جس کی ایک واضح مثال مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی ہے۔ ماضی بعید میں کی جانے والی مخلصانہ کوششوں کی کڑی کو ماضی قریب سے جوڑتے ہوئے پیش خدمت ہے۔ (جو ہر حالت میں سنہری الفاظ سے تحریر کئے جانے کے لائق ہے) جس سے ہر باضمیر پاکستانی اتفاق کرنے پر تمام محرکین کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے اخلاقی طور پر ملت کے محسنین کا ہمیشہ ممنون رہے گا۔

■ تعارف (احوال واقعی) :

۵/ اپریل ۱۹۴۸ء کو وزیر اعظم پاکستان قائد ملت نواب زادہ لیاقت علی خان نے راولپنڈی میں یہ اعلان فرمایا:۔

"پاکستان کا آئندہ دستور قرآن مجید کے احکام پر مبنی ہوگا کیوں کہ قائداعظم اور ان کے ساتھیوں کی یہ دلی خواہش رہی ہے کہ پاکستان کو ایک نہایت مضبوط ماڈل اسلامی ریاست بنایا جائے" (پاکستان ٹائمز ۷ر اپریل ۱۹۴۸ء)

تحریک پاکستان کے "قائداعظم" بانی پاکستان محمد علی جناح اور ان کے جانشین اول وزیر اعظم پاکستان نواب زادہ لیاقت علی خان کی زبانی قیام پاکستان کے مقاصد کے بارے میں ان واضح تصریحات اور اعلانات کی روشنی میں ۷ر مارچ ۱۹۴۹ء کو نواب زادہ لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان نے دستور ساز اسمبلی کے روبرو قیام پاکستان کے مقاصد اور اس کی وضاحت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل قرار داد کی صورت میں پیش کی۔ واضح رہے کہ اس مجلس دستور ساز پاکستان کے ارکان میں تحریک پاکستان کے صف اول کے قائدین اور ملت پاکستان کی منتخب مجلس دستور ساز کے ارکان پر مشتمل تھی اور اس مجلس نے چار دن کی مفصل بحث و تمحیص اور ہر زاویہ فکر سے جانچ پڑتال کے بعد ۱۲ر مارچ ۱۹۴۹ء کو بالاتفاق اسے منظور کیا اور اس دن سے لے کر بعد کے مختلف دستوری اور سیاسی بحرانوں کے باوجود یہ ملک کے ہر دستور کی بنیاد تسلیم کی جاتی رہی اور دیباچہ "Preamble" تسلیم کی گئی لیکن ایک موقع پر جب معزز عدالت عظمیٰ پاکستان (سپریم کورٹ آف پاکستان) نے ایک مقدمہ میں یہ قرار دے کر کہ :

"یہ دستور کا دیباچہ ہے' دستور کا قابل نافذ حصہ نہیں" پاکستان کی مقننہ کے لئے حد لمحہ فکریہ کا سماں پیدا کر دیا' چنانچہ ۱۹۸۵ء میں ملک کی پارلیمنٹ نے اکثریتی فیصلہ (منظوری) پر قرار داد مقاصد "Objectives Resolution" کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین (دستور) کے دیباچہ "Preamble" کے علاوہ اسے دستور کی دفعہ ۲۔ الف کر آئین پاکستان کا قابل نفاذ جز قرار دے دیا۔ ○ الحمدللہ رب العالمین

■ قرار داد مقاصد "اسلامی جمہوریہ پاکستان" :

(متن) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً" عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔

لہٰذا جمہوریہ پاکستان کی نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خود مختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

جس کی رو سے مملکت' جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ سے استعمال کرے جس میں اصول جمہوریت و حریت و مساوات و رواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں متعین ہیں' ترتیب دے سکے۔

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل یا شامل ہو گئے ہیں' اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاقیہ بنائیں جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات حیثیت و مواقع' قانون کی نظر میں برابری' عمرانی' اقتصادی اور سیاسی عدل' اظہار خیال' عقیدہ' دین و عبادات اور ارتقاء کی آزادی شامل ہوں۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔ جس کی

رو سے وفاقیہ علاقوں کی صیانت (اینٹگریٹی)' ان کی آزادی اور ان کے جملہ حقوق کا ج
میں ان کی برو بحراور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں تحفظ کیا جائے۔

تاکہ اہل پاکستان فلاح و خوشحالی کی زندگی بسر کرسکیں۔ اقوام عالم کی صف میں اپنا جا
اور ممتاز مقام حاصل کرسکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود م
کماحقہ اضافہ کرسکیں۔"

(حوالہ : آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء (ایضاً")

■ میری ناقص عقل :

✿ مجھے جو اسماعیلی تعلیمات بچپن سے عہد شباب تک بہم پہنچائی گئیں ان میں میر
ناقص عقل کے مطابق وہ حساس ترین سوال و جواب (بھی شامل تھے جو کسی نہ کسی طو
گستاخانہ پہلو کے حامل تھے) یہ مجھے نائٹ اسکولز میں درس کرائے گئے جن کے متعلق
اکثر و بیشتر واعظ (مشنری) اور مکھی صاحب سے تفصیل دریافت کرتا رہا لیکن کبھی بھی
کوئی تسلی بخش جواب دے کر مطمئن نہ کیا گیا۔ ان سوالات میں سے چند کی تفصیل
یوں ہے کہ: (ن)

* "(سوال): پیغمبر یعنی ناطق اور "اساس" یعنی امام ان دونوں میں کس کا درجہ بڑا ہے؟
جواب: "اساس" کا بڑا درجہ ہے کیونکہ جو کام پیغمبروں سے نہیں ہو سکتا تھا وہ "اساس
(امام) کرتے تھے اور پیغمبروں میں سے اماموں کو بنانے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اس
بھی ثابت ہوتا ہے کہ "اساس" کا درجہ بڑا ہوتا ہے پیغمبر اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور ا
کے ذریعے اللہ کی پہچان کراتے ہیں جبکہ "اساس" یعنی امام اپنی خود کی طاقت سے بذا
خود ہدایت کرتے ہیں۔ اپنی پہچان آپ کراتے ہیں اور ان کو کسی کی مدد کی ضرورت نہ
ہوتی۔" (ح:۲۵) (ل)

■ معاذ اللہ :

شائبہ : میری اس وقت کی محدود جاہلانہ سوچ مذکورہ سوال و جواب کی شاطرانہ و گستاخ

باطنی سے جو نتیجہ اخذ کر سکی اس کے مطابق آج میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ "منہ میں راکھ" وہ الفاظ تھے: "پیغمبر سے امام کا درجہ بڑا ہے اس لئے کہ امام کا کام پیغمبر کے کام سے بڑا ہے" (ن) (معاذ اللہ)

خاکم بدہن :

دیگر تمام اسماعیلیوں کی سوچ سے قدرے متضاد میں ماضی میں آغا خان سوئم کے ایک فرمان کو بے حد گستاخانہ تصور کرتا تھا جو انہوں نے ببانگ دہل جاری کیا کہ : (خاکم بدہن) (ل)

"میں براہ راست حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل سے تعلق رکھتا ہوں اور کروڑ مسلمانوں کی کثیر تعداد مجھ پر یقین رکھتی ہے۔ مجھے اپنا روحانی پیشوا مانتی ہے مجھے خراج ادا کرتی ہے اور میری عبادت کرتی ہے اس وجہ سے کہ میری رگوں میں پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خون ہے۔" (ح ۱: ۲۶/۱) (ن)

قابل گرفت :

میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو اسماعیلی مذہب کی تمام باطنی گستاخانہ تعلیمات کی موجودگی میں متذکرہ ایسے گنان کے ذریعے ان الفاظ کا بیان کیا جانا انتہائی قابل گرفت ہے دوسری طرف اپنی رگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون سے صلبی و نسبی تعلق کے حامل ہونے کے دعویدار شخصیت کی ذہنی و فکری پست سطح کا موازنہ و تقابل اگر غیر مسلم مفکرین، محققین، مشاہیر عالم کی آراؤں و شعراء کے پر عظمت کلام کے ساتھ حقائق کی روشنی میں بغور مطالعہ کریں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ چنانچہ اس ادبی تحریر کے توسط سے انتہائی فرط جذبات میں بہہ جانے پر یہ محسوس کر رہا ہوں کہ دل چاہتا ہے کہ ان سنہری الفاظ کو چوم کر اول تو خراج تحسین پیش کروں پھر سادہ قرطاس کی زینت بڑھاتے ہوئے سپرد تحریر کر دیا جائے۔ اسی بناء پر بسرو چشم پیش کرتے ہوئے بے حد روحانی مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ :-

تاریخ انگلستان میں وکٹورین دور کے مشہور ادبی نقاد و حق پرست مسیحی علماء کی صف کا روشن، غیر جانبدار مسیحی محقق اور عالم "بریونسٹوز انسائیکلو پیڈیا" کا ممتاز سوانح نگار، جرمن

فلسفے سے مسحور و متاثر اور خصوصاً ''گوئٹے اور نشطے کا زبردست مداح و معترف ''تامس کارلائل'' اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ'' کے ابتدائی مقالے میں ہی اپنے اس ناقدانہ موقف کا برملا اعلان ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے :

۱۔ ''ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب سب سے بڑے پیغمبر ہونے کی حیثیت سے نہیں کیا بلکہ اس انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ ہم بطور غیر مسلم ان پر کھل کر تنقید کر سکتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بھی حق بات ہے میں اسے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہ دینا چاہتا ہوں''

۲۔ ''ہماری مراد عربوں سے اور ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ بنی نوع انسان کے حالات اور خیالات میں اس مذہب نے کتنی زبردست تبدیلی پیدا کر دی ہے۔''

۳۔ ''جو حق بات ہے وہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بے لاگ طور پر کہ دینا چاہتا ہوں کیوں کہ یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم ان کی کامیابی کا اصل راز معلوم کر سکتے ہیں۔ آیئے! ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ دنیا کے متعلق ان کا نظریہ کیا تھا۔ بالفاظ دیگر دنیا نے ان کو کیا سمجھا۔ آج کل ہمارے ہاں جو نظریہ جڑ پکڑ گیا ہے کہ اسلام اور اس کا پیغمبر سب فراڈ تھے (ن)' اب ہمیں اس فرسودہ خیالی سے پیچھا چھڑا لینا چاہئے جو جھوٹ اور افتراء ہمارے لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پھیلا رکھا ہے۔ وہ ہماری اپنی بے عزتی اور بے وقعتی کا باعث بن رہا ہے۔''

چند دیگر غیر مسلم مشاہیر کی آراء بھی پیش خدمت ہے :

* ''اگر آج دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حکمران پیدا ہو جائے تو دنیا کے تمام مسائل حل ہو جائیں...'' (ڈاکٹر جارج برنارڈ شا)

* ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور قوم کے لئے نہیں بلکہ کائنات اور ... کے لئے ابر رحمت تھے...'' (ڈاکٹر ڈی رائٹ)

* "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم و سفاکی کا خاتمہ کیا گیا..." (پروفیسر ایچ جی ویلمٹم)

* "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں کی صفائی اور اپنے دین کی سہولت و آسانی سے خاص امتیاز حاصل تھا... تاریخ میں ایسا کوئی مصلح پیدا نہ ہوا جس نے آپؐ کی طرح اتنی مختصر زندگی اور اتنی مختصر مدت میں انسانوں کو بیدار کیا' اخلاق کو زندہ اور انسانی فضیلت کو سربلند کیا ہو" (سر ولیم میور)

* "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت رحم و شجاعت کا حیرت انگیز مجموعہ ہے..." (مسٹر اسٹینلے)

* "اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے بڑے مصلحین میں تھے..." — (ٹالسٹائی)

* "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عظیم المرتبت انسان تھے..."

(میجر آرتھر گلن لیونارڈ)

* "تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں جب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ماؤں' بہنوں' بیویوں اور لڑکیوں کو وہ حرمت اور درجہ دیا ہے جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورتوں کو نہیں دیا گیا تھا" (کالسٹین)

* "ہم کو تاریخ صاف بتاتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام نبیوں میں وہ نبی ہیں جن کی اصلاح جلد مقبول ہوئی..." (ایڈ گرافن)

انتہائے تحریر پر ہندو مذہب کے پیروکاروں کے احساسات ملاحظہ فرمائیں:۔

* "... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر بہت سے احسانات کئے ہیں اور دنیا نے بہت کچھ آپؐ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھایا ہے..." (جا بو جگل کشور کھنہ)

؎ کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا

اک عربؐ نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(ہری چند اختر (شاعر) (ح:۲۶/۲)

کچھ عشق پیمبرؐ میں نہیں شرط مسلمان
ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمدؐ

(دلورام کوثری)

کر رہے ہیں اس کی عظمت کے سبب
برہمن بھی احترام مصطفیٰؐ

(کرشن موہن)

سوا نیزے پہ سورج' پل صراط' اعمال کا دفتر
ہمیں دیدار کی حسرت میں سب کچھ دیکھنا ہوگا
ادھر دریائے رحمت کی نظر آجائیں گی موجیں
ادھر "خورشید محشر" سے ہمارا سامنا ہوگا

آنکھوں میں ہے حضورؐ کے جلوؤں کا سلسلہ
جنت کو جھانکتا نہیں خادم حضورؐ کا
چمکے گا چاند بن کے یہ تربت میں حشر تک
دل میں ہے میرے داغ تمنا حضورؐ کا

(لالہ مرلی دھر شاد۔ لائل پور کاٹن ملز کے بانی و سابقہ مالک)

عشق ہوجائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر) (ح:۲۶/۳)

متذکرہ بالا فرمان کے دعوے کی نفی صلبی رشتوں کے مقابلے میں دینی ناطے سے
تعلق قرآن کچھ اس انداز میں پیش کرتا ہے:۔
○ ترجمہ : یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان
ب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا "میں تجھے سب لوگوں کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں"
براہیمؑ نے عرض کیا: "اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟" اس نے جواب دیا "میرا
عدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔ (البقرہ ۲/۱۲۴)
○ ترجمہ : نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا کہا "اے رب' میرا بیٹا میرے گھر والوں میں
سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے" جواب میں
رشاد ہوا "اے نوحؑ وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ایک بگڑا ہوا غیر صالح ہے
س مت طلب کرو جس کا علم تم کو نہیں ہے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں مت بن جاؤ جاہلوں
ں سے... (ھود ۱۱/۴۵ تا ۴۷)

حق کی جیت :

لیکن آج جب قرآن کی تعلیمات کی کسوٹی پر ان تمام سابقہ عقائد' رسوم و طریقوں کو
پرکھا تو میرے خیالات منتشر ہو گئے اور تاریکی میں اچانک روشنی پھیلتی چلی گئی۔ قرآن کی
آیت نے باطل نظریات و عقائد کو چکنا چور کر کے رکھ دیا۔ قرآن کا چیلنج حق کی جیت کا پیش
خیمہ ثابت ہوا:۔
○ ترجمہ : اور اعلان کردو کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا' باطل تو مٹنے ہی والا
ہے (بنی اسرائیل ۱۷/۸۱)
○ ترجمہ : کیا تم نے دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے دوست بنایا ہے ایک ایسے گروہ کو جو
اللہ کا مغضوب ہے؟ وہ نہ تمہارے ہیں نہ ان کے' اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں

کھاتے ہیں' اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے بڑے ہی برے کرتوت ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے جس کی آڑ میں وہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اس پر ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے اللہ سے بچانے کے لئے نہ ان کے مال کچھ کام آئیں گے نہ ان کی اولاد' وہ دوزخ کے یار ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا' وہ اللہ کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اس سے ان کا کچھ کام بن جائے گا خوب جان لو' وہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں' شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے اللہ کی یادِ ان کے دل سے بھلا دی ہے

"وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں خبردار رہو! شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں' یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کرتے ہیں' اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسولؐ ہی غالب ہو کر رہیں گے' فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے"

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے' خواہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے' یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے.... (المجادلہ ۵۸/ ۱۴ تا ۲۲)

○ ترجمہ : ... اور میں نے جو کتاب بھیجی ہے اس پر ایمان لاؤ یہ اس کتاب کی تائید میں ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی لہٰذا سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر نہ بن جاؤ تھوڑی قیمت پر میری آیات نہ بیچ ڈالو اور میرے غضب سے بچو باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو' نماز قائم کرو' زکواۃ دو اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لئے کہتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ (البقرہ ۲/ ۴۱

(۲۲

■ دیو مالائی داستانوں سے وابستگی کا دور :

ہم تو ہندوؤں کی ہندو دیو مالائی داستانوں سے وابستگی کے تسلسل سے متعلق چند ضمنی حقائق بیان کیے جانے کے بعد اب مفصل طور پر ان اسرار و رموز کو بھی پیش کر کے میں دلائل سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے آباؤ و اجداد کو تبدیلی مذہب کے دوران کن محرکات سے سابقہ پڑا اور وہ کیا عوامل تھے جن کی بنا پر میں ذاتی طور پر ماضی میں ایک طویل عرصہ تک مشرکانہ' کافرانہ' ملحدانہ اور غیر اسلامی عبادات کا شکار رہا' اس کے لئے ماضی بعید کی گہرائیوں میں جانے کی ضرورت نہیں بلکہ محققانہ نظروں سے ماضی کے ان نظریات کا جائزہ پیش ہے جو کسی نہ کسی طور پر میرے آباؤ اجداد کے قبول کردہ اسماعیلی مذہب پر اثر انداز ہوئے ان میں اول الذکر تحریر ہے :۔

■ ہندوؤں کا نظریہ اوتار (تجسیم ۔ تناسخ) :

INCARNATIONS:

METEMPSYCHOSIS:

اس نظریہ سے متعارف ہونے سے قبل ہندوؤں کی مقدس کتب کا مجمل تعارفی اقتباس ذہن نشین رہے :۔ (ن)

- پران : ہندوؤں کے خیال میں پاک کتابوں کا مجموعہ جن کی تعداد ۱۸ ہے۔
- مہا بھارت : کورو اور پانڈو کی جنگ کی وہ کتاب جس میں اس جنگ کا مفصل حال لکھا گیا ہے۔
- رگ وید : ہندوؤں کی چار (آسمانی) کتابوں میں سے پہلی اساسی و بنیادی کتاب جو دنیا میں سب سے پہلی الہامی کتاب خیال کی جاتی ہے۔
- منوسمرتی : ہندوؤں کی اساسی بنیادی الہامی کتاب (مذہبی و سیاسی اور تمدنی قوانین کا مجموعہ) اس کتاب میں جنگ کے قواعد و ضوابط اور مفتوح اقوام کے حقوق و فرائض کے

متعلق بہت کچھ تفصیلاً" درج ہے۔ (سمرتی ہندو مذہب کے بزرگوں کی تصانیف ہیں)

□ بھگوت گیتا : (بھجن) ہندوؤں کی ایک مذہبی کتاب جسے ہندو مذہب کی اساس و بنیادی کتب میں تسلیم کیا گیا ہے جو کہ "کرشن جی" کے نام سے منسوب ہے۔

◗ کرشن جی کو بھگوان کے طور انتہائی عقیدت و عظمت کی بناء پر حسب ذیل ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے:۔

* گوپال : جو دراصل گئو پال ہے یعنی گائیں پالنے والا
* مدن گوپال : شہوت پرست گوالا
* وینو گوپال : "وینو" اصل میں "بینو" یا "بینا" ہے یعنی بانسری بجانے والا
* کنہیا : کنیا سے یعنی کنواریوں کا عاشق
* موہن : دل لبھانے والا
* مرلی دھر : بانسری تھامے رہنے والا
* شیام : سیاہ رنگ کا کالا سانپ
* گھنشیام : بہت زیادہ کالا
* لال : محبوب پیارا
* کشوری لال : کنواریوں کا محبوب
* دامودھر : پتلی کمر والیوں کا شائق
* بالا جی : بچہ پیر۔ چھوٹے میاں
* گوردھن دھر : یہ لفظ گئو دردھن دھر ہے یعنی گائے کا فضلہ اٹھانے والا (گوبر اٹھانے والا)
* مکھن چور : کبھی بچپن میں کسی پڑوسی کا مکھن چرا کر کھا لیا تھا (یہ بات بھی شہرت کے لائق تسلیم کی گئی)

(حوالہ : صفحہ ۱۶۹ ارمغان وید (پران اور شاستر کی روشنی میں) تالیف جناب عبد الرحمٰن

آزاد صدیقی صاحب مرحوم۔ ناشر مکتبہ جاء الحق' مرتبہ : عزیز احمد صدیقی ۱۹۷۸ء)

ہندوؤں میں متذکرہ تمام نام بے حد قابل احترام و تقدس کے حامل ہیں۔

● رامائن : رام چندر جی کی سوانح عمری جو سنسکرت میں بالمیک (ایک مشہور شاعر) نے لکھی اور تلسی داس نے برج بھاشا (متھرا) بندرابن کی بولی میں بھی لکھا۔

❑ شاستر : ہندوؤں کی مذہبی کتاب (قانون' حکم ضابطہ)

❑ دھرم شاستر : ہندو قانون کی کتاب۔

❑ منوہ شاستر : ہندو فقہ کی کتاب۔

❑ کاما شوسترا : جنسیات (Sexology) کا علم جس کی کئی کتابیں ہیں۔

❑ کوک شاستر : ہندوؤں کے قاعدہ و ضابطہ کی [illegible] دری کتاب (جو کہ مردوں کے [illegible] حوالوں کے لئے مستعمل ہے)

❑ بیاکرن : گریمر' صرف و نحو کا مجموعہ چھ شاستروں سے ایک جس میں سلوک (تصوف) کا علم بیان کیا جاتا ہے۔

❑ علم سامودرک : جوتش و جعفر کے علم کے قواعد و ضوابط کا علم (فراست ید) علم دست شناسی۔

❑ لال کتاب : ہندوؤں کی بندوبست سے متعلق کتاب۔

❑ لیلاوتی : حساب کی ایک مشہور کتاب۔

❑ شتھ پت برہمن' تانڈیا مہا براہمن : یہ تمام مقدس کتب میں شمار ہیں۔

❑ سرتی : ہندوؤں کی اصلاح میں سرتی وہ الہامی تعلیم ہے۔ (جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔)

❑ ہندوؤں کا مقدس لٹریچر : برہمن' آرینک اور اپنشد بھی عہد قدیم کا مقدس لٹریچر تصور کیا جاتا ہے۔

■ نظریہ کی تعریف :

مذکورہ بالا تمام کتب اور "ہندو مت" کے تمام محقق اپنے مذہبی عقائد کے مطابق

متفق ہیں کہ :

"اوتار" : خدا تعالیٰ کا دنیا میں انسانی شکل و جسم میں آنا "اوتار" کہلاتا ہے۔

"تجسیم" : خدا تعالیٰ کی ذات کا دنیا میں انسانی جسم میں ظاہر ہونا/ نمودار ہونا "تجسیم" کہلاتا ہے۔

آواگون : انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں مختلف جسموں میں (انسانی جسم یا حیوانی جسم) میں بار بار پیدا ہوتے رہنا/ مسلسل جنم لیتے رہنا "آواگون" کہلاتا ہے۔ آواگون ہندوؤں کے ایک عقیدے کا نام ہے جس کی رو سے آدمی اپنے اعمال کی پاداش میں چوراسی (۸۴) جونین یعنی چوراسی "قالب" بدلتا ہے۔

تناسخ : روح کا ایک جسم (قالب) سے نکل کر (موت آجانے پر) دوسرے قالب (جسم) میں جانا (بار بار جنم) جون بدلنا "تناسخ" کہلاتا ہے۔ (عرف عام میں لفظ "چولا بدلنا" یعنی جسم بدلنا "تبدیلی ہیئت" (Metamorphosis) بھی اسی زمرے میں آتا ہے خاص طور سانپ پکڑنے و پالنے والے سپیرے "چولا بدلنا" کا لفظ سانپ کی ایک صدی بعد ہیئت بدلنے کے عمل کی مفروضہ دیومالائی کہانی سنا کر عوام الناس کو کافرانہ عقیدہ سے باور کراتے رہتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ البتہ حصول معاش کا ان کے لئے دیرینہ ذریعہ ضرور ہے۔

■ جدید علوم سے رد نظریہ (آواگون/ تناسخ) :

آواگون و تناسخ کا نظریہ ہندوؤں کے مطابق قدیم ترین کتب سے ثابت ہے جن ادوار میں متذکرہ نظریہ پیش کیا گیا ان ایام میں موجودہ جانداروں کی تعداد کے پیش نظر متذکرہ نظریہ درست تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ اس وقت کرہ ارض پر جو انسان و حیوان موجود تھے ان کی شرح پیدائش و اموات کا تناسب آج برقرار نہیں رہا جو کہ آج کے دور میں دنیا میں آباد جانداروں سے متعلق تاریخی و تمدنی حقائق و شواہد سے ثابت ہے۔ مزید یہ کہ نظریہ کے مطابق یہ ضروری ہے کہ ہر جاندار کے مرنے کی شرط لازمی ہے۔ اب اگر ایک

انسان کی موت واقع ہونے پر اسی روح کو دوبارہ آنا مقصود ہو تو شرح پیدائش کا تناسب کسی دور میں وہ نہیں رہتا جو شرح اموات کا ہے۔ دوسرا یہ کہ (۸۴) چوراسی جنین (قالب) بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جاندار ہر بار پیدا ہونے پر اپنی طبعی موت مرنے تک دوسرا جنین (قالب) نہیں بدل سکتا جب کہ ایک جاندار کو چوراسی مرتبہ پیدا ہونا نظریہ کا لازمی ضابطہ ہے اس بناء پر تعداد پیدائش میں اضافہ کس طور پر ممکن ہو سکتا ہے جب کہ اس نظریہ کے مطابق آبادی میں اضافہ ہونے کی بجائے تعطل و انتظار کی کیفیت کا شکار ہونے کی وجہ سے آبادی میں اضافہ ہونا ناممکن تھا؟ ہاں اگر نظریہ یوں ہوتا کہ ایک جاندار کے مرنے پر دوبارہ اس کا ظہور بیک وقت اضافی ۸۴ (چوراسی) جنین (قالب) کی زائد صورتوں میں ظاہر ہوگا تو بھی نظریہ کو تقویت موجودہ شرح پیدائش کے اضافہ سے حاصل ہو جاتی لیکن موجودہ اعداد و شمار کو غلط ثابت کرنا کسی کے اختیار میں نہیں البتہ جدید علوم سے رد نظریہ لازم آتا ہے۔

■ اسلامی نقطہ نظر سے :

مسئلہ اوتار، تجسیم، آواگون یا تناسخ سے متعلق نظریہ کو اسلام نے مکمل طور پر رد کیا ہے اور ایسے تمام افکار و اذکار کو شیطانیت پر مبنی عمل قرار دے کر کسی طور پر بھی کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس سے اوتار، تجسیم، آواگون، تناسخ یا تشبیہت (Anthropomorphism) خدا کے انسانی روپ و ہیئت میں قائم ہونے کے نظریہ کو تقویت حاصل ہو سکے۔ "حلول" کی تعریف کچھ اس طور پر بیان کی گئی ہے کہ:۔

"ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہو کر اس طرح گھل مل جانا (یکجا ہو جانا) کہ دونوں میں کوئی فرق نہ رہے، بعض جاہلوں کا خیال ناقص یہ ہے کہ خدا بندے میں داخل ہو جاتا ہے جو سراسر کم عقلی اور استہزائیہ فکر کے داعی افراد کا نظریہ ہے جسے عقل سلیم کے حامل مفکرین و علماء اسلام نے مسترد کیا ہے۔ علماء کے نزدیک آواگون کے عقیدے کو اسلامی کتب میں "تناسخ ابدان" کا نام دیا گیا ہے جو کافرانہ عقیدہ تسلیم شدہ ہے۔" جبکہ اس نظریہ کی نفی قرآن کے واضح الفاظ سے پیش ہے:۔

○ ترجمہ : "تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی عطا کی پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا پھر وہی تمہیں دوبارہ (قیامت کے روز) زندگی عطا کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے"
(البقرہ ۲/ ۲۸ تا ۲۹)

■ آغا خانی مذہب کے نقطہ نظر سے :

آغا خانی مذہب بنیادی "عقیدہ اوتار" کو تسلیم کرتے ہوئے "نظریہ حلول" کے تحت خدا تعالیٰ کو حضرت علیؓ میں حلول کرنے پر تواتر و تسلسل کی بناء پر "آغا خان" کو اس انسانی شکل میں مظہر قرار دیتا ہے' چنانچہ اس کی تائید میں باقاعدہ ایک فرمان موجود ہے : (ن)

* "دشوند (یعنی دسواں حصہ) دیتے رہئے اور روز بروز نیکیاں کماتے رہئے اسی کے ذریعے آپ کو "اواگون" کے چکر سے نجات ملے گی۔" (ح:۲۷)
(اوتاروں سے متعلق مزید تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

■ نوجوان آغا خانی طلباء کی دل آزاری :

◗ چند روز قبل اسماعیلی نوجوانوں کا ایک سہ رکنی وفد خصوصی طور پر "حلول" سے متعلق بحث و مباحثہ کی نیت سے مجھ سے ملنے ٹرسٹ کے دفتر میں آیا (اس موقع پر یہ گوش گزار کرتا چلوں کہ اکثر شام کے اوقات میں نائٹ اسکولز جانے والے نوجوان اسماعیلی ان اہم نکات پر تبادلہ خیال کے لئے مجھ سے بالمشافہ ملاقات کرتے رہتے ہیں ان کا موضوع کلام ہمیشہ ایسے سوالات ہوتے ہیں جو ان کی مذہبی تعلیمات کے تضاد یا ان کے عقائد کے خلاف وہ باتیں جو دیگر تمام مسلمانوں کے مکاتب فکر کے داعی علی الاعلان تبلیغ اسلام کے طور پر معروف طریقے سے پیش کرتے ہیں یا اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے ہیں جن کی بناء پر اسماعیلی مذہبی ذہن کے حامل نوجوان حساس ذہنوں کو زبردست دل آزاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کے عقائد پر چوٹ پڑتی ہے جس سے ان کے مذہبی جذبات مجروح ہو جانے پر

تشفی قلب کے طور پر اور جرح کے سوالات (وہ سوالات جو سچ اور جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے مجرم پر کئے جاتے ہیں) کی طرز پر اور دیگر مسلمانوں کی پیش کردہ تبلیغی تعلیمات کا اجتماعی غصہ ردعمل کے طور مجھ ناچیز پر اتارنے آتے ہیں جس پر وہ اپنی بڑی کامیابی و یک طرفہ خوشی محسوس کئے جانے کے مغالطے کا شکار بھی ہیں۔

جبکہ میرے احباب کا مدعا یہ ہے کہ شعوری طور پر تو مذکورہ اسماعیلی نوجوانوں کو میں یہ موقع فراہم کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں۔ لیکن غیر شعوری طور پر وہ اپنے کمزور مذہبی عقائد پر تازیانہ اور ان کے غیر اسلامی ہونے پر اپنی فرسودہ رسومات و نظریات کی تباہی کا ماتم کرنے آتے ہیں اور واپسی پر وہ مزید زخم خوردہ ہو کر چلے جاتے ہیں جبکہ میں ذاتی طور پر اس سے قدرے مختلف سوچ رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ:

"اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرمادے۔" آمین

مذکورہ سہ رکنی وفد نے "حلول" سے متعلق اپنے لغو عقائد کو بڑے مصنوعی دلائل سے پیش کرنے کی کوشش کی کہ اللہ کا نور حضرت علیؓ میں حلول کر گیا اور پھر نظریہ امامت کی بناء پر اللہ کا نور تسلسل سے منتقل ہوتے ہوئے حاضر امام میں حلول کر گیا' وغیرہ وغیرہ (ن) جبکہ میرا مدعا تھا کہ قرآن سے واضح طور پر ثابت کریں جس پر وہ خاموشی اختیار کر گئے بالا آخر تھک ہار کر انہوں نے مجھ سے کہا کہ "حلول" سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

میں تو اس موقع کے انتظار میں ہی تھا کہ وہ مجھ سے دریافت کریں تا کہ بات اظہر من الشمس اجاگر ہو سکے اس موضوع پر میرا مدعا یہ تھا کہ "نظریہ حلول" کے متعلق قرآن سے قطعی ثابت نہیں ہے اور حدیث بھی کوئی سند فراہم نہیں کرتی جبکہ علماء کرام ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "نظریہ حلول" غیر اسلامی اور کفریہ ہے۔ البتہ "حلول" کے رد سے متعلق دلیل مثبت یہ ہے کہ:

- "اللہ سبحان و تعالیٰ" کی قدرتوں کی مظہر آیات قرآن:

○ ترجمہ : دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور

وہی مردہ کو زندہ سے خارج کرتا ہے یہ سارے کام کرنے والا اللہ ہے پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟ پھر وہ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے اسی نے چاند اور سورج کو طلوع و غروب کا حساب مقرر کیا ہے یہ سب اسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں (الانعام ۶/۹۵-۹۶)

مفہوم: یہاں بتایا جا رہا ہے کہ جمادات' نباتات' حیوانات اور ہر صفت موجودات کا تخلیقی نظام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور چھوٹی بڑی ہر چیز کا دار و مدار اسی پر ہے اللہ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف متوجہ ہونا یا کسی مشرکانہ نظریہ کو قابل عمل سمجھنا اہل ایمان کے لئے قطعی مناسب نہیں ہے۔

■ جب کہاں تھے ؟

● اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں مادہ تولید (ایک قطرہ) کو گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل کرتا ہے تو اس دوران اس کو کیا جلا بخشتا ہے؟ کسی کو کیا معلوم' پھر اس کی صورت' ہاتھ پاؤں' منہ' آنکھ' ناک' کان' زبان اور پورے جسم کے سارے اعضاء کی ساخت و اندرونی و بیرونی بناوٹ بتدریج تشکیل دیتا ہے۔ یہ سارا کام گھپ اندھیرے میں عمل پذیر رہتا ہے جہاں نہ روشنی کی کوئی کرن بلکہ خون اور دیگر لعاب بطن کی ریل پیل موجزن رہتی ہے ان تمام مراحل میں سے گزار کر وہ انسانی تخلیق کو دنیا میں وارد کرتا ہے۔

پھر والدین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اس نومولود کے لئے محبت عطا کرتا ہے اگر محبت ہوتی تو والدین بچے کو کچرہ کے ڈھیر پر ڈال آتے' پیدائش کے بعد جب بچے کو ہوش و حواس بھی نہ تھا اور شعور میں وہم و گمان کے شائبہ کی کیفیت بھی پیدا نہ ہو پائی تھی کہ اسے الہام سے یہ تاثر عطا کیا گیا کہ وہ اپنے منہ سے خوراک حاصل کرے (اور یہ عمل صرف انسانوں تک ہی محیط نہیں بلکہ تمام جانور بھی اسی دائرے میں شمار ہیں) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی ولادت پر اس کی نازک غذا بھی اس کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ کی صورت میں ا

دی تا کہ اس کے عین مزاج کے مطابق خوراک بہم فراہم ہو سکے کچھ عرصہ گزرنے پر اس دودھ کی غذا کی کمی کو دوسری غذاؤں سے پورا کرنے کے لئے دانت عطا کئے اس طرح ناتواں بچے کی پرورش اپنی تمام قدرتوں سے فراہم کرکے اس کو نشو و نما عطا فرمائی گئی۔

جب یہ بچہ ابتدائی مدارج طے کرتا ہوا شعور کی منزل کو پہنچا اور برسر روزگار اور کھانے کمانے کے لائق ہوا تو کئی پوشیدہ امیدوار نمودار ہونا شروع ہو گئے جن میں پیر' بزرگ' ملنگ' مکھی' کامڑیا ("حاضر امام" کے متبعین کے روپ میں) سب صف آراستہ ہوئے اور اپنا اپنا حق جتانے لگے جبکہ ماضی کے ان تمام مراحل میں جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرتیں وجود بخشنے سے متعلق بتدریج مصروف عمل تھیں (یہ اس وقت کی بات ہے جب اس کا وجود ہی نہ تھا تو اللہ نے اس انسان کو وجود عطا کیا) نشو و نما پر پال پوس کر اسے توانائی عطا کرکے بڑا کیا اس سارے مشکل ترین عمل میں مذکورہ تمام ہستیاں منظر عام پر نہ آئیں لیکن جیسے ہی شعور کی ابتدائی منزل پر قدم رکھ کر اس نے اپنی عملی زندگی کی ابتداء کی فوراً ہی تمام ہستیاں تشریف لے آئیں اور لگیں اس سے اپنا حق جتانے۔

اس کی مثال کچھ یوں سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک ماں اپنے بچے کو تکلیف پہ تکلیف سہ کر جنم دیتی ہے پرورش' نگہداشت اور انتھک مدارج سے گزرنے پر عالم شباب میں اگر وہ بچہ یہ کہے کہ میں تو جو روزی کماؤں گا وہ سامنے والی کسی بوڑھی غیر عورت کو دوں گا اور کھانا بھی اس سے ہی مانگوں گا تو اس کی ماں کس قدر ناراض ہوگی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ مذکورہ بچہ کے جوان ہو جانے پر اگر محلے کی کوئی بوڑھی عورت یہ دعویٰ کردے کہ اس نوجوان کی اب میں دیکھ بھال کروں گی اس کا خاص خیال رکھوں گی اور اس کی آمدنی کی حق دار بھی میں ہی ہوں گی ان دونوں مذکورہ حالتوں میں ماں کے دل پر کیا بیتے گی؟ ماں یقیناً خوش نہ ہوگی' بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ ناراضگی کا اظہار فرماتا ہے کہ "سب کچھ میں نے بغیر مانگے دیا۔ ہاتھ' پاؤں' زبان گویائی' صحت و تندرستی' آنکھ' ناک مفت میں عطا کئے' لیکن او بے غیرت' بے حیا انسان اب دوسروں سے مانگتا ہے' بے شرم تجھے احساس نہیں کہ اب بھی میں اگر تیرے جسم کا ایک عضو واپس لے لوں تو' تو کیا کر سکتا ہے

؟ یا پھر میرے واپس لئے گئے کسی عضو کو ذرا اپنے ان پیشواؤں سے حاصل کر کے دیکھ لے کیا وہ اس کی سکت رکھتے ہیں یا پھر بازار سے ہی ایک اپنے جیسی دوسری آنکھ لا کر دکھا جو میں نے بالکل مفت صحیح و سالم تجھے عنایت کی ہے۔ ہے کوئی قیمت جو ادا کی جا سکے ؟ جبکہ میں اس کے عوض تیری زبان سے صرف شکر کے الفاظ سننا چاہتا ہوں اور تو ہے کہ شکر بجا لانے پر بھی پرہیزاں ہے۔ تجھے اتنی فرصت ہی نہیں کہ اپنے خالق کا شکر دو الفاظ میں ہی ادا کر دے۔

پھر یہی نہیں وہ اللہ جو تسلسل سے رات کو اندھیرا کرتا ہے صبح کو اجالا کرتا ہے' بارش برساتا ہے جس سے مردہ بنجر زمین میں کیسی کیسی فصل کی صورت میں نعمتیں عنایت کرتا ہے جسے ہر انسان انفرادی طور پر کھاتا اور توانائی پاتا ہے۔ کیسے کیسے پھل' پھول اور خوراک عطا کی جاتی ہے' پھر وہ اللہ اکیلا ہے اگر دو ہوتے تو آپس میں فساد بپا کرتے ایک کہتا کہ اتنی گرمی پڑ رہی ہے کہ لوگ پیاس اور تپش سے مر رہے ہیں' گرمی کم کی جائے' دوسرا کہ لوگ سردی سے کپکپا رہے ہیں' گرمی کی جائے صرف موسم ہی کیا دیگر سینکڑوں امور ایسے ہیں کہ دنگا فساد دو خداؤں میں ہونا ہی ہونا تھا' ایک کی مرضی ہوتی بارش برسائے دوسرا اعتراض کرتا کہ سیلاب آجانے پر لوگ مر جائیں گے۔ الغرض یہ تمام باتیں اس لئے عقل میں آتی ہیں اور تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ یقیناً بلاشبہ وہ لامحدود قوت کا مالک صرف ایک لاشریک ہے جو اللہ کے روپ میں ہے لیکن اس لامحدود قوت کے حامل اللہ کو ہم نہیں جانتے تھے!

ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمات سے یہ باور کرایا کہ ایک اللہ کو تسلیم کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ میری پرستش کی جائے بلکہ ہمیشہ یہ کہا کہ "اللہ اکبر" "اللہ بہت بڑا ہے" وہ اللہ اتنا بڑا ہے کہ زمین کا خالق ہونے کی بناء پر یقیناً اس سے بڑا ہی ہو گا اور آسمانوں کی تخلیق کئے جانے کی وجہ سے وہ یقیناً ان سے بھی بڑا ہی ہے' سورج چاند' ستارے' سیارے' خلاء' کہکشاؤں اور کائنات کی وسعتوں میں پنہاں عظیم کوڑے دان "Black Hole" کی بناء پر وہ ان سب سے بڑا ہے۔ اس کی بڑائی

کا عالم یہ ہے کہ ساری کائنات اس کے سامنے ایک نقطہ سے بھی کم ہے اس اللہ کی نظر میں کوئی بھید چھپا نہیں اور نہ کوئی چیز اس سے چھپ سکتی ہے اور نہ ہی اس کی نظروں سے غائب ہو سکتی ہے۔ اب اتنا بڑا اللہ اپنی تمام صفات' تجلیات و علوم عالیہ و جلوہ جلالی کے حامل ہونے کی بناء پر کسی ایک انسان کے اندر کیسے اور کہاں سے حلول کر سکتا ہے؟ اسے عقل' فہم' ادراک' حوادث اور یقین قبول کرنے کو تیار نہیں۔

اگر بفرض محال حلول کر بھی جاتا ہے (ن) تو حلول ہو جانے پر اس کی تمام صفات مذکورہ یکسر ماؤف کیسے ہو جاتی ہیں یعنی اسے اپنی تمام سابقہ صفات کو انسانی خصلت میں کیوں کر ضائع کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور اگر وہ تمام صفات ساقط قرار پاجاتی ہیں تو وہ بشری تقاضے ان پر غالب کیوں کر آجاتے ہیں جن کی بناء پر اس متذکرہ "حلول شدہ" کو بشری تقاضوں کی بناء پر دیگر تمام انسانوں سے برابری کی سطح پر اور ان کے مزاج کے مطابق تعلقات استوار رکھنا پڑتے ہیں ان کی زبان ان کے نظام کے رہن سہن کے عین مطابق اپنی روش قائم کرنا پڑتی ہے۔ پس ان تمام دلائل سے بات عقل و فہم سے باہر ہے کہ اللہ کسی ایک انسان میں حلول کر گیا جبکہ اس انسان کے بشری تقاضے اپنی جگہ قائم و دائم بھی رہے اور اگر بشری تقاضے بدل بھی جائیں تو اللہ کو اس کی کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ انسان میں "حلول" کرے آخر کیوں؟

اس کا نظام تو "خود کار سسٹم" "Super Automatic System" سے بھی اعلیٰ درجے کے تحت زیر عمل ہے جبکہ غیبی نظام کا خالق و مالک بھی وہ خود ہی ہے۔ وہ کسی انسان کو اپنے دائرہ نظام کی ملکیت میں آخر کیوں کر شریک کرے گا؟ وہ اللہ جس کا کوئی شریک نہیں اور کسی کو شریک کرنے کا محتاج بھی نہیں جب اس کا تخلیق کیا ہوا زبردست نظام کائنات زیر حرکت ہے جس میں کوئی خلل بجز اس کی اپنی مرضی کے واقع نہیں ہو پاتا اب اس کی تخلیقی باریکی کا اندازہ لگانے کے لئے وہ انسان اس کا مظہر کیسے ہو سکتا ہے جس کا اپنا ذاتی اعلیٰ نسل کا گھوڑا "شیر گر" چرا لیا جائے تو وہ اس کی خبر نہیں لگا سکتا کہ اسے کس اصطبل میں چھپایا گیا ہے تو وہ ایٹم کی اندرونی گردش (یعنی برق پاروں کی دوڑ)' ایٹمی قوت کو

قابو میں رکھنے کی بے پناہ صلاحیت کا حامل کیسے ہو سکے گا یا کہکشاؤں اور سیاروں کی وسعتوں میں وسیع نظام کے تحت حرکت پر کیا نظر رکھ سکتا ہے؟ وہ کسی کے مسائل کیسے حل کر سکے گا جو اپنا اغواء کیا ہوا گھوڑا اپنے "حلول" کی قوت کے حامل ہونے پر بھی تلاش کرنے سے قاصر ہو؟ یا اپنے معزز وزیر جناب عاشق علی ایچ حسین کے اغواء پر انعامات کے لالچ پر یہ جاننے کا متمنی ہو کہ کوئی اس کی خبر دے کہ وہ کس حال میں ہیں؟ آیا زندہ ہیں یا قتل کر دیئے گئے؟

اب اگر اتنا بڑا اللہ کسی انسان میں حلول کر گیا ہو تو وہ کم از کم ان معمولی حوادث پر اپنی لامتناہی قوت کا مظاہرہ کر کے اپنی صفات علیہ کا دفاع اور اپنی برتری کو ثابت کرا کے لوگوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار نہ بنوا لے گا تاکہ ان کی زبان پر کسی قسم کے تنقیدی الفاظ کو نہ آنے دیا جائے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ یہ آغا خانی لوگ کہتے ہیں کہ حاضر امام میں اللہ کا نور حلول کر گیا ہے اس لئے ہم اس نور کو سجدہ کرتے ہیں۔ (ل)

میری اس بات پر ان اسماعیلی نوجوانوں میں سے بیساختہ دو نوجوان بولے کہ ہم آپ کی بات کو سمجھ رہے ہیں لیکن ہم آغا خان کو تو صرف امام / پیر تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ وہ اہل بیت اور خاندان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ہیں اس کو آپ عبادت کہہ لیں۔ اس پر میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ بتائیں "نور" خالق ہے یا مخلوق؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ "نور" تو مخلوق ہے جس پر میں نے کہا کہ مخلوق پرستی کا بھی اسلام میں حکم نہیں، پرستش تو صرف اللہ کی کرنے کا حکم ہے نا کہ اس کی کسی قسم کی مخلوق کی۔

میں نے سوال کیا کہ ہم سب ماشاء اللہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سب حاضرین نے جواب دیا کہ "جی ہاں ہم سب پکے سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔" اس پر میں نے کہا کہ ذرا یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (بیویاں) کتنی تھیں؟ اولاد میں لڑکے کتنے اور لڑکیاں کتنی تھیں؟ جس پر تقریباً سب نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور بیٹی فاطمہ الزہراؓ ہی کا پتہ ہے۔ پھر میں نے کہا کہ قرآن کریم سورہ احزاب آیت نمبر ۵۹ میں ہے کہ:۔

○ ترجمہ : یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو آل فرعون (فرعون کے ساتھیوں/ پیروکاروں) سے نجات بخشی

○ ترجمہ : یاد کرو وہ وقت جب ہم نے سمندر پھاڑ کر تمہارے لئے راستہ بنایا پھر اس میں سے تمہیں بخیریت گزروادیا' پھر وہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے آل فرعون (فرعون کے ساتھیوں/ پیروکاروں) کو غرق کردیا (البقرہ ۲/۴۹-۵۰)

مذکورہ بالا آیات سے دلیل واضح حاصل ہوگئی کہ لفظ "آل" مستعمل ہے ساتھیوں اور پیروکاروں کے لئے اس سے یہ گمان لینا کہ آل سے مراد اولاد' نسب' وارثین اور خونی رشتوں کے حامل افراد ہیں بالکل غلط اور علمی سطح پر رد کئے جانے کے مترادف ہے۔ بصورت دیگر یہ ٹھوس ثبوت بھی لفظ "آل" کے اس تاثر کو جو اولاد' نسب' وارثین اور خونی رشتوں کے حامل افراد سے متعلق پیش کیا جاتا رہا ہے۔ غلط ثابت کرنے کے لئے بے حد کافی ہے کہ فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی اسی نسبت سے قرآن کی آیت ہمیشہ کے لئے کافی مضبوط دلیل ہے کہ آل کے معنی وہی لئے جائیں گے جو قرآن پیش کرتا ہے۔ اب اگر اہل بیت میں سے حضرت علیؓ کی اولاد کو بھی شمار کیا جاتا ہے تو حضرت علیؓ کی صرف ایک شادی نہیں ہوئی تھی بلکہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد (یکے بعد دیگرے شریعت مطہرہ کے تحت) آپؓ نے کئی شادیاں کیں جن میں سے آپؓ کے ہاں بکثرت اولاد ہوئی' روایات کی رو سے ان کے ہاں اٹھارہ (۱۸) بیٹے اور اٹھارہ (۱۸) بیٹیاں پیدا ہوئیں حضرت فاطمہؓ کے بطن سے امام حسنؓ' امام حسینؓ اور محسنؓ تھے۔ (محسنؓ نے بچپن ہی میں وفات پائی) جبکہ بیٹیوں میں حضرت رقیہؓ (بچپن میں وفات پاگئیں) حضرت ام کلثومؓ (زوجہ حضرت [illegible]) اور حضرت زینبؓ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حضرت علیؓ مرتضیٰ ہاشمی کی اولاد کو عام طور پر "سادات" کہا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دوسری بیویوں سے پیدا ہونے والی اولاد "علوی" کہلاتی ہے (حوالہ : اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء (تاریخی و علمی تجزیہ) مولف قاضی قدیر الدین صفحہ ۲۶)

اس کے ثبوت میں ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے جو "نہج البلاغہ" اردو ترجمہ و

حواشی از علامہ سید شریف رضی شائع کردہ حمایت اہل بیت وقف (رجسٹرڈ) دس ریلوے روڈ لاہور کے صفحہ ۱۳۶ پر درج تفصیل "ازواج و اولاد" سے متعلق رقم ہے کہ:

"کتاب انوار الحسینیہ جلد ۲ صفحہ ۳۵ میں ہے کہ آنجنابؑ نے دس عورتوں سے نکاح کیا۔ آپ کا پہلا عقد جناب فاطمہ بنت رسول اللہؐ سے ہوا اور آپ کی حیات میں امیر المومنینؓ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا وقت شہادت چار بیویاں موجود تھیں۔ امامہ اسماء بنت عمیس، لیلیٰ اور جناب ام البنین۔ جبکہ فرزندگان کی تعداد بارہ (۱۲) اور دختران کی تعداد سولہ (۱۶) واضح طور پر درج شدہ ہے۔"

اب اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت علیؓ اہل بیت میں شمار ہیں تو لامحالہ ان کی تمام بیویاں اور تمام بیٹے بیٹیوں کو بھی تسلیم کیا جانا چاہئے جبکہ مورخین نے حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے اور ۸ لڑکیاں اور حضرت حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیوں کی تصدیق کی ہے۔ (بحوالہ : حکایات صحابہؓ عکسی صفحہ ۱۴۶ / ۱۴۷) یہ کوئی منطق تو نہیں کہ اولاد میں سے حضرت حسنؓ و حسینؓ کو اہل بیت میں شمار کرتے ہوئے تسلیم کرلیا گیا جو کہ بعد میں بڑے بیٹے حضرت حسنؓ کو بھی ایک طرف کنارہ کرکے صرف حضرت حسینؓ کی اولاد کو مان لیا گیا لیکن ماننے کے معنی پرستش کے نہیں ہیں بلکہ ان کی تعلیمات کو جو مکمل طور پر سنت رسولؐ کے تابع تھیں ان کو عملی طور پر تسلیم کرنے کا نام اتباع ہے۔

جبکہ آغا خانی تو صرف صلبی نسبت سے جو تاریخی احوال و روایات کے سہارے از خود ہی پیش کرکے اور تسلسل وراثت کا پرچار کرکے آغا خان کو سجدہ کرتے ہیں (ل) جس کے متعلق جماعت خانے کی دعا میں شمولیت اختیار کرنے والے آغا خانی از خود شاہد ہیں لیکن باوجود اس ٹھوس گواہی کے ایک ثبوت دعا کی کتاب جو "ریلیجئس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان" (ک : ۸) نے آفسٹ کاغذ پر نفیس کتابت کرا کے عباسی لیتھو آرٹ پریس شاہراہ لیاقت کراچی سے طبع کرا کے ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء میں "جملہ حقوق محفوظ ہیں" کے استحقاق کے تحت شائع کی جس کے ان تمام صفحات کو ملاحظہ کیا جائے تو عربی لفظ "سجود" کا ترجمہ سجدہ ہی کیا گیا ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ کمال ہوشیاری سے باطنیت کی انتہا اپنے عروج پر اس وقت نظر آتی ہے کہ جب ہر جگہ سجود (سجدہ) کے عمل سے پہلے جس لفظ کی تکرار پائی گئی وہ "بمولا کم الحاضر الموجود شاہ کریم الحسینی" سجود کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ : "اپنے حاضر و موجود مولا شاہ کریم الحسینی" سجدہ (ل) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ "دعا" کے مندرجہ ذیل صفحات پر تحریر جملہ "ہمارے حاضر و موجود امام ہمارے مولا شاہ کریم الحسینی" کے فوراً بعد مستعمل تکرار کے لفظ کا اندازہ مختلف نوعیت کا ہے مثلاً :۔ ((ن)

صفحہ نمبر ۷ : پر (سجدہ)

صفحہ نمبر ۱۱ : امام ہیں (سجدہ)

صفحہ نمبر ۱۵ : سہارا لو (سجدہ)

صفحہ نمبر ۱۹ : کے واسطے سے (سجدہ)

صفحہ نمبر ۲۳ : اور ظاہر امام ہے (سجدہ)

صفحہ نمبر ۳۵ : شاہ کا دیدار آپ کو نصیب ہو (سجدہ)

صفحہ نمبر ۶۵ : اپنے حاضر و موجود مولا شاہ کریم الحسینی کا (سجدہ)

صفحہ نمبر ۸۱ : تو ہی برحق اور ظاہر امام ہے (سجدہ)

اس موقع پر تمام حاضرین کے سجدہ کا رخ کس طرف اور کس کے لئے ہوتا ہے جماعت خانے جانے والے تمام افراد کو بخوبی علم ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک آغا خان کی قد آور تصویر تمام جماعت خانوں میں عقبی دیوار پر آویزاں تھی سجدہ کئے جانے کے وقت عقبی دیوار پر تصویر کا ہونا اس بات کے ثبوت کا مظہر ہے کہ سجدہ تصویر کو ہی کیا گیا۔ مزید تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اور اس تحریری ثبوت کی فراہمی پر اب مزید گنجائش بھی باقی نہیں (ن)

■ قرآن کی نظر میں صاحب امر :

○ ترجمہ : اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو

صاحب امر ہو اس کی اطاعت کرو، تم میں اور اولوالامر میں اگر تنازع ہو جائے تو اس بات کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس پھیر دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تمہارے لئے یہ طریقہ کار بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (النساء ۴/۵۹)

■ **تحریف :**

صاحب امر سے مراد امیر ملت اسلامیہ کا حکم، امیر جس کا حکم تسلیم کیا جائے جبکہ آغا خانی تین وقت کی دعا میں آپ لوگ یہ نامکمل قرآن کی آدھی آیت پڑھتے ہیں اور اولوالامر سے مراد آغا خان کو لیا جاتا ہے جبکہ پوری آیت کو نہ پڑھ کر مغالطہ پیش کیا جاتا ہے اور قرآنی آیت کے اگلے حصہ کے متبادل سورۃ یٰسین ۳۶ کی آیت نمبر ۱۲ کے ابتدائی جزوی حصہ کو چھوڑ کر اگلے حصے کو پیش کیا جاتا ہے جس کے معنی آغا خانی دعا میں یہ پیش کرتے ہیں کہ:

"اور ہم نے تمام چیزیں امام ظاہر میں سمو دی ہیں"

جبکہ حقیقت میں قرآن اس مکمل آیت کو اس طرح بیان کرتا ہے:۔

○ ترجمہ : ہم یقیناً ایک روز مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہیں وہ سب ہم لکھتے جاتے ہیں اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی ہم ثبت کر رہے ہیں ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب "امام مبین" میں درج کر رکھا ہے۔

مذکورہ دونوں آیات قرآنی کے آدھے آدھے ٹکڑے ملا کر مغالطہ دینے کے لئے آغا خانی قوم کے سامنے جب ایک نئی آیت پیش کی جاتی ہے تو کم علم آغا خانی جو قرآن پاک کا مکمل مطالعہ نہیں کرتے اس آیت کا ترجمہ و مفہوم یہ ہی تسلیم کر لیتے ہیں جو کہ تحریف قرآن میں شمار امر ہے جس سے مذکورہ آیات قرآنی میں تحریف کے جرم کا ارتکاب ثابت ہوتا ہے۔ اب ذرا اصل حقائق کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس آیت کے ان الفاظ کو غور سے سمجھ لیا جائے:

اللہ سبحان و تعالیٰ کی اطاعت سے مراد مکمل قرآنی تعلیمات پر عمل' اطاعت رسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ' اسوہ حسنہ اور مستند و متفقہ حدیثوں پر عمل اور صاحب امر لوگوں سے مراد تم میں سے یعنی مسلمانوں میں (متقی' پرہیز گار' باکردار اور صاحب الرائے افراد میں) سے جس کا تقرر مشاورت سے کیا جائے نہ کہ ذات پات برادری اور حسب و نسب کے حامل افراد کو صاحب امر تسلیم کیا جائے گا۔ باوجود ان تمام مذکورہ اول خاصیتوں کے حامل فرد کا تقرر ہوجانے پر اگر وہ کوئی حکم غیر اسلامی یا غیر شرعی حکم یا رائے دے یا آپس میں مسلمانوں اور ان کے "صاحب امر" میں اختلاف قائم ہوجائے تو ایسے کسی معاملے کو دوبارہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا جائے گا تاکہ "صاحب امر" فرد کو کسی قسم کے استثنائی حقوق حاصل ہوں گے کہ وہ جو چاہے غیر اسلامی یا غیر شرعی کام کرے اور پھر بھی صاحب امر ہی تسلیم کیا جائے' اسلام میں اس کی کوئی گنجائش باقی نہیں' نہ ہی شخصیت پرستی کے لئے جگہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے:

○ ترجمہ : تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے رسولؐ کی بھی پیروی کرو (آل عمران ۳/۳۱) اس آیت سے واضح اشارہ حکمیہ ملتا ہے کہ رسولؐ کی پیروی لازمی ہے۔ جبکہ "صاحب امر" اگر شریعت کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو اسے رد کر دیا جائے گا۔ اسی طرح "صاحب امر" کو یہ اختیار بھی حاصل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کو منسوخ کر دے یا تجدید حدود کے احکام جاری کرے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن کا اس سے متعلق واضح حکم سورۃ تحریم ۶۶ کی آیت نمبرا میں ہے کہ:

○ ترجمہ : اے نبیؐ! آپؐ اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہو جسے ہم نے حلال قرار دیا ہے

اس آیت کا مدلل مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حرمت سے متعلق جو حدیں قائم کی ہیں ان کی منسوخی کا اختیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہے تو پھر عام انسانوں یا "صاحب امر" افراد کو کیسے ہوسکتا ہے؟

■ قرآن (کتاب اللہ) کے کچھ حصہ پر ایمان :

○ ترجمہ : تو کیا تم کتاب (کتاب اللہ) کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو (البقرہ ۲/۸۵)

اس موقع پر میں نے مذکورہ طلباء سے کہا کہ کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ جماعت خانے میں مکھی صاحب میت پر جو دعا پڑھتے ہیں وہ سراسر شرک و کفر پر مبنی ہے۔ ان کی دعا کے یہ الفاظ ملاحظہ کریں (ن):۔

مکھی صاحب بلند آواز سے دعا کراتے ہیں کہ:

* اے حاضر امام! اس میت کو حاصل میں واصل کردے۔ (اس پر تمام حاضرین کہتے ہیں "آمین")
* اور نور کے ساتھ نور ملادے۔ "آمین"
* اے حاضر امام! اس کے گناہ بخشش دے' اس کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا کر اور اس میت کی مغفرت فرما۔ "آمین"
* اے حاضر امام! تمام حاضر لوگوں کی بھی بخشش فرما۔ "آمین"

اختتام دعا پر تمام لوگ حاضر امام پر صلوت پڑھتے ہوئے سجود (سجدہ) ادا کرتے۔

■ کتاب ہدایت میں ہے !

قرآن میں سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۲۸ میں ہے کہ:

○ ترجمہ : (اے پیغمبرؐ) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں' اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے چاہے سزا دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہے جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"

میری اس بات پر مذکورہ تمام طلباء نے اجازت طلب کی کہ آئندہ ملاقات کے لئے پھر آئیں گے الوادع کرتے وقت میں نے ان نوجوانوں سے دریافت کیا کہ "حلول" سے متعلق میری بات سمجھ میں آئی کہ ابھی نامکمل تشنہ ہے اس پر ان کے الفاظ تھے "بہت اچھی طرح سمجھ میں آگئی" اور ساتھ ہی وہ رخصت ہوگئے۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے ہوں گے کہ وہ تینوں نوجوان دوبارہ ملاقات کو آئے' اس بار وہ بے حد خوش تھے اپنے ساتھ وہ مٹھائی کا ڈبہ لیکر آئے تھے' دریافت کرنے پر انہوں نے خوشخبری دی کہ وہ صدق دل سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام میں داخل ہوچکے ہیں۔ اب وہ یہ مشورہ طلب کر رہے تھے کہ مستقبل کا کیا لائحہ عمل اختیار کریں ؟ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ اپنی جماعت سے فی الوقت خارج نہ ہوں' بلکہ اسی ماحول میں رہ کر اسلام کی تبلیغ کریں اور دیگر دوست احباب کو بھی دین اسلام کی حقانیت سے آگاہ کریں۔ کفر اور شرک کو اجاگر کریں تاکہ گمراہیوں کا شکار جماعت کے لوگ شعوری طور پر بیدار ہوسکیں۔ ان میں سے ایک جذباتی نوجوان نے یہ مژدہ سنایا کہ انشاء اللہ عنقریب آپ یہ خوشخبری بھی سنیں گے کہ جوق در جوق گمراہیوں کے شکار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں۔ خاص کر شمالی علاقہ جات چترال کے لوگوں میں بیداری کی رفتار تعجب خیز ہے اور کوئی بعید نہیں کہ اطلاع ملے کہ ایک ہی جھٹکے میں ساٹھ (۶۰) فیصد نماز پڑھنے والے پکے سچے نئے مسلمانوں کا اضافہ ہوگیا! ◀

■ ہندوؤں کے مذہبی نقطہ نظر سے : (ن)

۞ ہندوؤں کے دین میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص باغی اور متکبر ہوکر سرکشی کرتا ہے۔ اور اس طرح دیوتاؤں کو تکلیف دیتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک شکل اختیار کرلیتا ہے یعنی ایک جسم میں اترتا ہے اس واسطے اس کو "اوتار" کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خدا تعالیٰ نے چوبیس مرتبہ جسم اختیار کیا۔ ان میں سے دس کو بہت اشرف سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ ان میں سے چار اوتار "ست جگ" کے زمانے میں ہوئے۔

■ ہندوؤں کے مقدس اوتار :

۱۔ پہلا "مچھ اوتار" ہے کہتے ہیں سنگھا سردیت برہما کے چاروں ویدوں کو چرا کر نگل گیا اور سمندر میں غائب ہوگیا۔ برہما نے مجبور ہو کر بھگوان سے عرض کیا بھگوان نے مچھلی کی صورت اختیار کرکے سمندر کی تہہ میں جاکر سنگھا سردیت کو مارا ویدوں کو اس کے پیٹ سے نکال کر برہما کے حوالے کردیا۔

۲۔ دوسرا "کچھ اوتار" ہے کہتے ہیں کہ دیوتاؤں نے چودہ رتن نکالنے کے لئے چاہا کہ سمندر کو دہی کی طرح بلودیں۔ مندراچل پہاڑ کی رائی اور باسک ناگ کی اس میں رسی ڈال کر سمندر کو بلونے لگے۔ مندر چل پہاڑ جو بہت گراں (بھاری) تھا' پاتال (تحت الثریٰ) کو جانے لگا۔ اس کو سنبھال نہ سکے لاچار بھگوان سے عرض کیا بھگوان نے خود کچھوے کی صورت اختیار کرکے اس پہاڑ کے نیچے اپنی پیٹھ رکھی تب دیوتاؤں نے حسب دل خواہ چودہ رتن سمندر سے نکالے۔

۳۔ تیسرا "باراہ اوتار" کہ ایک دیت (دیو) ساری زمین کو مع ساکنان زمین کو بوریہ کی طرح لپیٹ کر پاتال (تحت الثریٰ) کو لے گیا۔ بھگوان غوک (مینڈک) کی صورت اختیار کرکے پاتال میں جاکر اس دیت کو مار کر زمین کو اس کے ہاتھ سے چھڑالیا۔

۴۔ چوتھا "نرسنگھ اوتار" کہتے ہیں کہ ہرن کسب دیت نے لوگوں سے کہا کہ تم میری عبادت کرو پرہلا داس کا بیٹا خدا پرست تھا۔ ہرن کسب نے لوہے کا ستون آگ میں سرخ کرکے ارادہ کیا کہ پرہلا داس کو اس سے باندھے' بھگوان نے اسی وقت ایسے جانور کی شکل پر کہ آدھا اگلا بدن اس کا شیر کا اور آدھا پچھلا بدن اس کا انسان کا تھا۔ ظاہر ہو کر ہرن کسب کو ہلاک کیا۔ کہتے ہیں کہ تین اوتار ترتیا جگ میں ہوئے۔

۵۔ پانچواں "باون اوتار" کہتے ہیں کہ بھگوان نے دیوتاؤں کے التماس کے بموجب باون انگلی کے برابر جسم اختیار کرکے راجہ بل کو جو بہت عادل اور خوش خصال تھا' چھل یعنی مکر کے ساتھ سلطنت سے خارج کیا۔ چنانچہ اس چھل یعنی مکر کو بھگوان کے مناقب

میں داخل کرتے ہیں۔

۶۔ چھٹا "پرس رام او تار" کہتے ہیں کہ راجہ "سہسر باہو" (جس کے ایک ہزار ہاتھ بتلائے جاتے ہیں۔) چھتری یا کھتری نے جمد گن برہمن کو جو پرسرام کا باپ تھا اور خود اس کا ہم زلف تھا، قتل کر دیا۔ بھگوان اس کا بدلہ لینے کو جمد گن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ ایک تیر ہاتھ میں لے کر ایک خون کے بدلے سارے جہاں کے کھتریوں یا چھتریوں کو قتل کر ڈالا اور چھتریوں یا کھتریوں کا تخم جہاں میں نہ چھوڑا۔ ان مقتولوں کی عورتوں نے برہمنوں سے جماع کیا، ان سے جو اولاد باقی رہی اب کھتری یا چھتری کہلاتی ہے۔

۷۔ ساتواں "رام چند او تار" جو راون دیو کے قتل کے لئے راجہ سرتھ کے گھر پیدا ہوا۔ رام چندر کی بیوی سیتا کو راون دیو پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر نے ہنومان (لنگور کی شکل کا ایک دیوتا کی مدد سے اس کو ہلاک کیا اور اپنی بیوی کو چھڑا لیا۔) بالمیک کی راماین (ایک مشہور کتاب) میں لکھا ہے کہ ان کی بہن شورپ نکھا رنے رام چندر سے اپنا بیاہ کرنا چاہا۔ رام چندر نے کہا کہ میرا بیاہ ہو گیا ہے۔ میرے بھائی لچھمن کا نہیں ہوا، تو اس کے پاس جا (حالانکہ لچھمن کا بیاہ بھی ہو چکا تھا۔) لیکن مخفی طور پر کہلا بھیجا کہ تو اس عورت کے ناک کان کاٹ لے۔ لچھمن نے ایسا ہی کیا کہتے ہیں اس سبب سے راون اور رام چندر میں فساد برپا ہوا تھا اور لکھا ہے کہ رام چندر نے عوام الناس اور برہمنوں کو قتل کیا اور اپنی بیوی کو راون سے چھڑا کر پھر اپنے گھر میں داخل کیا۔ وہ اس سبب سے ایسا ناپاک ٹھہرا کہ اجودھیا کے لوگ اس سے پرہیز کرنے لگے۔

◗ ("اجودھیا" بھارت کا ایک شہر جس میں تاریخی "بابری مسجد" کو کچھ عرصہ قبل انتہاپسند ہندوؤں کی بدنام زمانہ فرقہ پرست تنظیم وشوا ہندو پریشد نے اپنی مضموم سازش اور مذہبی تعصب کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا اور اس کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا اعلان کر دیا۔ اس المناک سانحہ کے رونما ہونے پر پورے عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ یہ اقدام اس کارروائی کی ابتدا قرار دی جا رہی ہے جو کہ اجودھیا شہر میں مسلمانوں کی نسلی تطہیر سے متعلق تمام ہندو سادھوؤں کے ذہنوں میں طویل عرصہ سے موجزن ہے۔ اسی بناء

کرشنا کنہیا "کانوڑا" (کرشنا بھگوان) مع گوپیوں کے
رام (چکر، سنکھ اور گرز کے ساتھ)

پر اجودھیا کے ۵۰ مقامات پر شدھی کرن (تطہیر) کا منصوبہ زیر عمل ہے جس کے مکمل ہونے پر مسلمانوں کے تمام مذہبی مقامات' مزارات' درگاہوں' آستانوں' امام باڑوں اور خانقاہوں کی تطہیر کا منصوبہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔ اقوام عالم کی نظر میں بھارت کو اس اقدام سے زبردست بدنامی کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے سیکولر اسٹیٹ ہونے کے خود ساختہ دعویٰ کا پردہ بھی چاک ہو گیا۔ مرتب) ●

● دیگر دو اوتار دوا پر جگ میں ہوئے۔

۸۔ آٹھواں "کرشن اوتار" شری کرشن جی کا نام "کنہیا" بھی معروف ہے۔ کہتے ہیں کہ بھگوان نے کنس نام شخص کے قتل کے واسطے متھرا کے راجہ باسریو (کنہیا کے والد کا نام) کے گھر دیو (کنہیا کی ماں کا نام) کے پیٹ سے کہ کنس کی چچیری بہن تھی تولد ہو کر کنس کو قتل کیا اور متھرا کی حکومت راجہ اگر سین کو دی اس اوتار نے عورتوں (دوشیزاؤں) سے بہت ہنسی کھیل' مذاق کیا ہے جس کی مختصر تفصیل کچھ یوں ہے کہ:

بھاگوت (بھگوت گیتا۔ ہندوؤں کی ایک مشہور کتاب) کے باب اول میں ہے کہ:

شری کرشن منتظر تھے کہ جب گوپیاں (دوشیزائیں) حسین عورتیں' نہانے گئیں وہاں پہنچے جب انہیں غافل دیکھا۔ ان کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ گئے۔ جب گوپیاں (حسین عورتیں) نہا کر نکلیں بہت خوشامد سے کپڑے مانگے مہاراج نے کہا کہ جب تک تم میرے سامنے برہنہ ہو کر نہ آؤ گی کپڑے نہ دوں گا۔ ناچار آگے پیچھے ہاتھ رکھ کر شرم گاہوں کو چھپا کر حاضر ہوئیں۔ شری کرشن نے فرمایا اس طرح نہیں' دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے آؤ' مجبوراً ایسا ہی کیا تب کپڑے ملے!

۹۔ نواں "بودھا اوتار" یہ آدمی کی صورتٌ صندل سے تراشی ہوئی اب تک جگن ناتھ میں موجود ہے۔ جب پرانی ہو جاتی ہے پھر نئی بنا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ جو کوئی ساری عمر میں اس کا ایک بار درشن کر لے اس کے تمام عمر کے گناہ عبادت بن جاتے ہیں اور اس مقام میں ہندو ایک دوسرے کے جھوٹ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے۔

۱۰۔ دسواں "کل جگ اوتار" آخر زمانہ میں سنبھل شہر میں وشین دت برہمن کے گھر

پیدا ہوگا جس کو "کلکے اوتار" کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ تمام خلقت جو کلجگ کی تاثیر سے بگڑ گئی ہوگی پھر درست ہوجاوے گی اور ست جگ کا زمانہ شروع ہوگا۔ (ح:۲/۲۰)

ہندوؤں کے اوتاروں کی قدرے مکمل تفصیل کے بعد:۔

■ آغا خانی مذہب کے اوتاروں سے متعلق :

آغا خانی مذہبی کتب کی مستند تحریر ہے کہ:

"یہ دس اوتار گنان میں پیر صدر الدینؒ نے بیان کئے اور مومن لوگوں کو شاہ (امام) کا دیدار دکھلایا اور گنان سے غافل انسان شیطان کی طرح راستہ سے بھٹک گئے۔" (مقدس گنان کا مجموعہ گنان صہ ۱۷۳، ۱۸۲، ۱۸۳۔ از پیر صدر الدین مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن بمبئی) (ح:۲۸)

■ آغا خانی دس اوتار :

۱۔ خدا تعالٰی کا ظہور اول:۔ شاہ امامؑ "مچھلی" کے روپ میں دنیا مین آیا اور پانی کے اندر اترا اور "سنکھاسر" نام دیو کو مار کر چار وید لا کر "برہما" کو دیئے۔

۲۔ دوسرا ظہور:۔ شاہ (امام) کچھوے کا روپ دھار کر دنیا میں آیا اور اپنی پیٹھ پر سارا بوجھ اٹھایا اور "مدھوکٹک" نام دیو کو ہلاک کیا اور "نورتن" کو چمکایا۔

۳۔ تیسرا ظہور:۔ شاہ یعنی امام "سور" "Pig" کے روپ میں دنیا میں آیا اور اپنی داڑھ میں پورے آسمان کو رکھ لیا اور "مورڈے" نام دیو کو ہلاک کیا۔

۴۔ چوتھا ظہور:۔ شاہ یعنی امام نرسی (آدھا جسم انسانی اور آدھا جسم شیر) کے روپ میں دنیا میں آیا اور "ہیرا ناکنش" دیو کو ہلاک کیا اور راجہ "پرہلاد" اور اس کے پانچ کروڑ مریدوں کو بچایا۔

۵۔ پانچواں ظہور:۔ شاہ (یعنی امام) وایمن کے روپ میں اس دنیا میں آیا اور "بلرے" دیو کو ہلاک کیا۔

۶۔ چھٹا ظہور:۔ شاہ (امام) "پرشورام" کے روپ میں دنیا میں آیا اور "کھشتری"

لوگوں کو ہلاک کیا۔

۷۔ ساتواں ظہور:۔ رام چندر جی کے روپ میں دنیا میں آیا اور "راون" جس کے دس سر تھے۔ اس کو ہلاک کیا' سیتا کو بچایا اور لنکا کو جلایا۔

۸۔ آٹھواں ظہور:۔ کرشن کے روپ میں شاہ (امام) اس دنیا میں آیا مہیب کالے ناگ کو (دریائے جمنا میں) نکیل ڈال کر مارا۔

۹۔ نواں ظہور:۔ شاہ (امام) مہاتما بدھ کے روپ میں دنیا میں آیا کوروؤں کو قتل کیا اور پانچ پانڈوں کو بچایا۔

۱۰۔ دسواں ظہور:۔ شاہ (امام) نے اپنا نام "نک لنک" بتایا اور پانچ' سات نو اور بارہ کروڑ انسانوں کو بچایا' پچھلے اوتاروں کی نیکیاں سپھل ہوئیں۔

اوتاروں میں شامل لفظ "شاہ" کی وضاحت :

آغا خانی دس اوتاروں میں لفظ "شاہ" سے مراد باری تعالیٰ کی ذات ہے چونکہ پہلے اوتار میں مستعمل لفظ "شاہ" کا اشارہ کسی ایسی ہستی کی طرف ہے جو الوہیت' واجب الوجود اور لامتناہی قوت کی حامل تھی اور جس کا وجود اوتار سے قبل موجود تھا اور بعد میں اس ہستی کا پہلا اوتار "مچھلی" کے روپ میں ہوا (نعوذ باللہ) نقل کفر' کفر نہ باشد

اب ہندوؤں اور آغا خانی اوتاروں کے تقابلی جائزہ میں پیر شمس کے ترتیب کردہ اوتار آغا خانی مذہب کے پیش کئے جا رہے ہیں۔ جبکہ پیر صدر الدین کے پیش کردہ اوتاروں میں اور پیر شمس (آغا خانی داعی جن کا مزار ملتان شہر صوبہ پنجاب میں ہے) کے مرتبہ اوتاروں میں تحریری تضاد موجود ہے جو کس بناء پر قائم رکھا گیا' اس کے متعلق تفصیلی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ دیو مالائی طور پر پیش کردہ تحریر میں اتنے تضاد کا واقع ہونا صرف نظر کئے جانے کے زمرے میں آتا ہے۔ جسے درگزر کرنا چاہئے۔ (مرتب)

■ ہندوؤں اور آغا خانی اوتاروں کا تقابلی جائزہ :

ہندوؤں کے مقدس اوتار: (مخفف)	آغا خانی دس اوتار: (مفصل)
۱۔ ہندوؤں کا پہلا اوتار "مچھ اوتار" بھگوان نے مچھلی کی صورت اختیار کر کے سمندر کی تہہ میں سے جا کر سنگھا سریت کو مارا اور اس کے پیٹ سے چاروں وید (جو وہ چرا کر نگل گیا تھا) نکال کر برہما کے حوالے کئے۔	۱۔ آغا خانی پہلا اوتار شاہ نے مچھلی کے روپ میں لیا "دیو سنکھا سر" کی گردن مروڑ کر شاہ نے مار ڈالا اور چاروں وید اس سے لے آئے۔
۲۔ ہندوؤں کا دوسرا اوتار "کچھ اوتار" بھگوان نے کچھوے کی صورت اختیار کر کے مندراچل پہاڑ کے نیچے پیٹھ رکھی تب دیوتاؤں نے سمندر سے چودہ رتن نکالے۔	۲۔ آغا خانی دوسرا اوتار شاہ نے کچھوے کی شکل میں لیا اور دیو "مدھو کٹک" کو مارا اور پوری دنیا کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔
۳۔ ہندوؤں کا تیسرا اوتار "باراہ اوتار" بھگوان غوک (مینڈک) کی صورت اختیار کر کے پاتال میں جا کر دیت (دیو) کو مار کر زمین کو اس کے ہاتھ سے چھڑایا۔	۳۔ آغا خانی تیسرا اوتار شاہ نے واراہ "سور" (Pig) کے روپ میں لیا اور شاہ نے "سور" دیو کو مارا اور دیو "ہرناکنس" کو بھی مارا اور "پرہلاد" اور پانچ کروڑ مریدوں کو نجات دلائی۔

۴ ۔ ہندوؤں کا چوتھا اوتار ''نرسنگھ اوتار'' بھگوان نے ایسے جانور کی شکل (جس کا آدھا اگلا بدن شیر کا اور آدھا پچھلا بدن اس کا انسان کا) ظاہر ہو کر ہرن کسب دیت کو ہلاک کیا۔

۴ ۔ آغا خانی چوتھا اوتار شاہ نے ''وایمن'' کے روپ میں لیا اور ''دیو بلی'' کو ہلاک کیا۔

۵ ۔ ہندوؤں کا پانچواں اوتار ''باون اوتار'' بھگوان نے دیوتاؤں کی التماس پر باون انگلی کے برابر جسم اختیار کرکے راجہ بل کو چھل (مکر) دے کر سلطنت سے خارج کردیا۔

۵ ۔ آغا خانی پانچواں اوتار شاہ نے ''پرشورام'' کے روپ میں لیا اور ''شمستو ارجن'' دیو کو مارا۔ ماضی میں ہم جماعت خانے کی دعا کے وقت اس اوتار کو ''پانچ پانڈو'' سے تشبیہ دے کر دعائیہ کلمات ادا کرتے تھے۔

۶ ۔ ہندوؤں کا چھٹا اوتار ''پرس رام اوتار'' چھتری یا کھتری نے حمد گن برہمن کو قتل کردیا بھگوان اس کا بدلہ لینے کے لئے حمد گن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ ایک تیر ہاتھ میں لے کر ایک خون کے بدلے سارے جہاں کے چھتریوں (کھتریوں) کو قتل کرڈالا۔

۶ ۔ آغا خانی چھٹا اوتار شاہ نے ''رام'' کے روپ میں لیا اور دس سر والے ''راون'' دیو کو ہلاک کیا سیتا کو آزاد کرایا اور راجہ ''وبھشتن'' کو لنکا کا راجہ بنایا (ماضی میں ہم دعا کے وقت اس اوتار کی تشبیہ ''درو پتی'' کے دعائیہ کلمات سے دیتے تھے۔)

۷۔ ہندوؤں کا ساتواں اوتار "رام چند اوتار" رام چندر کی بیوی سیتا کو "راون" دیو پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر نے ہنومان کی مدد سے اس کو ہلاک کیا اور اپنی بیوی کو چھڑا لیا۔

۷۔ آغا خانی ساتواں اوتار شاہ نے تارا رانی کے روپ میں لیا اور کالے مہیب ناگ کی ناک میں نکیل ڈال دی۔ (ماضی میں ہم دعائیہ کلمات میں اس اوتار کو "تارا رانی" سے تشبیہ دیتے تھے۔)

۸۔ ہندوؤں کا آٹھواں اوتار "کرشن اوتار" بھگوان نے "کنس" نامی شخص کے قتل کے واسطے کنہیا کی ماں کے پیٹ سے (جو کہ "کنس" کی چچیری بہن تھی) تولد ہو کر "کنس" کو قتل کیا۔

۸۔ آغا خانی آٹھواں اوتار شاہ نے "کرشن" کے روپ میں لیا۔ "نند" کے گھر پیدا ہوئے اور "دیو کنا سور" کو مارا۔ (ماضی میں ہم دعائیہ کلمات میں اس اوتار کو "ہریجن" سے تشبیہ دیتے تھے۔)

۹۔ ہندوؤں کا نواں اوتار "بودھا اوتار" یہ آدمی کی صورت میں صندل کی لکڑی سے تراشی ہوئی شکل ہے۔ جو بھی ساری عمر میں ایک بار درشن کرلے اس کے ساری عمر کے گناہ عبادت بن جاتے ہیں۔

۹۔ آغا خانی نواں اوتار شاہ نے "بدھ" کے روپ میں لیا۔ اور دیو "دریو دھن" کو ہلاک کیا۔ پانچ پانڈوؤں کو بچایا اور راجہ "یود ھشٹر" کو نو (۹) کروڑ مریدوں کے ساتھ نجات دلائی۔ (ماضی میں ہم دعائیہ کلمات میں اس اوتار کو "نولنکی اوتار" سے تشبیہ دیتے تھے)

۱۰۔ ہندوؤں کا دسواں اوتار "کل جگ اوتار" یعنی آخری زمانے کا اوتار) سنبھل شہر میں وشین دت برہمن کے گھر پیدا ہوگا جس کو کلکی اوتار کہا جاتا ہے۔ تمام خلقت جو کلجگ کی تاثیر سے بگڑ گئی ہوگی پھر درست ہوجائے گی۔ (ہندوؤں کے دس اوتاروں کے لئے ملاحظہ فرمائیں) (ح:۲/۲۰) ایضا"	۱۰ ۔ آغا خانی دسواں اوتار آجکل دسویں اوتار میں "علی" کے روپ میں شاہ ظہور میں ہیں۔ (ماضی میں ہم جماعت خانے کی دعا میں غنائیہ انداز میں دعائیہ کلمہ کے طور پر اس کی تشبیہ "دسواں علی کا اوتار" کے طور پر دیتے تھے۔) آغا خانی دس اوتاروں کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ (ح:۲۸) ایضا"

■ گنان شریف کا ورد :

ماضی قدیم سے اسی بناء پر جماعت خانوں میں تمام اسماعیلی تین وقت کی دعا اور گنان شریف کا ورد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہم غنائیہ انداز میں دعائیہ کلمات میں مذکورہ تشبیہات کو یوں ادا کرتے تھے:

پانچ پانڈو' چھٹا دروپتی' ساتویں تارا رانی' آٹھواں ہریجن' نواں نولنکی اوتار اور دسواں علی کا اوتار' یوں ہم اپنی "دعا بندگی" گنان شریف پڑھتے تھے۔

■ آغا خانی اوتاروں سے متعلق مقدس فرمانوں کے مزید اقتباس :

(ن)* چوتھا وید یعنی اتھروید کو جو لوگ برابر (پوری طرح) سمجھتے ہیں ان کا یقین ہے کہ اللہ اپنے دسویں اوتار میں غریبوں پر رحم کرنے والا پروردگار مولیٰ "حاضر امام" کے روپ میں ظاہر ہو کر تشریف فرما ہے۔ (ح:۲۹)

(ن)* اس "کلجگ" میں خداوند عالم کا ظہور انسانی شکل میں ہے اور وہ ساری روحوں کا شہنشاہ ہے۔ (یعنی وہ امام حاضر) (ح:۳۰)

باب ہفتم:

جماعت خانہ کے مکھی صاحب :

مجھے مخصوص باطنی رسم و رواج، طور طریقے اور مجالس سے متعلق مذہبی علم، صرف جماعت خانے کے مکھی صاحب سے ان کی لیل و نہار کی کوشش، کاوش و توسط سے ملا اس کے مطابق سچا اور خالص اسلام صرف جماعت خانے کی حدود کے اندر اندر موجود رہتا ہے جس کا اقتباس پیش خدمت ہے:۔

قرآن :

قرآن کے متعلق یہ تاثر دیا جاتا کہ "حاضر امام" "قرآن ناطق" یعنی بولتا قرآن ہے گویا مسلمانوں کا قرآن تو گونگی کتاب ہے۔ اس سلسلے میں "حاضر امام" کے ایک فرمان کی تحریر یہ ہے کہ : (ن)

* "جس امام کی باری ہوتی ہے۔ اس کے فرمان پر عمل کرو تو فائدہ ہوگا۔ اصل میں "توریت" "انجیل" "زبور" اور "فرقان" یہ سب کتابیں الگ الگ قوم پر الگ الگ وقفہ پر نازل ہوئیں تھیں۔ قرآن شریف بھی حق تھا۔ مگر خلیفہ عثمان کے وقت میں رد و بدل کردیا گیا۔ آگے کے الفاظ پیچھے اور پیچھے کے الفاظ آگے رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس معاملے میں سارے خلاصے ہمارے پاس ہیں تم لوگ ہم سے پوچھو گے تو ہم تم کو یہ خلاصے دکھلائیں گے۔" (ح:۳۱) اس فرمان کو فوقیت دیتے ہوئے ماضی میں کسی آغا خانی کے گھر میں قرآن پاک کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی تھی "چونکہ سارے خلاصے امام کے پاس موجود ہیں تو اس رد و بدل کردہ قرآن کو گھر میں رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں" (ن) جبکہ باوجود اس یقین دہانی کے جو "حاضر امام" نے اپنے اس متذکرہ فرمان میں کرائی تھی۔ جماعت کے سرکردہ افراد کے پوچھنے کے باوجود مذکورہ خلاصے کبھی نہیں دکھائے گئے بلکہ دیگر فرمانوں کا ایک سلسلہ پیش کیا گیا جن کے اقتباسات پیش ہیں :۔ (ن)

* "قرآن کے چالیس (۴۰) سپارے ہیں جس میں سے تیس (۳۰) سپارے اس دنیا میں ہیں اور دس (۱۰) سپارے جو باقی رہے وہ اس (امام) کے گھر میں ہیں۔ ان (دس سپاروں) کو "اتھرویڈ" کہتے ہیں۔ ست گر (امام) کی زبان یہی (دس سپارے) ہیں۔" (ح:۳۲)

* .... وہ کتاب بقیہ دس سپارے ہیں جس کے بارے میں پیر صدرالدین نے "گنان" میں سمجھایا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔ (ح:۳۳) * "قرآن شریف کی صحیح سمجھ اور اس کے چھپے بھیدوں کے صحیح معنی اور صحیح علم "امام حاضر" کو ہی ہوتا ہے۔ "امام حاضر" قرآن ناطق (یعنی بولتا ہوا قرآن ہے۔) اس لئے اس کے فرمانوں کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ اس کے فرمانوں پر عمل کرنے والے دنیا میں فلاح پاتے ہیں۔ امام کا ہاتھ خدا کے ہاتھ کے برابر ہے۔ امام کا چہرہ خدا کے چہرے کے برابر ہے۔ عقیدت سے امام کا دیدار کرنے والا خدا کا دیدار کررہا ہے۔" (ح:۳۴) * "اس دنیا میں جو مومن اس وقت ہیں اور جو آئندہ ہوں گے یہ سب "مومن شاہ" پیر (امام) کی عبادت کرتے تھے، کررہے ہیں، اور کرتے رہیں گے۔" (ح:۳۵)

* ... ہم نے تم کو ایک مثال دے کر سمجھایا ہے لیکن گنان میں جو خلاصہ بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کرو، گنان میں تمہارے مذہب کا تمام خلاصہ موجود ہے جس طرح تمہارے باپ دادا اس دین پر چلے ہیں اسی طرح تم بھی چلو، اس ست پنتھ (اسماعیلی دین) کی مثال ایک قلعہ بند شہر کی ہے جس میں مضبوط قلعے بنے ہوئے ہیں تمہارا مذہب قلعے کی طرح مضبوط ہے۔ (ح:۳۶)

* تم اپنے قدیم مذہب کو بھول نہ جانا، تالاب کے کنارے بدلتے ہیں مگر پانی نہیں بدلتا، ندی کا پانی بہتا ہی رہتا ہے امام کا سلسلہ بند نہیں ہوتا چلتا ہی رہا ہے۔ (ح:۳۷)

■ اتھرویڈ کی وضاحت :

یہ غالباً "اتھربیڈ" یا "اتھرویڈ" کے تلفظ کی دوسری شکل ہے۔ جو ہندوؤں کے بڑے مذاہب میں سے تیسرے شاستر "نیائے شاستر" کی ذیلی تعلیم کے حصہ میں شمار ہے۔ اب

آیئے دیکھیں یہ تیسرا نیائے شاستر ہے کیا؟ "یہ شاستر گوتم (ہندو فلسفی) کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ اس میں فلسفہ منطق اور مناظرہ کا بیان ہے۔ بعض ہندو اس کو بید کا حصہ نہیں بلکہ اس کو بید سے باہر سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھنے کے باوجود یہ شاستر مردود نہیں ہیں۔ جو لوگ اس شاستر سے واقف ہیں۔ اور اسی پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کو "نیایک" کہا جاتا ہے۔ اس شاستر کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالٰی کی نہ ابتداء ہے نہ کوئی انتہا۔ وہی پیدا کرنے والا ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالٰی اپنی پیدا کی ہوئی ایک صورت سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کے ذریعے / وسیلے سے لوگوں کو ایک کتاب پہنچاتا ہے۔ اس کتاب کی چار قسمیں ہیں :۔

۱۔ رگ وید یا بید :

۲۔ ججر وید یا بید / یجُر وید بید :

۳۔ سام وید یا بید :

۴ اتھر وید یا بید :

یہ لوگ بہشت اور دوزخ میں جانے کو ابدی نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک خدا کی آٹھ صفتیں ہیں۔ ان میں سے چھ کو قدیم سمجھتے ہیں وہ یہ ہیں :۔

(۱) گیان یعنی ہر چیز کا علم (۲) پرتین یعنی تدبر (۳) اچھیا یعنی خواہش (۴) سنکھیا یعنی واحد (۵) پرمال یعنی بے انتہا مقدار (۶) پرتھکتو یعنی تشخیص و تمیز' باقی دو صفات کو حادث سمجھتے ہیں وہ ہیں :۔ سنجوگ یعنی پیوند یا وابستگی (۲) بھاگ یعنی جدا ہونا۔

(ماخوذ: تحفتہ الہند مولف مولانا محمد عبید اللہؒ صفحہ ۱۳۲' شائع کردہ صدیقی ٹرسٹ

(ح: ۳/۲۰) ایضاً

■ ہم قرآن پڑھتے ہیں !

جی ہاں ہر اسماعیلی کو آخری سپارے کی چھوٹی چھوٹی صورتیں زبانی یاد کرائی جاتی ہیں۔

یہ رٹی رٹائی ہوئی صورتیں ثبوت کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ کہا جاسکے کہ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں۔ لیکن اس دعویٰ کی تنسیخ و تضحیک کے لئے آغا خان سوئم کا یہ فرمان کافی ہے:۔ (ن)

* "آپ لوگوں کے لئے جو علم ہے وہ گنان ہے۔ قرآن کریم کو تیرہ سو سال ہو چکے ہیں وہ ملک عرب کی آبادی کے لئے ہے۔ گنان کو سات سو سال ہوئے ہیں۔ تم لوگوں کے لئے گنان ہے اور اس پر عمل کرنا۔" (ایضاً) مذکورہ فرمان کی روشنی میں موجودہ آغا خانی دوہرے معیار کا جو مظاہرہ کررہے ہیں۔ اس کا انجام بے حد بھیانک ہے کیوں کہ یہ مصدقہ امر ہے کہ دنیا کی تاریخ کسی بھی کتاب کے بارے میں اتنی مستند معلومات فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ قرآن پاک کا ایک ایک حرف' ایک ایک آیت روز اول سے حضور نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول سے لے کر آج تک محفوظ ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گا کیوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی ہے:

○ ترجمہ : رہا یہ ذکر' تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہباں ہیں (الحجر۱۵/۹)

○ ترجمہ : باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے (حم السجدہ۴۱/۴۲)

■ وضو :

وضو کی ہمیں ضرورت نہیں ہمارے دل کا وضو ہوتا ہے۔

جیسا کہ میرے علم میں ہے کہ پندرہ سال پہلے تک انڈیا میں جماعت خانوں میں وضو کرنے کی جگہ مخصوص تھی جبکہ پاکستان کے جماعت خانوں میں وضو کرنے کی جگہ شروع سے تعمیر ہی نہیں کی جاتی' اس وقت کا رائج طریقہ یہ تھا کہ "پہلے ہاتھ دھویا' منھ دھویا اور پاؤں دھویا۔" وضو کرنے کے طریقے کی مروجہ کتاب میں بھی یہ ہی طریقہ لکھا ہے۔ جبکہ یہ بھی تحریر ہے کہ:

خدا ایک ہے۔ زمین آسمان سب خدا نے بنایا ہے۔ چاند سورج خدا نے بنایا ہے۔ سب سے بڑا خدا ہے۔ خدا کا نور حاضر امام میں موجود ہے اس لئے حاضر امام کو سجدہ خدا کے سجدہ کے برابر ہے۔ (ن) ''ہم امامی اسماعیلی ''امام حاضر'' کے مرید۔ خدا کا نور جو ''امام حاضر میں'' روشن ہے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ (ایضاً)

طہارت :

پیشاب کی حاجت آنے پر تقریباً سب ہی مرد کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ چونکہ شریعت کے مروجہ طریقہ استنجا کا اطلاق آغا خانیوں پر نہیں ہوتا اس لئے اس سے ناواقفیت ہے چنانچہ جماعت خانوں میں پیشاب خانے اسی طرز پر تعمیر کئے گئے ہیں کہ استنجا کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس سے متعلق گارڈن جماعت خانے کے ایک مکھی صاحب کا واقعہ مرحوم بھائی منصور علی کریم نے سنایا تھا کہ ماضی میں جب وہ ''کافی کمیٹی'' کے منتظم تھے تو ایک دن علی الصبح (صبح جی) دعا کے وقت وہ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء گئے تو کیا دیکھتے ہیں مکھی صاحب کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے ہیں۔ فراغت پر بغیر استنجا کئے مکھی صاحب نے اپنے ہاتھ پاجامہ سے پونچھ لئے اور دھوئے بغیر اسی حالت میں پاٹ پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور میں سوچتا ہی رہا کہ پیشاب کے چھینٹوں نے یقیناً مکھی صاحب کے کپڑے نجس کر دیئے ہوں گے۔ جبکہ مکھی صاحب پاٹ پر بیٹھ کر اب دیگر ناپاک لوگوں کو پاک کرنے کے عمل میں مصروف تھے۔ ویسے اس رات سردی بڑے غضب کی تھی شاید اسی بناء پر مکھی صاحب نے استنجا تو درکنار ہاتھ دھونا تک گوارا نہ کیا۔ یہ واقعہ سنانے پر منصور بھائی مسکرا دیئے اور کہنے لگے یہ ہے چھینٹا ڈالنے والوں کی طہارت!

غسل پاکی :

جس طرح طہارت سے متعلق اسماعیلی تعلیمات میں کوئی طریقہ رائج نہیں اسی طرح غسل پاکی (جنابت، احتلام، جسم سے کپڑوں کا ناپاک ہو جانا یا خواتین کا ایام حیض سے فارغ ہونے پر غسل یا بچے کی ولادت پر مخصوص ایام کے بعد) کا کوئی باضابطہ طریقہ رائج نہیں

ہے۔ اسی لئے میاں بیوی کے ہمبستر ہونے پر بغیر غسل کئے علی الصبح (صبح جی) دعا کے لئے جماعت خانے کی حاضری تو لازمی قرار دی گئی لیکن غسل پاکی کی کوئی شرط نہیں۔ انہی خطوط پر ایام حیض سے فراغت یا ایام زچگی میں بچے کی ولادت کے بعد شرعی پابندی کا چونکہ اطلاق نہیں اس لئے میاں بیوی کا ہمبستر ہونا کسی زمرہ میں نہیں آتا۔ خاص کر سرد راتوں میں جب جماعت خانے کی حاضری لازمی ہو تو کون غسل پاکی کی پابندیوں کے متعلق خیال کرتا ہے۔ جبکہ جماعت خانے میں بھی اس بات کی کوئی اہمیت نہ ہو تو پھر کیوں غسل کیا جائے؟

ہندوؤں کے ہاں نجاست حکمی کی صورت میں ناپاکی کا تصور موجود ہے. کہ جب کوئی شخص رات کو سوکر صبح کو ناپاک اٹھے تو جب تک غسل نہ کرے عبادت نہ کرے اور نہ کھانا کھائے۔ حیض کی صورت میں عورت کا تمام بدن ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ ایسی عورت چھ دن بعد غسل کرے تب پاک خیال کی جائے گی۔ اسی طرح ولادت کے موقع پر عورت کا تمام بدن ناپاک تصور کیا جاتا ہے اور عورت جو بچہ جنتی ہے اس کا بدن چالیس دن تک ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ (ح: ۴/۲۰) ایضاً

البتہ اسلام نے شریعت مطہرہ کے تحت جسمانی طہارت اور پاکی صافی کا باقاعدہ ایک مدلل نظام وضع کیا ہے۔ جو سہل ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین طریقہ تسلیم کیا گیا ہے۔ جبکہ اسماعیلیوں کے ہاں کوئی طریقہ نہیں اس کی وجہ پوچھی جائے تو کہا جاتا ہے کہ "اپنے ہاں سب چلتا ہے۔"

■ آغاخانی مذہب کی دیگر تعلیمات (مذہبی رسوم و عقائد):

آغا خانی اپنی روز مرہ زندگی میں جن تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں وہ عقائد و رسومات درج ذیل ہیں:-

اسماعیلی سلام "یا علی مدد" (ح: ۳۸) اور اس کا جواب ہے "مولا علی مدد" (ح: ۳۹)

اسماعیلی کلمہ: "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ و اشھد ان امیر المومنین علی

اللہ" (ح:۴۰) ہر اسماعیلی کو اپنی روز مرہ زندگی گزارنے کے لئے معمولات کے ذکر اذکار کے عمل کے طور پر باقاعدہ منظم تعلیمات فراہم کی جاتی ہیں۔ چنانچہ مجھے باور کرایا گیا کہ:

"یا علی بابا ہماری مدد کرتے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے "یا علی مدد" بولتے رہنا' گھر سے باہر نکلتے وقت "یا علی مدد" بولنا' مذہبی اسکول میں داخل ہوتے وقت "یا علی مدد" کہنا' ماں باپ کو "یا علی مدد" کہنا' (سلام کے طور سے) بھائی اور بہن کو "یا علی مدد" کہنا۔" (ح:۴۱)

"مکھی صاحب اور کامڑیا صاحب کو "یا علی مدد" کہنا' "یا علی بابا" ہماری بیماریاں دور کرتے ہیں "مولیٰ علی" ہمارا حقیقی مدد گار ہے۔ رات کو سوتے وقت اور صبح اٹھتے ہی "مولا علی" سے مدد مانگنا چاہئے۔" امام حاضر کو ہم "مولا علی" کہتے ہیں۔ (ح:۴۲)

■ باطنی علم کی انتہائی توہین آمیز و گستاخانہ تحریر : (ن) :

* "پیر شاہ" امام حاضر پیر شاہ ہے۔

پیر شاہ یعنی نبی اور علی

ہمارے پہلے پیر حضرت محمد مصطفیٰ ہیں۔

ہمارے پہلے امام حضرت علی ہیں۔

ہمارا پچاسواں پیر حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی ہے۔

ہمارا انچاسواں امام حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی ہے۔

پیر شاہ ہمارے گناہ بخش دیتے ہیں۔

پیر شاہ ہم کو اچھی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

پیر شاہ ہماری دعا قبول کرتے ہیں۔

دعا پڑھنے سے حاضر امام خوش ہوتے ہیں۔

کوئی چیز ہاتھ سے گر جائے تو اس وقت "پیر شاہ" بولنا چاہئے۔

بیماری کے وقت "پیر شاہ" بولتے رہنا۔

امام حاضر کو ہم "پیر شاہ" کہتے ہیں۔ (ح:۴۳)

(اس تحریر میں باطنی علم کے پوشیدہ اسلوب جن سے توہین آمیز و گستاخانہ فکر کی غمازی ہوتی ہے اگلے صفحات پر تفصیلی انداز میں عیاں کئے گئے ہیں۔)

■ نماز :

(ہر اسماعیلی کو پانچ فرض نماز کی جگہ تین وقت کی دعا پڑھنا فرض ہے)

اسماعیلیوں کے ہاں ترک نماز کا اقرار اعلانیہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس موقع پر "تقیہ" کے عمل کو اپنا لینا ان کے لئے بے حد ثواب کا باعث ہے جسے وہ "باطنی طریقہ" کہتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان اپنے کسی اسماعیلی دوست سے دریافت کرے کہ آپ نے نماز ادا کرلی ہے تو وہ فوراً اقرار کرے گا کہ "جی ہاں! ادا کرلی ہے۔ ہم لوگ نماز کو "دعا" کہتے ہیں۔"

◀ حقیقتاً" ایسا نہیں کیوں کہ نماز ایک منفرد اسلامی عبادت ہے۔ جس کو شریعت کی پابندی کے تحت ادا کیا جاتا ہے اور جس میں خالصتاً اللہ کی عبادت و بندگی کی جاتی ہے اور تمام عبادت کی ماخذ ذات صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی قرار پاتی ہے اور رکوع و سجود صرف اللہ کی ذات کو کیا جاتا ہے۔ جبکہ دعا کا تعلق کسی طور پر نماز سے نہیں اور نہ ہی یہ طریقہ اسلام و شریعت کی پابندیوں کے تحت لاگو ہوتا ہے یہ تو خالصتاً خود ساختہ دین کے الفاظ کے جوڑ توڑ سے آغا خان کی عبادت کا دوسرا نام "دعا" ہے۔ جس میں اپنے خود ساختہ مذہب کی پانچ بنیادیں قرار دی گئی ہیں جن میں سب سے اہم ایک ہی قابل بیان ہے:۔

ا ۔ دین کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جماعت خانہ میں حاضر ہونا اور وہیں دعا پڑھنا (ح: ۴۴)

اختتام دعا سے کچھ پہلے ہم سب یہ کلمات پڑھتے :

"مولانا شاہ کریم الحسینی الامام الحاضر الموجود ارحمنا و اغفرلنا"

انتہائے عبادت پر سجدہ ریز ہونے کے لئے پڑھتے :

"اللھم لک طاعتی و سجودی" (ایضاً)

ان الفاظ کو ادا کرنے پر اجتماعی طور پر بیک جنبش سجدہ آغا خان کی تصویر "مہر" کو کیا جاتا

ہے گو کہ طویل عرصہ سے آغا خان کی قد آور تصویر تمام جماعت خانوں کے اندر عقبی حصہ کی دیوار پر آویزاں تھی لیکن کچھ ہی روز ہوئے کہ اچانک حاضر امام کی تصویر کو عقبی حصہ سے ہٹا کر دائیں جانب کی طرف آویزاں کر دیا گیا ہے۔ آخر کیوں؟ مدتوں سے اس کو سجدہ کیا جاتا رہا تھا۔ اب تصویر کا عقبی حصے سے اٹھا لیا جانا واقعی تعجب اور حیرت کی بات ہے:

پوجے جانے والے صنم کیا توں بس اتنا نکلا
دل کیا پوج لیا تجھ کو، یا دہلیز سے ہٹا ڈالا

جبکہ اپنے ابتدائی ایام قدیم میں میرے دادا دن رات میں تین وقت مقررہ پر ہندو طریقے پر فرض سمجھ کر جو عبادت کرتے اسے "سندھیا" کہتے، صبح کا وقت "پرات کال" دن کے بیچ "مدھیان" اور شام کے وقت "سیامن کال" (ان تین اوقات میں وہ گاتیری منتر پڑھتے جو انہیں بڑے ہر دلعزیز ہوتے) سندھیا میں دل سے تو برہما، بشن اور مہادیو کی تعظیم کرنا مقصود ہوتی لیکن آنکھیں اور ناک بند کر کے ان کی صورت کا دھیان اس طرح کرنا ہوتا کہ بشن کی تصویر کو اپنی ناف میں اس طرح خیال کیا جائے کہ اس کا رنگ سیاہ ہے چار ہاتھ ہیں ایک ہاتھ میں سنکھ لئے ہوئے ایک ہاتھ میں گرز، برہما کی صورت کو اپنے سینہ میں دھیان کرنا ہوتا ہے۔ (ح:۵/۲۰) ایضاً

لیکن عصری تقاضوں کے تحت میرے دادا کے مذہبی خیالات میں انقلاب انگیز تبدیلی رونما ہوئی جس کی وجہ سے وہ اپنے موروثی مذہب ہندو تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسماعیلی مذہب کی طرف بھی بتدریج راغب ہوتے گئے اور انہوں نے بعد میں باقاعدہ جماعت خانے میں تین وقت کی دعا میں شرکت کرنا شروع کر دی۔ دعا میں قیام و رکوع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ قبلہ رخ کا تعین بھی نہیں کیا جاتا بلکہ کسی سمت رخ کر کے دعا پڑھی جا سکتی ہے۔ البتہ حاضر امام کا تصور لانا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس فرمان کی پابندی بہرحال سب کو لازمی طور پر کرنا پڑتی جس کے مطابق حکم تھا کہ:

* "آپ جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی اور دنیا ہر وقت بدلتی رہتی ہے، ہر چیز بدلتی رہتی ہے جس میں صحیح ہدایت امام حاضر ہی دے سکتے ہیں۔ اسماعیلیوں کے پاس ہدایت کے لئے

کوئی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے' مگر زندہ امام ہے (ہدایت کے لئے) (ح:۴۵)
متذکرہ تحریر کی نفی کے لئے احکام قرآن ملاحظہ فرمائیں :

○ ترجمہ : میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے' پس میری بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو (طہ ۲۰/۱۴)

○ ترجمہ : اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو (طہ ۲۰/۱۳۲)

○ ترجمہ : نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک (ظہر' عصر' مغرب' عشاء) اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو' قرآن فجر مشہود ہوتا ہے
(بنی اسرائیل ۱۷/۷۸)

نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ بابت نماز :

* "نماز مومن کا نور ہے" (ابن ماجہ جلد ۲/ صفحہ ۳۲۰)
* "نماز مومن کی معراج ہے" (مکتوبات شریف مجددی) دفتر اول مکتوب ۲۶۱
* "نماز دل کی راحت ہے" (ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۶۸۱)
* "نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے" (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۴۹)
* "نماز میں شفا ہے" (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)
* "نماز جنت کی کنجی ہے" (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۹)
* "نماز دین کا ستون ہے" (احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۸۷)
* "نماز چھوڑنا کفر ہے" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)
* "نمازی کا حساب پہلے ہوگا" (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱)
* "ترک نماز کفر ہے" (صحیح مسلم کتاب الایمان)

متذکرہ احکامات قرآن و احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرنا اپنی تباہی و بربادی کے مترادف ہوگا جس کا بہرحال آغا خانی قوم کو سامنا ہے!

■ تسلسل نماز کا ثبوت :
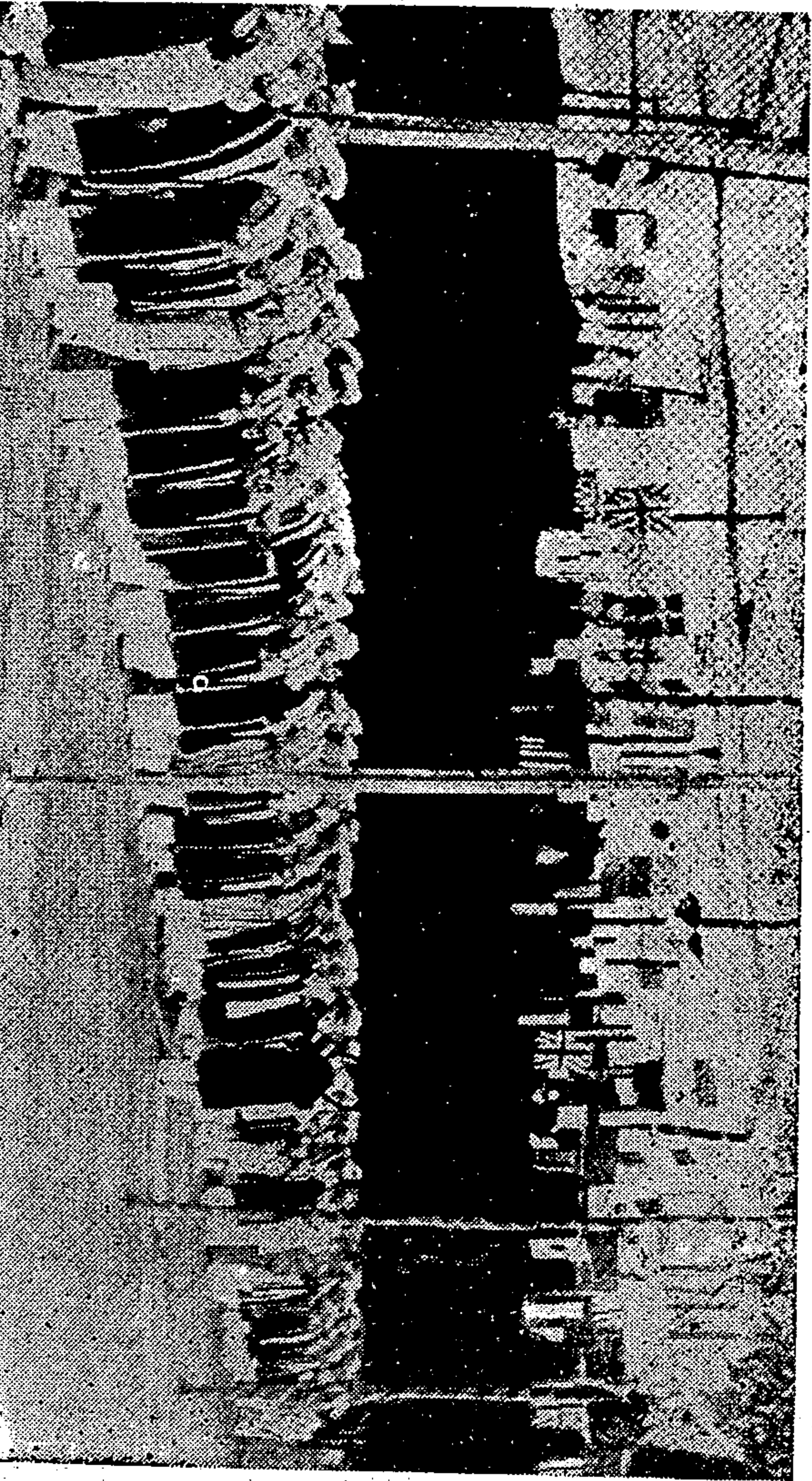
(شائع کردہ : اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کراچی۔پاکستان) جنوری ۱۹۵۱ء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے جو نماز مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں ادا کی جا رہی ہے اس کا تسلسل آج تک قائم و جاری ہے کیوں کہ ان مقامات مقدسہ پر ہمیشہ مسلمانوں کا نظم و نسق قائم رہا ہے کبھی غیر مسلم ان پر قابض نہیں ہوئے جس کا ثبوت اظہر من الشمس موجود ہے جبکہ آغا خانیوں کی "دعا" قاسم علی مشنری نے از خود ساخت کرنے پر ترویج کی جس کی کوئی سند اسلامی نقطہ نظر سے ثابت نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مروجہ طریقہ نماز سے اس کی کوئی مماثلت بھی نہیں' دیگر یہ کہ حاضر امام "آغا خان" نے بنفس نفیس نہ تو کبھی دعا پڑھی اور نہ ہی پڑھتے ہوئے انہیں دیکھا گیا جبکہ اس کا ثبوت موجود ہے کہ "حاضر امام" نے بھی کئی مواقع پر باجماعت نماز مساجد میں ادا کی اور اس کا حکم بھی دیا اس سے ثابت ہوا کہ جماعت خانوں میں پڑھی جانے والی دعا غلط' بے بنیاد اور خود ساختہ ہے۔

■ روزہ :

تمام آغا خانیوں کو روزہ سے متعلق یہ بتایا گیا کہ آنکھ' ناک کان کا روزہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر یہ مثل مشہور ہے کہ رمضان شریف میں مسلمان جب کسی بے روزے دار سے دریافت کرتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں کہ : روزہ یا کھوجا ؟ اس کا مطلب واضح ہے کہ کھوجے آغا خانی چونکہ روزہ نہیں رکھتے اس بناء پر وہ ہی ماہ رمضان میں کھاتے ہوئے نظر آئیں گے جبکہ مسلمان روزہ فرض سمجھ کر رکھتے ہیں لیکن شرعی عذر کی بناء پر استثناء کا حق بامر مجبوری لاحق ہو تو روزہ قضا کیا جاسکتا ہے۔ آغا خانیوں کا دعویٰ ہے کہ کھانے پینے سے روزہ قائم رہتا ہے ہمارا روزہ فرض نہیں اور نہ ہی بھوکا رہنے کا نام روزہ ہے۔ اگر کوئی اسماعیلی روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے اور روزہ کا دورانیہ سوا پہر کا ہوتا ہے جو صبح دس بجے کھول لیا جاتا ہے۔ البتہ جس مہینے کا چاند جب بھی جمعہ کے روز کا ہوگا' اس دن روزہ رکھا جائے گا۔

■ روجہ کیا ہوتا ؟

• اس موقع پر مجھے ایام رفتہ کا ایک تعجب خیز واقعہ ماضی کی دبیز تہوں میں مدفون' آج

بڑی شدت سے یاد آرہا ہے جس کا بیان کیا جانا بر موقع ہوگا:

اہل مغرب کی نظروں میں ان تمام اقوام کی حیثیت بڑی متنفر تسلیم کی جاتی ہے جو کسی بھی طور پر بڑی قوتوں کے مفادات پر کسی نہ کسی ڈھنگ سے ضرب کاری کرکے وقتی تقاضوں کے تحت انہیں اقوام عالم کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرنے کا باعث ثابت ہوں۔

اپنے عظیم تر قومی مفادات کے تحفظ کے تحت براعظم افریقہ کے مشرق کی مشہور اسلامی مملکت "یوگنڈا" کے مرد آہن صدر الحاج عیدی امین بابا کا وہ راست اقدام جو انہوں نے ماضی میں اپنے دور حکومت میں کیا تھا آج بھی وہاں کی عوام کے دلوں پر گہرے نقوش کے ساتھ ثبت ہے۔ مرد آہن عیدی امین بابا نے جب یہ اچھی طرح پرکھ لیا کہ ان کے ملک کی معدنی دولت قدرتی وسائل و تمام ذرائع معیشت پر غیر ملکی اقوام قابض ہونے کے ساتھ ان کو دونوں ہاتھوں سے خوب لوٹ رہے ہیں تو انہوں نے آخری فیصلہ کرلیا کہ وہ اپنی سرزمین پر موجود ایسے تمام استحصالی قدموں کو اکھاڑ باہر پھینکیں گے اور اپنے ملک سے ان کو دفع دور کردیں گے۔ گو کہ بعد کے ایام میں اپنے اس راست اقدام کی صدر الحاج عیدی امین بابا کو بڑی بھاری قیمت چکانی پڑی یعنی اقتدار سے محروم ہونا پڑا' بہرحال اپنے کئے گئے فیصلہ کو عملی جامہ اس مرد آہن نے پہنا کر ہی دم لیا۔

ان کے اس اقدام کی زد میں برطانوی شہریت کے حامل ان افراد کی بڑی تعداد شامل تھی جن میں خاص کر دوہری قومیت (شہریت) Dual Nationality کے حامل آغا خانی برادری بھی لپیٹ میں آئی۔ متذکرہ افراد کو برطانیہ نے زبردست کساد بازاری کی بناء پر رونما ہونے والی چند معاشی مجبوریوں کے پیش نظر اپنے ملک میں پناہ دینے سے معذرت چاہی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ کوئی دیگر بھی برطانیہ میں داخل نہ ہوسکا کیوں کہ معروف امیر کبیر گھرانوں کے امراء و رؤساء کے لئے برطانیہ کی سرحدوں کے داخلے پر پابندی اس وقت بھی نہ تھی اور آج بھی نہیں ہے۔

چونکہ مشرق اپنی بے پناہ خوبیوں میں ان عظیم روایات کا بھی حامل رہا ہے کہ کسی دور

میں بھی دست میزبانی کی خدمات سے کبھی دست کشی یا کسی وقت انکاری نہیں ہوا یہ اہل مشرق کے شعائر میں شمار ہے کہ وہ میزبانی کو اخلاق کے جذبہ سے سرشار ہو کر سرانجام دیتے ہیں اسی بناء پر یوگنڈا سے تین کپڑوں میں بے دخل کیے گئے آغا خانی افراد نے جب مشرق کا رخ کیا تو اس میں بھارت کے بعد سرزمین پاکستان پر ہی سکھ کا قدم رکھا' اس وقت ان کا کل سرمایہ حیات فقط تین ہزار روپیہ فی کس تھا (واضح رہے کہ یوگنڈا کی حکومت نے فارن ایکسچینج کنٹرول کا اطلاق کر کے کسی بھی غیر ملکی کو جبری بے دخل کیے جانے کے ضابطہ قانون کی پابندی کے تحت صرف تین ہزار روپیہ کی رقم اپنی سرزمین سے باہر لے جانے کی اجازت دی تھی)

اس اقدام سے یوگنڈا کے بڑے بڑے غیر ملکی سرمایہ دار و استحصالی ذہن کے حامل تاجر فوری طور پر زمین بوس ہوجانے پر افلاس کا شکار ہوگئے۔ تصور کریں کہ جس تاجر کی ایک شام نائٹ کلب میں گزارنے کا خرچ کم از کم پانچ ہزار ہو یا اس کے اپنے ذاتی افریقن یوگینڈی ملازم کی تنخواہ ماہانہ کی شرح (Pay Scale) زیادہ سے زیادہ دو ہزار مقرر ہو ایسے کسی سرمایہ دار کی کل پونجی تین ہزار اور پہنے ہوئے تین مستعمل کپڑے اور ہاتھ میں سفری دستاویزات کے علاوہ کاندھے کا ایک چرمی بیگ اور ایک عدد دستی بیگ (Hand Bag) جس میں سگریٹ کا پیکٹ' ماچس اور انسانی ہمدردی کے تحت ادویات کے علاوہ یوگینڈا کا مشہور "افریقن سائز" "جمبو" کیلا (Banana)' جذبہ خیرسگالی اور یادگار کے طور پر لے جانے کی اجازت تھی۔

جبری بے دخل کیے گئے آغا خانیوں کی آمد سے بھرمار کی زد میں کراچی شہر تھا یہاں گلی گلی اور محلوں میں بڑی عمر کے افراد نیکریں اور خواتین چڈی فراک یا نیم عریاں اسکرٹ پہنے ہوئے عام نظر آتے۔ ان ایام میں رمضان شریف کے ماہ جب تمام پاکستانی مسلمان روزہ رکھے ہوئے اپنی روز مرہ زندگی کی مصروفیات میں مشغول ہوتے اکثر نو آمدہ آغا خانی سگریٹ نوشی یا چیونگم (Chewing - gum) چباتے ہوئے شتر بے مہار کی طرح سڑکوں پر دوڑے پھرتے ان کے پاس وقت کی فراوانی تھی چنانچہ وہ کراچی شہر کی سڑکوں کے طول و

عرض کی پیمائش کرنے کو اپنا مشغلہ (Hobby) قرار دیتے۔ رمضان کے مہینے میں کل عالم اسلام میں روزہ کا احترام مقدم اور پابندی کے تحت کسی مسلمان کو خورد و نوش کرنے والا کوئی بھی ایک آنکھ نہیں بھاتا اسی جذبہ کے حامل مسلمان متذکرہ نو آمدہ آغا خانیوں سے متعلق فیصلہ نہ کرپاتے کہ یہ کون سی مخلوق ہے جو رمضان کے احترام سے بالکل ناآشنا ہے؟

چنانچہ اکثر و بیشتر ایسے واقعات رونما ہوئے کہ مسلمانوں نے متذکرہ باقاعدہ بے روزہ داروں کو احترام رمضان کی پابندی سے متنبہ کیا کہ وہ رمضان شریف اور روزہ داروں کا کچھ خیال کریں اور دن کی روشنی میں کچھ تناول نہ کریں۔ بعض جذباتی مسلمانوں نے تو مرمت تک کی کارروائی بھی سرانجام دی۔ نووارد افراد کے لئے یہ بے حد تعجب کی بات تھی کہ وہ سرعام کچھ کھانے پینے سے جبرا" روکے جا رہے ہیں جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ آپ لوگ آخر رمضان شریف کا احترام کیوں نہیں کرتے اور روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ تو وہ بے ساختہ بلا جھجک اظہار کرتے کہ "روجہ کیا ہوتا؟" گویا ان کے شعور میں روزہ یا رمضان تک کا تصور نہ تھا چنانچہ کچھ ہی دن گزرنے پر اب انہیں احساس ہونے لگ گیا کہ روزہ کسے کہتے ہیں۔

اب انہیں دن کی روشنی میں کچھ نہ کھانا تو منظور تھا لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں مزید ذلیل ہونا گوارا نہ تھا کیوں کہ وہ انہیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے اس سے بہتر تھا کہ رمضان کے مہینہ کا احترام کرلیں بصورت دیگر انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی پٹائی کا خدشہ رہتا اور اپنے غیر مسلم ہونے کا خوف الگ لگا رہتا وہ سارا دن بڑی شدت سے افطار کی گھڑی کے منتظر رہتے جس کے لئے وہ بار بار مسلمانوں سے وقفہ وقفہ سے پوچھتے کہ روزہ کب کھائے گا۔ اس موقع پر مسلمان ان سے خوب لطف اندوز ہوتے ان سے دل لگی کرنے کے لئے اوقات افطار کے باقی وقت کو دگنا ظاہر کرکے پیش کرتے جس پر وہ بے ساختہ مضطرب ہو کر کہتے "اوہ گاڈ! مار ڈالا......."

اختتام رمضان سے چند دن قبل متذکرہ تمام نووارد افراد کو جو ہدایات جماعت کے اکابرین نے دی تھیں ان کا اظہار عید الفطر کی نماز میں تمام مسلمانوں نے بنفس نفیس خود

محسوس کیا کیوں کہ مسلمان دنگ تھے کہ روزہ کے نام سے ناواقف مذکورہ افراد آغا خانی' اجتماعی طور پر عید گاہ میں کیسے حاضر ہو گئے؟ اور نماز عید میں شامل ہیں اختتام نماز پر باقاعدہ مسلمانوں سے گلے مل کر عید کی باآواز بلند مبارکباد پیش کر کے جم غفیر کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے ان میں سے ہر ایک طوطے کی طرح رٹے ہوئے الفاظ دہرا رہا تھا کہ "ہم بھی مسلمان تم بھی مسلمان بھائی بھائی" اور ساتھ ہی "سلام" کہہ کر وہ اپنی راہ پر گامزن ہو جاتے' ان تمام حرکات و سکنات کو مسلمان قطعی نہ سمجھ پائے لیکن ایک پیدائشی آغا خانی ہونے کی نسبت سے میں اپنے باطنی مذہب کی جلوہ سازیوں کو بااحسن طریقے پر سمجھ رہا تھا کیوں کہ جس مذہب میں روزہ محض شریعت کی اتباع نہ کرنے کی وجہ سے متروک ہو تو نماز عید کی ادائیگی کا کیا مفہوم لیا جائے گا!

● ان مذکورہ حقائق کی نفی کے لئے کوئی مثال دستیاب نہیں ہے کہ "آغا خان" نے رمضان المبارک میں انفرادی یا اجتماعی طور پر سحری کر کے روزہ رکھا ہو یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون طریقے پر افطار کیا ہو یا کسی دعوت افطار پارٹی میں شمولیت اختیار کی ہو یا کبھی بالکل اس طرز پر کوئی بندوبست کیا ہو جس کی غمازی صدر مملکت' وزیر اعظم پاکستان یا دیگر معزز اکابرین مملکت یا سیاستدان اہتمام کرنے میں روحانی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اسی بناء پر آغا خانی برادری روزہ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتی جبکہ ان کی نوجوان نسل تو اس کو بالکل مسترد کرتی ہے کیوں کہ ان کی نظر میں تو یہ مقولہ عام ہے کہ "بھوکا رہ کر کیا ملے گا؟ ثواب تو جماعت خانے جا کر مل ہی جانا ہے۔"

جبکہ روزہ سے متعلق واضح احکام قرآن ہیں کہ:۔

○ ترجمہ : رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے (البقرہ ۲/۱۸۵)

○ ترجمہ : نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ

صبح کی دھاری نمایاں نظر آئے تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو (البقرہ ۱۸۷/۲)

■ زکواۃ :

اسی طرح زکواۃ کی جگہ "دسوند" فرض سمجھ کر تمام آغا خانی جماعت خانے میں دیتے جس کی شرح ساڑھے بارہ فیصد یعنی روپیہ پر دو آنہ کے حساب سے فی کس ادا کرتے، جس کی وصولی کے لئے فرمان موجود ہے کہ : (ن)

* ۔۔۔ اسی نر جی کو دشون (دسواں حصہ) اگر آپ نر علی کو دشون دیتے رہیں گے تو آپ کی آل و اولاد اور مال میں برکت ہوگی اور وہ یعنی علی آپ کا ایمان سلامت رکھے گا اس لئے کہ ہمارا یہ نر علی (پوری کائنات کا) خالق مطلق ہے۔ (ایضاً)

○ ترجمہ : ... نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکواۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی متقی ہیں (البقرہ ۱۷۶/۲ تا ۱۷۷)

■ حج :

تمام آغا خانیوں کو ہمیشہ یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اسی طرح حج ہمارا حاضر امام کا "دیدار" قرار پایا کہ وہ زمین پر خدا کا روپ انسانی شکل میں ہے۔ (ح:۴۶)

اس موقع پر ماضی کی وہ بات یاد آگئی جب ایک اسماعیلی کے ساتھ میں جماعت خانے سے گھر واپس آرہا تھا راستے میں ایک مسلمان دوست سے ملاقات ہوگئی۔ یہ حج کے مہینہ کی بات ہے۔ مسلمان دوست نے بے ساختہ مجھ سے سوال کیا کہ : آغا خان کبھی مکہ مدینہ کے سفر پر کیوں نہیں گئے جبکہ آپ لوگ ان کو اپنا روحانی پیشوا اور اہل بیت و آل رسولؐ

گردانتے ہیں۔ میں اس سوال کا جواب باطنی تعلیمات کی روشنی میں دینے کی فکر میں تھا کہ میرے آغا خانی ساتھی نے جھٹ سے جواب پیش کر دیا کہ:

"ہمارے حاضر امام مکہ مدینہ اس لئے نہیں جاتے کیوں کہ وہ خود خدا کا زمین پر روپ ہیں تو انہیں مکہ جانے کی کیا پڑی ہے۔" یہ جواب پاکر مسلمان دوست بھرا گیا اس نے ایک اور سوال کر ڈالا کہ: آپ کے آغا خان اپنے آپ کو شیعہ امامی اسماعیلی فرقے کے روحانی پیشوا کہلواتے ہیں تو پھر کربلا معلیٰ اور نجف اشرف کبھی کیوں نہیں جاتے؟

اسماعیلی دوست نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہوئے میرے مسلمان دوست کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا کہ:

آپ کے سوال کا جواب بھی پہلے جواب میں موجود ہے خود تلاش کرلیں' جبکہ میرے ذہن میں اس وقت آغا خان سوئم کے ایک فرمان کے وہ الفاظ گونج رہے تھے کہ:

* "لوگ کربلا میں جا کر اپنا وقت کیوں پھوکٹ میں ضائع کرتے ہیں؟ حضرت امام حسین جماعت خانہ میں تشریف فرما ہیں۔ اس لئے جماعت خانے میں آیئے۔" (ایضا)

■ حج پر نہ جانے کے عدالتی شواہد :

ماضی میں حج پر آغا خانیوں کے جانے کے تاریخی شواہد بہت معمولی دستیاب ہوئے ہیں اس کی تصدیق معروف خوجہ کیس سے جو ۱۸۶۶ء میں بمبئی ہائی کورٹ میں جسٹس ارکسن پیری کے ان الفاظ سے دستیاب ہے: "مکہ سفر زیارت کے لئے خوجوں کے جانے کی مثال ناپید ہے" باالفاظ دیگر خوجے زیارت مکہ سے نابلد ہیں مذکورہ زیر سماعت مقدمہ کے ایام تک جو تعداد زائرین کی دستیاب ہوئی وہ کل آٹھ (۸) افراد تک کی ہے جبکہ ۱۸۹۶ء کے بعد یہ تعداد بالکل ختم ہو گئی اس کی وجہ وہ اندوہناک حادثہ تھا جس نے خوجوں کے ذہنوں پر اس قدر خوف مسلط کر دیا کہ وہ حج پر جانے کا نام تک نہ لیتے تھے واقعہ یہ ہے کہ:

■ حج سے متعلق تاریخی شواہد :

سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوم کے چچا آغا جنگی شاہ اور ان کا بیٹا "فدائین" الموت

کے ہاتھوں دوران سفر زیارت مکہ' جدہ میں قتل کر دیئے گئے (ح:۷ ایضا) اس قتل کی خاص وجہ یہ تھی کہ "آغا جنگی شاہ اور ان کا بیٹا نہایت عبادت گزار اور دین اسلام کے ارکان پر کار بند تصور کئے جاتے تھے جس کو واضح طور پر اسماعیلی رسوم و طریقوں سے انحراف تسلیم کیا گیا۔" لیکن بعد کے ایام میں "جناب حاجی دام جی" وہ واحد پر عزم نیک اور مجاہد فرد قرار پائے جنہیں حج پر جانے کی پاداش میں فیڈرل کونسل نے اتنی بڑی سزا دی کہ "حاجی دام جی" سب کی نظروں میں معزز قرار پاگئے کیوں کہ انہیں حج بیت اللہ کے فریضہ کی ادائیگی کی پاداش میں آغا خانی برادری کے ہاتھوں سماجی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کا نشانہ بننا پڑا۔

ان تمام حقائق کے باوجود یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ "آغا خان" از خود حج پر کبھی نہیں گئے۔ اگر کبھی وہ حج پر گئے ہوں تو اس کی مثال قائم کرتے ہوئے ان کے پیروکار بھی حج پر جایا کرتے چونکہ ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ کبھی حاضر امام نے یورپی ممالک سوئیزرلینڈ فرانس' انگلینڈ یا اٹلی سے براہ راست مکہ یا مدینہ کا رخ کیا ہو جبکہ ان کی اپنی فضائی سروس موجود ہے۔ (جس پر ان کا اپنا ذاتی جھنڈا "My Flag" لہراتا ہے۔) اسی بناء پر ان کے پیروکار بھی حج یا عمرہ کا کبھی قصد نہیں کرتے جبکہ برادری (کمیونٹی) کے اکثر افراد نجی یا کاروباری دوروں پر بیرون ملک کا سفر بھی کرتے ہیں جن میں سعودی عرب بھی شامل ہوتا ہے لیکن چونکہ حج یا عمرہ کا کوئی فرمان قوم کو جاری نہیں کیا گیا اس بناء پر قوم ان فرائض کے ادا کرنے سے محروم ہے!

حج کے انکار کا بین ثبوت مندرجہ ذیل تحریر سے بھی ثابت ہے:۔

"۴ ۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی گئی ہے (۱) توحید و رسالت کی شہادت دینا (۲) **پنجگانہ** نماز ادا کرنا (۳) ماہ رمضان کے روزے رکھنا (۴) زکواۃ (۵) حج بیت اللہ' کوئی شخص جو ان پانچ ارکان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا' آغا خانی ان پانچ ارکان کے منکر ہیں نہ وہ توحید و رسالت کے قائل ہیں' نہ نماز' روزہ اور حج و زکواۃ کے جو لوگ ان پانچوں ارکان کے منکر

ہوں ان کا اسلام اور مسلمانوں سے کیا تعلق ہے اور ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے" مقدمہ : حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی (ح:۴۷)

متذکرہ احوال کے عین مطابق زیارات مقدسہ نجف اشرف، کربلا معلیٰ، کاظمین یا روضہ امام رضا پر بھی حاضری کی اجازت نہیں۔ جبکہ پوری دنیا سے مسلمان زائرین کی ایک بڑی تعداد مذکورہ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے طویل سفر کر کے اپنے خرچ پر سعادت حاصل کرنے کو متبرک قرار دیتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہو یا شیعہ مکتبہ فکر سے!

■ دیدار :

تمام آغا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ آغا خان "حاضر امام" کا "دیدار" (بنفس نفیس دیکھنے، درشن، زیارت اور جلوہ کا بچشم خود دیدہ ریزی (نظارہ) کرنا "دیدار" شمار کیا جائے گا) دیدار ہو جانے پر سابقہ زندگی کے تمام گناہ پاک ہو جانے پر حج کا ثواب میسر ہو جاتا ہے اس تقریب کو "دیدار مبارک" کہا جاتا ہے۔

◗ حسن اتفاق کہ "دیدار مبارک" و "نوروز" ۲۱ر مارچ ۱۹۸۹ء کو بیک وقت منعقد کئے جانے پر مندرجہ ذیل کلمات تقدس بصورت غنائیہ انداز میں "گنان" پیش کرنے کی سعادت شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس ایجوکیشن بورڈ فار پاکستان (کریم آباد ریجن) کو حاصل ہوئی جو ان کے لئے باعث سعادت قرار پائی :

اے جی وینتی کروں چھوں صاحب مورانے
ہسی نے ساموں جوۓ جی
ہسی بولاوو مارا ہنسا جی نا راجا
شرم ہماری یا علی توۓ جی
اے جی کرجوڑی نے ایم مانگوں ہو صاحب
آش ہماری یا علی پورو جی

ہمیں گنہ گاری بندو دو ساری
مارو جیوڑو چھے تمارے حجورجی

■ حج سے متعلق قرآن کا حکم ملاحظہ فرمائیں :

○ ترجمہ : لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر (خانہ کعبہ' مکہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے (آل عمران ۳/۹۷)

■ حج کے منکرین کو قرآنی تنبیہہ :

○ ترجمہ : اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لئے اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسولؐ بھی اب اگر تم لوگ توبہ کرلو تو تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اے نبیؐ انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنادو۔ (توبہ ۹/۳)

■ چھینٹا : (گناہوں کی مغفرت کے لئے)

❁ دیگر تمام آغا خانیوں کی طرح مجھے یہ بتایا گیا کہ صبح و شام تک گناہ معاف کرانے کے لئے کچھ مخصوص رقم دے کر مکھی سے چھینٹا ڈلوا لیا جائے تو تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ تمام اسماعیلیوں کو ہمیشہ اس فرمان کے تابع رہنا ہوتا جو آغا خان سوئم نے جاری کیا تھا کہ :

✳ "آج کے دن تک کے جتنے گناہ آپ لوگوں نے کئے ہیں وہ سب ہم معاف کرتے ہیں۔ آئندہ گناہ نہ کرنا۔" (ن) (ح:۴۸)

■ تعریف : چھینٹا کیا ہے؟

کسی بھی اسماعیلی کے چہرے پر زندگی میں یا اس کی موت واقع ہو جانے پر میت کے

تدفین سے پہلے ورثاء 'لواحقین' عزیز و اقارب اس کے چہرے پر آغا خان کے نمائندے (مکھی صاحب) سے آب شفا چھڑکوانے کو "چھینٹا" کہتے ہیں۔ عام طور پر ایک اسماعیلی اپنی زندگی میں دو ہزار سے پانچ ہزار بار "چھینٹا" لیتا ہے اور قریباً بارہ تیرہ بار مرنے کے بعد (تدفین سے قبل) البتہ اس "چھینٹا" کے لئے ہر بار مقررہ فیس کی ادائیگی ضروری ہے۔ (ح ۴۹/۱)

بفرض محال اگر کسی روز ناغہ ہوجائے تو اگلے روز رقم ادا کرکے چھینٹا ڈلوا لیا جائے۔ ہفتہ بھر کے گناہ جمعہ کے روز اور پورے ماہ کے گناہ "چاند رات" ("چاند رات" کی اہمیت کی تفصیل اگلے صفحات پر پیش ہے۔) کو رقم ادا کرکے چھینٹا ڈلوا کر معاف کرالئے جائیں۔ اس موقع پر مکھی صاحب سے "آب شفا" "گھٹ پاٹ" حاصل کرکے پی لینا ضروری ہے۔ جبکہ قرآن کی وعید ملحوظ خاطر رہے کہ :

○ ترجمہ : اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا ور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے ان کی مالداری اور ان کی کثرت اولاد تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اللہ نے تو ارادہ کرلیا ہے کہ اس مال و اولاد کے ذریعے سے ان کو اسی دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں (التوبہ ۹/ ۸۴۔۸۵)

○ ترجمہ : اے نبی تم خواہ ایسے لوگوں کے لئے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کروگے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا (التوبہ ۹/۸۰)

چھینٹا کی قسمیں :

کسی قسم کے گناہ معاف کرانے یا خود کو پاک کرانے کے لئے چھینٹا ڈلوانا بہت اہم ضروری اور باعث ثواب تصور کیا جاتا ہے۔ "چھینٹا" کی مدلل اور جامع تعریف پیش کی گئی'

اب ''چھینٹا'' کی قسمیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ پیدائش کا چھینٹا (پیدائش کے دس دن بعد نومولود بچے پر چھینٹا تیس روپیہ جماعت خانے میں جمع کرانے پر ڈلوایا جاتا ہے۔

۲۔ جماعت خانے میں کسی بھی مجلس میں شمولیت سے قبل چھینٹا ڈلوانا ضروری ہے۔ (کم سے کم ایک روپیہ اور زیادہ سے زیادہ جتنی رقم دینا چاہیں دے سکتے ہیں کوئی بندش نہیں)

۳۔ شادی کے جوڑے کا چھینٹا (اسماعیلی طریقے سے) نکاح کے بعد جماعت خانے کے اندر مکھی صاحب کو پچاس روپے دلہا دلہن ادا کرنے کے بعد مکھی صاحب کو سجدہ کرتے ہیں۔ جس پر مکھی صاحب دونوں کے چھینٹا ڈال کر دعا کرتے جسے ''دعا آشش'' کہتے ہیں۔

◀ ہر جماعت خانہ کے مکھی صاحب کو حاضر امام کے قائم مقام کا رتبہ حاصل ہے۔ اسی بناء پر جو سجدہ مکھی صاحب کو کیا جاتا ہے وہ اصل میں حاضر امام ''آغا خان'' کی نسبت سے اس کے قائم مقام (نمائندہ) کو کر دینے پر ادا ہو جاتا ہے۔ ▶

■ بول / اسم اعظم (الا علی):

● خاص تنبیہہ: (اسم اعظم کی بہت ہوشیاری سے حفاظت کرنا)

تمام آغا خانیوں کو بندگی / عبادت کا جو طریقہ سکھایا گیا وہ یہ تھا کہ حاضر امام ہر اسماعیلی کو ایک بول / اسم اعظم عطا کرتے ہیں۔ جس کے عوض فی کس ۷۵ روپے جماعت خانے میں جمع کرانا پڑتے۔ عام طور پر اسم اعظم ''الا علی'' کا بول ہی عطا کیا جاتا، اسم اعظم کی عنایت کے لئے باقاعدہ ایک خاص (پرائیوٹ) فرمان کے تحت باور کرایا جاتا کہ:

* ''اسم اعظم کی عنایت'' آپ سب لوگ اپنی خوشی سے اسم اعظم لینے آئے ہیں تو ہم بھی بہت خوشی کے ساتھ عنایت کریں گے۔ یہ کام بہت ہی خانگی (پرائیویٹ) ہے۔ اس اسم اعظم کی بہت ہوشیاری سے حفاظت کرنا اور یاد رکھنا اس سلسلہ میں کسی اور کے ساتھ یا آپس میں کوئی بات نہ کرنا یہ لفظ کسی کو نہ بتانا اس سلسلے میں تمہارے بھائی، بہن، ماں باپ، کوئی دیگر اسماعیلی یا کسی اور شخص سے کسی قسم کی بات نہ کرنا یہ کام بہت ہی خانگی

(پرائیویٹ) ہے۔ یہ کام ہر ایک فرد اور ہمارے درمیان رابطہ کی کڑی ہے۔ (ح: ۵۰)

○ ترجمہ : حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انہیں بھینٹ چڑھاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں' قیامت کے روز اللہ ہر گز ان سے بات نہ کرے گا نہ انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا اور ان کے لئے دردناک سزا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لے لیا' کیسا عجیب ہے ان کا حوصلہ کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ نے تو ٹھیک حق کے مطابق کتاب نازل کی تھی مگر جن لوگوں نے کتاب میں اختلافات نکالے وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دور نکل گئے (البقرہ ۲/ ۱۷۴ تا ۱۷۶)

■ میں نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ....

حسن اتفاق سے مجھے بھی اسم اعظم بول "الا علیٰ" ہی عطا کیا گیا تھا۔ جسے خلوت میں رات کے آخری حصے میں خلوص دل سے جماعت خانے جا کر ورد کی صورت میں ادا کرتا۔ مجھے یہ باور کرایا گیا کہ اگر اسم اعظم بول کو ظاہر کر دیا تو تم پاگل (گیلا) ہو جاؤ گے۔ لیکن کتنے تعجب کی بات ہے کہ میں نے دین اسلام کو اپنانے کے بعد سب سے پہلے جو کام کیا وہ اسم اعظم بول کے افشا کرنے پر ہی مقصود تھا۔ الحمد للہ ایک طویل عرصہ سے میں باہوش و حواس قائم و دائم ہوں۔ اس دوران میں تو پاگل (گیلا) نہیں ہوا۔ البتہ یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ میں انتہائی اعلیٰ درجے کا دیوانہ ضرور ہو گیا ہوں وہ بھی اللہ سبحان و تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کا! الحمد للہ مجھے اللہ سبحان و تعالیٰ نے ہدایت کی روشنی عطا فرمائی اور ساتھ ہی قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کی بصیرت سے نوازہ' اگر یہ عمل پاگل پن سے متصور ہے تو مجھے ایسا پاگل رہنا ہی ہر قیمت پر منظور ہے خواہ اس کے لئے مجھے ببانگ دہل ایک بار پھر یہ باور ہی کیوں نہ کرانا پڑے کہ میرا اسم اعظم بول "الا علے" تھا!

■ گناہ معاف کرانے کا نرخنامہ Rate List :

تمام آغا خانی اپنے گناہ معاف کرانے اور پانچ سال کی بندگی (عبادت) معاف کرانے کے پانچ سو اور بارہ سال کی بندگی عبادت معاف کرانے کے لئے بارہ سو روپے ادا کرتے۔ اور اگر پوری عمر کی بندگی معاف کرانا مقصود ہو تو پانچ ہزار روپے جماعت خانے میں ادا کر دیئے جائیں۔ حاضر امام کے نور کو حاصل کرنے کے لئے سات ہزار روپے ادا کرنے پر حاضر امام کا نور حاصل ہو جاتا۔ قیامت کے دن حاضر امام سے خود کو بخشوانے اور حاضر امام کے نور کے ساتھ اپنے نور کو تحلیل کئے جانے کے عمل یعنی "فدائین" بنائے جانے کا خرچہ پچیس ہزار روپیہ جماعت خانے میں جمع کرادیں تو قیامت کے روز بخشش ہو گئی۔

■ نانڈی :

ہم جماعت خانے میں اپنے گھروں سے بہترین عمدہ قسم کے کھانے پکا کر لے جاتے اس طرح عمدہ قسم کے کپڑے اور زیورات بھی جماعت خانے میں پیش کرتے اسے "نانڈی" کہا جاتا۔ جسے مکھی صاحب اسی وقت حاضرین میں نیلام کر دیتے اور رقم جماعت خانے میں جمع کر دیتے۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ میں جماعت خانہ بلاناغہ جاتا جہاں میں بڑے خلوص دل سے "دعا" پڑھتا جس کا طریقہ یہ تھا کہ جماعت خانے میں موجود کوئی لڑکا یا لڑکی (اکثر لڑکی ہی) بلند آواز میں دعا پڑھتی جس پر باقی تمام حاضرین بڑے دھیان سے دعا سنتے اور جن جن الفاظ پر آغا خان کی تصویر کو سجدہ کرنا مقصود ہوتا ہم سب بڑے خلوص وتقدس سے سجدہ کرتے (اے اللہ! میں اپنے ماضی کی تمام غلطیوں پر نادم اور معافی کا طلبگار ہوں۔ مؤلف)

اس کے بعد حاضر امام کے نام کی تسبیح نکلتی جسے "فاطمی" تسبیح کہا جاتا۔ جس کے الفاظ یہ تھے:۔ (ن)

* اللھم صلے علے محمد وعلے آل محمد اس کے بعد سب بلند آواز سے پڑھتے:

"تو بو تو بو تسبیح دار بندہ سرتاپا گنہگار یا شاہ تو بخشیں بخشن ہار"

اس کے بعد کہتے: (ن)

- یا حاضر امام تو ہم سب کے گناہ معاف کردے۔ آمین
- اے حاضر امام ہم سب کو ایمان کی سلامتی دے۔ آمین
- اے حاضر امام ہم سب کو روزی روزگار میں برکت دے۔ آمین
- اے حاضر امام! ہم سب کو اپنی رحمت میں جگہ دے۔ آمین
- اے حاضر امام! ہم سب کی روحوں کو معاف کردے۔ آمین' اور اے حاضر امام! ہم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین' یا حاضر امام! ہمارے دین کے دشمن کو دفع کر آمین' اے حاضر امام! ہمیں دسوند سوگری ٹیں بھرپور رکھ۔ آمین' یا حاضر امام! ہمیں توفیق عطا فرما کہ جماعت خانے آکر زیادہ سے زیادہ تیری عبادت اور تیرے گھر کی خدمت کرسکیں۔ آمین

واضح رہے کہ ہماری دعا تین وقت کی ہوتی جو کہ علی الصبح فجر کے وقت "صبح جی دعا" مغرب کے وقت "سانجی جی دعا" اور پھر تیسری دعا فوراً ہی (سومنی جی دعا) ادا کرتے۔

◗ ایک حیرت انگیز تبدیلی کے رونما ہونے سے متعلق تحریر ہے کہ عصر قدیم سے ترویج شدہ اوقات دعا کے تحت "سانجی جی دعا" ہمیشہ مغرب کے وقت پڑھی جاتی رہی لیکن کراچی میں دہشت گردی کے خوف کے تحت اب متذکرہ "سانجی جی دعا" سہ پہر ۵ بجے پڑھائی جانے کی رسم رائج کردینے کے لئے (احکامات کے تحت) اہتمام کیا گیا ہے جو بالکل نرالی بات ہے جبکہ اصل فکر علی الصبح فجر کے وقت "صبح جی دعا" کی کرنا چاہئے کیوں کہ ان اوقات میں دہشت گردی اور نامعلوم افراد کی تخریبی کارروائیوں کا خوف بہرحال تمام افراد معاشرہ کے ذہنوں پر مسلط ہے۔ ◖

⓲ دعا نہ پڑھنے والے کو بے ایمان کہا جاتا' آخر کسی کو بے ایمان قرار دیئے جانے کا کون سا معیار ہے۔ جس کی بناء پر یہ کہا جاسکے کہ کون ایمان دار ہے؟ اور کون بے ایمان؟ ان تمام سوالات کا جواب شریعت ہی کی بناء پر ممکن ہے۔ لیکن اسماعیلی شریعت کے تو پابند ہیں نہیں تو پھر کیا معیار قرار پایا؟ اس کا کوئی جواب نہیں۔ یہ سمجھنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ آخر اسماعیلی شریعت کے پابند کیوں نہیں ہیں؟

■ تنسیخ شریعت کا حکم :

حقیقت پر مبنی بات کچھ یوں ہے کہ ۱۹ رمضان المبارک ۵۵۹ھ (۱۰ اگست ۱۱۶۴ء) کو مولانا امام حسن علی ذکرہ الاسلام (تیئیسویں امام) نے قلعہ الموت میں حضرت علیؓ کے یوم شہادت کی سالانہ تقریب کے موقع پر "یوم قیامہ" کا اعلان کیا۔ دنیا کے کونے کونے سے ہزارہا اسماعیلی اس اہم مذہبی دن کی تقریب میں شرکت کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جناب امام نے فرمایا:۔

* "میں نے آج آپ کو شریعت میں اس کا مطلب واضح کردیا ہے۔ میں آپ کو شریعت کی پابندیوں سے نکال کر شریعت کی روح کی طرف لاتا ہوں میرا کہا مانو اور میرے فرمانوں پر عمل کرو۔ اپنا روزہ توڑدو اور مزے کرو آج کا دن خوشی اور تشکر کا دن ہے۔"

تاریخ عالم کے اوراق پر یہ تحریر آج بھی ثبت ہے کہ:

* "وہ دن رمضان مہینے میں جمعہ کا دن تھا دوپہر کا وقت تھا کہ حسن علی ذکرہ الاسلام (اسماعیلیوں کا تیئیسواں امام) منبر سے اترا' دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے معتقدین سے روزہ توڑ کر اس کے ساتھ ضیافت میں شریک ہونے کو کہا۔ اس ضیافت میں شراب بھی موجود تھی۔ معتقدین نے روزہ توڑ کر رنگ رلیوں میں شرکت کی اس دن سے شرعی قوانین منسوخ کردئے گئے اور ہر سال ۱۹ رمضان کو "عید قیامہ" منائی جاتی ہے۔"
(ح:۲/۴۹)(ک:۹)

اسماعیلی اماموں کی مشہور تاریخی کتاب "نور مبین" (کھلی ہوئی روشنی) جس کا انگریزی نام "The Sacred Of God" جوکہ ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے پہلی بار ۱۹۳۵ء میں ناشر دی آغاخان ریکری ایشن کلب (تفریحی کلب) برائے مذہبی نشرو اشاعت بمبئی نے شائع کی جبکہ نظر ثانی کے بعد یہ تین بار شائع ہوچکی ہے۔ لیکن اب کئی عشروں سے شائع نہیں ہوئی۔ اب صرف چند اسماعیلیوں کے پاس نایاب و نادر کتب کے طور پر محفوظ ہے۔ اس شاندار تاریخی کتاب کے مصنف علی محمد جان محمد چنارا "نور مبین" کے

ایڈیشن چہارم صفحہ نمبر ۲۵۴ میں رقم طراز ہیں کہ:

* تیئیسویں (۲۳ویں) امام حضرت شاہ حسن علی ذکرہ السلام نے ۱۷ ویں رمضان ۵۵۹ھ میں بھرے دربار میں فرمایا: "آج کے دن سے آپ کو میں ساری شریعت کی پابندیوں سے آزاد کرتا ہوں۔ آج کے دن تم لوگوں کے لئے "رحمت" کے دروازے کھل گئے ہیں۔ آج کے دن ہم نے پوری دنیا کو شریعت اور قیامت کے مفہوم سے آگاہ کردیا ہے۔ آج کے دن کے بعد سے جو کوئی ہمیں نہیں پہچانتا تو ہم واضح الفاظ میں بتا دیتے ہیں:۔

"ہم زمانہ کے امام ہیں اور زمانہ ہماری تابعداری کے لئے تیار ہے۔" (ح:۵۱)

تنسیخ و شریعت کی پابندی سے آزاد کرنے والے اس امام کا آخر میں انجام کیا ہوا؟ تاریخ کے حوالے سے مزید عبرت انگیز تحریر آپ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

جماعت خانہ یا "نیلام گھر":

جماعت خانہ سے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا اس پر ہی بس نہیں بلکہ مسلمان تو اب جماعت خانے میں گناہ بخشوانے کے عمل میں پیسوں کے لین دین کی بناء پر جماعت خانہ کو "نیلام گھر" سے تشبیہ دیتے ہیں۔

اس تحریر سے قدرے ہٹ کر ملاحظہ فرمائیں کہ ماہنامہ فاران کراچی کے شمارہ مارچ ۹۵ء میں معروف محقق حافظ عزیز الرحمٰن کا ایک مضمون "صیہونیت عالمی امن کے لئے سنگین خطرہ" شائع ہوا جس میں صفحہ نمبر ۲۹ پر چونکا دینے والی تحریر واقعی قابل توجہ ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ فری میسنز (Free Mason) کے گھناؤنے کردار کے منظر عام پر آنے کے بعد دنیا کے کئی ممالک میں اس تنظیم پر پابندی عائد کردی گئی' پاکستان میں بھی باقاعدہ طور پر اس تنظیم پر پابندی ہے مگر اندرون خانہ سب کچھ ہوتا ہے۔ فری میسنز پر پابندی لگی تو اس نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے اس قسم کے کلبز کی حوصلہ افزائی کی اور بعد ازاں یہ کلب فری میسنز کے اڈے بن گئے جس طرح اسماعیلی فرقہ کے جماعت خانے فری میسنز کے لاجز Lodges کا کام دے رہے ہیں۔"

■ بدشگونی :

◄ پوری آغا خانی قوم میں یہ بدشگونی رگ رگ میں رچی بسی ہے جس کا ایک ادنیٰ سا معمولی نمونہ پیش ہے:۔ کسی موسم میں نئی فصل کے ابتدائی پھل کی آمد کے موقع پر بد ذائقہ پھل سے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ہم گناہگاروں کی نیتوں کی بناء پر یہ کڑوا اور بد ذائقہ ہے جبکہ بعد کے ایام میں اسی پھل کے بازار میں وافر مقدار میں خوش ذائقہ طور پر دستیاب ہوجانے پر کہا جاتا ہے کہ "پھل حاضر امام کی نیت سے میٹھے ہوگئے" ان الفاظ کے اضافے پر آغا خانی بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔ ►

● اکثر و بیشتر جماعت خانے میں مجلسوں کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا جن میں شمولیت لازمی تصور کی جاتی ان میں سے مشہور مجالس کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

مجالس:

■ فدائی کی مجلس یا بڑا کام :

مخصوص آغا خانیوں کو فدائی بننے کے لئے پچیس ہزار روپیہ کی ادائیگی کرنے پر فدائی بنایا جاتا ہے۔ یہ رقم فدائی بننے والے ہر ممبر کو جماعت خانے میں ادا کرنا پڑتی (رقم ادا کرنے کے بعد وہ شخص فدائی کی مجلس میں شامل ہونے کا مجاز ہوتا ہے۔) اس عمل کی نسبت سے قیامت کے دن حاضر امام کے نور کے ساتھ اس فدائی شخص کا نور شامل ہوجائے گا۔

■ نورانی کی مجلس یا بڑا کام :

مخصوص آغا خانیوں کو نورانی کی مجلس میں شمولیت اختیار کرنے کے لئے ساڑھے سات ہزار روپیہ جماعت خانے میں ہر ممبر کو ادا کرنا پڑتے۔ اس سے حاضر امام کا صرف نور حاصل ہوجاتا ہے جبکہ اس کے نور میں بندہ کے نور کی شمولیت سے محرومی رہتی ہے۔

■ لائف ممبر کی مجلس یا بڑا کام :

زندگی بھر کی بندگی (عبادت) معاف کرانے کے لئے ہر آغا خانی ممبر کو پانچ ہزار روپیہ جماعت خانے میں ادا کرنا پڑتے۔ رقم ادا کرنے پر ہی لائف ممبر کی مجلس میں داخلے کی اجازت حاصل ہوجاتی۔

■ بارہ سو کی مجلس یا بڑا کام :

برادری کے ہر آغا خانی کو بارہ سال کی بندگی (عبادت) معاف کرانے کے لئے بارہ سو روپیہ جماعت خانے میں ادا کرنا پڑتے۔ رقم کی ادائیگی پر ہی ممبر کو بارہ سو کی مجلس میں جانے کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ وہ استحقاق سے محروم رہتا ہے۔

■ پانچ سو کی مجلس یا بڑا کام :

پانچ سال کی بندگی (عبادت) معاف کرانے کے لئے ہر ممبر کو پانچ سو روپیہ جماعت خانے میں ادا کرنا پڑتے ہیں۔ اسی صورت میں پانچ سو کی مجلس میں جانے کی اجازت ہوگی۔

■ بڑے کام کی مجلس :

جماعت خانے میں پچھتر روپیہ ادا کرنے پر ہر ممبر کو بول (اسم اعظم) ملتا ہے۔ اس بول (اسم اعظم) کو مخفی رکھنا بے حد ضروری کام شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر پر بھی ظاہر نہیں کرسکتے۔ اس انتہائی خفیہ بول کو ہر ممبر رات تین بجے کے بعد جماعت خانے میں داخل ہو کر انفرادی طور پر اپنے منہ میں گنگنا کر پڑھتا ہے۔ اس موقع پر روشنی بالکل دھیمی کردی جاتی ہے۔ مجھے جو بول اسم اعظم عطا کیا گیا میں اس سے پیشتر عرض کرچکا ہوں کہ وہ "الا علے" تھا جسے میں ہر رات ہزارہا بار پڑھتا۔ عام طور پر لوگ اپنا بول اسم اعظم چھوٹے دانوں کی تسبیح پر پڑھتے۔

■ روشنی کی مجلس :

اس مجلس میں شمولیت کے لئے ہر ممبر کو پانچ سو روپیہ ادا کرنا پڑتے اور مجلس پورے

کراچی میں صرف گارڈن جماعت خانے میں مہینہ میں ایک بار منعقد ہوتی جس میں باطنی علم کی روشنی میں تعلیم دی جاتی اور دھرم کا پرچار کیا جاتا۔ جسے آج میں رد کرتے ہوئے اقرار یہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ قطعی طور پر دین اسلام نہیں تھا!

■ حیاتی کی روحانی مجلس :

مرنے سے قبل زندگی میں ہی اپنی موت کے بعد ثواب حاصل کرنے کے لئے چھ سو روپیہ کے ساتھ دو جوڑے کپڑے فروٹ کے دو تھال اور پانچ بکسے (ڈبہ) مٹھائی کے جماعت خانے میں دے کر زندگی میں ہی ثواب حاصل کیا جاتا ہے۔

■ روحانی کی مجلس (مرنے پر مرحوم کو ثواب پہنچانے کی مجلس) :

روحانی کی مجلس تین قسم کی ہوتی ہیں:

جن میں سے دو کی تفصیل پیش ہے:

ا۔ کسی اسماعیلی فرد کے وفات پا جانے پر غسل دینے کے بعد اس کی دونوں آنکھوں میں پپوٹوں کے نیچے "حاضر امام" آغا خان کی ایک ایک چھوٹی تصویر رکھ دی جاتی ہے' جسے "آخری دیدار" کہتے ہیں اس کے بعد چھینٹا ڈالنے کے لئے جماعت خانے میں موجود تمام افراد (مرد و عورتیں) انفرادی طور پر دو دو روپیہ دیتے' مردہ دفن کرنے پر دس دن بعد روحانی کی مجلس ہوتی ہے جس میں ایک صد پچیس روپیہ نقد ادا کرنا پڑتے' جس سے زندگی کے تمام گناہ معاف کرالئے جاتے' مرد کے مرنے پر پانچ جوڑی کپڑہ' تین کلو چینی' ایک کلو چائے کی پتی' ایک گرم کشمیری شال' ایک عدد چھتری' چھ عدد تولئے جبکہ عورت کے مرنے پر مذکورہ سامان کے علاوہ آٹھ جوڑی کپڑہ' ایک عدد ساڑھی لازمی طور پر دینا پڑتی جبکہ صاحب حیثیت افراد زیور میں دو سونے کی چوڑی' ایک انگوٹھی' ایک گھڑی اور ایک پلنگ معہ گدہ' تکیہ چادر و رضائی کے علاوہ مکمل طور پر اشیاء سے مزین مکان بھی دیتے ہیں جس میں قالین تک کی سجاوٹ کا اہتمام بھی کیا جاتا' یہ سب سامان جماعت خانے میں جمع کرا دیا جاتا' اسی روز روحانی کی مجلس منعقد ہوتی' جس میں مشنری صاحب وعظ کرتے کہ تمام سامان

ور مرنے والے کی روح کو جنت میں "حاضر امام" خود بھیج دیں گے۔ جبکہ عملی طور پر یہ
امان نیلام کیا جاتا۔

آباؤ اجداد کا حسب و نسب :

میں اپنے سابقہ بیان کی تصدیق کرتے ہوئے ایک بار بھرپور اعتماد سے یہ جسارت
کر رہا ہوں، بلکہ میرا یہ دعویٰ بالکل حقیقت پر مبنی ہے اور میں یہ بات نقارے کی چوٹ پر
لتا ہوں کہ آغا خانیوں کے آباؤ اجداد نہ تو "چندر بنسی" ہندو تھے (ایک مشہور ہندو خاندان
س میں "کورو پانڈو" ہوئے) اور نہ ہی وہ "سورج بنسی" تھے۔ (راجپوتوں کی ایک گوت جو
پنے آپ کو سورج کی نسل سے ظاہر کرتے ہیں راجہ رام چندر جی بھی اسی خاندان میں پیدا
ہوئے) البتہ ماسوائے چند "راکشس" (سرکش) برادریوں کے میرے بزرگان رفتگان
ندو مذہب سے وابستہ انتہائی "چنڈال" Miscreant پنچ ذاتوں کے اشدہ (پلید) ہندوؤں
ل سے مہتر، سانسی، شودر (ہندوؤں کے چوتھے درجے کی ادنیٰ ذات کے) چوہڑے، چمار،
نگی، لوانے، میگوار، وانیا، اور ملچھ (غلیظ کمینہ) شودر تھے۔

میں وسعت قلبی سے اقرار کرتا ہوں کہ :

تمام پنچ ذات کے ہندوؤں میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے کہ وہ بلا کسی عذر، حیل و
حجت کے "عمل تبدیلی مذہب" میں بڑا فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کا سہرا خاص طور پر
اسماعیلی قوم کے ایک بزرگ "امام شاہ باوا" کے سر جاتا ہے جنھوں نے متذکرہ پنچ ذاتوں
کے افراد کو آغا خانی مذہب کا پیروکار بنانے میں بڑی محنت و کاوش سے کام سرانجام دیا قابل
ذکر بات یہ ہے کہ ہریجن ذات کے ہندو اس سے مبرا رہے ان پر آغا خانی تبلیغ کارگر نہ
ہو سکی باوجود پنچ ذات ہونے کے ہریجن قوم تبدیلی مذہب کے دھارے میں کبھی شامل نہیں
ہوئی جبکہ ہندوؤں کی دیگر پنچ ذاتوں کا کردار اس سے مختلف رہا وہ بے دریغ تبدیلی مذہب
کے دھارے میں شمولیت اختیار کرتے رہنے پر بالآخر آغا خانی بن گئے جن میں "موسنے"
صف اول کا ہراول دستہ کے طور پر تسلیم کئے جاتے ہیں گو کہ "امام شاہ باوا" کے انتقال کے

بعد ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی آج بھی ان کا مزار احمد آباد (گجرات) بھارت میں تین دروازے کے قریب واقع ہے۔ ہر آغا خانی جب بھی احمد آباد کا عازم سفر ہو تو قصداً زیارت کی نیت سے "امام شاہ باوا" کی درگاہ پر ضرور حاضری دینا باعث سعادت سمجھتا ہے۔ جہاں پر زمانہ قدیم کی ہندو مذہب سے وابستگی کی یادگار اشیاء میں سوا من دھاگہ ڈوری "جنوئی" کی زیارت لازمی طور پر کرائی جاتی ہے۔ متذکرہ ڈوری دھاگہ "جنوئی" کو جو نیچ ذات کے ہندوؤں کی "عمل تبدیلی مذہب" کے وقت ان کے گلے سے اتارے جانے پر آغا خانی بنائے جانے کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھ لیا جاتا تھا یہ ایک ایسا مدلل، مضبوط اور ناقابل رد ثبوت ہے کہ اس کا جھٹلانا کسی بھی صورت میں ناممکن ہی نہیں بلکہ ناقابل فہم بھی ہے۔

اسی نسبت سے میرے آباؤ اجداد "کریا کرم" پر اعتقاد بھی رکھتے تھے۔ کریا کرم کا عمل یہ ہے کہ مرنے والے کے نام پر کھانا، پلنگ اور دیگر اشیاء استعمال جو بھی بن پڑے برہمن کو دیتے ہیں اور یہ پکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ سب سامان مرنے والے کو پہنچتا ہے چنانچہ "کریا کرم کے دن کا تعین کئے جانے سے متعلق قاعدہ اعلان کیا جاتا"

(ح: ۲۰) (ایضاً") ان سابقہ رسومات کی جھلک آج بھی آغا خانی مذہب میں موجود ہے۔

■ کریا کرم :

"کریا کرم" سے متعلق اس حقیقت کو اخفاء رکھنے یا جھٹلانے کی مجھ میں سکت ہے اور نہ ہی کوئی عمر رسیدہ دیگر آغا خانی افراد بھی اس کی جسارت کر سکیں گے جو بات میں واضح طور پر گوش گذار کرانا چاہتا ہوں وہ اس امر پر مبنی ہے کہ ہندو دھرم سے میرے آباؤ اجداد کے بتدریج منتقلی مذہب کے متذکرہ عمل کو کسی طور پر رد نہیں کیا جا سکتا۔ سابقہ مذہب رسومات کے اثرات ایک طویل عرصہ تک اپنائے رکھنے کی اس سے بہتر اور کیا مثال دی جائے جو کسی بھی آغا خانی کے مرجانے کی رسومات سے متعلق رائج رہیں یعنی ماضی قریب کے ایام رفتہ میں ہندوستان میں آباد کسی اسماعیلی کی موت واقع ہوجانے پر رسومات ادا کی جاتیں ان میں انتہائی قابل ذکر عمل یہ تھا کہ :

ہندوؤں کی رسم "کریا کرم" کی مکمل عکاسی کا گمان اس وقت حقیقت کا روپ دھار لیتا جب مردے کو مکمل طور پر نذر آتش کرنے کی بجائے محض تیل کے دیئے کی آنچ سے صرف میت کے دائیں پیر کے انگوٹھے کو جلا کر سیاہ کرنے پر ہی اکتفا کر لیا جاتا اور ہندوؤں کو باور کرایا جاتا کہ ہم بھی اپنی نعش (مردہ) کو آگ سے جلا لیتے ہیں خواہ جزوی طور پر ہی سہی۔ بہرحال کریا کرم کی رسم کے جزوی طور پر ادا کرنے کا مطلوبہ ثبوت پیش کرنا مقصود یہ ہوتا کہ ہم بھی تم ہی میں سے ہیں گو کہ بعد میں دفن کرنے کے متعلق یہ بیان کیا جاتا کہ "ہم مومن ہیں اسلام میں داخل ہیں" اس سے مسلمانوں کو مغالطہ دیا جانا مطلوب رہتا ذہن نشین رہے کہ آغا خانی خود کو مومن کہتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو "موسلا" جبکہ علمائے کرام و مولوی حضرات کو حقارت سے لفظ "ملا" یا "ملا موسلا" سے منسوب کرتے ہیں۔ متذکرہ گستاخانہ و زہرافشانی کے الفاظ جماعت خانوں کی حدود و کالونیوں کے احاطے اور روز مرہ زندگی میں آغا خانی آپس میں استعمال کرتے ہیں جبکہ اجتماعی مسلمانوں کے روبرو بھیگی بلی اور سیدھے سادے یتیم مسکین بنے نظر آتے ہیں ان کے طریقے میں اس عمل کو ہی "باطنیت" تصور کیا جاتا ہے اسلامی نقطہ نظر سے یہ "منافقت" کے مترادف ہے۔"

● جماعت خانے کے منتظمین اس سامان کو مقررہ دنوں میں نیلام (ناندی) کرنے کی صورت میں پیش کرتے۔ اس کے لئے مہینے میں ایک دن متعین کیا جاتا جس میں سونا' فرنیچر و جائیداد نیلام (ناندی) کی جاتی' جبکہ کپڑہ' فروٹ' مٹھائی روحانی کی مجلس میں ہی نیلام (ناندی) کی جاتی' واضح رہے کہ یہ سامان اس تصور کے ساتھ دیا جاتا کہ مرنے والے کو جنت میں روز مرہ کے استعمال میں آئے گا۔ چنانچہ اکثر لواحقین مرحوم کی عادات کے عین مطابق مطلوبہ روز مرہ کی اشیاء اپنے مرحوم مردہ کو وافر مقدار میں جماعت خانے کے توسط سے پہنچاتے ہیں۔ جس میں ٹوتھ برش' ٹوتھ پیسٹ' شیونگ' سیفٹی اور سیون او کلاک کے بلیڈ' ویڈیو فلم کے کیسٹ' ٹیپ' ریڈیو' وی سی آر اور کلر ٹی وی کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی کا تمام سامان بھی شامل ہوتا ہے تاکہ مرحوم کو جنت میں علی الصبح شیو (داڑھی صاف) کرنے کے لئے سامان سے لے کر وقت ضرورت ہر ایک چیز میسر ہو سکے۔ سوال یہ

پیدا ہوتا ہے کہ آخر سامان ختم ہو جانے پر مرحوم اپنی روز مرہ کی ضروریات کس طرح اور کہاں سے پوری کرتا ہوگا؟ کیوں کہ عقلی دلائل کے تحت بہرحال جماعت خانے کے توسط سے مرحوم کو پہنچایا گیا سامان قیامت کے آنے تک کے درمیانی عرصہ کے لئے واقعی ناکافی ہوگا' اس کے متعلق ماضی میں مکھی صاحب نے کئی بار میری طلب کردہ وضاحت کا جواب نہ دیا جس کی وجہ سے آج روز تک یہ بات معمہ ہی بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ "قبر کا حال مردہ ہی بہتر جانتا ہوگا۔"

■ وراثت :

ان تمام تشریحات کے باوجود انتہائی اہم نکتہ کی وضاحت کا فقدان ہی رہا کیوں کہ مرنے والے کی وراثت کی تقسیم کے لئے باضابطہ طور پر کوئی طریقہ کار رائج نہیں۔ مرحوم کی آدھی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ تو جماعت خانے کی نذر ہو جاتی ہے باقی پر بڑے بیٹے یا باپ اپنی زندگی ہی میں اولاد میں سے جسے چاہے وارث مقرر کر جائے یا طاقت کے زور پر طاقتور اولاد کا حق ملکیت رائج ہو جاتا ہے۔ غالباً یہ رسم ان ایام میں رائج ہوئی جب بمبئی ہائی کورٹ میں باقاعدہ مقدمہ دائر کرکے یہ فیصلہ کرایا گیا کہ اسماعیلی فرقہ کے افراد وراثت کے بارے میں قرآن پاک کے احکام کو نہیں مانیں گے بلکہ ہندو مذہب کا جو قانون وراثت رائج ہے وہ ان پر لاگو ہوگا اس بات کو ثابت کرنے کے لئے بمبئی ہائی کورٹ میں مقدمہ اپیل نمبر ۲۲۵ برائے سال ۱۸۷۵ء میں شہادتیں پیش کی گئیں کہ اسماعیلی فرقہ ہمیشہ اسی ہندو قانون وراثت پر عمل کرتا چلا آیا ہے۔ جس کے مطابق اسماعیلی دھرم میں وارثوں میں جائیداد کی تقسیم کا رواج نہیں البتہ بڑے بیٹے کو حق دار تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ بیوہ اور بیٹیوں اور ماں باپ کو وراثت میں حصہ دار تسلیم نہیں کیا جاتا۔ (ج:۱۹) ایضاً

● یہ ایک انتہائی نازک مسئلہ ہے جسے حل نہ کیا جاسکا۔ نہ ہی اس کے حل کے لئے باقاعدہ حاضر امام کا کوئی فرمان جاری ہوا' نہ ہی ہندو قانون وراثت کے مروجہ سابقہ طریقہ کار کی تنسیخ کی گئی جس کی بناء پر شکوک کا باب آج بھی اسی طرح کھلا ہوا ہے اور دیگر

مسلمانوں کو یہ موقع میسر ہے کہ وہ استہزائیہ انداز اختیار کریں کہ اسماعیلی شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون وراثت کے تابع نہیں ہیں۔ ●

۲۔ عام روحانی کی مجلس :

(ماضی میں مرنے والے رشتے داروں کی ارواح کو ثواب بہم پہنچانے کے لئے مجلس):

ہر تین مہینے بعد عام روحانی کی مجلس منعقد کی جاتی جس میں اجتماعی طور پر مرحومین کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے فی عدد ایک روح کے لئے تیس روپیہ کے حساب سے ادائیگی جماعت خانے میں جمع کی جاتی' عام روحانی مجلس میں شامل ہونے والے ورثاء کو مطلع کیا جاتا۔ جس پر لواحقین کے ساتھ تمام برادری و رشتے دار عام روحانی کی مجلس کے دن مٹھائی کی پیٹیاں (بکسے) جماعت خانے میں لیکر آتے' اس وقت موجود تمام لوگ (عورتیں و مرد حضرات) مٹھائی کی ان پیٹیوں پر پیسے رکھ کر دعا کراتے' پیسہ جماعت خانے میں جمع ہوجاتا' جبکہ مٹھائی کی پیٹیاں نیلام (نانذی) ہوجانے پر رقم جماعت خانے میں جمع کردی جاتی' اور ثواب مرحومین کو میسر ہوجاتا!

عدت کی مدت :

شریعت کی پابندیوں کا چونکہ آغا خانی معاشرہ پر اطلاق نہیں اس بناء پر اگر کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو اپنے شوہر کی جملہ منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو اسماعیلی طریقے کے مطابق جماعت خانے کا حصہ ادا کردیئے جانے کے بعد وہ فارغ ہے کہ اگر چاہے تو اسی وقت یا اپنی مرضی سے جب چاہے عقد ثانی کے بندھن میں بندھ جائے' اسے عدت کی طویل مدت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا' کیونکہ یہ استثناء صرف اسماعیلی طریقے کے تحت مذہبی طور پر ہر بیوہ کو حاصل ہے۔ شوہر سے طلاق (علیحدگی) یا عورت کی طرف سے شوہر کو طلاق دئے جانے پر بھی یہ استثنائی حق کار بند رہے گا (واضح رہے کہ اسماعیلی برادری میں عورت کی طرف سے اپنے شوہر کو یکمشت' کھڑے کھڑے طلاق دئے جانے کی کئی مثالیں موجود ہیں جن کی تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں)

■ دیگر متفرق مجلسیں :

دیگر عام مجلسیں ہر ماہ ایک دفعہ منعقد ہوتی ہیں۔ ہر مجلس میں کم از کم ایک روپیہ
مجلس یا حسب توفیق ادا کرنا بے حد ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

* روشنی کی مجلس * معافی کی مجلس * نویں کی مجلس * چاند رات کی
مجلس * بارھویں کی مجلس * چودھویں کی مجلس * معراجی مجلس * ناند
کمیٹی کی مجلس * باجو باجو کی مجلس * صفائی کی مجلس * بارہ وفات کی مجلس
دس محرم کی مجلس * دیوالی کی مجلس (یہ مجلس خالص ہندوانہ طریقے پر منعقد کی جا
ہے۔) * ستی ماں کی مجلس ("ستی ماں" خالص ہندو دیو مالائی کردار ہے۔) * رو
کی مجلس * امیر پیر کی مجلس (میلہ) وغیرہ وغیرہ

■ مہمانی :

حاضر امام سے کسی قسم کے معاملے کی پڑتال یا کسی سوال کا جواب دریافت کرنے
لئے مکھی صاحب کو حسب توفیق (کم سے کم اکاون روپیہ سے لے کر دس ہزار روپیہ تک
جماعت خانے میں جمع کروائے جاتے ہیں۔ چنانچہ آغا خان کی پاکستان آمد کے موقع پر
افراد کو شرف بازیابی بخشا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس موقع پر مدعین اس بات کے پابند
ہوتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا سوال پیش نہیں کرسکتے جو براہ راست نوعیت کے حساس معاملات
سے متعلق ہو یا جو مذہبی تضاد کا پیش خیمہ ثابت ہو' یہ پابندی ۱۹۷۱ء کے بعد عائد کی گئی
کیونکہ اسی سال پاکستان آمد کے موقع پر ٹنڈو باگو ضلع بدین (صوبہ سندھ) کے ایک آغا خانی
ریٹائرڈ اسکول ماسٹر پیار علی غلام حسین نے آغا خان پر براہ راست چھ (۶) سوالات کی بوچھاڑ
کردی اس خلاف معمول واقعہ کے رونما ہونے سے بدمزگی پیدا ہوئی جس کا سامنا آغا خان کی
شخصیت کو بلا واسطہ کرنا پڑا۔ اس کے رد عمل کے طور پر مذکورہ پابندی عائد کی گئی یہ
آغا خان سوئم کے دور کے بعد کی جانے والی سب سے بڑی کارروائی ثابت ہوئی (جبکہ
ماضی میں ایک ذرا سی لغزش کی بناء پر "دیدار کی مجلس" میں غیر اسماعیلیوں پر پابندی عائد

کردی گئی تھی) متذکرہ چھ سوالات سے متعلق صوبہ سندھ کے ایک معروف ہفت روزہ جریدہ نے مفصل طور پر کھل کر روشنی ڈالی جو پیش خدمت ہے۔ (ح:۵۲) اقتباس :

آغا خان سے ایک آغا خانی کے ۶ سوال

بشکریہ: عظمت سانگھڑ

فرقہ اسماعیلی آغا خانی کے ایک شخص پیار علی جو کہ ریٹائرڈ اسکول ٹیچر ہیں اور ٹنڈو باگو ضلع بدین کے باشندہ ہیں انہوں نے ایک ملاقات میں بتایا کہ جب میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کیا اور اس کے ترجمہ اور تفسیر سے آگاہ ہوا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آغا خانی اسماعیلی فرقہ اور اس کے روحانی پیشوا آغا خان اس قرآن پاک میں دیئے ہوئے فرمودات پر عامل نہیں ہیں اور جماعت کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کی محنت مشقت کی آمدنی لوٹ رہے ہیں اور بعض معاملات میں تو احکام خداوندی کا کھلم کھلا مذاق اور شعائر اسلام کی توہین کرتے نظر آتے ہیں لہٰذا میں نے اپنی تسلی اور اتمام حجت کے لئے آغا خان سے ان امور کی وضاحت کرنے کے لئے چھ سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ ترتیب دیا جو کہ سندھی زبان میں تحریر تھا۔ اس خیال سے کہ آغا خان سندھی زبان نہیں سمجھے گا وہ ولایت کا پڑھا ہوا ہے ایک وکیل سے اپنے سوالنامے کا انگریزی ترجمہ کروا کر ٹائپ کروا لیا۔

یہ ۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ آغا خان سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ آف لاء کی اعزازی ڈگری لینے کے لئے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ لہٰذا جب میرے گاؤں میں آغا خان کی جماعت کا ایک مشنری آیا (آپ ان کو واعظین کہہ سکتے ہیں جو کہ جماعت خانوں میں وعظ کرتے ہیں) میں نے اس سے کہا کہ آغا خان سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے ان سے ملنے دیا جائے۔ اس نے سوالات دیکھے تو کچھ غصہ میں آیا اور مجھ سے کہا کہ ہم آپ سے سوال کر سکتے ہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن مجھے شک ہے کہ آپ جنابت کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا ہم کو غسل کر کے دکھاؤ' اس نے بہانہ بنایا کہ کیسے کپڑے اتاروں'

تو میں نے کہا کہ اچھا غسل کے فرض بتاؤ' تو وہ فوراً غصہ میں آگیا کہ ہم اسلام کے ٹھیکیدار تو نہیں ہیں جو غسل کے فرض بتاتے پھریں' میں نے جواب دیا کہ تم ۱۵۰۰ (پندرہ سو) روپیہ ماہانہ آغا خان سے تنخواہ لیتے ہو (یہ ۱۹۷۱ء کی بات ہے۔) ساری قوم کو آپ تعلیم دیتے ہو جب غسل کا مسئلہ بھی آپ کو معلوم نہیں تو آپ پھر کیا تعلیم دے سکتے ہو یہ سن کر وہ چپ ہو گیا۔

اس سے ناامید ہو کر میں نے براہ راست آغا خان سے ملنے کی جدوجہد کی لیکن آغا خان کے آگے پیچھے فرستادہ والنٹیروں اور مشنری کے لوگوں نے میری ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ پرنس کریم آغا خان جب حیدر آباد روڈ سے گزر رہے تھے تو ایک آدمی میری جان پہچان کا مجھے ملا اور میری پریشانی دیکھ کر بتایا کہ شام کو دو بجے ٹنڈوالہ یار کے قریب سلطان آباد میں بھی آغا خان پہنچ رہے ہیں لہٰذا میں وہاں بھی گیا لیکن جب میں نے وہاں ملنے کی کوشش کی تو اس کے والنٹروں نے روکا باہر آیا تو گارڈ نے روک دیا۔ پولیس بھی وہاں موجود تھی لہٰذا میں نے صوبیدار کو کہا کہ مجھے آغا خان سے ضروری ملنا ہے اور یہ لوگ ملنے نہیں دیتے۔ میں نے اس کے پوچھنے پر وہ ٹائپ شدہ سوالنامہ کا لفافہ اسے تھما دیا' اس نے سوالنامہ دیکھا اور میری عزت کی اور تسلی دی کہ وہ کوشش کرے گا۔ سلطان آباد کے جماعت خانہ سے جب آغا خان نکل کر باہر آئے اور گاڑی میں بیٹھنے لگے تو صوبیدار میرا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کے قریب لے گیا اور میرا لفافہ آغا خان کے ہاتھ میں دیا' جو کہ چھ سوالات پر مشتمل تھا:۔

(۱) آپ سید ہیں سید پر زکوۃ اور صدقہ کا مال حرام ہے آپ اسماعیلیوں سے زکوۃ اور صدقہ کی رقم کیوں لیتے ہو۔

(۲) ہر مسلمان پر نماز فرض ہے نہ آپ پڑھتے ہو اور نہ ہی اپنی قوم کو ہدایت کرتے ہو۔

(۳) آپ خود مالدار ہیں اور اسماعیلی بھی مالدار ہیں۔ قرآن پاک میں واضح حکم موجود ہے کہ جو مالدار حج نہیں کرے گا وہ یہودیوں اور نصاریٰ میں سے ہو گا۔

(۴) اسلام میں پردہ فرض ہے کہ نہ آپ کے اہل خاندان کرتے ہیں نہ آغا خانی کرتے ہیں۔

(۵) حلال و حرام کے لئے آپ کی طرف سے قوم کو کوئی ہدایت نہیں ہے۔ ویاج (سود) پر جو کاروبار ہے آپ کی قوم کھل کر ویاج پر کاروبار کر رہی ہے۔

(۶) سلطان محمد شاہ نے فرمایا تھا دنیا میں دو چیزیں ہیں قرآن اور سنت ہم نے قرآن پڑھا اور سنت طریقہ اختیار کیا تو ہماری اسماعیلی قوم نے ہماری کافی پٹائی کی۔ براہ کرم آپ ان سوالات کی وضاحت فرمادیں اور اپنی قوم کو ہدایت کریں۔

آغا خان نے میرا لفافہ ہاتھوں میں لے لیا اور پڑھ لیا اور سارا سیاہ ہوگیا میرے کو بولا کہ ہمارا دین یہ ہی ہے جو چل رہا ہے۔ لہٰذا میں نے بھی ان کے آغا خانی مذہب کو اللہ حافظ کہہ دیا اور جب ہی سے اپنی استعداد کے مطابق قرآن پاک اور سنت پر چل رہا ہوں اگرچہ کہ کئی نسلوں سے آغا خانی اسماعیلی ہوں لیکن جب قرآن پاک سے مجھے روشنی ملی اور اسوہ حسنہ سے زندگی گزارنے کا راستہ ملا تب ہی سے میں دین محمدیؐ اختیار کرکے عمل کررہا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ دنیا میں کسی آغا خانی کی پہلی مسجد انہوں نے ٹنڈو باگو ضلع بدین میں بنائی جہاں وہ قرآن پاک سے قوم کو واقف کرا رہے ہیں۔ پہلے بدین میں آغا خانیوں کا پورا پورا ہولڈ تھا لیکن اب کافی نوجوان سمجھ چکے ہیں اور قرآن پاک پڑھ کر خوشی سے اسلام قبول کررہے ہیں۔ انہوں نے گوٹھ کھاڈو تعلقہ ٹنڈو باگو میں جو مسجد بنائی تھی اب مکمل بن کر تیار ہوگئی ہے جس میں میرے بھانجے نے بہت مدد کی ہے اور اب تک تقریباً سوا لاکھ روپیہ مسجد پر خرچ کرچکا ہے۔ میرے دو بھانجوں نے بھی قرآن پڑھنا شروع کردیا ہے انشاء اللہ جلد راہ راست پر آجائیں گے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ ٹھٹھہ گئے تھے اور غلام اللہ میں تقریر کی تھی اور لوگوں کو بتایا کہ ہم نے قرآن پڑھا اس نے ہمیں راستہ بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ سندھی ان سے بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں پرائمری ٹیچر تھا اب ریٹائرڈ ہوچکا ہوں مجھ سے اسماعیلیوں نے تعاون نہیں کیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں نے کیا ہے انہوں نے بتایا کہ ان کی چھ لڑکیاں ہیں جو کہ سب مسلمان ہیں۔ (بشکریہ ہفت روزہ عظمت سانگھڑ سندھ) ◀

● ■ ستارے :

کسی کام، مقصد یا آفت کے رونما ہونے کی صورت میں رد آفت یا حصول مقاصد و

تکمیل کام کے لئے "منت" ماننا "ستاڑے" کہلاتا ہے۔ ستاڑے کی مجلس میں شامل ہونے کے لئے منت ماننے والے کو پانچ سو لڈو (مالیت ماضی کے حساب سے سابقہ دو صد روپیہ)' فروٹ (مالیت ڈیڑھ سو روپیہ)' حلوہ دس کلو (مالیت ڈیڑھ سو روپیہ) رات کو تین بجے ان اشیاء کے ہمراہ جماعت خانے میں حاضر ہونا پڑتا' پھر فاطمی تسبیح ("یا حاضر امام") پڑھی جاتی' اس کے بعد سامان کا نیلام (ناندی) منعقد ہوتی اور رقم جماعت خانے میں جمع کردی جاتی۔

■ "گھٹ پاٹ" (آب شفا) :

گھٹ پاٹ حاضر امام کی ملک سے' روانگی کے دو دن بعد آب شفا (گھٹ پاٹ) رکھا جاتا ہے اس آب شفا گھٹ پاٹ کی خاصیت یہ ہے کہ اس پر حاضر امام نے ہاتھ رکھ کر اپنا تقدس منتقل کردیا ہوتا ہے۔ فی آدمی پانچ روپیہ کی ادائیگی کرکے آب شفا "گھٹ پاٹ" نوش کرسکتا ہے جبکہ ہر فرد اپنی جان کی حفاظت کے لئے مقدس دھاگہ جو "گھٹ پاٹ کا دھاگہ" کہلاتا ہے لے سکتا ہے۔ یہ سبز، سرخ رنگ کے دو دھاگوں پر مشتمل ہوتا ہے جسے عام طور "آغا خانی" اپنے گلے میں محض تقدس' نیک شگون اور نظر بد سے بچنے کے لئے ڈالے رہتے ہیں۔

■ نوروز :

ہر سال ۲۱ر مارچ کے دن یہ تہوار منایا جاتا ہے۔ اس میں تمام آغا خانیوں کو فرداً فرداً گندم کی ایک پڑیا (وزن ایک چھٹانک تقریبا) اور مٹھائی ۵۰ گرام جماعت خانے کو دس روپیہ کی ادائیگی پر میسر ہوتی ہے اس کے علاوہ نوروز کے دن ہر آغا خانی کو اپنے ساتھ کی دعا کی حاضری کے وقت ایک انڈہ ابلا ہوا فی فرد کے حساب سے جماعت خانہ لے کر جانا ضروری ہوتا ہے جو کہ نیلام "ناندی" کے طور پر ہر فرد انڈا پیش کرکے دعاء کا مستحق قرار پاتا ہے۔ دعا کے ختم ہونے پر نوروز کی تقریب کا آغاز علی الصبح چار بجے مکھی صاحب خان کے مخصوص سرکاری جھنڈا "My Flag" کو ساری جماعت کے افراد کی موجودگی میں لہرا کر کرتے ہیں۔

مقدس نشان "ترسول" :

واضح رہے کہ متذکرہ جھنڈے "My Flag" میں ہندو ازم کے حامل کرامات کا مقدس نشان "ترسول" بھی موجود ہے۔ اسے فتح کے نشان کا مظہر تصور کیا جاتا ہے اور ہمیشہ شنکر بھگوان اپنے ہاتھ میں تھامے رکھتے ہیں۔ مقدس ترسول کا نشان ہمارے آباؤ اجداد کے سابقہ ہندو مذہب کی غمازی اور وابستگی کی نشان دہی بھی کرتا ہے۔ ان تمام احوال کے ذکر کئے جانے کے باوجود یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں قدیم باشندے جو شیوا' پاربتی اور گنیش جی کے تگڈم کو پوجتے ہیں' اپنی مذہبی علامت "ترسول" بتلاتے ہیں یعنی تین شاخوں کا تیر ◀

● اس کے بعد مشنری (واعظ) صاحب دھواں دار تقریر کرتے اور حاضر امام کا "فرمان خاص" پڑھ کر سناتے جو کہ ۲۱ مارچ "نو روز" کی نسبت جاری کیا جاتا جس میں حاضر امام فرمان کرتے ہیں کہ :

* "میں ساری جماعت (آغا خانیوں) کو پورے سال کی روزی عطا کرتا ہوں۔" (ل)
* "جو آج کے روز جماعت خانے میں آئے جو بیمار ہے اور نہیں آسکا ان سب کے آج تک کے سارے گناہ میں معاف کرتا ہوں۔" (ن)
* "اور ہر آغا خانی فرد جماعت خانے میں سے آج اپنی روزی لے کر جائے۔"

مشنری (واعظ) کے اس بیان فرمان کے بعد ہر آغا خانی فرد مکھی صاحب کو نذرانہ پیش کرنے پر دعا کراتے' مکھی صاحب دعا کرنے پر کامڑیا صاحب کو حکم دیتے کہ اس فرد کو روزی عطا کردی جائے اس پر کامڑیا اس فرد سے پوچھتے کہ تمہارے گھر میں کتنے افراد کا کنبہ ہے۔ بتلانے پر کامڑیا صاحب پلاسٹک کی ایک ملفوف (سیل بند) "نو روز مبارک" کی نسبت سے طباعت شدہ ایک تھیلی (ح : ۵۳) جس میں اندازاً پچاس گرام گندم فی فرد کے حساب سے ایک ایک تھیلی اس شخص کو عنایت کردی جاتی وہ اسے اپنے گھر لے جاتا اور ساری

تھیلیوں کو کھول کر یکجا کر کے ایک بوتل میں جمع کر دیتا جسے وہ اپنی سال بھر کی خوراک کے لئے محفوظ کر لیتا اس کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ گھر کے استعمال کے لئے بازار سے جب گندم خرید کو پسوائی جاتی ہے تو اس میں دو دانے اس محفوظ کردہ گندم "نو روز روزی" کی بوتل سے نکال کر ملا لئے جائیں گے (گندم کی پسائی کے لئے آغا خانی فرد کی چکی کا انتخاب لازمی ہے) اس طرح سال بھر وہ بوتل کے چند دانے بازاری گندم کے ساتھ شامل کر کے استعمال کئے جائیں گے۔ بوتل کے دانوں کو برکتی دانے اس لئے تصور کیا جاتا ہے کہ یہ سال بھر استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ یہ چند دانے اگلے سال نوروز کے دن تک بچانا ہوں گے۔ اور یوں یہ سلسلہ سال بھر چلتا رہے گا۔ اس کی کوئی پابندی نہیں ہے کہ بوتل کے دو دانے ایک من بازاری گندم میں ملا کر پسوائے جائیں یا ایک کلو میں' پس یہ ہی برکت کا خاص راز ہے!

نو روز کے پروگرام "روزی کی تقسیم" کے بعد آب شفا "گھٹ پاٹ" نیاز پی جاتی ہے۔ جس کے لئے رقم کی ادائیگی ہر فرد کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنا ہوگی اس کے بعد (اول سفرا) کا وقت ہوتا ہے۔ اس موقع پر چالیس تھالوں میں کئی قسم کے فروٹ' مختلف کھانے جماعت خانے کے تخت پر سجا دیئے جاتے جو پہلے سے ہی ترتیب دیئے گئے ہوتے ہیں۔ پھر مکھی صاحب اعلان کرتے کہ:۔

"آؤ بھائی اول سفرا کھاٹو" جس کے ثواب میں پورے سال بھر کے گناہ معاف اور پورے سال کی دعا کی بخشش اور تمہارے سارے مرحومین کی ارواح کو ثواب کے لئے "اصل میں واصل" ثواب پہنچانے کے لئے نانڈی کا نیلام کرتا ہوں' جو اس کو لے گا (کھاٹے گا) اس کا ثواب "اصل میں واصل" ہوگا۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۹۴ء میں کریم آباد جماعت خانے میں اول سفرا کا پہلا نیلام (نانڈی) اٹھاون (۵۸) ہزار روپے میں ہوا اسی وقت دوسرا نیلام تیرہ (۱۳) ہزار میں اور پھر تیسرا نیلام پانچ ہزار روپے میں ہوا۔ اس کے بعد جماعت کے غریب لوگوں کو ثواب کمانے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ہر فرد سوا روپیہ کی ادائیگی کرنے پر ہی ثواب کما سکتا ہے۔ چنانچہ رضا کار (والینٹر) ہر فرد کے سامنے

پیالہ میں رقم ڈلواتے۔ اس رقم کی وصولی پر سب ہی ثواب کے مستحق قرار پاجاتے۔ اس کے بعد مکھی صاحب اعلان کرتے کہ "ہر آغا خانی جس کو روزی اب تک تقسیم میں نہیں ملی وہ اپنے حصہ کی روزی اور ایک "جورا" (تبرک / نیاز) اور ایک رنگین انڈا ساتھ لے کر جائے۔ اور آخرت کے ثواب کے لئے "من مراد" جماعت خانے کی تجوری (گلے) میں اپنی حیثیت کے مطابق ڈالتے جانا تاکہ حاضر امام آپ کے گناہ معاف کرے۔

زمانہ قدیم سے رائج طریقہ کے برخلاف شومئی قسمت امسال نوروز مبارک کا تہوار "صبح کی دعا" کی بجائے شام ۵ بجے سے لے کر ۸ بجے تک منعقد کرکے تمام باطنی رسومات دن ابتداء دن کی روشنی میں ادا کی گئیں جس کی اس سے پیشتر پوری اسماعیلی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی!

نوروز کی تاریخی حیثیت سے متعلق اقتباس :

"نوروز ایک عالم افروز دن کے طور پر پہلے ایرانی مناتے تھے۔ زرتشت نے آکر اس پر مذہبی سکہ جڑ دیا۔ کیوں کہ اس کے خیالات کے مطابق آفتاب سب سے روشن دلیل خدا شناسی اور حق جوئی کی ہے۔ ہندو بھی اس خیال میں ان سے متفق ہیں۔"

(ح ۱:/ ۵۴) (ک: ۱۰) کیوں کہ نور کو پوجنے والوں کے پاس اس سے مضبوط دلیل اور کیا ہوگی؟ لیکن آغا خانیوں کے ہاں یہ روزی کی تقسیم کا دن ہے جسے "حاضر امام" تقسیم کرتے ہیں۔

امامت ڈے : (تخت نشینی)

حاضر امام کی تخت نشینی کا دن ہر سال ۱۱ جولائی کو عقیدت و احترام اور جوش وجذبہ سے منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر تمام آغا خانی حسب توفیق دل کھول کر اپنے عطیات جماعت خانے میں جمع کراتے ہیں۔ اسی دن تمام جماعت خانوں کی طرف سے عمدہ قسم کی شیرنی (جورہ) تقسیم کی جاتی ہے۔

بیعت :

ہر آغا خانی پر لازم ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک بار حاضر امام کے روبرو بیعت

کرے۔ اس کا قدیم ایام سے رائج طریقہ یہ ہے کہ جب کبھی آغا خان پاکستان آتے ہیں۔
ان کے روبرو بیعت کے لئے خود کو پیش کیا جائے۔ اس موقع پر حاضر امام کے قدموں میں
رکھے گئے برتن میں بیعت کی مد میں ایک خاص رقم پیش کر کے بیعت کے عمل سے گزر
ہوگا۔ کم سے کم حاضر امام کو پانچ سو روپیہ بیعت کے طور پر پیش کرنے پر حاضر امام اس
بندے کے سر پر ہاتھ رکھ کر تکمیل بیعت کر دیتے ہیں۔ رقم کا برتن جماعت خانے میں لے
جایا جاتا ہے رقم جماعت خانے میں جمع کر لی جاتی ہے۔ بیعت کی اہمیت کا اندازہ مذہبی نصاب
کے سوال جواب کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے :۔

* سوال: کیا خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہوتے ہیں؟

جواب: خدا تعالیٰ تو ایک نور یعنی ایک شمع یا توانائی ہے لیکن امام حاضر میں خدائی نور
ہونے کی وجہ سے امام کا ہاتھ ہی خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے اس طرح امام حاضر کا چہرہ خدا
چہرہ ہوتا ہے۔ امام حاضر کا دیدار خدا کا دیدار ہوتا ہے۔ جب ہم "بیعت" کرتے ہیں تو اس
وقت امام حاضر کا ہاتھ ہمارے اوپر ہوتا ہے اور جب ہم دست بوسی کرتے ہیں تو امام
ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں در حقیقت یہی ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے
(ح:۵۵) (ن)

پردہ :

آغا خان سوئم کا پردہ سے متعلق بالغ عورتوں و نوخیز دوشیزاؤں کے لئے ایک مشہور
فرمان ہے کہ :۔ * "عورتیں جو برقعہ پہنتی ہیں وہ اچھی بات نہیں ہے مگر اپنے دل اور
آنکھوں پر حیا کا برقعہ ڈالو تاکہ تمہارے دل میں کبھی برائی نہ آئے۔" (ح:۵۶)

جب کہ پردہ سے متعلق حکم خداوندی کے تحت جو پابندی عائد کی گئی ہے اس کا اندازہ
اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے جس کے شان نزول سے متعلق مختصراً بیان گوش گزار کیا
جائے کہ یہ آیت نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایما پر

بیگم سلیمہ

بیعت کے سلسلے میں مروجہ طریقہ سے متعلق ہے۔ اس وقت ایمان پر بیعت ہوا کرتی تھی کہ "ہم ایمان لے آئے" جو شخص ایمان لانا چاہتا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کرتا کہ ایمان پر بیعت کر لیجئے۔ یہ یاد رکھیں کہ عورتیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوتیں تو پردہ میں ہوتی تھیں۔ پردہ کا چونکہ بیان چل رہا ہے۔ اس لئے یہ بتاتے چلیں کہ عورتیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان لانا مقصود ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی 'اشرف المخلوقات' اور معصوم ہے۔

باوجود اس تقدس رسالت و عظمت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں کو بھی ان سے پردہ کی حالت میں ہی بیعت کئے جانے کی ہدایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پردہ ہو رہا ہے' آپ پردہ کر رہے ہیں۔ اب سوچیں کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بڑے پاک دامن ہیں۔ ہمارے یہاں پردے کی ضرورت نہیں۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آپ لوگ زیادہ پاک دامن ہیں ؟ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی صحابی عورتوں سے آپ کی خواتین زیادہ پاک دامن ہیں ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو امت کی مائیں ہیں ان کو بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پردہ تھا تو آج کل کی وہ عورتیں جو جماعت خانے جانے والی ہوں اور نماز بھی نہ پڑھتی ہوں بلکہ پاکی اور پلیدی تک کی تمیز سے ناواقف ہیں' ان سے زیادہ پاک دامن کیسے ہو سکتی ہیں ؟ کچھ سوچنا تو چاہئے' کچھ غور کرنا تو چاہئے' صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ بیعت کے وقت کوئی عورت اپنا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نہیں دیتی تھی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے اشارہ پر بیعت ہوتی تھی۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کے رسول تھے۔ قدرے مختلف مرد بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کیا کرتے تھے۔

پردے سے متعلق واضح حکم خداوندی یہ ہے کہ ○ ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنین کی عورتوں سے کہ (جہاں

بھی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر میں لپٹ کر نکلا کرو) اور چادر کو چہرے پر لٹکا لیا کرو
اکہ چہرے پر کسی کی نظر نہ پڑے (الاحزاب ۳۳/۵۹)

ردے سے متعلق حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم :

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں
سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم
ملی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں۔ اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی
للہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پردہ کا
کم دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا "یہ تو نابینا ہیں۔ ہمیں نہیں دیکھ
ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم انہیں
یں دیکھ رہی ہو؟" یہ وہ نفوس مقدسہ ہیں۔ جو پوری امت کی مائیں ہیں۔ جن کے
دس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی ہے۔ ان کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ی پردہ کا حکم کتنی تنبیہہ کے ساتھ دے رہے ہیں پس یہی باعث غور طلب امر ہے۔

اسلام غیر محرم عورت کو پردے کا حکم دینے کے ساتھ مردوں و عورتوں کے باہمی
ختلاط کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ اور اس عمل کو حرام قرار دیتا ہے۔ کیوں کہ نظر سے
ہوت پیدا ہوتی ہے جو بدکاری تک پہنچاتی' بسا اوقات درجہ عشق و بے حیائی کی ابتداء کا
انجام بربادی کا باعث ثابت ہوتا ہے۔ عقلی لحاظ سے یہ دلیل کافی ہے کہ غیر محرم کو دیکھنے
سے بدکاری پیدا ہوتی ہے۔ (ح:۵۷) (ک:۱۱)

پیش کردہ قرآنی دلائل و نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں روز مرہ ایام میں
پردے سے متعلق حقائق پیش کئے جانے پر اس منطق کی مکمل نفی ہو جاتی ہے کہ:

(اقتباس) "۔۔۔ اسی طرح خواتین میں پردہ کا اس لئے رواج نہیں ہے کیوں کہ نہ تو
ہماری "ماتا سلامت" (بیگم آغا خان) نے کبھی پردہ کیا ہے اور نہ ہی کبھی عورتوں کو پردہ
کرنے کا حکم ہی دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک پردہ تو آنکھوں اور دل کا ہوتا ہے۔"
بشکریہ (ہفت روزہ تکبیر کراچی صفحہ ۲۱ شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء)

اسلامی ملک میں بے پردگی کے محرک :

مذکورہ بالا وجوہات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سو فیصد حقائق پر مبنی ہوتے ہو
بالکل درست ثابت ہوئی ہے کہ :

بے پردگی کی ترویج میں جو کردار آغا خانی خواتین نے ادا کیا ہے۔ وہ قابل افسو
ہے۔ چونکہ مذہبی طور پر پردہ کی چھوٹ مل جانے سے بے حیائی و بے شرمی کے وہ پہا
ڈھائے گئے جس کی مثال پوری اسلامی دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ جماعت خانوں میں
سے نئے فیشن کے لباس مزین کر کے آنا اور جدید جدت طرازی کی مثال قائم کر کے اسکر
و نیم عریاں ساڑھیوں کا استعمال آخر نوجوان اسماعیلیوں کے جنسی جذبات میں اضطر
کیفیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اور ان سے زیادہ مسلمان نوجوان لڑکوں کے کردار پر برا
ڈالنے کا باعث ثابت ہوئے ہیں۔ بے حیائی' بے شرمی اور عریانیت سے پر نئے فیشن
ترغیب جو جماعت خانوں سے شروع ہوتی ہے اور بالا آخر شہر کے گلی کوچوں اور محلوں
پھیل جاتی ہے جس کے ذمہ دار صرف اور صرف وہ افراد ہیں جو جماعت خانوں میں ا
تعلیمات مذہبی طور پر پیش کرتے ہیں۔ جبکہ یہ ملک ایک نظریاتی ملک ہے اور اسلام اس
آئینی طور پر تسلیم شدہ دین ہے۔ اکثریتی مسلمانوں کے ملک میں مشرکانہ اور غیر اسلا
حرکات کے حامل گروہ آخر کب تک مقابلے پر رہ سکتے ہیں ؟ اس کا فیصلہ آنے والا وقت
کر سکے گا۔ لیکن ذرا اس حدیث مبارکہ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ :

حضرت سیدہ فاطمہؓ سے ایک حدیث منقول ہے کہ "ایک دن جناب رسالت ماب
اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا عورت کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے" کوئی جواب
دے سکا۔ حضرت سیدنا حسنؓ اس مجمع میں حاضر تھے۔ آپ نے گھر آکر اس بات کا تذ
اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہؓ سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ "عورت کے لئے سب سے بہتر
یہ ہے کہ وہ کسی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اور کسی اجنبی مرد کی نظریں بھی اس پر نہ پڑیں"
یہ حدیث معاشرتی طور پر نامحرم افراد کو ایک دوسرے سے دور رہنے کی تلقین

ہے۔ ستر پوشی کی اخلاقی ضرورت مرد و زن دونوں پر لازم و ملزوم ہے لیکن خواتین لباس پوشی میں عریانیت کا مظاہرہ کیئے جانے پر لا محالہ مردوں کو ترغیب گناہ کی دعوت کے ساتھ ساتھ پردے کی حدود کے خاتمے کا باعث بھی ثابت ہوتی ہیں۔

■ عیدالضحیٰ پر قربانی :

آغا خانیوں کے لئے عیدالضحیٰ پر قربانی کے متعلق باقاعدہ کوئی فرمان حاضر امام نے جاری نہیں کیا۔ چونکہ آج روز تک ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے کہ حاضر امام نے خود بھی عیدالضحیٰ کے موقع پر قربانی کا کوئی جانور دنبہ' بکرا' مینڈھا' گائے یا اونٹ ذبح کیا ہو چنانچہ پوری آغا خانی قوم ان کی تائید میں قربانی سے مبرا ہے۔ البتہ آغا خانی جن علاقوں میں آباد ہیں اگر ان کے ارد گرد مسلمانوں کی آبادیاں ہوں تو ایسی صورت میں باقاعدہ طور پر نمود و نمائش کے لئے آغا خانی قربانی کا بڑا جانور لا کر کاٹتے ہیں۔ اس سے دو فائدے حاصل کیئے جاتے ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کو یہ فریب دیا جاتا ہے کہ گویا آغا خانی قربانی بھی کرتے ہیں۔ دوسرا عید کی بناء پر گوشت کا ناغہ ہونے کی وجہ سے لحام (قصائی) دکان بند رکھتے ہیں۔ بازاروں میں گوشت میسر نہیں ہوتا۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جانور کاٹ کر یہ لوگ اپنی ضرورت کا گوشت اس طرح حاصل کرلیتے ہیں۔ ورنہ لازمی طور پر ناغہ ہونے کہ وجہ سے گوشت کھانے کو نہیں ملے گا۔

جبکہ مسلمان بھی قربانی کے گوشت کی تقسیم کے وقت آغا خانیوں کو گوشت قصداً نہیں دیتے وہ ان کے متعلق مختلف اور متضاد سوچ رکھتے ہیں۔ ان کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتے۔ ہندوستان میں آباد آغا خانیوں کی اس معاملہ پر قدرے واضح اور مختلف سوچ ہے۔ وہ گائے کے گوشت کو کھانے کا تصور تک نہیں کرتے کیوں کہ ہندوؤں کی تعلیمات کے زیر اثر ہونے کی بناء پر وہ ایسے اقدام کو گناہ تصور کرتے ہیں اور عیدالضحیٰ کی قربانی کا کوئی رجحان ہندوستان میں آباد آغا خانیوں میں نہیں پایا جاتا۔ البتہ پاکستان کے آغا خانی اس معاملے میں نرم سوچ کے حامل لبرل واقع ہوئے ہیں۔ وہ گائے کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ اور گائے کو

آغا خان اول

آغا خان دوم

حسن بن صباح

"باطنی داعی حجتہ الاعظم" حسن بن صباح

کاٹ کر اس کی کھال کے بنے ہوئے جوتے بھی اپنے پیروں میں پہنتے ہیں۔ لیکن گائے کاٹنے کی فکر اسلامی شریعت کے تحت نہیں بلکہ چند مقاصد کے تحت ہوتی ہے جو بیان کر دی گئی ہے۔

■ داڑھی :

ایک عام آغا خانی خود کو داڑھی سے مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔ کیوں کہ اس کے نزدیک یہ امر غالب ہے کہ جب حاضر امام نے داڑھی رکھنے کا کوئی فرمان جاری نہیں کیا تو ہم داڑھی کیوں رکھیں؟ جبکہ تاریخ عالم شاہد ہے کہ سابقہ ادوار میں داڑھی کی جو حقیقت تسلیم کی گئی تھی اس کا ثبوت کیمرہ Camera کی عکسی تصاویر سے ثابت ہے جو کہ آقا شاہ حسن علی شاہ المتوفی ۱۸۸۱ء (آغا خان اول) اور آقا علی شاہ، المتوفی ۱۸۸۵ء (آغا خان دوم) کی تصاویر اور حسن اتفاق ہے کہ تاریخ عالم اسلام کا سب سے متنازعہ کردار و روایتاً" فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ کے بانی و "باطنی داعی حجتہ الاعظم" حسن بن صباح کی نایاب و قدیم ترین دستی تصویر میں بھی سابقہ مذکورہ تصاویر کی طرح چہروں پر داڑھی عیاں ہونے سے ظاہر ہے پس انہوں نے داڑھی رکھی (ح: ۵۸) جبکہ موجودہ آغا خاں اور ان کے دادا جان (سر سلطان محمد شاہ "آغا خان سوم") اس سے مبرا ہیں۔ اسی عذر کا بہانہ بنا کر تمام آغا خانیوں کی ہمیشہ یہ دلیل ہوتی ہے کہ حاضر امام خود بھی تو داڑھی نہیں رکھتے! اسی لئے آغا خانیوں کے ہاں ہر روز بلا ناغہ شیو (داڑھی) مونڈنے کا عمل کثرت سے پایا جاتا ہے۔

■ جہاد :

آغا خانی ایک کاروباری کمیونٹی ہے جسے بچپن سے ہی گھٹی میں یہ بات سرایت کرا دی جاتی ہے کہ: "دمڑی دمڑی جوڑے چاہے ناک سے اخروٹ توڑے" یعنی با الفاظ دیگر "چمڑی جائے دمڑی نہ جائے" یعنی "مشقت جتنی کرنا پڑے کر لے۔ لیکن پیسہ حاصل کر" اس ذہنیت کے حامل افراد کو "جہاد" جیسے عمل سے کیا واسطہ جبکہ ان کو باور کرایا جاتا ہے کہ فضول میں جان ضائع نہ کرو، یہ "ملا" اور "موسلا" لوگ کا کھیل ہے۔ اسی بناء پر پورے اسماعیلی مذہب میں جہاد سے متعلق ایک بھی تحریری فرمان دستیاب نہیں۔

﴿عام آغا خانی یہ تصور کرتا ہے کہ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، صومالیہ اور افغانستان جیسے محاذوں پر جب تمام مسلمان "جہاد" کا نعرہ لگانے میں مصروف عمل ہوتے ہیں۔ اس موقع پر آغا خان کا آج تک ایک سیدھا سادھا بیان (Simple Statement) اخبارات کی زینت کیوں نہیں بنا جبکہ ہمیشہ مدیران جرائد و رسائل ان کے بیان کے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن ہر بار ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بس اسی کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ جب آغا خان نے نہ تو حمایت کی اور نہ از خود کسی محاذ جہاد پر گئے تو عام آغا خانی کیوں جائے۔ البتہ اقوام متحدہ کی طرف سے امدادی کمیشن کی وہ تمام تر ذمہ داریاں پرنس صدر الدین نے قبول کر رکھی ہیں۔ جو بے گھر ہو جانے یا ہجرت کر کے آنے والے افراد سے متعلق ہوں۔ خواہ ان کا تعلق افغانستان کے جہاد سے ہو یا کشمیر کی جنگ آزادی اور اسلامی جہاد سے ہی کیوں نہ ہو البتہ بوسنیا میں مسلمانوں کے قتل عام اور کشمیر میں بھارتی مظالم کے خلاف آج تک کوئی خبر اخبارات میں آغا خان کے حوالے سے اور نہ ہی پرنس صدر الدین کے توسط سے شائع ہوئی۔ جو غالباً جہاد سے لاتعلقی کی نشانی ہے!! لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ ماضی میں ایران عراق جنگ ہو یا اجودھیا (بھارت) میں بابری مسجد کی بنیاد پرست ہندوؤں کے ہاتھوں شہادت کا واقعہ یا کویت پر عراقی قبضہ کے بعد ایک اسلامی برادر ملک عراق پر امریکہ سمیت اس کے تمام اتحادی یورپی ممالک کی یلغار ان تمام موقعوں پر آغا خان کی مکمل خاموشی بھی ہمیشہ پراسرار اہمیت کی حامل رہی ہے جو واقعی سفارتی آداب میں اچھا اقدام شمار کی جائے گی ﴾

● ■ "نات بار" جماعت سے اخراج : Expulsion From Jamat

آغا خان "حاضر امام" کی پالیسیوں، حکمت عملیوں اور مصلحت کے تحت دیئے گئے فرمان یا بیان پر کسی قسم کی تنقید و مخالف اظہار رائے یا کسی آغا خانی فرد جماعت کا اپنے باطنی عقائد کو علی الاعلان اظہار سے بار بار تنبیہہ "Warning" و ممانعت کے باوجود

ل کر بیان کرتے رہنے یا وہ تمام امور جن پر کونسل نے پابندی و بندش عائد کر رکھی ہو
ر کوئی فرد جماعت اپنی عقل و دانش سے برملا اظہار' اقرار' تکرار و متضاد سوالات کرنے
سے باز نہ آئے یا وہ تمام اعمال جن کے کرنے سے باطنی عقائد پر کاری ضرب پڑتی ہو یا جن
کی وجہ سے باطنی مذہب کے اسرار و رموز پر غیر افراد جماعت "Non Ismailis" تک
کو رسائی حاصل ہوجانے کا خدشہ لاحق ہوجائے یا اخبارات' جرائد و رسائل اور
لیکٹرانک و پرنٹ (پریس میڈیا) ذرائع ابلاغ (بقیہ ملاحظہ فرمائیں حاشیہ صفحہ نمبر ۳۷۸)

اشیہ (صفحہ نمبر ۳۰۶) تصویر "ایام رفتہ" آغا خان چہارم اور اکبر علی مہر علی

اکبر علی مہر علی (مقیم حال کنیڈا) نے مارچ ۱۹۸۹ء میں "کھلا خط" شائع کرکے آغا خان سے
اپنا حلف وفاداری واپس لے لیا

■ صدقہ/خیرات :

صدقہ یا خیرات سے متعلق کسی قسم کا کوئی تصور آغا خانیوں کے ہاں نہیں پایا جاتا
بھارت میں مقیم آغا خانی اس کار خیر سے متعلق کیا رجحان رکھتے ہیں ذرا سنئے!
کسی آغا خانی کی دکان یا مکان پر اگر کوئی جوگی یا جوگن بھیک مانگنے والا ہندو آجائے
اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ الفاظ سن کر جوگی یا جوگن بھیک منگا ہندو
جائے گا۔ اور بھیک مانگنے والا اگر مسلمان فقیر ہو تو اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم آغا خانی
ہیں۔ یہ سن کر فقیر سمجھ جاتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہے جبکہ پاکستان میں خاص کر شہر
میں چونکہ سب مسلمان ہی ہیں اس لئے فقیر کو کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم آغا خانی ہیں۔ جس
فقیر سمجھ جاتا ہے کہ یہ کون ہیں؟

■ ختنہ :

شریعت کی پابندی اور ضابطوں کا اطلاق چونکہ آغا خانیوں پر لاگو نہیں ہوتا اس
پاکستان میں نومولود لڑکوں کے ختنہ طبی نقطہ نظر سے تو کرالئے جاتے ہوں گے جبکہ
پابندی بھارت میں پیدا ہونے والے نومولود بچوں پر عائد نہیں' وہاں کے آغا خانی ا
لڑکوں کے ختنہ کرانا قطعی پسند نہیں کرتے۔

■ اسقاط حمل کمیٹی :

یورپی ممالک میں اسماعیلیوں کے لئے' جو ماڈرن بے راہ روی کا شکار ہیں ان
معاشرتی مسائل کے حل کے لئے باقاعدہ "Abortion Committee" تشکیل
گئی ہیں تاکہ یورپی ماحول کے دلدادہ اور جنسی بے راہ روی سے متاثرہ خواتین کو
تحفظ فراہم کیا جاسکے اس کمیٹی کی تشکیل کی بناء پر ان کا "سوشل اسٹیٹس" قائم رہتا
آخر مغربی ممالک میں قیام پذیر آغا خانی افراد کے سوشل اسٹیٹس کے پیش نظر ا
کلچر کی موجودگی میں اس کمیٹی کی کیا حیثیت ہے؟ جس معاشرہ میں جسمانی لذات

ول کو اخلاقی ضرورت' ذاتیات میں شمار کیے جانے پر مکمل توجہ مبذول کرائی جاتی ہو اور
، قانونی تحفظ بھی حاصل ہو ایسے ماحول میں مشرق کے چند شہوت پرست ذہنوں کی
شنودی کے لئے اگر متذکرہ کمیٹی کا قیام ناگزیر وجوہات و حالات کے پیش نظر وجود پذیر ہو
گیا ہو تو کیا معنی و اہمیت رکھتا ہے؟ بہرحال گمان اغلب ہے کہ اپنی عزت نفس و سفید
ی کا بھرم رکھنا بھی ان نام نہاد شرفاء کی نظروں میں انتہائی ضروری فعل تصور کیا جاتا ہوگا
ں لئے حفظ ما تقدم کے طور پر متذکرہ کمیٹی کا اقدام ان کے ہاں مستحسن کوشش ہوگی
ناظ دیگر پردے داروں کا پردہ چاک ہونے سے بچا رہتا ہے۔

چاند رات کی اہمیت :

چاند رات سے مراد قمری ماہ کا چاند نظر آنے سے ہے۔ چاند رات کا اعلان باقاعدہ
عت خانے کی انتظامیہ اجتماعی طور پر ایک ماہ پہلے ہی کر دیتی ہے۔ یعنی موجودہ ماہ کے چاند
ت کی مجلس میں ہی اگلے ماہ کے چاند کا اعلان پیشگی کر دیا جائے گا۔ خواہ چاند' اعلان کردہ
یخ کو طلوع ہو یا نہ ہو لیکن چونکہ سابقہ ماہ اعلان کر دیا گیا تھا چنانچہ اس اعلان کے تحت
د رات ہوگی۔ اور مجلس ضرور منعقد ہوگی۔ اس کارروائی کو کنٹرول کرنے کے لئے نوٹس
ڈ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں تاریخ کو چاند رات کی مجلس ہے۔ البتہ مسلمانوں کے باقاعدہ
لامی ماہ کا چاند ہو جانے کی صورت میں صرف عید کی نماز کی تقریب منعقد و شمولیت کرنے
ے لئے ایک روز انتظار کر لینے میں کوئی مذائقہ نہیں۔ تاکہ مسلمان اس باریکی کو نہ پرکھ
یں جو چاند رات کی مجلس کے انعقاد کے لئے تاریخ کا پیشگی تقرر سے متعلق کارروائی و
ں کے پوشیدہ ہونے سے متعلق ہے۔ عید کے علاوہ پورا سال چاند کے طلوع کے لئے
ی انتظار کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

گئو ماتا :

ہندو دھرم سے سابقہ وابستگی کی بناء پر گائے کا احترام کیا جانا آغا خانیوں کے ہاں بے
د قابل شرف و متبرک تصور کیا جاتا ہے۔ خاص کر ہندوستان' میں تو اسماعیلی مومنے دیگر

"گاؤ ماتا"
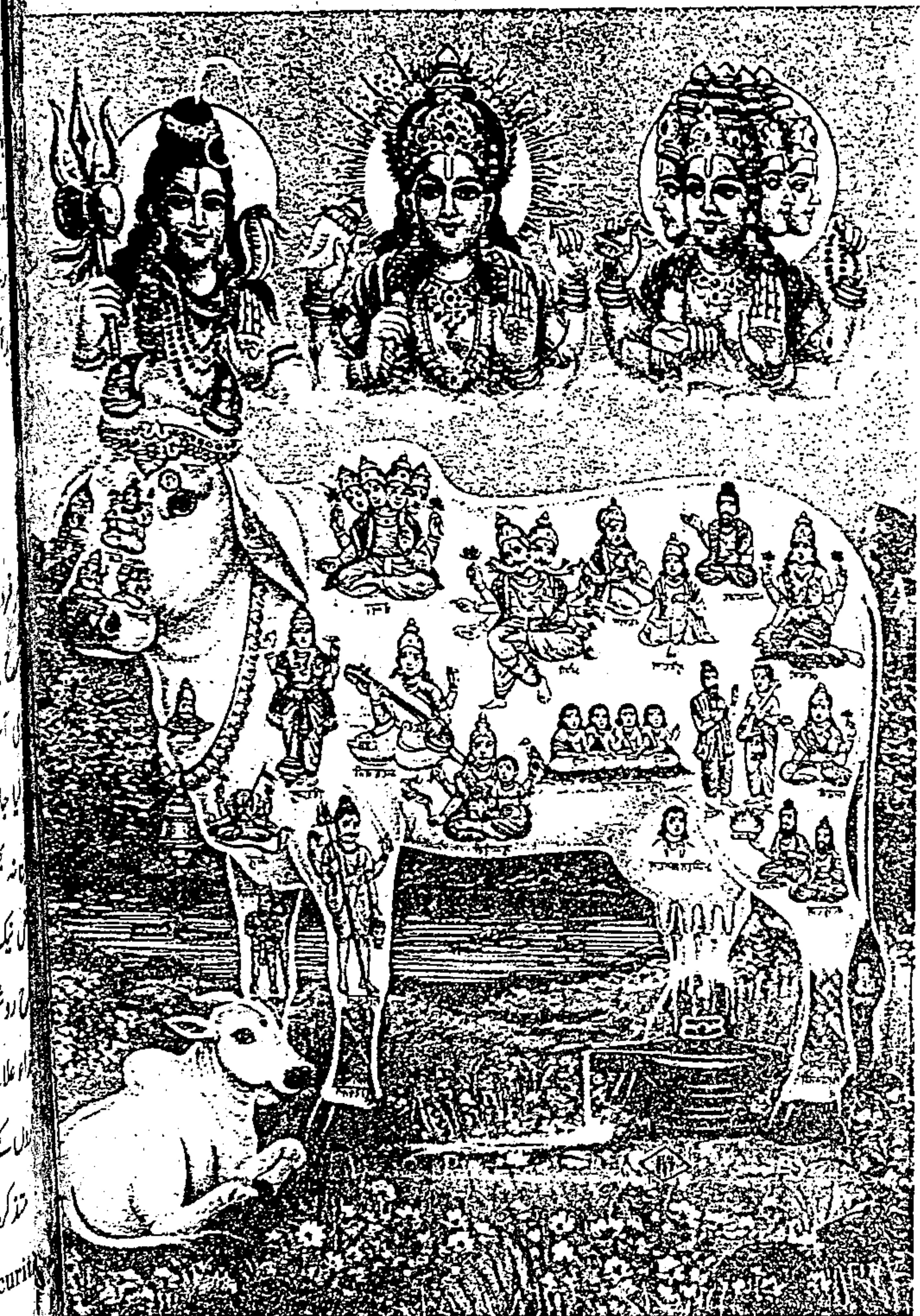
ندوؤں کے مراسم عبادت کو اپنانے کے ساتھ ساتھ گائے کی پوجاپاٹ اور اس کے پیشاب
گئو موترہ" کے چھینٹوں کو مقدس سمجھتے ہیں اور اگر گئو ماتا کسی اسماعیلی کے گھراز خود
جائے تو اسے باعث رحمت شگون تسلیم کرکے گئو ماتا کو فوری طور پر عمدہ خوراک پیش کی
اتی ہے اور چھوٹے بچے فوراً دستی پنکھے سے گاؤ ماتا کو ہوا جھولنے لگتے ہیں اور اگر اس
دران گائے نے کہیں موت (پیشاب) کردیا تو خوجے آغاخانی مومنے بے حد خوشی کا مظاہرہ
رتے ہوئے فوری طور پر "گئو موترہ جو پوچا" پورے گھر میں پھیر کر گھر میں تقدس کا سماں
یدا کرلیتے ہیں۔

▌سود :

بیاج کے نام سے رائج کاروبار کا جال آغاخانی برادری میں بڑے منظم طور پر قائم ہے
ر فرد منجملہ اپنی استطاعت کے تحت شرح سود کا تعین کرکے اپنا کام چمکاتا ہے۔ چنانچہ کم
رح پر سود دینے والے کو قوم کا محسن و ہمدرد جبکہ زیادہ شرح پر سود دینے والے کو محض
ی آسامی اور اپنے اصولوں کا تخت کاروباری "بڑا آدمی" قرار دیا جاتا ہے اس کا مطلب
لیا جاتا ہے کہ اس کے پاس اتنا وافر سرمایہ موجود ہے کہ یہ اگر لوگوں سے بیاج پر لین
ین نہ بھی کرے تو اسے پیسے کی پرواہ نہیں۔ عام طور پر برادری کے افراد سودی کاروبار کو
فض نیک کام سمجھتے ہوئے اختیار کرتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات اظہر من الشمس کی
طرح روشن ہوتی ہے کہ اکابرین جماعت بڑے بڑے سودی ادارے چلا رہے ہیں جس کی
بتداء علاقے کی لوکل کونسل سے شروع ہو کر انتہا از "امام حاضر" آغا خان کے مالی
داروں کے سودی منظم کاروبار پر ختم ہوتی ہے۔

متذکرہ سودی ادارے بیرون ملک سے حاصل کردہ امداد کو پاکستان میں
(Collateral Securities) کی مروجہ شرائط کے تحت (سرمایہ کاری) کرنے پر متعینہ
سود کا استعمال اپنے نجی مصارف میں کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ (Collateral
Securities) کے عوض حکومت سے کم شرح سود پر مزید قرض (Loan) لیا جاتا ہے

اور اس رقم کا استعمال کمیونٹی کو قرض کی سہولت کے نام پر زیادہ شرح سود پر دیا جاتا ہے۔ اس ناطے برادری کے اعلیٰ فلاحی کام سرانجام دینے کے لئے سود کے فعال نظام کا جال بڑے پیمانے پر قائم ہونے کی وجہ سے نچلی سطح پر بھی منظم طور پر قائم ہے لیکن ذرا سود بیاج کے مکروہ نظام و استعمال سے متعلق حکم قرآن ملاحظہ کیا جائے تو اصل حقیقت سے پردہ چاک ہوجاتا ہے

○ ترجمہ : "مومنوں اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو' اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہوجاؤ (کہ تم) اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے (تیار ہوئے ہو) اور اگر توبہ کرلو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصلی رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان" (البقرہ ۲/۲۷۸-۲۷۹)

○ ترجمہ : "اللہ سود کو نابود (بے برکت) کرتا ہے اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا" (البقرہ ۲/۲۷۶)

■ خاموش حکمت عملی :

◀ حالیہ ایام ماہ نومبر ۱۹۹۴ء کے وسط میں آغا خان کی پاکستان آمد کے موقع پر پاکستانی عوام کی توجہ بڑی شدت سے اس پر مرکوز رہی کہ شمالی علاقہ جات سے متعلق کچھ عرصہ سے پھیلائی گئی خلاف توقع ایسی افواہیں جن کا برملا اظہار اخبارات' رسائل و ملکی جرائد کی خبروں میں بھی شائع ہوا' اور جس پر ہر محب وطن شہری کو خدشات لاحق ہوئے خاص کر منفی قسم کی وہ حساس معلومات جن سے یہ تاثر اخذ کیا گیا کہ جیسے آغا خان شمالی علاقوں میں اپنی علیحدہ ریاست کے قیام کے لئے ابتدائی طور پر علیحدہ صوبہ کے حصول کی کوششوں میں مگن و سرگرم عمل ہیں۔ ان خدشات کا سب سے پہلے ہفت روزہ تکبیر کراچی نے اپنے ماضی کے سابقہ شمارہ فروری ۸۸ء میں برملا اظہار اور اہل وطن کو خبردار کرتے ہوئے باور کرایا تھا کہ :

آغا خان پاکستان کے شمالی علاقوں میں اسماعیلی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں ؟ چترال

ں اسماعیلی نوجوانوں پر مشتمل فوج بنالی گئی ہے جسے جدید ترین اسلحہ سے لیس کیا جارہا
ہے۔ اسی حساس موضوع پر عالم اسلام کے ممتاز محقق اور دانشور مولانا سید عبد القدوس
شمی (مرحوم) نے اپریل ۸۸ء میں کہا تھا کہ "ملک کے شمالی علاقوں میں اسماعیلی ریاست
کے قیام کے منصوبے پر عمل جاری ہے روس کی مدد سے زیر تکمیل یہ سازش پاکستان کی
المیت کے لئے سنگین خطرہ ہے۔" (بشکریہ ہفت روزہ تکبیر کراچی)

لکہ حالیہ ایام میں بلوچستان کے شہر گوادر کے قضیہ میں بھی آغا خان کا نام نامی شامل ذکر
ہے۔ ان تمام احوال کی وجہ سے اور اس ساز باز سے مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی
رحدوں کو خطرات لاحق ہونے کا قوی اندیشہ و گمان پایا جاتا ہے' باوجود کئی روزہ قیام
لستان کے دوران آغا خان نے ان کی تردید و توثیق نہ کی جس کی بناء پر عوام الناس میں
ی غلط فہمی و ہیجان انگیزی کا باب کھل گیا' خاص کر ان ایام میں جب معروف روزنامہ
قلاب کراچی نے ۸ کالم کی لیڈ کی شہ سرخی سے درج ذیل خبر شائع کرکے متذکرہ شکوک و
ہات کو حقیقت میں بدلنے کا سامان پیدا کر دیا:۔

ورہ روزنامہ کی شہہ سرخیاں پیش خدمت ہیں :۔

اعیلیوں کے لئے الگ صوبہ بنایا جائے' پرنس کریم آغا خان کا حکومت سے مطالبہ :

دبہ کا گورنر اسماعیلی انتظامیہ کے کلیدی عہدوں پر افراد ہم نامزد کریں گے :

اعیلی اکثریتی آبادی کے علاقے صوبہ میں شامل کئے جائیں :

غا خان نے حکومت سے کہا ہے کہ صوبہ سرحد کے علاقے ہنزہ' گلگت' چترال اور اس کے
طراف کے وہ علاقے جہاں اسماعیلی برادری کی اکثریت ہے ان کو ایک نئے صوبہ کا درجہ
ے دیا جائے اور وہاں کی انتظامیہ مشترکہ رائے سے مقرر کی جائے :

رنس کریم آغا خان نے اپنی کمیونٹی کے اجلاس میں اہم فیصلے کئے جنہیں خفیہ رکھنے کی
وششیں کی جارہی ہیں اجلاس کے بعد آغا خان نے اکثریتی اسماعیلی برادری کے لئے وفاقی
کومت سے اہم مراعات اور سہولتوں کی فراہمی کا بھی مطالبہ کیا ہے :

ولت مند اسماعیلیوں کو آغا خان نے ہدایت کی ہے کہ وہ کراچی میں زیادہ سے زیادہ

جائیدادیں، سمندر کے اطراف زمینیں خریدلیں، اسماعیلی فرقہ کے روحانی پیشوا کے مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے کی حکومت کی جانب سے یقین دہانی اور مطالبہ کو عوامی پر نہ اٹھانے کی درخواست :

خبر کا مکمل متن:

کراچی (اسٹاف رپورٹر) اسماعیلی فرقہ کے روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خان نے وفاقی حکومت کو تجویز پیش کی ہے کہ صوبہ سرحد کے اسماعیلی اکثریتی آبادی کے علاقوں کو باہم ملا کر علیحدہ صوبے کا درجہ دیا جائے جس کا گورنر اسماعیلی کمیونٹی سے لیا جائے اور انتظامیہ کے کلیدی عہدوں پر باہم مشوروں اور مشترکہ فیصلے سے تعیناتی کی جائے کراچی سے شائع ہونے والے شام کے ایک اردو اخبار نے یہ خبر دیتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ وفاقی حکومت کے معتبر ذرائع نے اسے بتایا ہے کہ آغا خان کا حالیہ دورہ انتہائی اہم مقاصد لئے ہے۔ اس دورے میں انہوں نے اپنی کمیونٹی کے ایک اجلاس میں انتہائی اہم فیصلے کئے ہیں جن کو خفیہ رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ذرائع کے مطابق اس اجلاس کے بعد آغا خان نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ صوبہ سرحد کے علاقے ہنزہ، گلگت، چترال اور اس کے اطراف کے وہ علاقے جہاں اسماعیلی برادری کی اکثریت ہے ان کو ایک نئے صوبے کا درجہ دے دیا جائے۔

ذرائع کے مطابق حکومت نے آغا خان کے اس مطالبے کے بعد ان سے درخواست کی ہے کہ ان کے اس مطالبے پر ہمدردانہ غور کیا جائے گا لیکن فی الحال اس معاملے کو عوامی پلیٹ فارم سے نہ اٹھایا جائے بلکہ صوبے کے معاملے کو فی الوقت خفیہ رکھا جائے جلد ہی اس مطالبے پر غور و فکر کرکے کوئی قابل عمل حل نکالا جائے گا۔ ذرائع نے بتایا کہ مذکورہ اجلاس میں آغا خان نے اپنی کمیونٹی کے دولت مند افراد کو ایک انتہائی حیرت انگیز ہدایت دی ہے کہ کراچی کے سمندر کے اطراف میں زیادہ سے زیادہ زمینیں خریدی جائیں اس کے علاوہ آغا خان نے ہاکس بے کے علاقے میں ایک فائیو اسٹار ہوٹل بنانے کا منصوبہ بھی بنایا ہے جس کا کاغذی کام مکمل ہوچکا ہے اور جلد ہی تعمیری کام بھی شروع ہوجائے گا

(بشکریہ: روزنامہ انقلاب '۱۸ر نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعہ)

■ قیام امن :

باوجود اس تذبذب کے اہل کراچی کو بے حد توقع تھی کہ آغا خان اپنی آمد پر دوران قیام اپنے تمام تر تعلقات کو بروئے کار لاتے ہوئے کراچی میں امن و سکون قائم کرنے کی کسی ریلی کا انعقاد کریں گے یا کوئی امن کا مژدہ سنائیں گے جس سے حالات کے سدھرنے کی کوششوں کو تقویت حاصل ہوگی یا کوئی لائحہ عمل سے متعلق' تعین ہو پائے گا لیکن خلاف توقع آغا خان نے قیام امن کے لئے کوئی معمولی سا بیان تک دینا گوارا نہ کیا جس کا اہل کراچی کو بڑا قلق ہے وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آیا کراچی کے سنگین حالات کے متعلق آغا خان کو غافل رکھا گیا یا سب کچھ معلومات بہم پہنچائے جانے کے باوجود آخر انہوں نے کسی ردعمل کا قصداً مظاہرہ نہ کر کے کیا تاثر دینے کی کوشش کی۔

جبکہ شہر کراچی کی معتبر شخصیات کا خیال واثق ہے کہ اگر آغا خان اپنے خصوصی اثر و رسوخ سے تمام فریقوں کی "چار کونی میز" کانفرنس طلب کرتے تو حالات پرامن ہونے کے کئی راستے پیدا ہوسکتے تھے' ان کی خاموش حکمت عملی کا تجزیہ نگار اب تک کوئی نتیجہ اخذ نہ کرسکے۔ واضح رہے کہ دوران قیام کراچی آغا خان اسپتال کے جلسہ اسناد میں شمولیت کے علاوہ انہوں نے تمام مکاتب فکر اور معاشرہ کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کے کئی وفود کو ملاقات کا شرف بخشا' جب کہ انہی ایام میں دہشت گردوں اور نامعلوم افراد کی مشترکہ تخریبی کارروائیوں کی بناء پر کراچی میں قتل و غارت کا بازار اپنے زوروں پر تھا اور نتیجہ میں تقریباً ۸۰ نہتے اور پرامن شہریوں کی زندگی کے چراغ گل کردئے گئے۔

○ انا للہ و انا الیہ راجعون ◗

■ "منجھو' تنجھو' آپنو"

❁ میرے والد کے ایک دوست مراد علی راجی خوجہ تھے جو پیشہ ور مزدور رنگ و روغن کا کام کرتے' بڑی کسمپرسی کی زندگی گزارتے تھے کبھی کبھار والد سے ملاقات کو آجاتے ان

کے دو بچے تھے۔ بیوی اکثر بیمار رہتی' مالی مشکلات کی بناء پر علاج معالجہ مکمل نہ ہوپاتا کچھ عرصہ بعد ایک روز اچانک اطلاع ملی کہ مراد علی کی بیوی فوت ہوگئی' والد "کھر کھرہ" افسوس کرنے گئے واپسی پر گھر آکر انہوں نے سارا مفصل واقعہ سنایا۔

بیوی کے گزرنے پر جو خلاء پیدا ہوا' مراد علی اس سے دل برداشتہ رہتے دوستوں نے مراد علی راجی کو مشورہ دیا کہ بچے ابھی چھوٹے ہیں ان کی پرورش کا مسئلہ درکار رہے اس کا حل دوسری شادی میں مضمر ہے اگر کوئی بیوہ مل جائے تو تمہارا گھر آباد ہوجائے گا اور اس کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا یہ دوستوں کا مشورہ مراد علی کی عقل کو بھا گیا بات اس کے پلے پڑگئی' چنانچہ اس نے رضامندی کا اظہار کردیا جس پر عقد ثانی کے لئے رشتہ کی تلاش شروع کی گئی چند دنوں میں کوششیں بر آئیں' مراد علی کی دوسری شادی کے پیلے چاول دوستوں کو کھانا نصیب ہوئے۔

بات خوشی خوشی تکمیل کو پہنچی' مراد علی کی دلہن کا نام "بھاگ بھری" تھا' شب عروسی کے روز یہ افشا ہوا کہ بھاگ بھری بیوہ ضرور ہے لیکن اس کے اپنے دو بچے بھی ہیں وہ بھی خیر سے لڑکے (غالباً اسی وجہ سے اس کے مرحوم شوہر نے اس کا نام زرینہ سے "بھاگ بھری" رکھ دیا تھا) اپنے سابقہ شوہر کی یادگار "بھاگ بھری" اب مراد علی راجی خوجہ کی شریک حیات تھی' دو لڑکوں کی خبر پاکر مراد نے کسی افسردگی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنی نئی نویلی دلہن کا پرتپاک انداز میں استقبال مع اس کے دو بچوں کے بخوشی گوارا کرلیا اس موقع پر اور کیا بھی کیا جاسکتا تھا' مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق مراد علی نے برابری کی سطح پر ذمہ داری کے تحت اس کڑوی گولی کو قبول کرلیا دن گزرتے گئے۔

ابتدائی ایام اجنبیت کی بناء پر دن کچھ اچھے ہی گزرے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میاں بیوی میں ہم مزاجی بڑھتی گئی جبکہ برابری کی سطح پر قبول کی گئی ذمہ داریوں میں توازن برقرار نہ رہ سکا' یعنی دونوں طرفین کے بچوں میں ہم خیالی کا فقدان ہونے کی بناء پر فوری طور پر فکری سوچ کا استوار ہونا ابھی دیر طلب مسئلہ تھا بچے آپس میں معمولی سی بات پر الجھ پڑتے تو بڑے گھمسان کا رن پڑتا' گویا گھر میدان کارزار کا نظارہ پیش کرتا جس کی شکایت

اس کی بیوی "بھاگ بھری" اس انداز سے لگاتی "مراد جی! آج تیرے لڑکوں نے میرے بچوں کی بڑی پٹائی کی ہے" گویا بھاگ بھری کی اولاد مظلوم ٹھہری اور مراد علی کے لڑکے ظالم' جن کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے معاملہ رفع دفع کرادیا جاتا' حسن اتفاق سے ایک دفعہ مراد علی گھر پر تھے کہ ان کی بیوی پڑوسن کے گھر کسی کام سے گئی کہ بچے آپس میں گتھم گتھا ہوگئے' واپسی پر مراد علی نے اپنی بیوی کو یہ عندیہ پیش کیا بھاگ بھری' دیکھ! "آج تیرے بچوں نے میرے لڑکوں کی دل کھول کر مرمت کی ہے" اس کی بیوی کچھ غصہ دکھا کر بچوں کی دوستی کرا دیتی اس طرح توازن کا پلڑہ برابری کی سطح پر قائم رہتا' لے دے کر مراد علی کا وقت گزرتا گیا۔

کچھ عرصہ گزرنے پر وہ میرے والد سے ملاقات کے لئے آئے اپنی بپتا سناتے وقت وہ ٹھنڈی آہیں بھرتے' والد صاحب نے اس سے دریافت کیا "سناؤ اب کیسے بیت رہی ہے؟ "کیا سنائیں بھائی صاحب بس بھلے میں بھلا ہے" مراد علی نے برجستہ جواب دیا' جس پر والد صاحب کو کچھ تجسس ہوا کہ خیر تو ہے؟ مراد علی راجی نے جواب دیا "بچوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے' باقی سب ٹھیک لیکن اب بات قدرے بدل گئی ہے یعنی پہلے تو میری بیوی کے لڑکے میرے بچوں سے لڑتے تھے یا یوں سمجھیں کہ میرے لڑکے میری بیوی کے بچوں کی مرمت کرتے تھے' اب ہمارے گھر مولا نے دو لڑکے اور عطا کئے ہیں جو ہم دونوں کے بہت چہیتے ہیں ویسے ہیں بہت شرارتی یعنی یہ دو بچے چار پر غالب ہیں اب میدان کارزار کی صورت حال یکسر بدل جانے پر حال کچھ یوں ہے کہ پہلے بیوی کے لڑکے میرے بچوں کی پٹائی کرتے تھے یا میرے لڑکے بیوی کے بچوں کی مرمت کرتے تھے اب بیوی کے لڑکے اور میرے لڑکے ساتھ مل کر ہم دونوں میاں بیوی کے بچوں کی دھنائی کرتے ہیں ویسے باقی سب خیریت ہے۔"

جس پر والد صاحب نے زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اس کو کہتے ہیں" **منجھو' تنجھو**' آپنو" (گجراتی لفظ **منجھو** کے معنی میرے' **تنجھو**' کے معنی تیرے اور آپنو کے معنی ہمارے مشترکہ (جمع صیغہ) کے ہیں۔)

■ وہ شان دیکھی کہ "خدا خود محو نظارہ رقص تھا" :

"ڈنگی ڈنگی ناچ"

چار دہائیوں سے براعظم افریقہ میں آباد آغا خانی اس روشن حقیقت کے عینی شاہد اور گواہ ہیں کہ ماضی میں دورے پر تشریف لائے ہوئے پرنس کریم آغا خان نے افریقی قبائل کے مشہور رقص "ڈنگی ڈنگی" میں از خود شمولیت اختیار کرنے پر ناچ کا بنفس نفیس مظاہرہ بھی دیکھا جس کے عینی شاہد آغا خانی قوم کے ایک عمر رسیدہ بزرگ شعبان علی "افریقہ والا" جنہوں نے اپنی عمر کا دور شباب و بیشتر حصہ ٹانگا نیکا' زنجبار' یوگنڈا' سوڈان' زائرے جبوتی' عدیس ابابا' صومالیہ' تنزانیہ' نائیجیریا' مالی' چڈ اور دیگر کئی افریقہ کے وسطی ممالک میں گزارا' انہوں نے اپنی جوانی کے ایام' ماضی کی یادوں کو چند الفاظ میں سمیٹتے ہوئے پر کشش و جذباتی بیان میں کہا "میری ان آنکھوں نے وہ شان دیکھی! کہ اپنا خدا خود محو نظارہ رقص تھا اور "ڈنگی ڈنگی" کا معروف قبائلی ثقافتی رقص' افریقین طبلہ' (ڈرم) "کینگو" کی پر زور تھاپ پر اپنے پورے شباب پر تھا جس کا میں تو کیا اور بھی تمام حاضرین کبھی انکار نہیں کرسکتے.....

■ اشتہار شور و غوغا :

ملاحظہ فرمائیں!

مشتری ہوشیار باش

ڈنکے کی چوٹ پر ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ :

جا! میں تیری خدائی کا منکر ہوں

تو خدائی کے لائق نہیں.....میں تجھے خدا نہیں مانتا..

میں مسمی صدر الدین ولد غلام حسین' عاقل' بالغ' باہوش و حواس قائم ہونے پر اپنے

پوری ذمہ داری کے ساتھ مسلمانوں کی موجودگی میں مندرجہ ذیل بے باکانہ بیان جاری کرتا ہوں تاکہ سند رہے:۔

"میں اپنی پیدائش سے لے کر آج روز تک تیری ہی ہستی کی عبادت اور تیری ذات کی پرستش و بندگی اپنے آباؤ اجداد کے مروجہ طریقوں کے عین مطابق محض اس بناء پر کرتا رہا کہ واقعی تو ہی خدا ہے میں نے اپنی زندگی کے قیمتی ایام میں ہر پل جو عبادت کی وہ سب کچھ یقیناً خلوص دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اور روحانی سکون کی بناء پر کی تھی مجھے یہ یقین کامل تھا کہ میں جو کچھ تجھ سے فریاد کر رہا ہوں تو وہ سب کچھ سن رہا ہے اور اس کی داد رسی ضرور ہوگی میں تیری ذات سے جو دعائیں کرتا مجھے یقین تھا کہ تو سب کی دعائیں قبول کرتا ہے' تو ہی مجھے رزق' روزی' اولاد' مال و دولت کی فراوانی اور خوشحالی عطا کرتا ہے۔

میں ہر حال میں تیرا شکر گزار بندہ رہا میرے وہم و گمان میں بھی یہ واہمہ تک نہ تھا کہ میں تیرے متعلق اس قسم کی گستاخانہ تحریر کا حامل بھی ہوں گا جسے لکھتے ہوئے اچھے اچھوں کے قلم کانپ جاتے ہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ آج میرا جذبہ کفرلبریز ہو کر ان حدود کو عبور کر گیا کہ آج میں اپنے قلم سے تجھ جیسے خدا کے نام یہ تحریر پیش کرکے کہ تیری تمام تر خدائی صفات جھوٹی' خود ساختہ ہیں اور تیرا نظام الوہیت بناوٹی احکامات پر مبنی ہے جس سے تو نے بھولے بھالے انسانی ذہنوں کو مذہب کے نام پر لوٹنے کے بھیانک استحصالی طریقے قائم کئے ہوئے ہیں تاکہ اپنی جعل سازیوں اور مکر و فریب سے پر مذہبی پابندیوں کے اوچھے ہتھکنڈوں کو اپنا کر لوگوں سے اپنے خود ساختہ خدا ہونے کے ناطے مال بٹورنے کے لئے مذہبی نظام چلا سکے۔

میں آج تیرے تمام تر حربوں پر سیاہ خط تنسیخ پھیرتا ہوں' میں یہ تحریر کرنے میں سو فیصد حق بجانب ہوں کہ تو خدائی کے لائق نہیں اسی بناء پر میں اب تجھے خدا نہیں مانتا' یہ تیری کیسی اندھیر خدائی ہے کہ تیرے ہوتے ہوئے تیری عبادت و پرستش کرنے والوں پر ظلم در ظلم کا دور قائم رہے اور تو دیکھتا رہے جب تجھ تک رسائی کی جائے تو اس پر ہمدردی سے غور بھی کرنا تجھے گوارا نہ ہو' ظلم تو یہ ہے کہ تیرے مقرر کردہ مقرب بھی فریاد رسی سے

قاصر ہیں۔ گویا ان کے کانوں پر تو جوں تک نہیں رینگتی جبکہ مخلوق گریا زاری سے عاجزانہ التجائیں تیرے حضور پیش کرے تب بھی تجھے اتنی فرصت نہیں کہ پیش کی گئی التجاؤں پر کچھ نظر کرم کر کے ذرا سی ہی ڈھارس بندھائے۔ مجھ پر کیا کیا ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے لیکن تیری خود ساختہ بارگاہ میں نہ تو کوئی ہلچل واقع ہوئی اور نہ ہی تیری رحمت کی موج بار آور ثابت ہوئی ستم تو یہ ہے کہ میری آہ کو شرف قبولیت کی بجائے درگزر کرتے ہوئے راندہ درگاہ کیا گیا پس یہ ہی امر میرے سابقہ شعور و نظریات کو منتشر کرنے کا باعث ثابت ہوا۔

بالا آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ "..... وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟" مذکورہ بالا تمام وجوہات کے قطع نظر آج مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۶ر جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ کو میں اپنے سابقہ تحریری نوٹس (منسلکہ) کی نقل (جو اس سے پیشتر آپ کے ڈاک کے پتہ پر ارسال کی گئی تھی) اب پاکستان آمد کے موقع پر آپ کے حضور دوبارہ پیش خدمت کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمالیں:۔

■ نوٹس کی نقل بنام "پرنس کریم آغا خان":

نوٹس:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغا خانی مذہب سے تائب ہونے اور قبول دین اسلام کی اطلاع:

میں مسمی صدر الدین ولد غلام حسین نو مسلم آغا خانی (اسماعیلی) قومی شناختی کارڈ نمبر ۴۵۴۲۱۷۔ ۳۲۔ ۵۰۱' سکنہ ۷۔ اے سپر پلازہ' دوسرا مالا' بلاک نمبر ۷ فیڈرل بی ایریا' نزد مسلم اسماعیلیہ مسجد' عقب آغا خان میٹرنٹی ہوم کراچی ۳۸ (سندھ) اسلامی جمہوریہ پاکستان تحریری بیان کرتا ہوں کہ:

میں اپنی رضا و رغبت بلا کسی جبر و اکراہ ڈر و خوف کے دین اسلام کے اعلیٰ و پاکیزہ اصولوں سے متاثر ہو کر دارالافتاء (جامعۃ العلوم الاسلامیہ) علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں

بنفس نفیس حاضر ہوا اور مفتی صاحب سے تحریری درخواست کی کہ مجھے مشرف با اسلام کیا جائے چنانچہ گواہان کی موجودگی میں مفتی صاحب نے میری مرضی دریافت کی کہ میں کسی دھونس دھمکی یا کسی ڈر و خوف کی بناء پر یا کسی ذاتی مصلحت و منفعت کی بناء پر تو دین اسلام قبول نہیں کر رہا ہوں؟ اور آیا وقتی طور پر اسلام قبول کرنے کا لبادہ تو نہیں اوڑھ رہا ہوں؟ جس پر میں نے واضح طور پر بتایا کہ میں اسلام کے عالمگیر دین ہونے پر اور دین اسلام کی حقانیت کی وجہ سے اسلام قبول کر رہا ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ:

دین اسلام ہی بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود و معاشرت کے مسائل کا واحد حل ہے اور میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور سارے جہانوں کا مالک اور پیدا کرنے والا ہے وہ ہی اکیلا عبادت کے لائق ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام شریعت ہی بنی نوع انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے اور صحیح سمت متعین کرتا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

اور میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ سابقہ تمام انبیاء اور رسول علیہم الصلوٰت و تسلیم اور ان پر نازل ہونے والی تمام مقدس کتابیں برحق اور صحیح ہیں چنانچہ ان تمام حقائق کو تسلیم کر لینے پر مورخہ ۱۹ر ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ (بمطابق ۲۶ر ستمبر ۱۹۹۴ء) کو مفتی صاحب کے روبرو پیش ہو کر میں نے دین اسلام قبول کر لیا ہے اور آغا خانی مذہب سے مکمل طور پر تائب ہو گیا ہوں اور مجھے باقاعدہ طور پر کلمہ اسلام کی تبلیغ کی گئی جسے میں نے خلوص دل سے قبول کیا اور کلمہ اسلام کہنے/ادا کرنے پر اب الحمد للہ میں مشرف با اسلام ہو گیا ہوں جس کی باقاعدہ طور پر مجھے سند قبول اسلام جاری کی گئی (فوٹو کاپی منسلک ہے "الف")

چونکہ میں نے تائب ہو کر اپنے سابقہ آغا خانی مذہب کو ترک کر دیا ہے اس بناء پر میں نے مفتی صاحب سے یہ فتویٰ بھی حاصل کیا ہے کہ:

"مذہب آغا خانی کے ترک کرنے کے بعد میرا نکاح آغا خانی مذہب رکھنے والی میری بیوی مسمۃ دولت عرف "شاہ سلطان" سے کیا فسخ ہو گیا ہے یا قائم ہے؟ جس پر مجھے مفتی

صاحب نے فتویٰ دیا کہ:

"تحریری طور پر دین اسلام قبول کرلینے کے بعد میرا نکاح آغا خانی مذہب کی حامل بیوی کے ساتھ فسخ ہوچکا ہے اگر دوران عدت میری بیوی اسلام قبول کرلیتی ہے تو نکاح قائم رہے گا ورنہ عدت گزرنے کے بعد نکاح بالکل کالعدم ہوجائے گا۔" جب تک یہ (بیوی) مسلمان نہیں ہوگی عدت کے دوران بھی الگ رہنا ضروری ہوگا۔ تعلقات ناجائز اور حرام ہوں گے (دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق ناجائز ہے) یہ فتویٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائج شریعت مطہرہ کا فیصلہ ہے۔" (فتویٰ کی فوٹو کاپی منسلک ہے۔ "ب")

دیگر ازیں عالم اسلام کے تمام علماء کرام متفقہ طور پر یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ: "آغا خانی غیر مسلم اور کافر ہیں اور خارج از اسلام ہیں (فتویٰ کی فوٹو کاپی منسلک ہے "ج")

لہٰذا میں ایک مسلم مرد کی حیثیت سے مسمات دولت عرف "شاہ سلطان" صاحبہ سے (جن کا تاحال آغا خانی مذہب ہے) کو دعوت دیتا ہوں کہ دوران عدت اگر آپ دین اسلام قبول کرلیں اور مشرف بااسلام ہوجائیں تو ہماری اور آپ کی دنیا و آخرت دونوں سدھر جائے گی اور ہم دونوں بحیثیت شرعی میاں بیوی کے رشتہ ازدواج میں منسلک رہ پائیں گے ورنہ بعد از عدت یہ نکاح از خود فسخ اور کالعدم ہوجائے گا۔ اطلاعاً عرض تحریر ہے۔

کراچی: مورخہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۹۴ء

فقط:۔

صدر الدین ولد غلام حسین

(نو مسلم آغا خانی۔ اسماعیلی)

ڈاک کا پتہ :

۷۔اے سپر پلازہ' دوسرا مالا' بلاک نمبر ۷ فیڈرل بی ایریا' نزد مسلم اسماعیلیہ مسجد عقب آغا خان میٹرنٹی ہوم' کراچی (سندھ)' اسلامی جمہوریہ پاکستان

نوٹس کی نقل روانہ کی گئی بنام:

☆ ایچ۔ آر۔ ایچ پرنس کریم آغا خان "شاہ کریم الحسینی"
شیعہ امامی اسماعیلیوں کے انچاسویں "امام حاضر"
سیکریٹریٹ، سن الٹیز، ایل آغا خان۔ ایگلیمونٹ ۶۰۲۷۰ گووی یوکس، فرانس

☆ وزیر ڈاکٹر تاج الدین اے مانجی، صدر۔ ایچ۔ آر۔ ایچ پرنس کریم آغا خان
نیشنل کونسل برائے پاکستان، (سابقہ فیڈرل کونسل فار پاکستان)
بریٹو روڈ گارڈن ایسٹ جماعت خانہ، کراچی

■ "اللہ" اور لفظ "خدا" میں فرق کی ضرورت کیوں لازمی ہے؟

نومسلم آغا خانیوں میں اس تشویش کا رونما ہونا کوئی تعجب خیز نہیں جو کچھ عرصہ سے اخبارات، جرائد و رسائل میں اللہ اور لفظ "خدا" کے متعلق بحث کی صورت میں جاری ہے۔ مقامی اردو کے معروف اخبار کے اسلامی صفحہ میں ایک سوال بعنوان "غلط مفروضہ پر مسئلہ کی بنیاد" کا جواب شائع ہونے پر گویا اس مسئلے کی اہمیت کو علمی سطح پر محسوس کیا جانے لگا، چنانچہ ایک ہونہار نومسلم اسماعیلی طالب علم نے جو کراچی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے تحریری طور پر ایک مراسلہ ارسال کیا جو واقعی قابل توجہ ہے جسے مطالعے کے لئے پیش کیا جارہا ہے:۔

مکرمی جناب الداعی اکبر علی غلام حسین صاحب
دام اقبالہ

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

خلوص دل سے آپ کی خیریت و عافیت کا طالب ہوں، آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوال پیش ہے براہ کرم جواب دے کر مشکور فرمائیں، عین نواز ہوگی:۔

سوال: روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۷ر نومبر ۹۲ء (اسلامی صفحہ اقراء) میں سوال بعنوان "غلط مفروضہ پر مسئلہ کی بنیاد" کے جواب سے اطمینان ہوا کہ خدا کا لفظ فارسی کا ہے۔ جس کے معنی ہیں مالک، صاحب، آقا اور واجب الوجود کے اور لفظ "خدا" اللہ تعالیٰ

کے اسم ذات کا ترجمہ نہیں بلکہ اسم صفات "اسماء الحسنٰی" میں سے کسی صفت کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔

میرا ایک ہندو دوست جو سندھ یونیورسٹی کا طالب علم ہے اور ظاہری طور پر دین اسلام میں بے حد دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھا خاصا علمی مطالعہ بھی رکھتا ہے اور اکثر و پیشتر بحث و مباحثہ اور فکری مجالس میں بھی شرکت کرتا رہتا ہے۔ اسلام کے لئے نرم گوشہ و جھکاؤ بھی رکھتا ہے مذکورہ بالا اخبار میں جواب پڑھ کر بے حد مطمئن ہوا لیکن اس نے ایک عجیب سوال کر کے مجھے تذبذب میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس کے لئے آپ کو زحمت دے رہا ہوں خدارا جواب دیں تاکہ میں اپنے ہندو دوست کو پیش کر سکوں اس کا سوال یہ تھا کہ:۔

سوال : ہندو مذہب میں بھی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جس ذات' قوت اور قدرت کو مسلمان "اللہ" کہتے ہیں ہندو اسی صفات کے حامل کو "پرمیشر" "پرم آتما" "ایشور" "بھگوان" کہتے ہیں البتہ مسلمان اسی ذات میں موجود تمام صفات کے مجموعہ کو کلی طور پر خدا کہتے ہیں۔ جبکہ ہندو اسی ذات میں موجود ہر صفت کا ایک علیحدہ علیحدہ خدا جزوی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً روزی دینے کا خدا علیحدہ ہے۔ اولاد دینے کا خدا علیحدہ ہے۔ موت دینے کا الگ اور زندگی دینے کا خدا الگ یعنی ہر خدا ہر جزوی صفت کی وجہ سے جدا جدا ہے۔ جبکہ بھگوان میں یہ تمام مذکورہ صفات کلی طور پر موجود ہیں۔ نقطہ مسئولہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اللہ کے ایک صفاتی نام اسماء الحسنٰی کا ترجمہ اگر خدا ہے تو ہندو بھی ہر صفت کی حامل ذات کو خدا کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ فرق صرف علیحدہ علیحدہ (جزوی) خدا کا تصور صفات کی بناء پر واقع ہوا ہے۔ براہ کرم مطلع فرما کر مشکور فرمائیں کہ:۔

۱۔ ہندوؤں کے ہر خدا کی تعریف صرف صفات کی وجہ سے ہے جبکہ مسلمان تمام خداؤں کی صفات کو اللہ میں پاتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

۲۔ خدا کے تصور کو مسلمانوں نے زیادہ قبول کیا ہے یا ہندوؤں نے خدا کی تقسیم جزوی صفات کی بناء پر علیحدہ علیحدہ کر کے زیادہ وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا ہے؟

۳۔ پارسیوں کے ہاں تین خدا کا تصور موجود ہے۔

۴۔ عیسائی بھی تین خداؤں کے حامل ہیں۔

۵۔ بدھ (بدھا) کے ہاں بھی تین خدا ہیں۔ ایک نیکی کا خدا' دوسرا برائی کا خدا اور تیسرا خدا جو نیکی و بدی کے خداؤں کو متوازن رکھتا ہے تاکہ دنیا کا نظام قائم رہ سکے۔

۶۔ مسلمان ایک ہی خدا کا تصور رکھتے ہیں کہ وہ ہی نیکی اور بدی عطا کرتا ہے اور ہر امر اسی کی طرف سے صادر ہوتا ہے۔

براہ کرم خدا اور خداؤں کے تصور پر ذرا دینی طور پر روشنی ڈالیں تاکہ اپنے ہندو دوست کو مطمئن کرسکوں۔ یہ بھی مشورہ دیں کہ خدا کی بجائے اگر اللہ کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے مسلمانوں اور تمام غیر مسلمانوں کے درمیان واضح فرق ہو جانے پر کسی قسم کا شائبہ رونما نہ ہونے کے امکانات بہت قوی ہے جس سے فتنہ کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ والسلام جواب کا منتظر' م. ا. م. اکراچی (نو مسلم آغا خانی)

مذکورہ بالا مراسلے کے جواب میں ہم اپنے تئیں کچھ بیان کرنے کی بجائے مندرجہ ذیل تحریر پر اکتفا کریں گے جو مستند طور پر علمی اضافہ کے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوگی:۔

لفظ "اللہ" کی علمی تشریح :

ترجمان القرآن از ابوالکلام آزاد کی منفرد تحریر ملاحظہ فرمائیں:۔

نزول قرآن سے پہلے عربی میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا جیسا کہ شعراء جاہلیت کے کلام سے ظاہر ہے یعنی خدا کی تمام صفتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا تھا۔ قرآن نے بھی یہی لفظ بطور اسم ذات کے اختیار کیا اور تمام صفتوں کو اس کی طرف نسبت دی۔

کیا قرآن میں یہ لفظ محض اس لئے اختیار کیا گیا کہ لغت کی مطابقت کا مقتضا یہی تھا یا اس سے بھی زیادہ کوئی معنوی موزونیت اس میں پوشیدہ ہے؟

نوع انسانی کے دینی تصورات کا سب سے زیادہ قدیم عہد جو تاریخ کی روشنی میں آیا ہے۔ مظاہر فطرت کی پرستش کا عہد ہے۔ اسی پرستش نے بتدریج اصنام پرستی کی صورت

اختیار کی' اصنام پرستی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مختلف زبانوں میں بہت سے الفاظ دیوتاؤں کے لئے پیدا ہوگئے اور جوں جوں پرستش کی نوعیت میں وسعت ہوتی گئی' الفاظ کا تنوع بھی بڑھتا گیا چونکہ یہ بات انسان کی فطرت کے خلاف تھی کہ ایک ایسی ہستی کے تصور سے خالی الذہن رہے جو سب سے اعلیٰ اور سب کی پیدا کرنے والی ہستی ہے۔ اس لئے دیوتاؤں کی پرستش کے ساتھ ایک سبب سے بڑی اور سب پر حکمراں ہستی کا تصور بھی کم و بیش ہمیشہ موجود رہا اور اس لئے جہاں جہاں بے شمار الفاظ دیوتاؤں اور ان کی معبودانہ صفتوں کے لئے پیدا ہوگئے وہاں کوئی نہ کوئی لفظ ایسا بھی ضرور مستعمل رہا جس کے ذریعہ اس ان دیکھی اور اعلیٰ ترین ہستی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معاملہ میں مستعمل رہی ہے۔ عبرانی' سریانی' حمیری' عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا یہ لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف' لام اور ہ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی اور سریانی کا "الاھیا" عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا الہ اسی سے ہے اور بلاشبہ یہی الہ ہے حرف تعریف کے اضافہ کے بعد اللہ ہوگیا ہے اور تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ لیکن اگر اللہ الہ سے ہے تو الہ کے معنی کیا ہیں؟ علماء لغت کے اشتقاق کے مختلف اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ قوی قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل "الہ" ہے اور "الہ" کے معنی تحیر اور درماندگی کے ہیں۔ بعضوں نے اسے "ولہ" سے ماخوذ کیا ہے اور اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ "الہ" تو صرف عربی میں نہیں بلکہ مقامی زبانوں میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مستعمل ہے جبکہ حقیقتاً اللہ کی ذات زمان و مکان کی قیود سے منزہ ہے۔

باوجود اس علمی تشریح کے ہم نے معروف مقالہ نگار اور مشہور محقق جناب ابو... انصاری (کراچی) کا ایک مختصر مگر جامع مقالہ انکے شکریہ کے ساتھ پیش کرنا مناسب ... کہ بحث و مباحثہ میں طویل وقت ضائع کرنے کی بجائے مدلل طور پر جواب فراہم کیا جا...

مدلل

(وضاحتی مقالہ)

اللہ ھو

از: ابو ارقم انصاری

"خدا" کا لفظ غیر اسلامی اور مشرکانہ ہے جسے مشرک ایرانیوں نے رواج دیا

"اللہ" اسم اعظم ہے صرف اللہ ہی پکارنا، کہنا اور لکھنا چاہئے

قرآن مجید کی ابتداء ہی اس طرح ہوتی ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یعنی اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ کا ذاتی نام تو اللہ ہے اور اس کے صفاتی نام رحمان اور رحیم ہیں۔ اس کے برعکس لفظ "خدا" بلا شک و شبہ ایک مشرکانہ لفظ ہے۔ "اللہ" اور لفظ "خدا" کا کھلا فرق یہ ہے:۔

"اللہ" :

کتاب اللہ میں تین مقامات پر صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ:۔

- ترجمہ: اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (قرآن کی پہلی آیت)
- ترجمہ: یقیناً میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں (طٰہٰ ۲۰/ ۱۴)
- ترجمہ: اور اللہ کے صفاتی نام بھی اچھے ہیں پس اس کو صرف اس کے ان ہی ناموں سے پکارو اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اللہ کے ناموں میں کج روی و گمراہی پیدا کرتے ہیں۔ ایسے گمراہ لوگ اپنی اس حرکت کی سزا پا کر رہیں گے (اعراف ۷/ ۱۸)

لفظ خدا:

(ن) مشرک ایرانیوں نے اپنے دو معبود بنائے تھے ایک تو "خدائے یزداں" تھا یعنی بھلائیوں کا خدا اور دوسرا "خدائے اہرمن" تھا یعنی برائیوں کا خدا استغفر اللہ، اس لحاظ سے ایرانیوں کا یہ ایجاد کردہ نام "خدا" قطعی غیر اسلامی اور مشرکانہ ہے جو سازش کے تحت مسلمانوں میں بھی رواج دے دیا گیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس مشرکانہ لفظ خدا کا استعمال قرآن کے مطابق کجروی و گمراہی بھی ہے اور گناہ شرک بھی ہے۔ لہٰذا ایسی گمراہی اختیار

کرنے والے لوگوں کے لئے قرآن میں سزا کی وعید بھی ہے۔

مندرجہ بالا تینوں آیات قرآنی سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ اللہ کا ذاتی نام تو صرف "اللہ" ہے تاہم اس کے صفاتی نام متعدد ہیں۔ مثلاً رحمٰن اور رحیم وغیرہ چونکہ اللہ کا ذاتی نام (اسم اعظم) صرف اور صرف "اللہ" ہے۔ اس لئے اس اسم اعظم کا کوئی ترجمہ ہرگز نہیں کیا جاسکتا جب کسی کے ذاتی نام (اسم) کا ترجمہ نہیں کیا جاتا ہے تو پھر آخر اللہ کے ذاتی نام (اسم اعظم) کا ترجمہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا "اللہ" کا ترجمہ "خدا" کیا جائے یا "گاڈ" (GOD) کیا جائے۔ دونوں ہی غلط ہیں اولاً تو "اللہ" کا کوئی بھی ترجمہ کرنا ہی غلط ناجائز اور گناہ ہے۔ پھر اگر ترجمہ بھی "خدا" جیسے مشرکانہ لفظ سے کیا جائے تو وہ گناہ در گناہ اور حرام در حرام بھی ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم نکتہ بھی قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ اسم اعظم "اللہ" ایک قرآنی لفظ بھی ہے۔ اس لئے حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اللہ کہنے پر ہر مرتبہ اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کے حساب سے کل چالیس نیکیاں میسر آتی ہیں اس وجہ سے ظاہر ہے کہ "اللہ" کی بجائے "خدا" کہنے والا مسلمان ہر بار نہ صرف یہ کہ گناہ شرک کرتا ہے بلکہ وہ ہر بار چالیس نیکیوں (ثواب) سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔

پیش کردہ ان تمام حقائق کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو یہ پختہ عزم کرنا چاہئے کہ آئندہ وہ ہمیشہ صرف اور صرف "اللہ" ہی پکاریں گے، کہیں گے اور لکھیں گے اور حکم الٰہی کی ہرگز حکم عدولی نہیں کریں گے۔ ◀

● مندرجہ بالا تمام تحریر سے ہم مکمل طور پر متفق ہیں پس نو مسلم آغا خانی محترم جناب م۔ا۔م۔ا (کراچی) کا جواب بھی اسی تحریر کو ہی تصور کیا جائے۔ مزید اضافہ میں صرف قرآنی آیت کو سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

○ ترجمہ: کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں بلکہ ان میں اکثر لوگ نادان ہیں (النحل ۲۷/۶۰)

باب ہشتم:

پاکستان میں اسلامی نظام کیسے؟

پاکستان میں آخر تمام مذہبی تنظیموں کی کوششوں کے باوجود اسلام رائج کیوں نہیں ہو پا رہا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا عملی جواب سوال ہی کی متذکرہ کوششوں میں پنہاں ہے۔ باوجود اس حقیقت کے دین اسلام کو پرکھنے کی کسوٹی قرآن کو قرار دیا گیا ہے پھر بھی تمام تر کوششوں کے ساتھ اور انفرادی و اجتماعی طور پر تمام مذہبی تنظیموں کی کاوشوں سے اسلامی نظام رائج ہونے کی بجائے دن بدن مسلمان نفاق کا شکار آخر کیوں ہو رہے ہیں؟ آیئے اس ضمن میں پہلے یہ تقابل سمجھ لیا جائے کہ دین اور مذہب میں کیا فرق ہے؟

مذہب اور دین میں فرق :

یہ دیکھنے کے لئے کہ از خود انسان نے مذہبی پیشوائیت کے سہارے کیا کچھ تراش کر مذہب کو دین خداوندی کے مقابلے میں تقدس دے کر لا کھڑا کیا اور انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے' اس کا اندازہ اس تقابل سے لگایا جا سکتا ہے واضح رہے کہ دین منجانب اللہ سبحان و تعالیٰ نازل ہوا جب کہ مذہب انسان کی سوچ' فکر و عمل کا نام ہے پس اسلام دین ہے مذہب نہیں!

○ ترجمہ : ”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے“ (المائدہ ۵/۳)

تقابلی جائزہ

(تحقیقی مقاصد و معلومات میں اضافہ کے پیش نظر جاری کیا گیا)

مذہب :	دین :
۱۔ مذہب خدا اور بندے کے درمیان (خصوصی) پرائیویٹ تعلق اور داخلی تجربہ کا نام ہے۔	۱۔ دین اجتماعی نظام زندگی و خارجی حقیقت ہے۔
۲۔ مذہب میں ہر فرد اپنے اپنے طور پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کا خدا کے ساتھ رشتہ قائم ہو گیا ہے۔	۲۔ دین میں معاشرہ کا انداز و آئین بتا سکتے ہیں کہ وہ قوانین خداوندی کے مطابق متشکل ہوا ہے یا نہیں۔
۳۔ مذہب میں ہر فرد کا منتہا اپنی اپنی نجات ہوتا ہے۔	۳۔ دین کا مقصود عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔
۴۔ مذہب میں کوئی خارجی معیار ایسا نہیں ہوتا جس سے پرکھا جا سکے کہ انسان کے اعمال صحیح نتائج پیدا کر رہے ہیں یا نہیں۔	۴۔ دین میں اجتماعی زندگی کے نتائج ساتھ کے ساتھ بتاتے چلے جاتے ہیں کہ ملت صحیح راستے پر چل رہی ہے یا نہیں۔
۵۔ مذہب علم کا دشمن اور عقل کا حریف ہے۔	۵۔ دین انسان کو علمی اور عقلی صلاحیتوں کو جلا دینے کا موجب ہے۔

۶۔ مذہب عقل کے دیئے گل کرتا ہے کہ اس کا چراغ نہ جلے۔

۶۔ دین عقل کے دیئے میں روغن ڈالتا ہے کہ زندگی کے راستے جگمگائیں۔

۷۔ مذہب اپنے آپ کو اندھی عقیدت کی بناء پر منواتا ہے۔

۷۔ دین اپنے ہر دعوے کو دلیل اور برہان کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

۸۔ مذہب لوگوں کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

۸۔ دین انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

۹۔ مذہب کی تلقین یہ ہوتی ہے کہ تم بھیڑ بکریوں کی طرح سر جھکائے آنکھیں بند کئے پامال راستوں پر چلتے ہی رہو۔

۹۔ دین کا پیغام یہ ہوتا ہے کہ ؎

تراش از تیشہ خود جادہ خویش
براہ دیگراں رفتن حرام است

۱۰۔ مذہب عوام کے جذبات کے پیچھے چلتا ہے اور ان کی تسکین کا سامان فراہم کئے چلا جاتا ہے اس لئے مذہب ہر زمانے میں نئے نئے بت تراشتا رہتا ہے تاکہ عوام کو بہلائے رکھے۔

۱۰۔ دین انہی حقائق کے پیچھے چلاتا ہے اور ان کے سطحی جذبات کی سطح کو بلند کرتا ہے۔ دین تیشہ ابراہیمیؑ سے ہر قدیم اور جدید بت کے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

۱۱۔ مذہب انسان کے دل میں ہر وقت خوف پیدا کرتا رہتا ہے اور اپنی ہر بات ڈر سے منواتا ہے۔

۱۱۔ دین خوف کو شرک قرار دیتا ہے اور انسان کے دل کو جرات و بے باکی کا مسکن بناتا ہے۔

۱۱۔ مذہب انسان کو ہر بڑی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونا سکھاتا ہے۔

۱۲۔ دین اسے ایک اللہ کے قوانین کا اطاعت گزار بنا کر دنیا کے ہر آستانے سے سرفرازانہ مستانہ وار گزر جانے کی تلقین کرتا ہے۔

۱۳۔ مذہب مادی کائنات کو قابل نفرت قرار دے کر اسے تیاگ (رہبانیت یا ترک) کر دینے کی تلقین کرتا ہے۔

۱۳۔ دین مادہ کی تسخیر سے انسان کو حدود کی فراموش بلندیوں تک لے جاتا ہے۔

۱۴۔ مذہب اس دنیا کو ترک کر دینے سے آخرت کی جنت کا وعدہ دیتا ہے۔

۱۴۔ اور دین اس دنیا کو سنوارنے سے یہاں بھی سکون حاصل کراتا ہے اور وہاں بھی جنت کی خوشخبری۔

۱۵۔ مذہب کمزوروں' ناتوانوں' مظلوموں کو یہ تعلیم دے کر مطمئن رکھتا ہے کہ یہاں سب کچھ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے اور راضی برضا رہنا خدا کے مقرب بندوں کی نشانی ہے۔ اس سے مستبد' ظالم اور غاصب قوتیں بے لگام چھوڑ دی جاتی ہیں کہ وہ جو جی میں آئے کیا کریں۔

۱۵۔ دین ظلم و استبداد' سلب و نہب کے خلاف اعلان بغاوت ہے۔ وہ کمزور انسانوں سے کہتا ہے کہ وہ قوانین خداوندی کے اتباع سے ایسا نظام قائم کریں جس میں ہر ظالم اور مستبد' حق اور انصاف کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائے۔

۱۶۔ مذہب ہر خوشی میں غم کا پہلو دکھاتا ہے اور انسان میں ایسی مایوسانہ ذہنیت پیدا کر دیتا ہے جس میں اس کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ۔

آئے مجھے ہنسی بھی تو میں رو دیا کروں

۱۶۔ دین ہر غم کو خوشی کا پیش خیمہ سمجھتا ہے اور انسان کی نگاہ میں ایسی تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ وہ نامساعد حالات کی انتہائی تاریکیوں میں بھی روشنی کی کرن دکھاتا ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ۔

شب گریزاں ہوگی آکر جلوہ خورشید سے

۱۷۔ مذہب خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات کا نام عبادت رکھ کر انسانوں کو خود فریبی میں مبتلا رکھتا ہے۔

۱۷۔ دین اسے وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کا پیغام دیتا اور نظام خداوندی کو دنیا کے ہر نظام باطل پر غالب کرنے کی عبادت کو غایت بتاتا ہے۔

۱۸۔ مذہب کائنات کی ہر حسین شے پر منہ بسورنا اور تیوریاں چڑھانا سکھاتا ہے۔

۱۸۔ دین اعلان کرتا ہے کہ وہ کون ہے جو زیب و زینت کی ان چیزوں کو حرام قرار دے سکتا ہے جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ (احزاب ۷/۳۲)

۱۹۔ مذہب موت کی سسکیاں ہیں۔

۱۹۔ دین زندگی کے قہقہے ہیں۔

۲۰۔ مذہب انسانی بستیوں کو قبرستانوں میں تبدیل کرتا ہے۔

۲۰۔ دین قبرستانوں میں صور اسرافیل پھونک کر مردوں کو حیات تازہ عطا کر دیتا ہے۔

۲۱۔ مذہب انسان کی موت ہے۔ ۲۱۔ دین ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام۔

ماخوذ : (بشکریہ : ماہنامہ طلوع اسلام لاہور)

آخر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ملا؟

اس تقابل کی روشنی میں اس امر کی فکر کرنی چاہئے کہ دین اسلام کو کمزور کرنے کے لئے مذہبی پیشوائیت اختیار کرکے آخر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ملا؟ بہتر ہوتا کہ دین اسلام کو اسی طور پر اپنایا جاتا جس طور اس کا نزول نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ جس کا عملی نمونہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ کی سنت کے عملی نمونہ کو اپنا کر تا قیامت مثال قائم کر دکھائی اور دین اسلام کو کرہ ارض کے کونے کونے پر پہنچا دیا جبکہ موجودہ دور کا مسلمان انفرادی و اجتماعی حیثیت سے تذلیل کا شکار ہے آخر کیوں؟

اس کی بنیادی وجہ جو سمجھ میں آئی ہے وہ یہ کہ اکثریتی مسلمان بے عملی کے شکار اور تمام مذہبی تنظیمیں اسلام کو اپنے تنظیمی مقاصد کے حصول کے تحت پیش کرکے رائج کئے جانے کی بے فائدہ لایعنی کوششوں میں مگن ہیں جبکہ اسلام کی اپنی ایک خاص ترویجی صلاحیت خود میں پنہاں ہے اسے انہی خطوط پر رائج کیا جاسکتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر نبی آخری الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مخصوص تنظیمی مقاصد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اجتماعی امت کی فلاح و بہبود کے طور پر انقلاب بپا کیا جسے عرب کے ان پڑھ، جاہل بدوؤں نے بھی اسی انداز سے قبول کیا جس طور پر خطہ کے دیگر علماء، مفکرین، دانشور اور حکماء کے طبقات نے، فکر طلب نقطہ یہ ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ دور جاہلیت کے ان جاہل بدوؤں نے جو اپنی ظالمانہ و جاہلانہ عادات و اطوار کی بناء پر حد درجہ گمراہی کا شکار تھے

اور ان کی سفاکی کا یہ عالم تھا کہ اپنی نومولود بیٹیوں کو زمین میں دفن کرنے پر عزت و شرف تسلیم کرتے' باوجود ان تمام خرابیوں کے انہوں نے اسلام کو آخر کس بناء پر اپنا لیا؟ اور دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ وہ محض جاہلیت کی وجہ سے خرافات کا شکار تھے اور اسلام دین حق کو اپنانے پر وہ اعلیٰ درجات' زہد و تقویٰ کے ارفع مدارج پر فائز ہو گئے آج کے موجودہ دور کا مسلمان یا کرہ ارض پر آباد انسان اس تجاہل' ظالمیت و سفاکی کا حامل نہیں ہوا جتنا کہ عرب کے دور جاہلیت کا بدو' تو پھر آج کا مسلمان دین اسلام کے ان فیوض سے محروم کیوں ہے؟

اس محرومیت کے خاتمے کے لئے ہمیں اپنے اسی مرکز و منبع ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پوشیدہ اور عملی طور پر اپنانے کے لئے آج بھی موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آج بھی دین اسلام کی ترویج کے لئے قرآنی تعلیمات کو اسی انداز سے اپنانا ہوگا جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت بنی نوع انسانیت اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص چھوڑ گئے جس پر عمل پیرا ہو کر ہی امت کا ہر فرد انفرادی طور پر اخلاص کا مظاہرہ کرنے اور عملی طور پر جان' مال اور وقت کی قربانی دینے پر ہی خالص دین اسلام کو بتدریج پا سکتا ہے اور رائج کر سکتا ہے۔

مذہبی تنظیموں سے اگر خالص اسلام کا حصول ممکن ہوتا تو آج تک ترویج کی تمام منازل طے پا جانے پر اسلامی نظام رائج ہو چکا ہوتا لیکن افسوس کہ مسلمانوں کے معاشرے میں جو نفاق پیدا ہوا ہے وہ انہی تنظیموں کی ناقص منصوبہ بندی اور تنظیمی مقاصد کے مخصوص حصول کی وجہ سے امت میں تاریکی کا باعث ثابت ہوا اس مقام پر جہاں آج پوری امت مسلمہ کھڑی ہے اب بھی اگر مذہبی تنظیمیں اپنا احتساب از خود ہی کر لیں تو یقیناً انہیں اپنے نفس کی بدبو کا احساس ضرور ہوگا کہ کچھ نہ کچھ ایسی تنظیمی وابستگیاں و مفادات ضرور ہیں جن کے پیش نظر وہ حق بات بہرحال کھل کر بیان کرنے سے قاصر ہیں جو اسلام کی اساس میں شمار کی جاتی ہے اور چند مخصوص مصلحتوں کے تحت تنظیمی مقاصد کے زیر اثر پیش کرنے سے قاصر ہیں جبکہ ملغوبہ پیش کیا جاتا ہے جو بے فائدہ' لایعنی اور امت مسلمہ کو اسلام کے عملی تصور سے دور لئے جا رہا ہے الا ماشاء اللہ' جو بہرحال خالص اسلام نہیں ہے!

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کو غیر تنظیمی مقاصد کے مخصوص حصول اور کسی کے آلہ کار کے طور پر مستعمل ہونے کی بجائے امت کے اجتماعی مفادات خیر و فلاح کے طور پر پیش کیا جائے ابتدائی طور پر پوری ملت کی اس کمزوری و خامی کی تنسیخ کا عمل کیا جانا بے حد اہم و ضروری ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر مسلمانوں میں سرایت کر گیا ہے وہ یہ کہ ہم اپنے تئیں بڑی شدت سے اس کے خواہش مند ہیں کہ کسی نہ کسی طور پر فرد ثانی کی اصلاح ہونی چاہئے تاکہ اصلاح معاشرہ ممکن ہو سکے اس بے سود نظریہ سے ہمیں جلد سے جلد چھٹکارا پالینا چاہئے کیوں کہ جب تک ہم اپنی اپنی انفرادی اصلاح نہ کریں گے اس وقت تک معاشرے کا بگاڑ کم از کم ہم درست نہیں کر سکتے اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرلیں از خود معاشرے کی اصلاح کا پہلو حرکت میں آجائے گا۔ انفرادی اصلاح کا عمل اجتماعی اصلاح کے لئے پیش خیمہ ثابت ہونے پر ہمیں خیر کی منازل کی طرف گامزن کر دے گا جبکہ کلام الٰہی بھی اسی کی تنبیہ کرتا ہے:۔

○ ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو' اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو (المائدہ ۵/۱۰۵)

پھر کوئی بعید نہیں کہ اسلامی نظام کی ترویج میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو سکے کیوں کہ اخلاص و عملی قربانی کا عنصر اس عمل میں موجود ہو جانے پر ہی وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور مقبول عمل تصور کیا جائے گا۔۔۔

باب نہم:

"اللہ کریم" اور "مولا کریم" دونوں برابر :

مسلمانوں کا کہنا "اللہ کریم" اور آغا خانیوں کا کہنا "مولا کریم" دونوں برابر ہیں!
جب کوئی مسلمان اللہ کریم کہتا ہے تو اس کا باطنی مفہوم اسماعیلیوں کے ہاں یہ لیا جاتا ہے کہ "مولا کریم یعنی آغا خان" کو پکارا جا رہا ہے کیوں کہ اسماعیلی اپنے عقائد کی بناء پر کریم

آغا خان کو خدا کا انسانی روپ تصور کرتے ہیں (ن)

چہ معنیٰ دارد :

کراچی میں دہشت گرد اور نامعلوم مسلح افراد طویل عرصہ سے مسلمان انسانی جانوں کی بھینٹ سے خونی ہولی کھیلنے میں مصروف ہیں (وہ سفاک یقیناً مسلمان نہیں ہیں) ان تمام حالات سے معاشرے کے تمام افراد خائف و افسردہ ہیں لیکن اگر مبرا ہیں تو صرف جماعت خانے کے مشنری (واعظین) جو دبے الفاظ میں جماعت خانے کے تمام افراد کو یہ باور کراتے رہتے ہیں کہ "دیکھو آج مسلمان خود اپنی عبادت گاہوں میں محفوظ نہیں جبکہ آپ لوگ کس آزادی سے جماعت خانے میں تشریف بھی لاتے ہو اور سچے باطنی طریقہ کے مطابق عبادت بھی کرتے ہو کسی کی کیا مجال ہے کہ آپ لوگوں پر نظر بد ڈال سکے یہ سب مولا حاضر امام کی خاص عنایت ہے کہ آپ لوگ محفوظ ہو" (ن)

واقعی قابل توجہ امر حقیقی یہ ہے کہ علی الصبح (رات کے پچھلے پہر) یا دوپہر و ہر شام جماعت خانہ جانے والوں کا دہشت گرد یا نامعلوم مسلح افراد کی نظروں سے او جھل رہنا اور بخیر و خوبی عبادات سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹنا تعجب خیزی سے کم نہیں کیوں کہ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ متذکرہ دہشت گرد (نامعلوم) افراد کی منظم و فعال کاروائیاں انہی مقررہ اوقات میں بڑی چابکدستی سے سرانجام دی جاتی رہی ہیں کچھ یوں بھی گمان ہوا کہ جیسے دہشت گرد گروہ وہ کچھ کرنے سے خائف تھے یا انہیں دی گئی ہدایات کے مطابق وہ پابند تھے کہ جماعت خانوں پر کارروائی سے قصداً احتراز کیا جائے جبکہ وہ بڑی آزادی سے انہی اوقات کے دوران نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کی مساجد پر یا رمضان شریف کی متبرک ساعات میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے معتکف حضرات اور یوم عیدین سعیدین کے موقع پر آتشیں اسلحہ کا بے دریغ سفاکانہ استعمال کرتے رہے بالفاظ دیگر ان کے مقررہ اہداف میں جماعت خانے یا ان کی طرف اٹھنے والے قدم نہ تھے بلکہ صرف اکثریتی مسلمانوں کی مساجد ہی مقررہ فہرست میں شامل تھیں اور مسلمانوں کی قیمتی جانوں

کے خون کا ضیاع مقصود ہونے پر بعض لوگوں کا شبہ تھا کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ مساجد و امام باڑے تو دہشت گردوں کی زد میں رہے جبکہ جماعت خانے محفوظ رہے اس کی وجہ سمجھنے کے لئے اکثر لوگ بے چین رہے لیکن چہ معنی دارد کے مصداق یہ ماجرا حل نہ ہو سکا!

"مظلوم قوم کی فریاد" شائع کرنے پر ہلچل بپا ہو گئی!

اسماعیلی نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ایک مکمل دینی اور غیر سیاسی ٹرسٹ ہے گاہے بگاہے تبلیغ اسلام کے لئے کی جانی والی کوششوں کے تحت اب تک سینکڑوں اسلامی تعلیمات کی کتب، ہینڈ بل، پوسٹر، کتابچے اور لاکھوں پمفلٹ و اسٹیکرز ٹرسٹ کے نام سے شائع کئے جا چکے ہیں جو بحمد للہ تمام مسلمان بھائیوں نے پسند کئے چونکہ ان میں جو تعلیمات پیش کی گئیں وہ تمام مکاتب فکر کے لئے متفقہ سوچ و دعوت کی حامل تھیں گویا تبلیغ اسلام کے معروف طریقے کی ہمت افزائی کی گئی لیکن "مظلوم قوم کی فریاد" پر جو ہلچل آغا خانی برادری نے ظاہر کی ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ آخر وہ کیا تحریری مواد ہے جس پر اتنی شدت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے جبکہ اس پمفلٹ کا مکمل متن درج ذیل ہے جس کے مطالعے پر ہر قاری فیصلہ آسانی سے کر لے گا کہ اس میں ایسی کوئی خاص بات تو ہے نہیں جس پر اتنا واویلا مچایا گیا پھر بھی متنازعہ فیہ امر کیا ہے؟ اسی کی ترجیح کے پیش نظر دوبارہ ہم نے اصل حقائق آپ کے مطالعے کے لئے پیش خدمت کر رہے ہیں

اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

(رجسٹریشن نمبر ۱۰۲۸)

مرکزی دفتر: مسلم اسماعیلیہ مسجد نزد آغا خان میٹرنٹی ہوم۔ بلاک نمبر ۲، فیڈرل بی ایریا پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۸۱ کراچی ۳۸

لیلۃ القدر ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ (بوقت بعد نماز تراویح)

بمطابق ۲۷ فروری ۱۹۹۵ء رجسٹری مراسلہ (اے ڈی) ریما ئنڈر - I

بنام: ڈاکٹر تاج الدین لے ساجی صاحب

صدر ایچ ایچ پرنس آغا خان نیشنل کونسل فار پاکستان (اسماعیلیہ فیڈرل کونسل برائے پاکستان)

گارڈن جماعت خانہ برنشور وڈ، گارڈن ایسٹ کراچی (سندھ)

"مظلوم قوم کی فریاد"

سلامٌ علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کا تقرر بحیثیت صدر کیا جارہا ہے۔ آپ کی اس ترقی پر ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں پوری اسماعیلی قوم کو آپ سے بڑی امیدیں ہیں۔ کہ آپ قوم کی رہنمائی فرمائیں گے۔ قوم کے درپیش معاشی' سماجی' ثقافتی اور مذہبی مسائل کا حل نکالنے کے لئے آپ اپنی بہترین فراست بروئے کار لائیں گے۔ روزنامہ "امن" نے جب اخبارات کے ذریعے یہ منحوس اطلاع دی کہ وزیر عاشق علی اُچ حسین کو قتل کر دیا گیا ہے۔ تو ہمیں بے حد افسوس ہوا۔ مرحوم ایک بھلے انسان اور کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ حق گو تھے۔ اور حقائق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ سندھ ہائی کورٹ میں ایک دیوانی مقدمہ نمبر* (331/86) زیر سماعت ہے۔ اس کی پیروی مرحوم وزیر عاشق علی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے حقیقت پرست ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے کورٹ میں کہا کہ :- "جماعت خانہ ہماری عبادت گاہ ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہم کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیں مانتے ہیں۔ اور اللہ کی کتاب قرآن کو ہم آخری آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ اور دین اسلام کو حق تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ روزہ' حج' زکوٰۃ اور جہاد کو مانتے ہوئے نماز کو دین اسلام کا اہم رکن تسلیم کرتے ہیں (لیکن یہ جماعت کہہ کر ہمیں جماعت خانہ میں نماز پڑھنے کی مرحوم نے از خود اجازت نہیں دی!) مجھ سمیت ہمیں آ کر کہا انہوں نے ہم لوگوں کو جماعت خانے میں نماز ادا کرنے سے کیوں روک دیا ہے؟ جب میں نے اصرار کیا تو [illegible] نماز ادا کرنے [illegible] کے جماعت خانے [illegible] اور مجھے (107/117) کی دفعہ کے

تحت) حوالات میں بند کرادیا شائد انہیں ہمارے جماعت خانے میں نماز پڑھنے سے نقص امن کا اندیشہ تھا۔ مجبوراً ہم اسماعیلی بھائیوں کو اپنے دینی حقوق کے حصول کے لئے مقدمہ دائر کرنا پڑا۔ عدالت عالیہ سندھ کے معزز جج جناب جسٹس سید عبد الرحمٰن صاحب نے ہماری (عارضی حکم امتناعی کی) درخواست رد کرتے ہوئے اسے خارج کردیا۔ اور اپنا فیصلہ (9 اگست 90ء) جاری کرتے ہوئے اپنی رائے قائم کی کہ :- "مدعیان اسماعیلی آغا خانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کی درخواست سے عیاں ہے کہ۔ وہ اپنی آغا خانی اسماعیلی برادری میں پائی جانے والی مسخ شدہ رسومات و عقائد کو نہیں اختیار کرنا چاہتے۔ بلکہ خالص اور بنیادی اسلامی طرز و طریقہ اختیار کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسماعیلی آغا خانی برادری سے وابستگی بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شخص حقیقی اسلامی اقدار کو بھی اپنائے اور ساتھ ہی ساتھ اسماعیلی آغا خانی بھی ہو۔ مدعیان کی توکیل اور کافی ضخیم مواد جو فراہم کیا گیا ہے۔ ان منطقی نتیجہ پر پہنچاتا ہے آیا یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ چل سکتی ہیں یا نہیں۔ اس کا تصفیہ تو زیر نظر معاملے کے بعد ہی ہوگا۔"

(مذکورہ فیصلے کی تفصیل و اخبار میں شائع ہونے والی خبر بھی اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں) عدالت عالیہ کے اس حکم پر کسی قسم کا تبصرہ یا رائے زنی کر کے میں خود کو توہین عدالت کا مرتکب نہیں کرنا نہیں چاہتا کیوں کہ مقدمہ ابھی زیر سماعت ہے لیکن پھر بھی ہم آپ کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہیں کہ آپ جماعت خانوں میں اذان اور باجماعت نماز پڑھنے والوں کو سہولت فراہم کریں گے۔ کیوں کہ اب مقدمہ کی پیروی آپ کو مرحوم عاشق علی ایچ حسین کے جانشین کے طور پر کرنی ہے تا کہ مقدمہ خوش اسلوبی سے حتمی منازل طے کر سکے۔

محترم! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ:- "حاضر امام" کا ہماری قوم پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں نیچ ذات کے لوانا' میگوار' وانیا' شودر ہندوؤں سے اسماعیلی بنایا ہمارے باپ دادا جو کٹر ہندو ہونے کے ساتھ ساتھ "انگوٹھا چھاپ" بھی تھے۔ وہ اکثر ہمیں بڑے سر میں بھجن سنایا کرتے تھے کہ "آجا اندر میں۔ کوئی نہیں مندر میں۔ بھجن کریں گے۔ کرتن کریں گے۔ حاضر امام نے ہمیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر اسماعیلی مذہب میں داخل کیا اور بتوں کی پوجا پاٹ سے نجات دلائی جبکہ ہم پتھروں' درختوں اور جانوروں گاؤ ماتا' کالا ناگ دیوتا اور بندر ہنومان کی پوجا کرنے کو عبادت سمجھتے تھے۔

جماعت خانوں میں شروع میں تمام اسماعیلی تین وقت کی دعا اور "گنان شریف" کا ورد کرتے چلے آرہے تھے جس میں ہم پڑھتے کہ: پانچ پانڈو' چھٹا درو پتی ساتویں تارا رانی آٹھواں ہریچن' نواں نو لنکی اوتار اور دسواں علی کا اوتار یوں ہم اپنی دعا بندگی "گنان شریف" پڑھتے تھے۔ لیکن پھر حاضر امام نے اسماعیلی قوم پر مزید احسان کیا کہ "الحمد اللہ" اور "قل ہو اللہ شریف" شامل کرنے پر بول۔ اسم اعظم "الاعلیٰ" عطا کیا۔ لیکن موجودہ دور میں ہماری قوم کی ضرورت نماز ہے۔ کیونکہ سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم نے ایک فرمان کے ذریعے پوری قوم کو تاکید کی تھی کہ: "گواہ رہو کہ اللہ ایک ہے۔ محمد صلعم اس کے آخری رسول ہیں۔ کعبہ سب کا قبلہ ہے۔ قرآن اللہ کی سچی اور آخری کتاب ہے۔ تم مسلمان ہو اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھو جماعت خانوں اور مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھو۔ پابندی سے روزے رکھو۔ اسلامی قانون کے مطابق اپنی شادیاں کرو۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بھائی چارہ قائم کرو۔" اور از خود مثال قائم کرتے ہوئے سلطان محمد شاہ نے ریاست کپور تھلہ (ہندوستان) میں بھی باجماعت نماز ادا کی تھی۔ اور ہمارے موجودہ حاضر امام پرنس کریم الحسینی نے بھی نیروبی کے جماعت خانے میں اپنے پیروکاروں کی نماز کی باجماعت امامت کی۔ جبکہ کراچی کی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) میں 1964ء سے علاوہ دہلی' بمبئی (انڈیا) اور جاپانا میں

بھی آپ نے نماز ادا کی دریں اثناء کراچی کی ایک مسجد کا سنگ بنیاد بھی اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھا۔ آغا خان ہسپتال کے افتتاحی تقریب کے موقع پر جنرل ضیاء الحق شہید نے "حاضر امام" کو قرآن پاک کا تحفہ پیش کیا تو حاضر امام نے عقیدت سے اس قرآن پاک کو بوسہ دے کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔ جبکہ اس سے پیش تر 12 مارچ 76ء کو سیرت کانفرنس کراچی میں خطبہ صدارت میں حاضر امام نے فرمایا تھا کہ: "انسان کی رہنمائی کے لئے قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ سے بہتر کوئی ذریعہ نجات نہیں ہے۔" اسی لئے آج پوری اسماعیلی قوم حاضر امام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ ہماری اس وقت کی ضرورت صرف اور صرف "نماز" ہے۔ چنانچہ اب ہماری ساٹھ فیصد قوم کے لوگ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو چکے ہیں۔ جبکہ بقیہ لوگوں پر بھی اسلامی تعلیمات کے اثرات پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ شعوری طور پر یہ تبدیلی اس بناء پر پیدا ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے 160 علماء نے ہم پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ہمیں سنی بھائی کافر کہتے ہیں اور شیعہ ہم کو پلید کہتے ہیں۔ جبکہ ہندو مسلمان سمجھ کر ہمارے جماعت خانوں کو (بھارت میں) آگ لگاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہم بھارت میں ہندو سماج کے تمام مذہبی تہواروں میں شمولیت و دیگر رسم و رواج کے عین مطابق اپنی زندگی گزار کر وقت پورا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم حاضر امام کے فرمان کی اطاعت کرتے ہوئے "جیسا دیس ویسا بھیس" پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہندو بھائی ہم پر ترس نہیں کھاتے اور مسلمان لوگوں کا غصہ ہم پر نکالتے ہیں ● سماجی طور پر جن باتوں کا ہمیں سابقہ پڑتا رہتا ہے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا سماجی مقاطعہ کیا جارہا ہے وہ یہ ہیں کہ: ● نکاح پڑھوانے کے لئے جب کسی مسلمان قاضی سے رابطہ کرتے ہیں وہ صاف انکار کر دیتا ہے کہ آپ لوگ مسلمان نہیں ● میمن کالونیوں میں جب ہم کرایہ پر مکان لینے جاتے ہیں تو وہ لوگ مکان کرایہ پر محض اس لئے نہیں دیتے کہ آغا خانی غیر مسلم ہیں۔ ● فتنہ پیدا ہونے

کی وجہ سے ہماری پوری قوم ہر قسم کی شرعی پابندیوں سے آزاد ہے۔ چنانچہ قوم میں ایک ساتھ دو بہنوں سے شادی کرنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک شوہر کی وفات سے ایک ہی گھر کی دو سگی بہنوں کو بیوہ ہوجانا پڑا ● ہمیں اسلامی ممالک کا ویزہ لینے میں بڑی دشواری کا سامنا اس وقت ہوتا ہے اگر متعلقہ سفارتخانے کے عملے کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہم اسماعیلی آغا خانی ہیں تو ویزہ جاری نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ ہمارا داخلہ اسلامی ممالک میں بند ہے (خاص کر سعودی عرب، کویت، بحرین اور عرب امارات میں ہم کو غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے) اگر ہم کسی طرح اپنے کو سنی یا شیعہ کہہ کر ویزہ لکوا بھی لیتے ہیں تو ہماری حقیقت افشاء ہونے پر ہمیں غیر مسلم کہہ کر متعلقہ ملک سے "کک آؤٹ" کر دیا جاتا ہے

● وراثت کی تقسیم کا کوئی شرعی تصور نہ ہونے کی وجہ سے مرنے والے کی تمام جائیداد جماعت خانوں میں جمع کردی جاتی ہے۔ یا پھر جس کے قبضہ میں جائیداد (املاک) ہو وہ ہی مالک بن جاتا ہے ● تدفین کے لئے اندرون ملک ہماری میت کو مسلمان اپنے قبرستانوں میں دفن نہیں کرنے دیتے ● قوم کی بیوہ خواتین اور غریب مسکین یتیم جب عام مسلمانوں کی کسی جماعت سے زکوٰۃ کی مدد لینے جاتے ہیں تو مسلمان صاف انکار کردیتے ہیں کہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں کو دی جاتی ہے۔ آپ لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے کیونکہ آپ لوگ غیر مسلم ہیں ● یتیم خانے میں کسی بچے کو داخل کرانے جاتے ہیں تو وہ بھی داخلہ دینے سے انکار کرتے ہیں کہ آپ لوگ غیر مسلم ہیں ● یہ وہ تمام حقائق ہیں جن کا ثبوت فراہم کرنا ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔ اور ان تمام وجوہات کی بناء پر پوری اسماعیلی قوم عجیب الجھن کا شکار ہے۔ اسی بناء پر ہم اس مثال کے مصداق ہیں کہ "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا"۔ اس سے بھی کہیں زیادہ تشویش ناک بات یہ ہے کہ پوری قوم کو یہ خدشہ لگ گیا ہے کہ کہیں قادیانیوں کی طرح ہم کو بھی پاکستان میں غیر مسلم قرار نہ دے دیا جائے۔ کیونکہ 19 مارچ 93ء کو ایک

پریس کانفرنس میں جمعیت علماء اسلام بلوچستان کے نائب امیر و سابقہ صوبائی وزیر جناب مولانا نور محمد نے کوئٹہ میں ذکریوں پر تنقید کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اسماعیلیوں کو بھی کافر قرار دیا اور اسماعیلیوں کے خلاف تحریک چلانے کی پرزور دھمکی دی ہے یہ خبر تمام اخبارات میں بھی شہہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ وزیر عاشق علی ایچ حسین مرحوم نے ایک خصوصی ملاقات میں ہمارے ایک وفد کو (ماہ مئی 92ء کے اوائل میں) یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ:۔

جماعت خانوں میں اذان دینے اور باجماعت نماز اہتمام کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ تاکہ آپ کی خواہش و مطالبہ کو تسلیم کرلینے پر مذکورہ مقدمہ کا فیصلہ احسن طریقے سے عدالت کے توسط سے ہوسکے مرحوم نے یہ بھی باور کرایا تھا کہ عملی اقدامات کے طور پر جماعت خانوں میں قرآن پاک کی جلدیں رکھوادی گئی ہیں۔ اور نائٹ اسکولز میں قرآن کی پڑھائی شروع کرادی گئی ہے۔ جماعت خانوں سے مرکزی تصویر کو ہٹایا جارہا ہے آئندہ سے حاضر امام کی تصویر کو کوئی سجدہ نہ کرسکے۔ جماعت خانہ کیوں کہ ہمارا عبادت گاہ ہے۔ اس لئے عبادت کے وقت عورت اور مرد کے "باجو باجو" بیٹھنے پابندی عائد کردی گئی ہے اور ان کے بیٹھنے کی جگہ بھی علیحدہ کردی گئی ہے۔ البتہ جماعت خانے سے باہر جاکر عورت مرد "ڈانڈیا راس" اور "راسڑا" بڑے دل میں مل جل کر بڑے شوق سے کھیل سکتے ہیں۔ اس پر کوئی پابندی نہیں کیونکہ بیرونی عبادت ہے۔ جس کا بڑا ثواب ہے۔ اور عورتوں اور لڑکیوں کو سادگی اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ہمارے وفد کے مطالبے پر مرحوم عاشق علی نے وعدہ کیا کہ قوم کو جوا، سٹہ اور منشیات کا عادی بنانے والے سرکردہ افراد کا فوری سد باب کریں گے:۔ اس یقین دہانی پر ہمارے وفد نے بے حد خوشی کا اظہار کیا تھا۔ قسمتی سے وزیر عاشق علی ایچ حسینؒ مرحوم نے اپنے تبدیل شدہ رویہ کو عملی پہنانے کی ابتدائی کوششیں شروع ہی کی تھیں کہ کسی دشمن اسلام نے ان کو اغوا کرکے بے دردی سے قتل کردیا۔ ہم آپ سے اچھی امیدیں رکھتے ہیں کہ آپ بھی جماعت کے عام لوگوں تک دین اسلام کی اس روشنی کے پہنچانے کا ذریعہ

ثابت ہونگے اور قرآن و سنت کے طریقہ پر قوم کو عمل پیرا کرائیں گے۔
آغا خان ٹرسٹ کا منشور بھی اس کی گواہی دیتا ہے۔ اور جس کا بنیادی مقصد بھی
قرآن و سنت اور امام علی رضی اللہ عنہ' کی سچے دل سے پیروی کرنے کی تلقین پر
مبنی ہے۔ اس وقت ہماری قوم کی اشد ضرورت یتیم خانے ہیں۔ جبکہ بیواؤں کی
بہبود کے لئے مراکز کی بھی اشد ضرورت ہے۔ تقسیم زکوٰۃ کا باقاعدہ انتظام درکار
ہے۔ اور خیراتی ہسپتالوں سے علاج معالجے کا مفت بندوبست بھی کیا جانا چاہئے۔
کیونکہ ہماری قوم کی اکثریت غربت کا شکار ہے۔ اور وہ ان بڑے بڑے مہنگے
ہسپتالوں سے علاج معالجہ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ البتہ قوم کے صرف دس فیصد
امیر لوگ ہر قسم کے خرچ کو برداشت کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں' موجودہ
دور میں ہماری اسماعیلی قوم میں بھلائی کے تمام کام بھی منافع کے پیش نظر کئے
جاتے ہیں۔ اور دیگر تمام باتیں بھی بھلائی کے جذبہ سے خالی ہیں۔ جبکہ
اسماعیلی برادری میں پائی جانے والی مسخ شدہ رسومات و عقائد اور ترمیم شدہ
عبادات بھی مالی منافع کے حصول کے پیش نظر رائج ہیں۔ حالاں کہ ان کا دین
اسلام سے قطعی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس بناء پر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں
کہ اسماعیلی قوم میں بھلائی کے کاموں کے سوا تمام باتیں موجود ہیں۔ جبکہ حاضر
امام کا ایک واضح فرمان ہے کہ: "اللہ کی رسی کو (یعنی قرآن مجید کو) پکڑ لو۔ اور
اسلامی تعلیمات کو عام کرو۔ یا علی مدد کی جگہ سلام علیکم کہا کرو۔ قوم جڑ رہی ہے۔
تاکہ محبت و بھائی چارہ قائم ہوسکے" ہمارے حاضر امام نے تو قوم کو تمام بھلی باتوں
کی تلقین کی ہے۔ لیکن چند اسلام دشمن ذہنوں نے ان کی سچی تعلیمات کو ترمیم
شدہ رسومات عقائد کا رنگ دیکر خلاف اسلام کردیا ہے۔ جس کی حاضر امام نے
کبھی حمایت نہیں کی اور نہ ان کی تائید میں کبھی کوئی فرمان ہی جاری کیا ہے۔

محترم! اس سلسلے میں آپ ہمیں ملاقات کا کچھ وقت عنایت فرمائیں تو ہم آپ
کو جماعت خانوں میں اذان اور نماز سے متعلق تمام پہلوؤں پر معلومات بہم
پہنچانے اور پرخلوص تعاون کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہم اس نیک کام میں آپ کی

رہنمائی کے طلبگار بھی ہیں۔ اور آپ کے جواب کے منتظر بھی۔ "اللہ حافظ"

الداعی : اکبر علی غلام حسین (جنرل سیکریٹری)
اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ)،
پوسٹ بکس نمبر ۱۲۴۸۱ مسلم اسماعیلیہ مسجد نزعائشہ منزل
عقب آغاخان میٹرنٹی ہوم بلاک نمبر
فیڈرل بی ایریا۔ کراچی ۔ ۷۵۹۵۰
اسلامی جمہوریہ پاکستان

EL : 6312792
ELEX : 23563 KRZ PK
ATTN: 12-RABRAKHA
AX : 6320857
ATTN: AKBAR

نوٹ : اسماعیلی برادریوں کے لئے اسماعیلیہ ایسوسی ایشن فور پاکستان کی گجراتی زبان سے اردو اور عربی ترجمہ' نماز کی کتاب اور زیر سماعت دیوانی مقدمہ نمبر * 331/86 کی کاروائی کی مصدقہ روداد اسماعیلی برادری کی معلومات کے لئے "پیپر بک" ہمارے دفتر سے مفت حاصل فرمائیں۔

ماضی کی یادداشتیں بالفاظ دیگر "ہٹ دھرمی فکر" :

میرے والد غلام حسین پکے آغاخانی تھے میرے دادا بھانجی نتھو بھی جو اسماعیلی آغاخانی ہندوؤں میں سے تھے۔ میرے والد کے پر دادا کا نام پریم جی تھا۔ میرے دادا بھانجی نتھو ۱۸۵۶ء میں راجکوٹ انڈیا میں شدید قحط پڑنے پر اپنے دو بھائی ا۔ سوم جی نتھو ۲۔ پوپٹ نتھو کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر پیدل کراچی آئے۔ یہاں پر پیشہ بیل گاڑی چلانے کا اختیار کیا بعد میں میرے دادا نے اسماعیلی قبرستان میں گورکن اور مجاور کے طور پر اعزازی خدمات

بشکریہ : جنگ کراچی

جماعت خانوں میں نماز سے روکنے کے خلاف حکم امتناعی کیلئے درخواست خارج

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کوئی شخص بیک وقت کس طرح خالص مسلمان بھی ہوسکتا ہے اور آغا خانی بھی!" سید عبدالرحمٰن جج

مورخہ ۹ اگست سنہ ۹۰

آغا خانی جماعت خانوں میں اذان اور نماز کے زیر سماعت مقدمہ میں عارضی حکم امتناعی کی درخواست پر

سندھ ہائی کورٹ کے جج کا فیصلہ

اکبر علی غلام حسین (مدعیان) ....بنام....وزیر عاشق علی اینچ حسین (مدعا علیہان)

حکمنامہ: عدالت عالیہ سندھ کراچی مقدمہ نمبر 331/1986 مورخہ ۹۰-5-6

- جناب محمد اختر حسین ایڈووکیٹ اور • جناب مظفر الحق ایڈووکیٹ........(برائے مدعیان)
- جناب جے ایچ رحمت اللہ ایڈووکیٹ اور • جناب کبیر الدین ایڈووکیٹ........(برائے مدعا علیہان)

حکم سی ایم۔ اے نمبر 2663/1986

۱۔ یہ ایک درخواست ہے جو حکم نمبر 39 رول 1 اور 2 بمع سیکشن 151 سی پی سی کے تحت داخل کی گئی ہے۔ جس میں عارضی حکم امتناعی جاری کیا جائے جس کے تحت مدعا علیہان کو منع کیا جائے کہ وہ مدعیان کو دو جماعت خانوں میں باجماعت یا بلا جماعت نماز ادا کرنے سے روکیں اور نہ ہی ان کو اس مقدمہ کے فیصلہ ہونے تک جماعت خانے میں داخلہ سے منع کریں۔

۲۔ مدعیان اسمٰعیلی آغا خانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کی درخواست سے عیاں ہے وہ اپنی آغا خانی اسمٰعیلی برادری میں پائی جانے والی قدیم شدہ رسومات و عقائد کو نہیں اختیار کرنا چاہتے بلکہ خالص اور بنیادی اسلامی طرز و طریقہ اختیار کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسمٰعیلی آغا خانی برادری سے وابستگی بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شخص حقیقی اسلامی اقدار کو بھی اپنائے اور ساتھ ہی ساتھ اسمٰعیلی آغا خانی بھی ہو۔ مدعیان کی تو کیل اور کافی ضخیم مواد جو فراہم کیا گیا ہے اسی منطقی نتیجہ پر پہنچاتا ہے۔ آیا یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ چل سکتی ہیں یا نہیں، اس کا تصفیہ تو زیر نظر معاملے کے فیصلے کے بعد ہی ہوگا۔ جناب جے ایچ رحمت اللہ نے جو مدعا علیہان کے وکیل ہیں اور خود بھی آغا خانی ہیں بڑی فراست سے اس حساس موضوع کو زیر بحث لانے سے گریز کیا ہے اور یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ جماعت خانے آغا خان کی ذاتی ملکیت ہیں اور آغا خان کو اس بات کا پورا پورا اختیار اور حق حاصل ہے وہ اس کا جس طرح چاہیں انتظام و انصرام کریں، ان میں داخل ہونے پر پابندی لگائیں مزید یہ کہ وہاں پر کسی قسم کی مداخلت سے مسائل پیدا ہوں گے جن سے مدعا علیہان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور سخت مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

۳۔ میں نے دونوں جانب کے وکلاء صاحبان کی بحث و دلائل کو بہت توجہ اور غور سے سنا ہے میرے خیال میں یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس مرحلے پر اس کا کوئی آزمائشی نتیجہ برآمد کر لیا جائے۔ فی الحال تو میرے پیش نظر یہ ہے کہ آیا مدعیان کی کوئی عارضی دادرسی کر دی جائے میرے اندازوں کے مطابق مدعیان کی عارضی دادرسی نہیں کی جانی چاہئے۔ اگر یہ قبول کر لیا جائے کہ مدعیان کا بادی النظر میں مقدمہ کرنے کا ارادہ ہے تو ناقابل تلافی نقصان مدعا علیہان کو پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہ فیصلہ ایک باقاعدہ کارروائی سے قبل کسی طور بھی مناسب نہیں ہوگا۔ انصاف پر مبنی نہیں ہوگا۔ درخواست میں کی گئی مختلف استدعاؤں سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔

اس لئے میں اس مقدمہ نمبر C.M.A No. 2663/1986 کو خارج کرتا ہوں۔

دستخط

سید عبدالرحمٰن ۔ جج

۱۹۹۵-۸-۹

سرانجام دیں۔ راجکوٹ سے کراچی آکر کھارادر میں سکونت اختیار کی ان کا انتقال بھی کھارادر میں ہوا۔ کھارادر اس وقت کراچی شہر کی ایک مضافاتی بستی کے طور پر معروف تھا جہاں کی اکثریتی آبادی ہندوؤں اور اسماعیلیوں پر مشتمل تھی' میرے دادا کے دو بھائی اور بھی تھے جن کا خاندان کافی پھیلا اور بڑھا۔ سابقہ بیان کے مطابق میری اٹک (کنیت) گوت "پوپٹیا" ہے۔

عقیدے کے مطابق ہم لوگ پکے اسماعیلی آغا خانی گنے جاتے کیوں کہ میرے خاندان کے کئی لوگ خالص پکے سچے ہٹ دھرمی اسماعیلی مذہبی رجحان کے پیروکار تھے۔ میرے والد "گھٹ پاٹ" کے مکھی تھے اور پکے "دشوند" دیتے تھے' میرے والد مذاہب کے تقابلی مطالعے کے شوقین تھے اسی لئے وہ ہندوؤں کی مقدس کتاب "گیتا" عیسائیوں کی "انجیل" یہودیوں کی "توریت" کے تقابل میں "نور مبین" "اننت اکھیڑا" "مسلم مہاتما" کا مطالعہ کرتے تھے (مذکورہ کتابوں پر حکومت پاکستان نے ماضی میں محض اس بناء پر پابندی عائد کردی تھی کیوں کہ ان کتابوں میں ہندو مذہب کو دین اسلام کے عین مطابق "اسماعیلیت" کی صورت میں پیش کیا گیا تھا واضح رہے مذکورہ سابقہ پابندی کا اطلاق آج بھی قائم ہے)

متذکرہ کتابوں کے مطالعے پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ ماضی میں آغا خان سوئم جب کبھی ہندوستان کے دورے پر تشریف لائے تو ان کا قیام ہمیشہ ہندو رجواڑوں کی ریاستوں میں ہی ہوتا رہا۔ خاص کر لمبڑی اسٹیٹ' بھاؤنگر' راجکوٹ اسٹیٹ اور گونڈل اسٹیٹ کاٹھیا واڑ میں ہی قدم رنجا فرمانا پسند فرماتے' کیوں کہ یہ مذکورہ تمام ریاستیں ہندو رجواڑوں کی تھیں جبکہ مسلمان رجواڑے ہمیشہ ان کی آمد کے منتظر رہتے لیکن کبھی انہیں شرف میزبانی عطا نہ کیا گیا۔ بلکہ ہمیشہ ان سب کو نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا اس کی کیا وجہ تھی؟ جس کا آج روز تک راز افشانہ ہوسکا۔

انہی ایام میں اسماعیلی رسالہ "آفتاب" کے ایڈیٹر بدھوانی کو اس بناء پر چند جذباتی مسلمان نوجوانوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا کہ ایڈیٹر بدھوانی نے رسالت ماب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیر کی حیثیت دیگر پیش کیا تھا اور سارے پیروں

کے پیر "امام حاضر" کو قرار دیتے ہوئے (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پیر آغا خان سوئم کو قرار دیا تھا۔ (ن۔ل)

ایڈیٹر بدھوانی نے مذکورہ الفاظ شعوری طور پر مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے پیش نہیں کئے تھے بلکہ ایک آغا خانی ہونے کی حیثیت سے اپنی آغا خانی مذہبی تعلیمات کا پرچار اس کے لئے لازم و ملزوم تھا یہ وہ تعلیمات ہیں جو ہر آغا خانی بچے کو جماعت خانے کے توسط سے ذہن نشین کرائی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر مذمت و گرفت کے قابل ہیں مندرجہ ذیل تعلیمات؟

■ "پیر شاہ" حاضر امام کا اپنی مرضی سے پیر کا تقرر :

"پیر شاہ" (چوتھا سبق)

(ن) ہمارے پہلے پیر حضرت محمد مصطفیٰ ہیں۔ ہمارے پہلے امام حضرت علی ہیں۔ ہمارا بچاسواں پیر حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی ہے ہمارا انچاسواں امام حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی ہے۔ (ایضاً) "پیر شاہ ہمارے گناہ بخش دیتے ہیں' پیر شاہ ہم کو اچھی سمجھ عطا فرماتے ہیں' پیر شاہ ہماری دعا قبول کرتے ہیں' دعا پڑھنے سے حاضر امام خوش ہوتے ہیں کوئی چیز ہاتھ سے گر جائے تو اس وقت "پیر شاہ" بولنا چاہئے۔ بیماری کے وقت "پیر شاہ" بولتے رہئے امام حاضر کو ہم "پیرہ شاہ" کہتے ہیں۔ (ایضاً)

ایڈیٹر بدھوانی کی ذہن سازی جن تعلیمات کی روشنی میں ہوئی اس کی بناء پر وہ مجبور تھا کہ اپنے شعور میں موجزن مذہبی تعلیمات کا وہ برجستہ اظہار کرے۔ بے چارے! ایڈیٹر بدھوانی ہی پر کیا الزام عائد کیا جائے یہاں تو اسماعیلی قوم کے بچے بچے کی ذہن سازی انہی خطوط پر استوار کی گئی ہے چنانچہ آج بھی ہر آغا خانی بچہ انہی الفاظ پر قائم ہے کہ :

* "امام زمان اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی شخص کو پیر ہونا مقرر کرتے ہیں کوئی بھی پیر ہو (پیراتن) اپنے ساتھ رکھتے ہیں جس طرح امام سلطان محمد شاہ نے "پیراتن" اپنے پاس رکھی تھی اور موجودہ شاہ کریم امام حاضر نے بھی "پیراتن" اپنے پاس رکھی ہے اس وجہ

سے ہم ان کو (امام حاضر کو) کل پیروں کا پیر "شاہ کریم حاضر امام" کہتے ہیں اس طریقہ سے ہم ان کو پچاسواں پیر سمجھتے ہیں۔ یہ پیر اتنی نور موجودہ امام حاضر شاہ کریم میں موجود ہے جو نور اول پیر نبی محمد مصطفیٰ میں تھا وہی نور اس زمانے میں شاہ کریم امام حاضر میں جلوہ گر ہے۔ (ایضاً)(ن)

توہین رسالت (Blaspheme) :

ایڈیٹر بدھوانی کی مذکورہ تمام تحریر کے رد عمل کے طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے کیوں کہ (Blaspheme) توہین رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا عنصر ان الفاظ میں بدرجہ اتم پایا گیا جس پر رنجش اس قدر بڑھی کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار پروانوں نے اسماعیلی رسالہ "آفتاب" کے ایڈیٹر بدھوانی کو موت کے گھاٹ اتارنے میں ہی نجات تسلیم کی۔ یہ اس تمام کارروائی کے اصل محرک دھوراجی کے سیداد میمن برادری کے جذبہ ایمانی سے سرشار وہ جذباتی نوجوان تھے جو خود کو "رسالت ماب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار غلام قرار دیتے تھے۔" اس مذہبی کشیدگی کے خاتمے کے لئے ریاست گونڈل کے راجہ بھگوت سینھ کے مہمان خاص کے طور سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم نے ہنگامی دورہ کیا تاکہ اس رد عمل کا تدارک ممکن ہو جو ایڈیٹر بدھوانی کے بھیانک قتل کے بعد بڑھتا جا رہا تھا آخر بات بڑھتی بھی کیوں نہ؟ بات تھی ہی مسلمانوں کے حساس ترین عقائد ایمانی کی' جبکہ بعد کے ایام میں غازی علم دین شہید کے مجاہدانہ اقدام نے ماضی کے اس واقعہ کی یاد تازہ کردی جو آج بھی مسلمانوں کے جذبہ ایمانی میں جوش کا باعث ثابت ہوتی رہتی ہے۔

گو کہ ایڈیٹر کے قتل کئے جانے سے معاملہ اختتام پذیر ہوگیا تھا لیکن احتیاطی تدابیر کے طور پر آغا خان سوئم کا دورہ اسی بناء پر ضروری تصور کیا گیا تاکہ آئندہ اسماعیلی ایسی کسی مذہبی تعلیمات کی تحریر کو ظاہر کرنے سے اجتناب برتیں اور باطنی طریقہ کے مروجہ ضابطوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایسی بھیانک غلطی سرزد نہ کر بیٹھیں ۔

■ ماہ زفاف یا ماہ لوشیں "ہنی مون" : Honey Moon

❁ شومئ قسمت یا قدرت کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصہ بعد کے ایام میں ایک ایسا واقعہ ذرا سے تساہل و لاپرواہی کی بناء پر ظہور پذیر ہوا جس کا گماں تک نہ تھا جس کی وجہ سے "آغا خان" کا داخلہ راج کوٹ (کاٹھیا واڑ) میں خوف و ہراس کی بناء پر ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار پاگیا اس واقعہ کی مبینہ روداد کچھ یوں ہے:-

یہ ۱۹۴۴ء کے آخری ایام کا ذکر ہے کہ سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوم کی لندن سے راج کوٹ (کاٹھیا واڑ) انڈیا میں آمد کے موقع پر جو شاہانہ وفد ان کا شریک سفر تھا اس میں اچھی خاصی تعداد غیر ملکی رؤسا' امراء کے علاوہ ان کی نئی نویلی چوتھی دلہن "ام حبیبہ" کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھی یا وہ دوست احباب جو تقریباً سب کے سب انگریز تھے۔ گو کہ "ام حبیبہ" نے ۱۹۴۴ء میں شادی پر اسماعیلی مذہب کے پیروکار ہونے کا اعلان کر دیا تھا باوجود اس کے "ام حبیبہ" کے ساتھ آنے والے تمام عزیز و اقارب و مہمانان گرامی غیر اسماعیلی ہی تھے۔ واضح رہے کہ آغا خان سوم کا مذکورہ سفر "ام حبیبہ" ماتا سلامت" کی رفاقت میں شادی کے بعد پہلا سفر ہندوستان تھا۔ گویا ماہ زفاف یا ماہ لوشیں "ہنی مون" کی تقریب میں ان کا انڈیا آنا تمام اسماعیلیوں کے لئے روایتی رسم "دیدار" میں شمولیت کا موقع فراہم کرنے کا باعث ثابت ہوا قوم کو اپنے امام کا دیدار بھی نصیب ہوا اور "ماتا سلامت" کی زیارت بھی' ذہن نشین رہے کہ ام حبیبہ بادی النظر میں اطالوی النسل انگریز تھیں جن کا سابقہ نام "Lebrusse Yvette Blanche" اور مقابلہ حسن میں "مس فرانس" کی خطاب یافتہ ہونے کی نسبت سے پورے یورپی ممالک میں بڑی شہرت کی حامل تھیں۔ (ایضاً)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کاٹھیا واڑ (انڈیا) گجراتی بولنے والوں کی عظمت رفتہ کا ہمیشہ مرکز رہا ہے اسی نسبت سے آغا خان نے کاٹھیا واڑ میں ہی "دیدار" کی رسم منعقد کئے جانے کو ہمیشہ فوقیت دی اس کی خاص وجہ ارد گرد کے وہ دیہات تھے جہاں اسماعیلیوں کی برادریاں طویل مدت سے آباد تھیں کسی قسم کی ذرا سی خبر ملنے پر ان دور دور کے دیہاتی لوگوں کو پیغام کا پہنچانا کوئی دشوار بھی نہ تھا کیوں کہ ان ایام میں آمد و رفت کے جو بھی ذرائع میسر تھے وہ کاٹھیا واڑ میں با آسانی دستیاب تھے چنانچہ آغا خان سوم کی کاٹھیاواڑ میں دیدار کی خبر مختصر وقت میں پورے ہندوستان کے طول و عرض میں پہنچادی گئی۔ دریں اثنا اس کام میں اسماعیلی کونسل کے چاق و چوبند دستے جو ہمیشہ سرعت سے خبریں پہنچانے کے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے اس موقع پر اپنی افرادی قوت میں بے انتہا اضافہ کردیتے جن میں خاص کر "گوئندہ" جاسوس (خبر پہنچانے والے) بھی شامل کرلئے جاتے تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد "دیدار" کا فیض پا سکیں۔

راج کوٹ میں آغا خان کے "دیدار" کی تقریب کا اعلان ہوا تو تمام اسماعیلی برادریوں میں گویا خوشی کی لہر دوڑ گئی دور دور کے دیہاتوں سے راج کوٹ آنے کے لئے دیہاتیوں نے بیل گاڑیوں سے سفر کرنے کے پروگرام ترتیب دیئے واضح رہے کہ ان ایام ماضی میں بیل گاڑی چلانے والے رتھ بان اکثر ہندو ہوا کرتے تھے جبکہ اسماعیلی زمینداروں نے رضا کارانہ طور پر اپنی بیل گاڑیوں کو مفت آمد و رفت کے لئے چند روز تک وقف کردیا' چنانچہ جوق در جوق قافلے راج کوٹ پہنچنا شروع ہوگئے دیہاتی اپنے خورد و نوش کا سامان اپنے تئیں لائے تھے۔ باوجود اس کے راج کوٹ کے بازاوں میں ریل پیل کا تانتا بندھا رہتا ہر طرف خوشی کا سماں تھا گو کہ راج کوٹ اتنا پس ماندہ علاقہ بھی نہ تھا لیکن پھر بھی لوگوں کی ریل پیل نے جنگل میں منگل کر دکھایا' ہر اسماعیلی اپنے ہم مذہب کو دیدار میں شمولیت کی آمد پر مبارکباد پیش کرتا اس طرح چند دنوں کی رونق کا نقطہ عروج اپنی انتہا کو پہنچنے پر آخر کار انتظار کی گھڑیوں کا خاتمہ قریب تھا' یعنی آغا خان سوئم کے دیدار کی تقریب میں شمولیت کا موقع جس کے لئے ہر اسماعیلی کئی دنوں سے مضطرب تھا' ایک ایک پل گن کر یہ وقت

نصیب ہو رہا تھا لیکن قدرت کو کیا منظور تھا اور آئندہ کیا ہونے والا تھا کسی کو اس کی خبر نہ تھی، کسی کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ یہ ان کا آخری دیدار ہو گا!

قدرت بھی بعض دفعہ کیا سے کیا کر بیٹھتی ہے جس کے متعلق انسان کے واہمہ میں بھی نہیں ہوتا ستم ظریفی دیکھئے کہ دیدار میں شمولیت کرنے والے آغا خانیوں کو اپنی خوشی سمیٹنے کا موقع یکشت اپنی اداسیوں کی نذر کرنا پڑا واقعہ یوں رونما ہوا کہ:

آغا خان سوم کی آمد پر "دیدار" کی مجلس کا انعقاد کیا گیا من حیث القوم جوق در جوق اسماعیلیوں نے "دیدار" کیا اور عاجزانہ التجاؤں سے اپنے "حاضر امام" سے رزق، روزی، صحت و تندرستی، خیر و برکت، عافیت، گناہوں کی معافی اور بخشش کی دعائیں پیش کیں اور بسا اوقات سجدہ ریز بھی ہو گئے اس موقع پر آغا خان سوم اپنی تمام محشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر افروز تھے یہ سماں اسماعیلیوں کے لئے تعجب خیز نہ تھا کیوں کہ وہ تو اسے پیدائشی طور پر ہی ادا کرتے چلے آرہے تھے لیکن "ام حبیبہ" اور ان کے چند رشتہ داروں کے لئے یہ منظر فرط حیرت کا سماں پیش کرنے کی بناء پر واقعی انوکھا ضرور تھا، وفد میں شامل اکثر انگریز دوست اس عمل کا صحیح طور پر تجزیہ نہ کر پائے کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟

بالا آخر ایک قریبی بے تکلف دوست سے نہ رہا گیا اور وہ دوران مجلس "دیدار" آغا خان سے برجستہ مخاطب ہو ہی گیا "ہز ہائنس! کیا آپ وضاحت کریں گے یہ سب کچھ کیا ماجرا ہے؟ مجھے گمان ہو چلا ہے کہ یہ لوگ آپ سے فریاد رسی کرتے ہوئے التجا و دعا کر رہے ہیں" موقع کی نزاکت کے پیش نظر آغا خان سوم نے انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ساتھ ہی بڑی دھیمی آواز میں برجستہ کہا "مطمئن رہیں! باہر چل کر وضاحت ہو گی"۔

اچانک ہی آغا خان سوم کی حرکات و سکنات پر جمی ہوئی ہزاروں نظروں نے یہ محسوس کیا کہ اب ان کا "حاضر امام" مجلس "دیدار" کی تقریب سے رخصت ہونے کو ہے چنانچہ جیسے ہی آغا خان نے دھیمے لہجہ میں "خانہ ودان" کہا یکدم زور دار شور و شغب سے "صلوٰات صلوٰات" کا ورد کیا جانے لگا اس طرح اب آغا خان سوم نے اپنے بھاری بھرکم

وجود کو ہلکی سی جنبش دی اور بارعب انداز سے اپنے قدموں سے نادر قیمتی ایرانی قالین پر دھیمے دھیمے چلتے ہوئے پوری جماعت پر اپنے مخصوص انداز میں طائرانہ نظروں سے تجلیات کی فیاضی کی اب صلوٰات کا شور اپنے عروج پر تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی آغا خان کے قدموں کے چلنے کی رفتار میں تیزی سے اضافہ ہو تا گیا' چند لمحوں بعد وہ اپنی سبک روی سے مجلس سے باہر جا چکے تھے جبکہ ان کا دیدار کرنے والے اسماعیلیوں نے گویا اپنا مدعا پالیا تھا وہ اب ایک دوسرے کو حج کی مبارکباد پیش کر رہے تھے' جی ہاں حج کی! کیوں کہ "دیدار" کی مجلس میں شرکت کا اسماعیلی عقائد کے تحت واضح مطلب یہ ہے کہ "حج ہمارا حاضر امام کا دیدار ہے (وہ اس لئے کہ زمین پر خدا کا روپ صرف حاضر امام ہے۔(ن) (ح : ۴۶)(ایضاً)

تمام زائرین کو "دیدار" کرا کے فیض یاب کئے جانے کی مجلس سے رخصت ہو کر آغا خان سوم کی کار کا رخ اب قریب کی مطلوبہ منزل کی طرف گامزن تھا تاکہ اپنے انگریز دوست کے سوال کا تسلی بخش عملی طور پر جواب دے کر اس کی تشفی کرا سکیں آغا خان سوم کے معروف ایجنٹ لکھپتی نے کار کے ڈرائیور کو رفتار کم کرنے پر ایک خاص مقام پر رک جانے کا حکم دیا چنانچہ کچھ فاصلہ پر پہنچ کر سواری ٹھہر گئی یہ ہی مطلوبہ منزل تھی آغا خان سوم نے سواری سے اتر کر سیدھا اس خوبصورت عمارت کا رخ کیا جو قریب میں واقع تھی ان کے پیچھے قافلہ رواں دواں تھا' عقبی دروازہ پر پہنچ کر آغا خان کے قدم رک گئے گویا ان کے پیچھے رواں وقت بھی تھم گیا۔

■ گئو موترہ :

● مرکزی دروازہ پر لکھا تھا "بھت ناتھ" مندر (ہندوؤں کی معروف عبادت گاہ) اس کی وجہ شہرت جو بیان کی جاتی ہے وہ جانور "گائے" کی موجودگی ہے جو کہ کثیر تعداد میں اس مندر کے عقبی دروازے پر خاص طور پر "گئو شالہ" (گائے کے باندھنے کی جگہ) میں لاکر چھوڑ دی گئیں ہیں تاکہ ہندو مذہب کے پیرو کار پوجا پاٹ کے لئے جب حاضری دیں تو مندر

ں داخل ہونے سے پیشتر ہی "گاؤ ماتا" کے سامنے عاجزانہ طور پر پوجا پاٹ کی ابتداء
کر سکیں۔ یہاں موجود ان "یاتری" افراد کی اضطراری کیفیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا
ہے کہ پجاری "گاؤ ماتا" کے تازہ بہ تازہ موت (پیشاب) "گئو موترہ" کے اخراج کے منتظر
ہتے ہیں تاکہ جیسے ہی "گاؤ ماتا" مقدس و متبرک پیشاب کا خروج کرے فوری طور پر چلو
ر کر وہ نوش کر سکیں اس طرح پوری طرح پرباش ہونے پر ہر پجاری کوشش کرتا کہ گائے
کے باقی ماندہ پیشاب (موت) کو اپنے لائے ہوئے برتن "چرو" "گڑوی" میں بھر لے۔ وہ گیلے
تھوں کو اپنے کپڑوں پر مسل کر خشک کر لینے کو بے حد باعث تکریم عمل تصور کرتے، ہندو
ق در جوق یکے بعد دیگرے قطار سے اپنی اپنی باری پر یہ عمل جاری و ساری قائم رکھتے
یا مجال کہ جانور "گائے" کے پیشاب "گئو موترہ" کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپک جائے
ض دفعہ بنیاد پرست کٹر مہا سبھائی ہندو ایک عجب مظاہرہ کرتے وہ "گاؤ ماتا" کا گوبر اپنے
ر پر مل کر پوجا پاٹ کی ابتداء کرتے اور حاضرین کو باور کراتے کہ اپنے سابقہ گناہوں سے
تو (پاک) ہونے کا اعلیٰ و ارفع طریقہ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

تقدس کی انتہا "چوہا مندر" میں :

بھت ناتھ مندر کے اس تناظر میں متذکرہ دعویٰ کچھ کمزور مشکوک نظر آتا ہے اور اس
ق کو اکثر و بیشتر "چوہا مندر" بیکانیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آئیں ذرا مختصرا تقدس کی
نا کے اس عمل کو پرکھنے پر جائیں کہ آخر عبادت کا طریقہ مروجہ کون سا ہے جو قابل توجہ
نے کی بناء پر ہندوؤں کی اعلیٰ عبادت کے تحت زیر موضوع ہے ؟ راجھستان اپنی
عت ارضی اور کروڑوں نفوس پر مشتمل ہونے کے ساتھ کئی تہذیبوں اور بے انتہا اقدار
حامل رہا ہے۔ یہاں کی ثقافت میں ہندو ازم کوٹ کوٹ کر سمویا ہوا ہے قدم قدم مندروں
مشتمل یہ تہذیب اپنے عروج پر ٹھاٹھیں مارتی نظر آتی ہے جب آپ بمقام دشنوک نزد
کانیر (راجھستان) میں واقع "چوہا مندر" (جو کہ کرنی دیوی کے اوتار کے نام سے موسوم
نے کی نسبت سے ہے) میں قدم رنجا ہوں گے تو یہاں پر اشرف المخلوقات حضرت

"چوہا مندر" دشنوک بینکانیر راجھستان (بھارت)

"انسان" اپنی انتہائی عاجزانہ طور پر پیش کی گئی بندگی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے نظر آئیں گے۔

کرہ ارض پر آباد، مکروہ ترین مخلوق جسے سائنس کے نظریہ ارتقاء کی تخلیقی، ذیلی درجہ بندی (Sub . Class) کے تحت "علم توالد و تناسل" اور نوع حیوانات (Species) کی حیاتیاتی گروہ بندی تقسیم (Division) سے واضح نسبت کی وجہ سے اس کا تعلق حیوانات لبونہ "Mammalian" کی طویل فہرست میں اس کا سائنسی نام "Rattus Rattus" (ح:۵۹) شمار ہونے پر بنی نوع انسان کے لئے انتہائی خطرناک اور حفظان صحت کی بناء پر انسان کا دشمن و مضر صحت قرار دیا گیا اور جسکی بناء پر یہ ماضی و حال میں بھی ہزاروں لاکھوں انسانی جانوں کے اتلاف کا باعث ثابت ہوا جس کی تباہ کاریوں سے انسان ایک طویل عرصہ سے درد سری کا شکار بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ مکروہ الصفت مخلوق "چوہا" فار۔ موش۔ اہنکار Rat/Mouse ہے جس نے چندیوم قبل ہی اپنی انسان دشمن صفات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہندوستان میں "طاعون" (Plague) کی صورت میں موت کا وہ سیلاب بپا کیا جس نے انسانی لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگا کر رکھ دیئے۔

باوجود ان تمام معروضات و وجوہات کے ماضی کی طرح آج بھی چوہا مندر دشنوک نزد بیکانیر راجھستان میں چوہے کی باادب طور پر "پوجاپاٹ" کرکے حقوق عبادت کی انتہائی اعلیٰ منازل کو حاصل کرنے کی پرسعی کوششیں حضرت "انسان" نے جاری و ساری، قائم کر رکھی ہیں۔ متذکرہ مندر میں مقدس چوہوں کے طعام و قیام کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے باقاعدہ ایک پنڈت کا موجود ہونا چوہوں کے خادم کے طور پر لازمی ذمہ داری میں شامل ہے۔ ہر پجاری مندر میں داخل ہونے پر چوہوں کے حضور نذرانہ عقیدت کے طور پر ان کی پسندیدہ خوراک "بھاتا کھاجا" پیش کرنے پر ہی پوجاپاٹ کا اصل حق دار قرار پاتا ہے اس دوران چوہے خوب سیر ہو کر خوراک نوش کرتے ہیں اس کے بعد وہ اپنی طبعی خصوصیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے مندر میں آمد و رفت کی نسبت سے اپنی "دھما چوکڑی" چال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

بعض دفعہ فرط جذبات سے غالب ہو کر وہ پنڈت جی سے لپٹ بھی جاتے ہیں جنہیں

پنڈت جی دم سے پکڑ کر واپس خانہ خوراک کی طرف دھکیل دیتے ہیں جہاں پر دوبارہ وہ مصروف محو خوراک ہو کر اس دوڑ میں شمار ہو جاتے ہیں جو سارا دن لگی رہتی ہے۔ کون آتا ہے اور کون جا رہا ہے؟ اس کی ان کو کوئی خبر نہیں جبکہ پجاری بھی اپنی سوچ "چوہا" کی پوجا پاٹ تک محدود رکھتے ہیں۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ "چوہا" (جو کہ "کرنی دیوی" کا اوتار کے نام سے) قابل تعظیم و پرستش قرار پانے کے باوجود بالا آخر چوہا ہی ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض دفعہ ارد گرد کے علاقوں سے مندر کے باہر کے اجنبی آوارہ چوہے بھی خوراک کی تلاش میں آجاتے ہیں جنہیں فوری طور پر بلا تخصیص کے پوری عزت و تکریم کے موجب پورے اعزاز کے ساتھ شرف عبادت حاصل ہو جاتا ہے۔ اس طرح آنے والے اجنبی چوہے اب بزرگ مقدس چوہے کے طور پر اپنی خوراک کا حصول ممکن کر لیتے اور مندر میں موجود پجاریوں کو ان کی پوجا کا کچھ موقع بھی مل جاتا' اکثر دفعہ موسمی اثرات و اپنی موروثی صفات کی بناء پر چوہے کسی پجاری یا "یاتری" (زائرین) کو کاٹ بھی لیتے جنہیں پنڈت جی نیک شگون قرار دیتے ہوئے فوراً پجاری کو مندر سے رفو چکر کر دینے میں ہی خیر سمجھتے ہیں۔ ◖

● "چوہا مندر" کا ذکر ضمناً بیچ میں آگیا۔ جبکہ جاری موضوع کے تسلسل کو ماضی میں آغا خان سوم کی "بھت ناتھ" مندر کاٹھیاواڑ (انڈیا) کے عقبی دروازے پر قدموں کے رک جانے سے رواں وقت کے تھم جانے کے عمل کو دوبارہ متحرک کئے جانے پر بحال کرتے ہوئے تحریر ہے کہ آغا خان سوم نے اپنی نگاہوں کے اشارے سے اپنے معترض انگریز دوست کو نظارہ کی دعوت دی وہ حیرت کدہ انداز میں دنگ تھا کہ Oh! God الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ کچھ دیر پہلے اپنے معزز دوست کو سجدہ ہوتے دیکھ کر وہ اتنا حیران نہ ہوا تھا لیکن "گاؤ ماتا" کی پوجا پاٹ اور اس کے مقدس پیشاب "گؤ موترہ" کو نوش کرتے ہندوؤں کو دیکھ کر وہ سٹپٹا گیا موقع کی نزاکت کے پیش نظر آغا خان سوم اس کی کیفیت بھانپ گئے چنانچہ برجستہ طور پر کہنے لگے :

* "یہ بھارت (انڈیا) ہے یہاں پر جانور (گائے) کی پوجا ہوتی ہے میں تو انسان ہوں

کہ اشرف المخلوقات ہے۔ آپ اشرف المخلوقات کے مقابلے میں کیا جانور (گائے) کو سجدہ ہوتا ہوا گوارا کرسکتے ہیں ؟" (مزید وضاحت میں آغا خان سوم کے الفاظ کا مفہوم یہ ہی لیا گیا کہ : میں اسماعیلیوں کا خدا ہوں "بھت مندر" میں لانے کا مقصد یہ ہی تھا کہ یہاں گائے جانور کو لوگ سجدہ کرتے ہیں اس کا پیشاب پیتے ہیں۔ "گاؤ ماتا" جب خدا ہوسکتی ہے تو میں اس سے افضل ہوں اس لئے میں خدا کیوں نہیں ہوسکتا ؟") انگریز دوست نے آغا خان کے بیان سے بوالعجبی کے احساس کے تحت مکمل تشفی حاصل کرلی۔

لیکن اس موقع پر موجود ہندو اخبار "بندے ماترم" احمد آباد کے کٹر مذہبی سوچ کے حامل ایڈیٹر نے آغا خان سوم کے مذہبی منافرت کے حامل الفاظ کو اپنے ہوش و حواس سے بخوبی سن لیا اور اسے اپنے مذہبی عقائد پر حملہ اور ان کی زبردست تضحیک تصور کرتے ہوئے اگلے روز ہی اپنے اخبار کے سرورق پر جلی سرخی سے پوری کہانی چھاپ دی جس سے پورے ہندوستان میں آغا خان کے خلاف شدت جذبات سے نفرت کا اظہار کیا گیا بالا آخر یہ ردعمل یقینی تھا کیوں کہ یہ بات ان کے خالص مذہبی عقائد پر چوٹ کے ساتھ طنز کے مترادف تھی جسے بہرحال کوئی بھی ہندو برداشت نہیں کرسکتا تھا جس کا برملا اظہار ہندو معاشرے کے ہر فرد نے اپنے تئیں کیا خواہ ان میں اونچی ذات کے برہمن' پنڈت یا رجواڑوں سے لے کر نیچ ذات کے چوڑے چمار بھنگی ہندو بھی اس میں شامل تھے۔

چنانچہ سب سے بڑا اقدام جو حفظ ماتقدم کے تحت پابندی کی صورت میں سامنے آیا وہ یہ تھا کہ اس وقت تک دیدار کی مجلس میں شمولیت کے لئے آنے والے تمام افراد جو بلا تفریق مذہب بغیر کسی رکاوٹ کے مفت میں "دیدار" سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ خواہ ان میں ہندو ہوں یا مسلمان' صحافی حضرات سے لے کر بیل گاڑی چلانے والے گاڑی بان ہندو بنئے بھی اس سے شوق دیدار کی آرزو پوری کرہی لیا کرتے تھے اس سہولت کو یکدم کالعدم قرار دے دیا گیا۔ اس ضمن میں اگلے روز ہی بمبئی میں آغا خان کونسل کے ایک ہنگامی اجلاس میں اس نازک پہلو پر غور کے بعد پابندی عائد کردی گئی جس کی بناء مستقبل میں غیر اسماعیلی "Non - Ismaili" کا مجلس "دیدار" میں داخلہ ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دے

دیا گیا جس کا اطلاق آج بھی جاری ہے اور اس پابندی پر بڑی سختی سے عمل بھی کیا جاتا ہے۔ طرہ امتیاز یہ ہے کہ دیدار کی کسی مجلس میں صرف اسماعیلی فوٹو گرافر یا صحافی ہی بلا کسی اجازت کے شمولیت اختیار کرنے کا مجاز قرار پایا جبکہ مسلمان یا غیر مسلم اخباری صحافی، مبصر یا فوٹو گرافر "مجلس دیدار" کی پریس "میڈیا کوریج" کے لئے پر نہیں مار سکتا!

متذکرہ پابندی سے جن مقاصد کا حصول مطلوب تھا وہ اپنی جگہ قابل فہم تصور کیا جاتا آغا خان کونسل کی دانست میں تھا لیکن اس کارروائی کے منفی اثرات بھی رونما ہوئے جن پر زبردست ردعمل کا سامنا تھا، بہرحال طویل عرصہ تک اس کا خمیازہ اجتماعی طور پر ذلت و رسوائی کی صورت میں پوری اسماعیلی قوم کو برداشت کرنا پڑا۔

ان ہی ایام میں رونما ہونے والے بہت سے مذہبی تعصب سے پر واقعات میں سے مبینہ ایک واقعہ کچھ یوں قابل بیان ہے کہ:

- ریاست لمبڑی (Lambri State) کے ہندو راجہ کو یہ اعزاز ایک طویل عرصہ سے حاصل تھا کہ آغا خان سوئم جب کبھی ہندوستان آتے تو لمبڑی ریاست کے دورے بھی اپنے سفری پروگرام میں ضرور شامل رکھتے یہاں آمد کے موقع پر بالخصوص اسماعیلیوں کو "دیدار" بھی نصیب ہو جاتا گویا شرف میزبانی کا اعزاز ہندو راجہ کو ہی حاصل ہوتا جبکہ مسلمان ریاستوں کے راجواڑے اس انتظار میں ہی رہتے کہ شائد آغا خان کبھی انہیں بھی یہ شرف میزبانی عطا فرمائیں، لیکن شرف میزبانی نہ عطا کیا جانا آخر کیا راز تھا؟ اس کے افشاء نہ کئے جانے سے متعلق پہلے بھی توجیہ کرنے سے قاصر رہا ہوں!

باوجود اس دیرینہ دوستی اور باہمی تعلقات کے آغا خان سوم اور راجہ آف لمبڑی اسٹیٹ کے درمیان ایک خلیج حائل ہو گئی جس کا تعلق براہ راست ہندو مذہب کے پیروکار راجہ کے وہ جذبات تھے جو آغا خان سوم کے "بھت ناتھ" مندر پر دیئے گئے بیان اخبارات میں پرزور اشاعت کی وجہ سے بے حد نفرت میں بدل چکے تھے۔ گویا اخبارات کی مہم اپنا کام دکھا گئی پھر بھی اس تبدیلی جذبات کے بعد راجہ نے ہرگز اس کا اظہار نہ کیا کہ اس بار میزبانی کے فرائض سرانجام نہیں دیں گے بلکہ آغا خان سوم کے سفر کا رخ کر

سے صرف ایک دن قبل ہی لمبڑی اسٹیٹ کے راج کمار سے وابستہ ایک خصوصی ریاستی بیان کا ڈھنڈورہ پٹوا دیا گیا اور اس کی بڑے پیمانے پر تشہیر بھی کرادی گئی یہ ہی نہیں بلکہ اس کو اپنے خصوصی ذرائع سے آغا خان سوم کے حلقہ احباب اور کونسل کے اعلیٰ عہدیداروں تک پہنچایا گیا کہ "اس بار آغا خان سوئم کی لمبڑی اسٹیٹ آمد کے موقع پر راجہ اپنی ناسازی طبع کی بناء پر استقبال نہ کرسکیں گے بلکہ راج کمار کو یہ شرف حاصل ہوگا کہ وہ راج بھون (شاہی محل) سے توپ کے گولے داغے جانے پر پرتپاک اہتمام کے تحت استقبال کریں گے اور خصوصی طور پر قلماقنی (وہ عورت جو ہتھیار پہن کر بادشاہوں' راجاؤں اور امیروں کے محل پر پہرہ دے) سلامی پیش کرے گی اور راج کمار اس بار آغا خان سوئم کے "دیدار" میں بھی بنفس نفیس شرکت کریں گے"

اس بیان کی اتنے بڑے پیمانے پر اچانک تشہیر کی وجہ سے گویا آغا خان کونسل کے ایوان میں بھونچال آگیا وہ تذبذب کا شکار ہوگئے کیوں کہ وہ چند روز اس سے پیشتر ہی اعلان کرچکے تھے کہ آئندہ سے "دیدار" کی مجلس میں کوئی غیر اسماعیلی (Non Ismaili) شرکت نہ کرسکے گا اب مذکورہ مشتہر کئے گئے بیان کے پیش نظر ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ لمبڑی اسٹیٹ کے راجہ کو کسی طور پر رضامند کرلیا جائے کہ وہ مجلس "دیدار" میں راج کمار کی آمد کو رکوادیں تاکہ آغا خان کونسل کے حالیہ تازہ فیصلے کو عملی جامہ پہنایا جاسکے بصورت دیگر رسوائی و پشیمانی کا سامنا تھا اس موقع پر راجہ نے انتہائی مخلص دوست کا کردار شوق سے ادا کرتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا:

"مجھے آغا خان سوئم کی آمد پر بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کاش کہ میری ناسازی صحت کا موقع ان ایام میں رونما نہ ہوتا" کچھ ٹھہر کر اپنا جملہ ان الفاظ کے ساتھ ختم کیا "مجھے کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ راج کمار بھی اپنی خواہش سے باز آجائیں" آغا خان کونسل کے اراکین نے اس موقع پر راجہ کی ذاتی دلچسپی و مداخلت کی بہتر کوشش کی لیکن راجہ نے اپنا سابقہ ارادہ دہراتے ہوئے چند اضافی الفاظ کے ساتھ بات کا لب لباب پیش کر

دیا: "راج کمار کی خواہش میری انتہائی مجبوری ہے میں اپنے راج پاٹ (تخت سلطنت) کے ولی عہد کے آگے بے بس ہوں وہ میرا بیٹا ہی نہیں بلکہ وہ اس راج دھانی کا راج کمار بھی ہے البتہ میں ذاتی طور پر حاضر ہوں بلکہ راجا پرجا پوری لمبڑی اسٹیٹ بسرو چشم آغا خان سوئم کے استقبال کی منتظر ہے" مذکورہ الفاظ انتہائی فراست کی غمازی کرتے نظر آرہے تھے کونسل کے اراکین منہ لٹکا کر واپس لوٹے اور ایجنٹ لکھپتی کو جب راجہ کے رویہ سے مطلع کیا گیا تو وہ انتہائی مغموم ہوا' اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اور اس کے ہاتھ پیر پھول گئے وہ راجہ سے قضیہ مول لینا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بالا آخر انتہائی ہنگامی میٹنگ میں یہ فیصلہ صادر کیا گیا کہ:

"ہز ہائنس سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم "حاضر امام" کا دورہ لمبڑی اسٹیٹ چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر اچانک منسوخ کیا جاتا ہے جس کی اطلاع راجہ آف لمبڑی اسٹیٹ کو دے دی جائے" جب یہ بے ضابطہ اطلاع لمبڑی اسٹیٹ کے راجہ کو پہنچائی گئی تو وہ انتہائی غصہ میں دانت پیستے ہوئے لرزہ براندام ہو جانے پر ایک ہی الفاظ دہرا رہا تھا وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ "لمبڑی اسٹیٹ میں اب کبھی وہ نہیں آسکتا" راج کمار کی کیفیت قدرے مختلف تھی وہ خوش تھا کہ اس کی راج دھانی میں اس کی خواہش کا احترام نہ کرنے والوں کا سدباب ہمیشہ کے لئے از خود راجہ آف لمبڑی اسٹیٹ نے اپنی ہی زندگی میں کر دیا بہر حال یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت کے بعد سے "لمبڑی اسٹیٹ" کی زمین پر سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم کے قدم کبھی نہیں لگے اس لئے دیدار کی مجلس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا! ◀

● زمانہ سابق کے مبینہ احوال واقعی کا اخذ یہ ہے کہ: اسی طرح ماہ زفاف "ہنی مون" کے موقع پر آئے ہوئے وفد کو اپنے ہمراہ لے کر آغا خان سوم انڈیا سے بڑے اوا واپس انگلینڈ روانہ ہوئے پھر اس کے بعد راج کوٹ (کاٹھیاواڑ) وہ کبھی نہیں آئے!!

■ "حاضر امام" کی موت کی خبر:

آغا خانی باطنی مذہبی عقائد کا سنہری دور آغا خان سوئم کی زندگی میں اپنے عروج پر

(ان کی وفات کے ساتھ ہی اپنی موت آپ مرنے کے مصداق) میرے انتشاری ذہن میں نقش سنہری دور زوال پذیر ہونا شروع ہوا چونکہ آغا خانی عقائد کے حامل کٹر "ہٹ دھرمی" ذہنوں کو ان کی موت نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا کیوں کہ کمزور العقائد ذہن تو یہ قیاس تک نہ کرسکتے تھے کہ آغا خان کو بھی موت کا مزا چکھنا ہوگا۔ میرے ذہن کی انتشاری کیفیت اس وقت بام عروج کو پہنچ چکی تھی جب ان کی موت یعنی "مولا بابا" عقل کل "مشکل کشا" "پالنہار" اور روزگار عطا کرنے والے اپنے خدا "حاضر امام" کی موت کی خبر مجھے ملی (ن) المختصر اس ہستی کی موت کی خبر جو چند لمحات پہلے تک خود غیروں کی زندگی اور موت کے پروانے ساتھ اپنے خصوصی فرستادہ کے بھیجا کرتا تھا اب خود موت کے شکنجہ میں جکڑے جانے پر آخرت کی گھاٹی میں راہ عدم کا مسافر ہو چلا اس خبر کو پانے پر گویا میرے آغا خانی مذہبی عقائد و باطنی نظریات' رسوم و رواج کے آبائی' موروثی نظام کے تابوت میں آخری کیل گڑ گئی۔

○ ترجمہ : ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے (الانبیاء۲۱/۳۵)

■ سانحہ ارتحال!

سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم "حاضر امام" کے انتقال سے کچھ عرصہ قبل تک ان کو دوران بیماری میں "لخلخہ" (چند خوشبودار چیزوں کا مرکب جو بیماروں کو سنگھایا جاتا ہے) سنگھائے جانے کے اس عمل کا چند بڑی عمر کے لوگوں نے اچھا شگون نہ لیا چنانچہ ان ایام کے بعد کی بات ہے کہ ان کی مرض الموت میں ابتلا کی خبر جماعت خانوں میں گشت کرنے لگی تو لوگوں میں اضطراری کیفیت کی لہر دوڑ گئی بستر مرگ سے ان کی پل پل کی خبر کا بیرونی ممالک میں حصول اس زمانے میں کوئی آسان کام نہ تھا جس سے ہیجان خیزی میں اضافے کا پیدا ہو جانا بھی کسی تعجب کا باعث نہ تھا لیکن جذباتی اور ہٹ دھرمی فکر کے حامل آغا خانی جن میں عمر رسیدہ بوڑھے اور بوڑھیاں شامل تھے۔ اکثر جماعت خانے کے ماحول میں افسردگی پیدا کرنے کا باعث ثابت ہوتے جس سے پژمردگی میں اضافہ کے سوا کچھ حاصل نہ

ہوتا وہ دعا کے وقت سے کچھ قبل ہی حاضر امام کی ناسازی صحت پر بڑے رنج و غم کے لہجہ میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے کرتے فرط جذبات سے پر ہو کر بے قابو ہو جانے پر رو پڑتے جس کی وجہ سے جماعت خانہ ماتم کدہ کا سماں پیش کرتا' میرا قیام ان دنوں رنچھوڑ لائن کے جماعت خانے کے قریب تھا چونکہ میں بھی ایک پیدائشی آغا خانی ہونے کی حیثیت سے "حاضر امام" کے لئے وہ ہی جذبات' احساسات اور ہمدردیاں رکھتا جو دیگر آغا خانیوں کے دلوں میں اپنے "مولا بابا" کے لئے موجزن تھیں' ایک روز میں جماعت خانے میں شام کی دعا میں شمولیت کے لئے حاضر ہوا' دعا کا آخری وقت تھا میرے پہلو میں ایک بوڑھا آغا خانی بڑی سراسیمگی میں اپنے خدا کی ناسازی صحت پر سرفگندہ انداز میں دعاگو تھا' وہ گریہ و زاری کر رہا تھا کہ: (ن)

* مولا اے حاضر امام! آپ مولا ہو' آپ کے ہاتھ میں صحت' تندرستی اور شفا ہے
* مولا آپ بیمار ہو' میں دعا کرتا ہوں کہ مولا آپ خود کو روبصحت کرلیں' اپنی بیماری دور کرلیں
* مولا! آپ تو سب کو روبصحت کرتے ہو خود کو بھی صحت یاب فرما کر میری دعا قبول فرمالیں
* حاضر امام! آپ کی ناسازئ صحت کی خبر ہمیں ایک پل بھلی نہیں لگتی
* مولا! آپ صحت یاب ہو جائیں اور پوری جماعت کی التجاؤں کو شرف قبولیت عنایت فرمائیں!
* مولا! ہماری دعاؤں کی لاج رکھ لیں اور ہمارے دلوں پر آپ کی بیماری سے جو بوجھ ہے اسے دور فرمائیں
* مولا! آخری دعا ہے کہ آپ خود کو صحت یاب فرمائیں...... آمین

اس بوڑھے کے برابر کھڑا ہوا اس موقع پر میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسا خدا ہے جو عام مخلوق کی طرح بیمار بھی ہو جاتا ہے اور اس کی صحت یابی کی دعا اسی سے طلب کی جاتی ہے بات کچھ سمجھ میں نہ آتی گویا خدا کے خود بیمار ہونے پر دعاء صحت بھی "خدائے مریض"

سے ہی مانگی جا رہی تھی!

■ "جس کو موت آتی ہے وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟"

اس واقعہ کے چند روز بعد ہی آغا خانیوں کے "مولا بابا" "حاضر امام" "مشکل کشا" "عقل کل" مرض مہلک کی تاب نہ لاتے ہوئے بالا آخر روح کے قفس عنصری سے پرواز کر جانے پر ۱۹۵۷ء میں انتقال کر گئے (اس موقع پر جب مجھے یہ خبر ملی میں بے ساختہ تلملا اٹھا کہ "جس کو موت آتی ہے وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟") ان کو "ابو الہول Sphinx کی سرزمین پر "فراعنہ" (Pharaoh) (فرعون مصر) کے تعمیر کردہ مشہور تاریخی شہر "اسوان" کے شہر خموشاں میں سپرد خاک کیا گیا۔

■ سمجھ میں نہ آنے والی بات؟

"نوٹ : ہو سکتا ہے کہ یہ عمل عجیب و غریب اور بے بنیاد معلوم ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ آغا خان سوم کو جس کے ہاتھ میں خود جنت اور جہنم تھا اور جو امامت کے زمانہ میں اپنے پیروؤں کو خود مغفرت عطا کرتا تھا' اس کے ایک پیرو (مکھی) نے اسوان (مصر) میں تدفین سے قبل "چھینٹا" دیا تا کہ مرحوم کی مغفرت ہو جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مغفرت کس نے عطا کی؟ مکھی نے!" (ح:۴۹ ایضا) صفحہ ۱۰۶)

جبکہ ہم چند آغا خانی دوستوں کا گمان غالب یہ تھا کہ آغا خان سوئم کی تدفین "کربلا معلیٰ" یا "نجف اشرف" میں کی جائے گی کیوں کہ "حاضر امام" خود کو اولاد رسولؐ کے طور پر پیش کرتے رہے' لیکن ہمارا گمان درست ثابت نہ ہوا۔

■ کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا!

ان کی تدفین کے ایام میں آغا خانیوں کو عام مسلمان کی زبان سے یہ الفاظ تک سن کر برداشت کرنا پڑے کہ "جہاں کی مٹی تھی وہیں دفن کی گئی۔"

○ ترجمہ : اس زمین (مٹی) سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اسی میں تمہیں واپس لے

جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے (طٰہٰ ۲۰/۵۵)

حقیقت یہ ہے کہ ان کے انتقال نے میرے دل پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے اب
ان کی یاد میرے دل میں آسودگان خاک کے طور پر رہتی' باوجود اس سانحہ ارتحال کو
گزرے ہوئے کئی عشرے ہوچکے ہیں لیکن ماضی کے اس دور کی عکاسی موجودہ ایام میں بھی
ملکی اخبارات کے صفحات پر مزین رہتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

"سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم کا انتقال ۱۱ر جولائی ۱۹۵۷ء کو "ولا برکت" جنیوا میں
ہوا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کے جانشین اور اسماعیلی کمیونٹی کے ۴۹ ویں امام پرنس
کریم آغا خان بنے... پرنس کریم آغا خان کی امامت اسماعیلی کمیونٹی کے لئے ایک غیر متوقع
امر تھا اور اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ سلطان محمد شاہ کا متوقع جانشین ان کا بڑا بیٹا پرنس
سلمان خان کے متعلق بھی اکثر افراد کی رائے یہ تھی کہ وہ سلطان محمد شاہ کا جانشین ہو
ہے۔ پرنس صدر الدین آغا خان نے آغا خان سوئم کی وفات سے کچھ روز قبل ایک انٹر
میں کہا تھا کہ "وہ علی سلمان خان سے برابری کے دعوے کے ساتھ امامت کے مستحق
لیکن اگر ان کے والد کا فیصلہ کچھ اور بھی ہوا تب بھی ان کے لئے قابل قبول ہوگا کیوں
اس میں خاندان اور اسماعیلی برادری کا مفاد ہے۔"

■ آغا خان سوم کی وصیت :

۱۲ر جولائی ۱۹۵۷ء کو آغا خان مرحوم کی وصیت لندن کے لائیڈز بینک کے لاکر سے نکال
کر آہنی صندوق میں لائی گئی اور "ولا برکت" میں خاندان کے تمام افراد "جن میں پر
علی سلمان خان اور پرنس صدر الدین آغا خان بھی تھے" کے سامنے پڑھی گئی اس موقع
دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے اسماعیلی رہنما بھی موجود تھے۔ وکیل کی گونج
آواز کمرے میں بیٹھے افراد دھڑکتے دلوں کے ساتھ توجہ سے سن رہے تھے:۔

* "میں مکمل اعتماد کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ شیعہ امامی اسماعیلی فرقے کے حق
میرا وارث وہ نوجوان ہے جو جدید تعلیم یافتہ اور امامت کے جدید تقاضوں کو کامیابی سے

پورا کرنے کا اہل ہے اور وہ میرا پوتا اور پرنس علی سلمان خان کا بیٹا پرنس کریم ہے۔ وہی میرے بعد آغا خان بنے گا۔وہی امام بنے گا اور امامت کرے گا۔ میرے تمام ماننے والوں کو اس کی اطاعت کرنا ہوگی..... دنیا میں بنیادی طور پر بدلتے ہوئے حالات.... اور اب تک ہونے والی عظیم تبدیلیوں کے پیش نظر میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ شیعہ مسلم اسماعیلی کمیونٹی کے بہترین مفاد میں یہی ہے کہ میرا جانشین نوجوان ہو جس کی نشو و نما نئے دور میں ہوئی ہو اور جو امام کے اپنے عہدے سے زندگی کو ایک نئے انداز اور زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہو۔"

یہ وصیت ایک خاموش دھماکہ تھی جس نے محفل میں موجود مختلف افراد کے اعصاب کو ہلا کر رکھ دیا۔ پرنس صدر الدین آغا خان فوراً ولا سے باہر چلے گئے جس سے ان کو پہنچنے والے ذہنی صدمے کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ پرنس علی سلمان خان نے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھا اور آگے بڑھ کر اپنے بیٹے کو مبارکباد دی۔ جارجینا ہاوُل لکھتی ہے کہ بعد میں پرنس علی سلمان خان کی محبوبہ بیٹینا نے بتایا کہ "درحقیقت وہ سکتے کے عالم میں تھے اور انہیں شدید دھچکہ پہنچا تھا جسے انہوں نے کمال دانشمندی سے چھپا لیا۔"

علی کے بجائے کریم کی بطور آغا خان نامزدگی جہاں خاندان میں محسوس کی گئی وہیں اسماعیلی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھی اسے ایک ناخوشگوار واقعے کے طور پر لیا اور خصوصاً شام میں رہنے والے اسماعیلی اس مسئلے پر بہت جذباتی ہو گئے۔"

(ح: الف)(ایضاً)

● پرنس علی سلمان خان کا رویہ محض وصیت کے الفاظ کو قبول کرنے سے ہی متعلق نہ تھا بلکہ اسے اپنے مستقبل کی اس خفت کا سامنا تھا جو ساری زندگی اسے برداشت کرنا تھی اس کے متعلق ولی فری شاور نے اپنی کتاب "The Aga Khans" کے صفحہ ۲۱۰ پر واضح طور پر لکھا ہے کہ:۔ "علی نے یہ محسوس کیا کہ اس کے باپ کی اس کے بیٹے کے لئے ترجیح سے اس کا عوامی وقار مجروح ہوا اس کے بعد سے وہ پہلے جیسا نہیں رہا اس کے لئے یہ صدمہ مزید غیر انسانی حرکات کا موجب ہوا "بے بیٹنا" کے الفاظ میں جو اس موقع پر پرنس علی کے احساسات کا آئینہ ہو سکتے ہیں "کریم اب خود اپنے باپ کا روحانی باپ تھا" اس ضمن

میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ باطنی عقائد کا پیروکار ہونے کے ناتے ہر اسماعیلی پر امام کی اتباع کے مروجہ طریقے کے مطابق اب ہر مجلس میں پرنس کریم آغا خان کے والد پرنس علی خان اس کے پابند تھے کہ وہ اپنے بیٹے کو "روحانی باپ" کہہ کر باادب طریقے سے مخاطب ہوں اور التجائیہ انداز سے دعا کرکے اپنی حاجت روائی کرائیں۔ مزید برآں اس سلسلے کا ایک طویل حوالہ پیش ہے:۔

"کریم آغا خان خواہ اس بات کا اعتراف کریں یا نہ کریں یہ بات بہرحال ریکارڈ پر ہے کہ پرنس علی سلمان خان اپنی چلبلی طبیعت' خواتین میں غیر معمولی دلچسپی اور دیگر ظریفانہ سرگرمیوں کے باعث سنجیدہ حلقوں میں اچھی شہرت نہیں رکھتے تھے اور شاید یہی بات ان کی بحیثیت امام نامزدگی کی راہ میں حائل ہوئی ان کی حرکات و سکنات پر مغربی اخبارات نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس سلسلے میں لیون سلاٹر Leon Slater کی کتاب "علی" Aly بہت سے دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے اور آج کل یہ کتاب نایاب ہے۔

لیون سلاٹر لکھتا ہے: پرنس علی سلمان خان برطانوی ماحول کا پروردہ تھا جس کے لئے گھڑدوڑ ایک دلچسپ مشغلے سے زیادہ طرز زندگی تھا۔ گھڑدوڑ کو برطانوی طبقہ امراء میں کتنی اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ وہاں ماہ و سال کے کیلنڈر شکار کے موسم' گھڑدوڑ اور خرید و فروخت کے لحاظ سے ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ گھڑسواری میں مشاقی معاشرے میں ایک اعزاز تھا۔ اچھی گھڑسواری اور جیتنے والے گھوڑوں کی ملکیت ایک جانب سوسائٹی میں ترقی اور عزت کے مواقع خود بخود فراہم کردیتی تھی اور دوسری طرف ذات کی تشہیر کا بہترین ذریعہ تھی خوش قسمتی سے پرنس علی سلمان خان اپنی دیگر خداداد صلاحیتوں کے ساتھ ان اوصاف کا بھی حامل تھا اور اس نے بہت جلد اپنے ہم عمر افراد کو متاثر کرنے کا فن سیکھ لیا لیکن اب بھی نسل پرست انگریز' کاؤنٹیوں کے نواب اور وہ امراء جنہیں اپنے خاندانی نسب پر ناز تھا' احساس برتری کے زعم میں کسی بھی ہندوستانی یا رنگ دار فرد سے گھلنا ملنا پسند نہیں کرتے تھے اور اکثر علی سلمان خان کو اسی تنفر اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔

ان کی نفرت اور تعصب کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ علی خان جب بھی کوئی ریس جیت جاتا تو یہ متعصب انگریز طبقہ اس کے لئے "غلیظ" اور "کالا" جیسے الفاظ استعمال کر کے دل کی بھڑاس نکالتے۔ لیون سلاٹر ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ گھڑ دوڑ میں جب علی کو دانستہ آگے آنے سے روکا جا رہا تھا۔ جگہ مانگنے پر اسے

"Shut Your Bloody Mouth You God Damned Nigger"

جیسے الفاظ سننے پڑے۔ یہ وہ خالص انگریز سوچ اور ذہنیت تھی جس نے مختلف مواقع پر علی خان کی انا کو مجروح کیا اور علی خان نے بیشتر مواقع پر اس امتیازی سلوک کا شکوہ بھی کیا ہے۔ علی خان کے لئے اگر انگریزی کا لفظ "Womanizer" استعمال کیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا کیوں کہ اس کی زندگی کا قریبی جائزہ لینے سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ عورت اس کی بنیادی کمزوری تھی۔ علی خان کی زندگی کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس کے قریب آنے والی بیشتر عورتوں کا تعلق برطانوی طبقہ امراء سے تھا۔ اس امر کے پس پشت دیگر عوامل کے علاوہ جذبہ انتقام بھی کار فرما تھا۔

علی کی زندگی ایک بھرپور زندگی تھی اس نے جو کچھ کہا عملی زندگی میں کر کے دکھایا۔ لیڈی تھیلما فرنس "Thelema Furnes" بھی علی کی زندگی میں آنے والی لاتعداد عورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ خاتون پرنس آف ویلز کے بھی نزدیک سمجھی جاتی تھی۔ لیکن علی کی مسحور کن اور طلسماتی شخصیت ہی کا خاصہ تھا جس نے تھیلما کو تاج برطانیہ کے وارث کے گلیمر اور ملکہ معظمہ بننے کے حسین تصور تک سے بیگانہ کر دیا۔ یہ ۱۹۳۴ء کا قصہ ہے۔ جب لیڈی تھیلما فرنس اپنی جڑواں بہن مسز گلوریا وینڈر بلٹ سے ملنے نیویارک آئی ہوئی تھی۔ تھیلما کے شب و روز مختلف تقریبات میں شرکت اور برطانیہ جانے والے جہاز کے انتظار میں گزر رہے تھے۔ رقص و سرور اور ڈنر پارٹیاں معمول کا حصہ تھیں۔ وہیں امریکہ کی ایک متمول خاتون مسز فرانک سٹور کی جانب سے دی جانے والی ایسی ہی ایک ڈنر پارٹی میں تھیلما اور علی کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کا ذکر تھیلما نے اپنی خود نوشت "Double Exposure" میں بہت تفصیل کے ساتھ کیا ہے جو

۱۹۵۸ء میں منظرِ عام پر آئی۔ تھیلما لکھتی ہے کہ :

"علی سے وہ میری پہلی ملاقات تھی جس کے بعد ہم بارہا ملے" تھیلما کے بقول یہ ملاقاتیں یقیناً ناقابل فراموش تھیں جنہیں زندگی کے حسین لمحات گنا جاسکتا ہے۔ تھیلما لکھتی ہے کہ ابھی ان ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ میرا جہاز آگیا۔ جب تھیلما علی سے رخصت ہونے لگی تو اس نے یقین دلایا کہ وہ اسے فلوریڈا میں ضرور ملے گا۔ تھیلما جب جہاز پر سوار ہو کر اپنے کیبن میں پہنچی تو اسے خوشگوار حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا کیبن سرخ گلاب کے تروتازہ پھولوں سے مہک رہا تھا اور کمرے کے اندر کثیر تعداد میں پھیلے ہوئے گلابوں پر مختلف پیغامات کے ٹیگز لگے ہوئے تھے۔ مثلاً :

* "See You In London - Aly"

* "You Letf too Soon - Aly"

* "Love - Aly"

اور تھیلما کے سینے کا مدوجزر شدت اختیار کر گیا۔

تھیلما کا جہاز منزل کے قریب تھا اور وہ اپنے کمرے میں ناشتہ کر رہی تھی کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ایک شناسا آواز تھیلما کے کانوں میں گونجی "ہیلو" ابھی وہ حیرت کے عالم ہی میں تھی کہ آواز دوبارہ گونجی * "میں علی بول رہا ہوں کیا آج تم میرے ساتھ لنچ کرنا پسند کرو گی؟" اب تک تھیلما اپنے حواس بحال کر چکی تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور اس نے استہزائیہ انداز میں پوچھا * "اور یہ لنچ کہاں ہوگا! پام بیچ میں یا نیویارک میں!" علی نے ایک جاندار قہقہہ لگا کر کہا "میں نے صرف تمہاری خاطر اپنے کام کو جلد از جلد نمٹا دیا ہے اور کنارے پر کھڑا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ بتاؤ تمہیں پھول پسند آئے" اور تھیلما دوبارہ حیرت میں ڈوب گئی۔

علی اور تھیلما کے قصے اخبارات کی زینت بھی بنے اور زبان زد عام بھی ہوئے جب پرنس آف ویلز* نے تھیلما سے اس موضوع پر بات کرنے کی کوشش کی تو دونوں کے درمیان رنجشوں نے جنم لیا۔ تھیلما علی کی رفاقت میں نگر نگر گھومی۔ اسپین، پیرس اور آ

لینڈ کی فضاؤں میں اٹھلاتی پھری مگر گرمیوں کے اختتام تک یہ رومانس اپنے نقطہ عروج (Climax) پر پہنچ کر دم توڑ چکا تھا اور علی بادل کی طرح ہوا کے رخ پر کہیں اور رواں ہو گیا۔

علی سے متعلق چند حقائق جو امام نہ بن سکنے سے متعلق ہیں' بعنوان :

"وہ امام کیوں نہ بن سکا"

آغا خان سوئم کے بیٹے کی داستان حیات

ایک سربستہ راز جس نے اسے امام کی کرسی پر بیٹھنے نہیں دیا

معروف جریدہ ماہنامہ "کراچی آبزرور" نے شمارہ نمبر ۱۰/۱۱ بابت اکتوبر/نومبر ۹۵ میں پیش کرکے تہلکہ بپا کر دیا: ◀

● دوران تعلیم ہی دادا کی موت کے بعد انہیں اسماعیلی امامت کی ذمہ داری مل گئی جس کی بناء پر ان کی تعلیمی زندگی میں تعطل پیدا ہوا لیکن ۱۹۵۸ء میں انہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ بی اے آنرز کے دوران کریم نے دو تحقیقی مقالات تحریر کئے جن کے موضوعات بالترتیب "اسلامی مکاتب فکر اور تصوف" اور "نزاریوں کا عروج" تھے۔

کریم کی ذاتی زندگی کے متعلق کچھ لکھنا ایک مشکل ترین کام کہا جاسکتا ہے عمر کے ابتدائی حصے کی کچھ معلومات کے علاوہ ان کی زندگی ایک معمہ ہے جس میں جھانکنے کی کوشش محدود معلومات فراہم کرتی ہے۔ مثلاً ان کی دلچسپیوں میں گھڑ دوڑ اور اسکیٹنگ فرصت کے مشاغل ہیں علاوہ ازیں انہیں فٹ بال' ٹینس اور کشتی رانی سے بھی دلچسپی ہے۔ اسکیٹنگ میں وہ ایران کی نمائندگی کرتے ہوئے اولمپک چیمپئن بھی رہ چکے ہیں۔ سلیمہ سے شادی سے قبل ان کے قریب آنے والی خواتین میں سابق شاہ ایران کی بہن شہناز پہلوی خصوصی اہمیت رکھتی ہے لیکن نامعلوم وجوہات کی بناء پر یہ شادی نہ ہو سکی۔

اس تنہا ترین انسان کو اس کی سات رکنی کابینہ "ہزہائی نس" کہتی ہے جبکہ خوش گمان معتقدین کی نظر میں وہ امام زمان یا امام وقت' عالی جاہ' حضور والا اور "مولا بایا" بھی ہے۔ خاندان کے بزرگ افراد اور قریبی ملنے والے اسے کریم کہتے ہیں جبکہ انتہائی بے تکلف

حلقوں میں وہ صرف "کے" "K" ہے۔ انگریزی' فرانسیسی اور اطالوی زبانیں روانی سے بولنے والا کریم عربی اور اردو میں اٹک اٹک کر اپنے خیالات کا اظہار کرلیتا ہے اپنے اسلاف کے برعکس کریم کی زندگی سے بظاہر سیاست کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا اس کے باوجود دنیا کی مختلف حکومتوں نے اسے مختلف القابات سے نوازا مثلاً "ہز ہائی نس" کا خطاب اسے انگلستان کی ملکہ الزبتھ نے عطا کیا اور "ہز رائل ہائی نس" کا خطاب سابق شاہ ایران رضا پہلوی نے عطا کیا۔

آغا خان سیاست سے اپنی عدم دلچسپی اور گریز کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امامت کا انسٹی ٹیوشن (Institution) کسی سیاسی تنظیم کی شکل اختیار نہیں کرسکتا اور نہ اسے کرنا چاہئے اور میں اس سلسلے میں شدید رائے رکھتا ہوں۔ آغا خان کے بقول اسلام صرف ایک یقین کا نام ہے۔ آغا خان کی اس رائے سے قطع نظر ہم قرون اولیٰ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک امور سلطنت سے میدان جنگ اور معاشرتی زندگی کے تمام شعبوں میں بے داغ مثالوں کے ساتھ محیط نظر آتی ہے۔ خود حضرت علیؓ جن کی وراثت کے آغا خان مدعی ہیں جنگ جمل اور جنگ صفین میں سیاسی امور اور مسائل پر شدید اختلاف رائے کے ساتھ موجود ہیں۔

آغا خان مسلم دنیا کے بڑے مسائل کشمیر' فلسطین اور افغانستان جیسے اہم موضوعات پر بھی خاموش رہے ہیں جس کی اب تک کوئی تاویل سامنے نہیں آئی ہے۔ کریم کا لہجہ عام طور پر نرم اور شگفتہ ہوتا ہے مگر بعض مواقع پر اسے ایک سخت گیر انسان کے روپ میں بھی دیکھا گیا ہے خصوصاً اپنے نظریات کے متعلق اس کی سوچ شدید اور جارحانہ ہوتی ہے وہ اپنے مہمانوں کا استقبال پیرس کے مضافات میں واقع اپنی جاگیر ایگلی مونٹ کے پرشکوہ سیکریٹریٹ میں کرتا ہے اس کی گفتگو میں اکثر قومی مقاصد' قیمت' اثر پذیری قابل عمل منصوبہ بندی اور موثر سرمایہ کاری جیسے الفاظ کی تکرار سنائی دیتی ہے۔

۱۹۷۰ء میں ایک فرانسیسی صحافی لی فری شانفر نے "La Aga Khan" کے نام سے ایک دلچسپ کتاب تحریر کی جس میں ان کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی

تھی۔ لی کی اس کتاب میں ہرچند کہ جارحانہ مواد نہ تھا اس کے باوجود پرنس کریم آغا خان نے اپنی زندگی کے ادوار عام لوگوں کے لئے بند کر دیئے اور ذاتی و شخصی تشہیر پر مکمل پابندی عائد کردی۔ ذاتی زندگی سے متعلق کئے گئے کسی سوال کو بڑی خوبصورتی سے وہ امامت اور ڈیولپمنٹ Development کے موضوعات کی جانب موڑ دیتے ہیں مثلاً امریکی جریدے "لائف" Life نے جب بیگم سلیمہ آغا خان کے متعلق ان سے پوچھا کہ ایک طلاق یافتہ عیسائی خاتون سے شادی نے آپ کے لئے کوئی مسئلہ کھڑا کیا؟ تو انہوں نے بڑے واضح انداز میں اس کی تردید کی اور کہا کہ "یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور ویسے بھی اس کا تعلق، روایات اور کلچر سے ہے' دوئم اس کی قانونی حیثیت ہے۔ پھر وہ ایک انتہائی مخلص اور مددگار بیوی ہے اور بہت سے ایسے معاملات جن کا تعلق خوانگی سے ہوتا ہے وہ میری نسبت زیادہ بہتر انداز میں دیکھتی اور برتتی ہے۔ ان کا مغربی پس منظر کبھی بھی تیسری دنیا کی خواتین سے گفتگو کرتے وقت حائل نہیں ہوگا کیوں کہ ان کی پیدائش اور پرورش ہندوستان میں ہوئی چنانچہ وہ بڑی حد تک اردو بول اور سمجھ لیتی ہیں۔ افریقہ اور ایشیا ان کے لئے بالکل اجنبی نہیں۔" (مذکورہ تحریر بیگم سلیمہ آغا خان کو طلاق دیئے جانے سے قبل شائع ہوئی تھی۔ مرتب)

یہاں یہ بات دلچسپی سے عاری نہیں کہ سلیمہ عموماً سفر سے گریزاں رہا کرتی تھی امریکی جریدے "وینٹی فیئر" کی خاتون رپورٹر جارجینا ہاوَل اپنے ایک مضمون میں لکھتی ہیں کہ "بیگم آغا خان فضائی سفر سے خوفزدہ ہے" یہ مضمون جون ۱۹۸۸ء کے شمارے میں "Aga Khan Behind The Mystery" کے نام سے چھپا۔ بعد میں خود راقم کو بھی جارجینا نے اپنے مضمون کے مندرجات سے استفادے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ سلیمہ سے شادی کے ۲۵ برس بعد جب زہرہ' رحیم اور حسین جوانی کی دہلیز پر کھڑے ہیں آغا خان نے بیگم سلیمہ کو طلاق کا نوٹس قانونی مشیر کے توسط سے جاری کرایا ہے گو کہ طلاق کا یہ فیصلہ بہرحال ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ پرنس کریم آغا خان جو مرسڈیز کاروں کے ایک بڑے فلیٹ کے درمیان یا پھر اپنے گلف اسٹیڈیم کے طیارے میں سفر

کرتے ہیں۔ جن کی دولت یا آمدنی کا صرف اندازہ لگایا جاسکتا ہو اور صحیح معلومات کسی کے پاس نہ ہوں گی۔ جن کی ذاتی جائیداد اور آمدنی اس آمدنی سے بالکل الگ ہے جو انہیں ہر ماہ ان کے ماننے والوں کی جانب سے ملتی ہے۔ لیکن دنیا کا یہ دولت مند ترین انسان بھی کہیں کسی مقام پر آکر خواہ وہ اس کا اپنا گھر ہی کیوں نہ ہو کچھ ایسے بکھر جاتا ہے کہ پھر سمٹے نہیں سمٹتا۔ (ح: الف) (ایضاً)

■ عبرت انگیز حقائق :

باوجود اس امر کے اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور کے مسلمانوں اپنی ان اقدار سے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو حاصل تھیں عملی طور پر قطعاً محروم ہیں۔ عبادات کے روایتی رسم و رواج اور طریقوں سے وابستگی محض روحانی سکون کے حصول کے ذریعہ تک محدود ہے۔ درسی تعلیم جو عمل کے بغیر ایک لاحاصل سرگرمی تسلیم کرلی جائے تو باعث تشفی ہوگا جبکہ دینی تعلیم کا حصول نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیوں کہ دین کی اساس کا عنصر اس سیرت مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر پیش کیا خواہ اس کا تعلق ذاتی' سماجی' سیاسی و دیگر کارہائے زندگی کے علاوہ میدان جنگ سے متعلق "جہاد" ہی سے کیوں نہ ہو ہمیں آج بھی سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اپنے گم گشتہ خزانوں کا منبع دستیاب ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ مسلمان عمل کرکے اپنی روز مرہ زندگی میں قرون اولیٰ کا انقلاب برپا کرنے کا مصمم ارادہ کرلیں۔

باوجود متذکرہ غیر عملی خواص کے مسلمان کی اپنی ایک منفرد جذباتی کیفیت ہے جس کا تعلق ایمانی غیرت کی وجہ سے تمام مسلم امہ پر اجتماعی طور پر محسوس کیا جاتا رہا ہے۔ خواہ اس کا تعلق صاحب علم طبقہ سے ہو یا جہلاء کم علم افراد سے' نیک باکردار لوگوں سے ہو یا معاشرہ و سوسائٹی کے کمزور الطبع کردار کے حامل افراد سے' مسلمانوں میں موجود جذبہ ایمانی کی چنگاری اس وقت شعلہ ثابت ہوتی ہے جب کوئی غیر مسلم فرد ان کے مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کرے یا ان کی مذہبی دل آزاری کا سامان فراہم کرے۔ وہ اس موقع پر

برداشت کے مادے سے بے قابو ہو کر وہ کچھ کر جاتے ہیں جو عابد و زاہد افراد محض اپنی چند پابندیوں کی بناء پر نہیں کر سکتے' اس کی ایک مثال عام طور پر محلے کی بہو بیٹیوں سے جب بھی کسی اوباش صفت آوارہ نے نازیبا حرکت کرنے کی کوشش کی اس وقت عابد و زاہد محض اس بناء پر کنی کترا کر خاموشی سے اپنی عبا و قبا اور جبہ و دستار سنبھالتے ہوئے اپنی راہ لے لینے میں ہی عافیت قرار دیتے ہیں کہ کون اس لفنگے' بدمعاشوں کے منہ لگے (الا ماشاء اللہ)

جبکہ اس وقت اکثر ان افراد کو بڑا مستعد پایا گیا جو نیک نامی کی بجائے اپنی بدنامی کی وجہ سے معروف ہوتے ہیں۔ وہ ان اوباشوں کو صحیح طور پر منزل تک پہنچاتے ہیں۔ ان کے ہمیشہ جو الفاظ سنے گئے وہ یہ کہ محلے کی ماں' بہن' بیٹی ہماری بہن بیٹی کے برابر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ از خود گناہ آلود زندگی کا شکار ہوتے ہیں باوجود اس کے ایسے ہی بے نمازی لوگ اپنے مذہب پر کوئی بات سننا گوارا تک نہیں کرتے اس ضمن میں ایک تعجب خیز بات جو کمزور الطبع افراد مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی عکاسی کرتی ہے محض اسے بیان اعتراف کے طور پر پیش کیا جاتا ہے گو کہ کرداروں کا تعلق ہمارا موضوع بحث نہیں اور نہ ہی پیش کردہ مضمون کی ہماری تصنیف سے کوئی مماثلت ہے۔ بہرحال ایک اچھی بات جو معاشرہ کے دیگر مسلمانوں کے جذبہ ایمانی میں جوش کا ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے پیش خدمت ہے:۔

■ ترقی پسندی اور آزاد خیالی :

برصغیر ہند کی تقسیم سے قبل سن چالیس کی دہائی کے وسط کا واقعہ ہے جس کا تعلق فلمی دنیا کے اس کردار سے ہے جسے ماضی میں پردہ سیمیں کے دلدادہ شوقین مزاج فلمی تماش بین بڑی خوبی سے یقیناً پہچانتے ہوں گے۔ یاد رہے کہ ۱۹۳۵ء سے ۴۵ء تک کا دور ہندوستان کی فلمی دنیا میں تہلکہ خیز تھا کیوں کہ ان ایام میں برصغیر ہند کے مسلمان گھرانوں میں ترقی پسندی اور آزاد خیالی کا بھوت سوار ہو چکا تھا جبکہ طاغوت اپنے ابتدائی مراحل میں پنجے گاڑنے کی مکروہ کوششوں میں برسرپیکار تھا' اس فتنہ میں وہ افراد زیادہ مجروح تھے جنہوں نے مغربی تعلیم کا حصول کر کے خود کو مذہبی پابندیوں سے مبرا جانا ایسے گھرانوں کی تعداد بہت

محدود تھی اصل میں بات اس وقت تک محدود رہتی ہے جب تک گھر کی چار دیواری کے اندر مسدود رہے لیکن گھر کی چوکھٹ سے باہر اٹھنے والا ہر قدم خواہ وہ مرد کا ہو یا عورت کا اسے معاشرے کے مقابل لا کھڑا کرتا ہے۔ طرہ امتیاز یہ کہ اگر عورت بے پردہ اور بن سنور کر گھر سے باہر قدم رکھے گی تو ہزاروں متجس آنکھوں میں کئی شیطان صفت نگاہیں بھی اس عیاں چہرہ پر مرکوز ہوں گی اور دور تک اس کے سایہ کے تعاقب میں سرگرداں رہیں گیں۔ پردہ کے سوا کوئی قوت ایسی نہیں جو عورت کے چہرے کی حفاظت کرسکے عملی زندگی میں اچھے کاموں کا انجام اچھائی اور برے کاموں کا انجام برائی کی صورت میں بھگتنا ہی پڑتا ہے۔

انہی دنوں فلمی دنیا میں نئے نئے چہرے متعارف کرانے کا رواج عام ہونا شروع ہوا اس دوڑ میں پڑ کر اکثر گمراہ الذہن لوگ' روشن خیال' ترقی پسند اور آزاد خیال گھرانے کی بے پردہ لڑکیوں کو اس کا نشانہ بناتے' شکار پھنس جانے پر وہ ان لڑکیوں کے چہروں کی خوبصورتی کی نسبت معاوضہ طلب کرتے جبکہ اپنی ناقص سوچ اور شیطانی غلبہ کے زیر اثر خوبرو حسین لڑکیاں فلمی دنیا سے وابستگی کو اپنی بڑی کامیابی تصور کرتیں۔ یہ ذہنی غبار چند دنوں میں رفوچکر ہوجانے کے بعد ساری عمر کا داغ بصورت پچھتاوہ ان کا مقدر بن جاتا اس جال میں پھنس کر پردہ سیمیں پر شہرت پانے والی ماضی کی ادکارہ "زیب النساء" کا ذاتی کردار نیک نامی کا باعث تو یقیناً نہ تھا یا باالفاظ دیگر یہ کہا جائے کہ اس کا ذاتی کریکٹر کچھ بھی تھا باوجود اس وصف کے ان ایام میں تمام مسلمان اس کے ایک اتفاقی عمل سے بے حد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اسی وجہ سے اس کی عظمت کا اعتراف کمزور الایمان مسلمانوں کے لئے بھی باعث عبرت ثابت ہوا جبکہ شعلہ زبان مقرر و معروف صحافی شورش کاشمیری کو بھی بعد کے ایام میں اپنے رسالہ "چٹان" میں سنہری الفاظ سے اس کے متعلق اعتراف کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کرنا پڑا مبینہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ:

■ بمبئی کی فلمی دنیا :

بمبئی کی فلمی دنیا کے مشہور انگریزی رسالہ فلم انڈیا "Film India" کا مالک و مدیر

بابو راؤ پٹیل گجراتی بولنے والا ایک کٹر مہاسبائی متعصب ہندو تھا' دولت شہرت اور دنیاوی عزت اس کے قدم چومتی تھی۔ فلمی دنیا سے وابستہ تمام افراد اس کے دفتر میں حاضری دینا باعث اعزاز سمجھتے کہ کل کلاں بابو راؤ پٹیل کی نظر عنایت پڑ جانے پر ان کی تصویر اگر "فلم انڈیا" کے سرورق پر چھپ گئی تو یوں سمجھا جاتا کہ لاٹری کھل گئی یعنی تمام دلدر دور ہوجائیں گے لیکن "بابو راؤ" انتہائی تیز طرار آدمی تھا۔ بڑی منت سماجت' چاپلوسی پر اگر ایک آدھ بار اپنے رسالہ کے کونے کھدرے میں تصویر چھاپ دینے کو بھی عظیم احسان گردانتا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس کی نظروں میں آنے والے چہرے کی واقعی قسمت جاگ جاتی یعنی سرورق پر تصویر چھپ جانے پر ایک دم کئی پارسی سیٹھ نئی فلموں کے ایگریمنٹ سائن کرنے کو تیار ہوجاتے اس طرح چند دنوں میں ہی غیر معروف چہرہ انڈیا کا معروف فلمی ستارہ شمار کیا جاتا باالفاظ دیگر بابو راؤ پٹیل لنگور کو حور کے طور پیش کرنے کا گر جانتا تھا۔

باوجود اس تمام رونق کے جو بابو راؤ کے ارد گرد سجی رہتی ایک دن اس کو احساس ہوا کہ فلمی اداکارہ "زیب النساء" محض اپنی محنت' جانفشانی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے ابتدائی منازل عبور کرکے ترقی کی ان سیڑھیوں کو چھو رہی ہے جو دیگر فلمی ستاروں نے کئی کئی سالوں میں فلمی رسالہ "فلم انڈیا" کی وجہ سے شہرت و عظمت کا مقام پانے پر حاصل کی آخر اس سے رہا نہ گیا۔ مذکورہ پیشہ ور رقابت کے تحت اس نے "زیب النساء" کو اپنے آفس سیکریٹری کے ذریعے پیغام بھجوا کر دفتر میں چائے کی دعوت دی۔

خوش طبع فلمی اداکارہ "زیب النساء" اخلاقی مظاہرہ کرتے ہوئے جب اس کے دفتر پہنچی تو بابو راؤ نے بڑے روکھے پن سے اپنا رویہ پیش کیا کافی دیر انتظار کے بعد اسے اپنے آفس کے کمرے میں طلب کیا اس کا پہلا جملہ جو عصبیت سے پر تھا ملاحظہ فرمائیں:

"کیا نام ہے تمہارا؟" پھر خود ہی بولا "زیب النساء" ارے بابا یہ فلم ایکٹریس کا نام نہیں ہوتا۔ اتنا لمبا نام اسکول ٹیچر کا ہوتا ہے اپنا کوئی سویٹ فلمی نام رکھونا" ایک سانس میں ادا کئے گئے ان الفاظ نے زیب النساء کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔ تذبذب کے عالم میں

اس نے کہا "بابو جی آپ ہی کوئی نام تجویز کریں مجھے اس کا تجربہ نہیں" شیطانی ہنسی میں زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے بابو راؤ پٹیل نے فوراً "کہا" ہاں! ہاں! تم اپنا نام "عائشہ" رکھ لو
اسی دوران چائے آچکی تھی ملازم نے چائے کا کپ زیب النساء کے سامنے سجا دیا دوسرا کپ بابو راؤ پٹیل کے سامنے رکھ کر وہ باہر چلا گیا اس اثنا میں زیب النساء نے خود کو ذرا ذہنی طور پر تیار کیا اور بابو راؤ پٹیل سے دوبارہ وضاحت طلب کی کہ "بابو جی! آپ نے کیا نام کہا؟" ارے بابا بولا نا "عائشہ" برجستہ بابو راؤ نے جواب دیا۔
چونکہ بات چیت فلمی ماحول میں ہو رہی تھی اس بناء پر وہ بات کو نہ سمجھ سکی قوت غضبیہ سے اچانک مشتعل ہو کر زیب النساء کا چہرہ اپنا رنگ بدل گیا اب اس کا حسین چہرہ سرخ شعلہ بن چکا تھا۔ اس کی آنکھوں سے انگارے برسنا شروع ہوئے اپنے جذبات کو ذرا سا قابو میں لاتے ہوئے اس نے اپنے لہجے کو یکسر کرخت کر لیا اور کہا۔
"بابو راؤ پٹیل! تمہیں پتہ ہے کہ میں ایک فلم ایکٹریس ہوں جس کا ذاتی کردار بازاری اور گناہ آلودہ ہے جس کو فلمی تماش بین لوگ ہر حال میں نیک سیرت عورت کے مقابلے میں فاحشہ اور برا سمجھتے ہیں اور ناچنے والی طوائف کے معیار کا درجہ دیتے ہیں تم نے مجھ جیسی ناپاک عورت کو ان نیک ہستیوں کے نام اپنانے کا مشورہ کیسے دیا؟ تمہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اس نام کی عظمت کا کیا مقام ہے؟ آخر تم نے ایسی مکر وہ شیطانی سوچ پیش کرنے کی کوشش کیوں کی ہندو کے بچے! اس کے ساتھ ہی وہ اپنی کرسی سے نیچے کو جھکی اپنا سینڈل اتار کر بابو راؤ پٹیل کے سر پر برسانا شروع کر دیا۔ وہ بے قابو ہو کر اس وحشیانہ انداز سے اس کی پٹائی کر رہی تھی اور ساتھ ہی اس پر بیہودہ گالیوں کی بوچھاڑ کرتی جا رہی تھی چند منٹوں میں بابو راؤ پٹیل کی ناک کے نتھنوں سے خون بہنا شروع ہو گیا' وہ بار بار چلا رہی تھی کہ میں تجھے چھوڑوں گی نہیں ذلیل کمینے! اس نے اس کے چہرے پر بھی اچھی خاصی ضربیں لگائی تھیں جن کے نمائشی نشان کئی دنوں تک بابو راؤ کے چہرے پر رہے۔
آخر بابو راؤ پٹیل کے عملے نے بڑی مشکل سے زیب النساء کو قابو کیا اور دفتر

رخصت کیا اگلے دن کے تمام اخبارات نے بابو راؤ پٹیل کے متعصبانہ رویہ پر لعن طعن کی اور سینڈل سے مرمت کئے جانے کی کہانی کو بڑھا چڑھا کر' ساتھ ہی برے حال میں بابو راؤ پٹیل کی زخم خوردہ تصویر بھی شائع کی کسی منچلے رپورٹر سے نہ رہا گیا اس کی فن ظرافت کی رگ پھڑک اٹھی موقع کی نزاکت کے تحت اس نے تصویر کا عنوان جلی طور پر پیش کیا کہ "لنگور کو حور بنانے والا خود لنگور بن گیا!" زیب النساء اب وہ مقام حاصل کر چکی تھی جس کا ہر عاصی مسلمان متمنی رہتا ہے چنانچہ اس نے فلمی دنیا کی گناہ آلود زندگی سے تائب ہونے کے اقدامات کی فکر شروع کر دی۔ آج بھی اگر بابو راؤ پٹیل کہیں زندہ ہو تو اس کے چہرے پر خراشوں کے داغ اس واقعہ کی صداقت کا اپنے تئیں منہ بولتا بین ثبوت فراہم کریں گے۔

حاشیہ (بقیہ صفحہ ۳۰۶) :

کے توسط سے پوشیدہ باطنی عقائد کا تسلسل سے پرچار کئے جانے پر کسی فرد یا افراد کو جماعت سے خارج کر دیئے جانے کے عمل کو "نات بار" جماعت سے اخراج یا "Expulsion From Jamat" کہتے ہیں۔ نات بار کا اعلان کر دیئے جانے پر پوری برادری کی طرف سے متذکرہ فرد یا افراد کا مکمل سماجی مقاطعہ سوشل بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے۔ جس سے اس کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے الا کہ وہ فرد یا افراد جماعت کو چھوڑ کر علیحدہ نہ ہو جائیں۔ "نات بار" کے بعد کسی قسم کی رعایت نہیں کہ ایسے فرد یا افراد کو دوبارہ جماعت میں شامل کیا جا سکے۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال دسمبر ۱۹۸۸ء میں آغا خان اسماعیلی کونسل برائے برٹش کولمبیا کے اعزازی سیکریٹری کی اس درخواست کی پیش کی جا سکتی ہے جو آغا خان کے "بورڈ برائے افہام و تفہیم" کے ہاں دائر کی گئی تھی جس میں شکایت کنندہ نے آغا خان کے وضع کردہ اسماعیلی آئین کی دفعہ ۱۴ کی رو سے جناب اکبر علی مہر علی (مقیم حال کنیڈا) کی جماعت سے اخراج "Expulsion" کی پرزور سفارش کی تھی واضح رہے کہ موصوف نے اسماعیلی کونسل سے اجازت حاصل کئے بغیر ہی (بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۱۰)

باب دھم :

■ مختصر سوانح حیات :

میرے ماموں مسمی حسن علی رام جی روڈانی جو کہ لائف ممبر شپ کے جوائنٹ مکھی تھے۔ (اب انتقال کرچکے ہیں) جبکہ میری ممانی مسماۃ شہربانو حسن علی بیوہ ابھی تک حیات ہیں اور گارڈن ایسٹ میں مقیم ہیں جماعت خانے میں لائف ممبر شپ کی جوائنٹ مکھیانی ہیں۔ ہمارا سارا خاندان اس وقت سات آٹھ سو افراد پر مشتمل ہے۔ ماضی میں ہم سب جماعت خانے سے بڑی قربت رکھتے تھے کیوں کہ ہم لوگ بڑے خلوص سے ''مولا بابا'' کی عبادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ (گو کہ اب میرا شمار جماعت خانے جانے والوں میں نہیں رہا الحمد للہ) میری پیدائش ۱۹۳۸ء کو کھارا در جان بائی میٹرنٹی ہوم آغا خانی اسپتال میں ہوئی' میری والدہ نے حسب دستور آغا خانی جماعت خانے میں مہمانی کے پیسے دے کر مجھ پر چھینٹا ڈلوا کر میرا نام پیار علی رکھا جبکہ میرے دادا ''نتھو بابا'' نے میرا نام اکبر علی تجویز کیا۔

میں بچپن سے اپنے والدین کے ساتھ باقاعدہ جماعت خانے جاکر عبادت کرتا' بالکل اسی طرح جس طرح دیگر آغا خانی جماعت خانے جاکر آغا خان کے حضور (تصویر کے سامنے) گریہ و زاری کرتے' دعائیں مانگتے' بخشش اور اپنی مرادوں کی بر آوری کی التجائیں کرتے اور انتہاء عبادت پر ہم ''اللھم لک سجودی و طاعتی'' پڑھتے ہوئے آغا خان کی تصویر کو سجدہ کرتے جسے ''سجود'' کہا جاتا یہ سارے اعمال ہم سب آغا خانی پر خلوص طور پر تواتر سے روز مرہ کرتے تھے۔(ن)

اس بات سے مجھے کوئی انکار نہیں کہ ۱۹۶۰ء تک باقاعدہ میں جماعت خانے جایا کرتا تھا۔ جماعت خانے داخل ہوتے وقت میں ''یا علی مدد'' پکارتا تھا' جواب میں موجود تمام اسماعیلی ''مولا علی مدد'' کہتے اس کے بعد میں پکارتا ''ہے زندہ'' جس کا جواب ملتا ''قائم پایا'' اس کے بعد آغا خان حاضر امام کی تصویر کو دیکھتا اور کچھ پیسے پیش کرکے مکھی صاحب سے ہاتھ ملاتا' پھر مکھی صاحب میرے حق میں دعا کرتے اور تھوڑے سے چنے ''جرا'' کے طور پر دیتے' میں مکھی صاحب کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتا اور ذکر (یا علی یا محمد) کے علاوہ

"پیر شاہ" (یعنی حاضر امام) کے نام کی تسبیح پڑھتا پھر دعا پڑھنے کا اجتماعی وقت شروع ہو جاتا جس میں سب مل کر دعا پڑھتے۔

۲۴ مئی ۱۹۵۹ء کو میرے والد کا انتقال رنچھوڑ لائن میں ہوا چونکہ جائے سکونت کھارادر سے منتقلی کی بناء پر اب ہماری رہائش رنچھوڑ لائن جماعت خانے کے قریب تھی اس بناء پر میں چالیس روز تک جماعت خانے کی "دعا ناندی" لے کر جاتا تھا۔

اس سے پیشتر میں ابتداء میں بیان کر چکا ہوں کہ ایک اسماعیلی گھرانے میں پیدائش کی نسبت سے اور بچپن میں جماعت خانے کی ذہن سازی کی بناء پر میں ایک خالص آغا خانی مذہبی فکر کا پیروکار تھا اور "حاضر امام" آغا خان کی بڑے خلوص سے عبادت کرتا اور بڑے طویل سجدے ان کو کرتا' کٹر مذہبی اثرات کی وجہ سے میں اپنے آغا خانی مذہب پر کسی قسم کی تنقید سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ہمارے محلے کے ایک دوست ابو بکر المعروف "ابو" (جو میمن برادری میں سے تھے اور کافی عرصہ سے پونا بائی ٹاور کے قریب رنچھوڑ لائن کراچی میں مقیم تھے) نے نداق نداق میں مجھے "لامذہب" کہہ دیا بس پھر کیا تھا میں نے اس کی ایسی خبر لی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اب محلے کے لوگوں نے میری پکڑ کر لی اور مجھ سے اس زیادتی کے اسباب دریافت کرنے لگے کہ آخر کیا وجہ ہے؟

میں نے ان کو بتایا کہ اس نے مجھے "لامذہب" کہا تھا جبکہ میں اپنے مذہب پر کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا۔ اس جم غفیر میں سے ایک فرد نے مجھ سے دریافت کیا کہ "آخر اس میں کیا بات تھی تمہارا مذہب کون سا ہے؟" میں نے کہا کہ "میں آغا خانی ہوں!" بس پھر کیا تھا بیک وقت کئی آوازیں صدا میں بلند ہوئیں کہ "تم لامذہب نہیں تو اور کیا ہو؟" مجھ سے رہا نہ گیا میں نے جذباتی انداز میں حاضرین کو اپنے مذہب کی بنیادی باتیں بیان کرنا شروع کر دیں کہ "مسلمانوں کی طرح ہماری عبادت کی جگہ کو جماعت خانہ کہتے ہیں جہاں پر ہم آغا خان کی بندگی کرتے ہیں' حاضرین میں سے ایک عمر رسیدہ فرد نے زور دار آواز میں مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "دیکھو میاں! بات کھل کر واضح طور پر بیان کرو" اس بات پر مجھے روحانی طور پر جھٹکا لگا میں نے بے ساختہ کہا کہ "مجھے چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں

اپنا مذہب برحق سمجھتا ہوں" چنانچہ میں نے ان تمام افراد کی موجودگی میں اپنے مذہب کی باتیں جوش ایمانی سے پیش کرنا شروع کردیں کہ :

"ہمارا کلمہ بھی مسلمانوں کی طرح کا ہے صرف اشہد ان علی اللہ کا اضافہ اپنی شناخت کے لئے کرتے ہیں ویسے ہم بھی مسلم ہیں۔ نماز کو ہم دعا کہتے ہیں اور تین وقت جماعت خانے میں ادا کرتے ہیں۔" ایک فرد نے سوال کیا "تمہاری عبادت کی جگہ جماعت خانے کس رخ بنائے جاتے ہیں ؟" ہمارے جماعت خانے کی عمارت کا رخ سیدھا ہوتا ہے میری اس بات پر ایک نوجوان نے آواز کسی "کیا سیدھا رخ "قبلہ اول" اسرائیل کی طرف ہوتا ہے" جس پر میں کوئی تردید نہ کرسکا۔ البتہ میں نے اپنے جذباتی بیان جاری رکھے کہ "دعا میں ہم گنان پڑھتے ہیں۔ گنان بڑا بھلا کلام ہے دعا کے اختتام پر ہم سجود کرتے ہیں بالکل مسلمانوں کی طرح سجدہ کرتے ہیں چونکہ ہم آغا خان کے پیروکار ہیں اس لئے ہم ان کا اس میں تصور لاتے ہیں۔" "ایس میں' کس میں ؟" ایک نوجوان نے پوچھا... میں نے "آپ سمجھے نہیں دعا میں" لیکن آپ تو سجود کا بیان کر رہے تھے۔" نوجوان نے فوراً جواب دیا "ہاں ہاں یہی سمجھ لیں" میں نے کہا۔ میرے اس باطنی انداز کو تمام حاضرین بھانپ چکے تھے چنانچہ سب نے بیک زبان توبہ استغفار پڑھ کر مجھ سے مخاطب ہوئے ان سب کا ایک ہی اظہار تھا کہ "تم ہو ہی لامذہب بلکہ کافر اور مشرک" ان باتوں کو سن کر میں آگ بگولہ ہوگیا لیکن "مرتا کیا نہ کرتا" کے مصداق میں مجبور تھا عجیب کیفیت بپا ہو رہی تھی حاضرین میں سے دو چند افراد میرے بے ہوش دوست پر پانی کے چھینٹے ڈال کر اسے ہوش میں لا چکے تھے۔ چند عمر رسیدہ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرکے میری جان چھڑا دی۔

آزاد ہونے پر میں سیدھا جماعت خانے پہنچا جہاں پر مکھی صاحب کو میں نے واقعہ سنایا۔ وہ بہت نالاں ہوئے کہنے لگے "آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی اتنا غصہ دکھانے کی۔" جس پر میں نے کہا کہ "یہ تو میرے مذہب کی بات تھی مجھے مجبوراً اس کی خبر لینی پڑی" لیکن مکھی صاحب کا اسرار تھا کہ "اگر اس نے تمہارے مذہب کو کچھ کہا تو برداشت کرلیتے کیوں کہ اپنا مذہب تو ہے ہی "باطنی" آپ نے اچھا نہیں کیا بات دور

تک پھیل گئی ہے اور جو آپ نے اپنے باطنی مذہب کی تعلیمات کو افشا کر دیا یہ اور بھی خطرناک حرکت آپ نے کی ہے" مجھے تو مکھی صاحب سے بات شروع کرنے سے قبل یہ یقین کامل تھا کہ مکھی صاحب مجھے شاباش دیں گے لیکن ان کی ناراضگی سے مجھ پر اپنے مذہب کے بارے میں منفی اثرات قائم ہوئے. میں سوچ میں غرق ہوگیا اور کئی دن تک افسردہ رہا کہ آخر "باطنیت" ہے کیا؟ جس کے لئے مجھے اتنا ذلیل ہونا پڑا ہے۔ مجھے روحانی طور پر دھچکہ لگا کہ ہمارا آغا خانی مذہب تو سب سے اعلیٰ عمدہ و اچھا ہے تو اسے چھپانے کا کیا مطلب؟ کیا یہ کوئی چوری کا مال ہے؟ میری روحانی دنیا کا عظیم الشان محل چکنا چور' ان چند سوالوں کی بناء پر ہونا شروع ہوا میں نے بہتر کوشش کی کہ میری روحانیت کی دنیا قائم و دائم رہے لیکن ہر سوال کا رخ مجھے اس نقطہ کے محور پر لا کھڑا کرتا کہ دنیا میں ایسا تو کوئی مذہب نہیں ہے کہ اپنے عقائد کو حق و سچ سمجھے اور پھر اسے چھپائے بھی اور اس کا کھل کر برملا اظہار بھی نہ کرپائے. اس موت و زیست سے مجھے جس اذیت کا سامنا تھا اس نے شعوری طور پر مجھے "باطنیت" کی اصلی اقدار کو مفصل طور پر جاننے اور سمجھنے کے لئے مجبور کر دیا کہ میں غوطہ زن ہو کر یہ پرکھ سکوں کہ آخر اصل وجوہ و رموز کیا ہیں؟ میں سوچنے پر مجبور تھا کہ لفظ "باطنیت" کے صرف ادا کرنے سے کیا ان شکوک و شبہات کو روکا جاسکتا ہے. جو مجھے اپنے مذہب کے اصلی روپ کی تہہ تک کو پرکھنے پر مجبور کر رہے تھے. میرے سامنے دو راستے تھے ایک یہ کہ میں لفظ "باطنیت" کو بغیر سمجھے تسلیم کرتے ہوئے اپنے شکوک و شبہات کو اپنے ضمیر کے مدفن میں دفنا دوں یا پھر دوسرے راستے کو اپنا کر اپنے مذہب کی حقانیت کو پرکھوں۔

میں نے ہر نقطہ نظر سے اور عقل و فراست کو بروئے کار لانے پر خاموشی سے دوسرے راستے کا تعین کیا. اب میں حق کی تلاش میں سرگرداں تھا چونکہ میرے مذہب کا قریب ترین تعلق دین اسلام سے تھا اس بناء پر میں نے اپنے آغا خانی مذہب کو "دین اسلام" کی کسوٹی پر جانچنے کا فیصلہ کیا تاکہ میں دل کی اتاہ گہرائی سے اٹھنے والے اس واہمہ کو رد کرنے پر بس ایک بار صدق دل سے قبول کرلوں کہ باطنیت اور اسلام میں کیا تعلق

اور کیا فرق ہے ؟ یا مذکورہ اپنی تمام باطنی تعلیمات' رسومات و عقائد کو اپنائے رکھنے پر آغا خانی ہونے کے ساتھ ساتھ میں مسلمان بھی رہ سکتا ہوں ؟ اور اگر نہیں رہ سکتا تو مجھے دونوں میں سے کسے اپنائے رکھنا چاہئے اور کسے رد کر دینا چاہئے اس کشمکش کے دوران میں حیران تھا کہ میرے عقائد تو آغا خان کو خدا تسلیم کراتے ہیں (ن) جب کہ اسلام اس واہمہ کو ہی شرک و کفر قرار دیتا اس طرح ابتدائی مراحل میں ہی میری آغا خانی مذہبی فکر آلودہ خاک ہونا شروع ہوئی کیوں کہ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا گیا نتائج کی روشنی میں میرا مذہبی ذہن منتشر ہوتا گیا لیکن صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں نے اپنی کیفیت کو کسی پر اجاگر نہ ہونے دیا۔

■ میں نے خواب دیکھا کہ...

نشیب و فراز سے سابقہ پڑنے پر وقت گزرتا گیا اور اپنے اسماعیلی مذہب کے عقائد' تعلیمات و رسومات سے متعلق مجھے اس وقت بے حد دشواری و دل آزاری کا سامنا کرنا پڑتا جب مسلمانوں کی مساجد سے وعظ نصیحت کی آوازیں میرے کان میں پڑتیں' جن کی وجہ سے میرے ذہن میں موجود اسماعیلی مذہب کے عقائد پر چوٹ پڑتی' کیوں کہ احاطہ جماعت خانے کے اندر واعظ "مشنری" حضرات اسماعیلیوں کو یہ کہتے کہ ہمارا مذہب سچا ہے اور مسلمان جہنمی ہیں کیوں کہ ان کا کوئی روحانی پیشوا امام کی صورت میں موجود نہیں ہے جبکہ :

* ہمارے پاس تو "حاضر امام" ہے۔

ساتھ میں ہمیں یہ باور کرایا جاتا کہ مسلمانوں کے قرآن میں بھی یہ تحریر ہے کہ :

○ ترجمہ : ہر گروہ اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا (بنی اسرائیل ۱۷/۷۱)

جبکہ مساجد کے واعظ جو لاؤڈ اسپیکروں پر با آواز بلند ہر آغا خانی کو چلتے پھرتے سنائی دیتے جس میں مسلمانوں کے علماء کہتے کہ :

"ہمارا دین اسلام سچا ہے اور اسماعیلی غیر مسلم ہیں" جس کی بناء پر میں کوئی فیصلہ نہ کر پاتا' انہی دنوں میں نے چنارا کا گجراتی قرآن پاک کا مطالعہ اپنے طور پر شروع کیا' بات

مزید الجھاؤ کا شکار ہوگئی تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے اس الجھاؤ سے نکال' مجھے سیدھا اور سچا راستہ عنایت فرما' اسی شب ۲ بجے میں نے ایک خواب دیکھا کہ :

"حشر کا میدان بپا ہے ہزاروں انسان زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور ان کی داڑھی مونچھ نہیں تھی' میں نے ان کو السلام علیکم کرنے کی بڑی کوشش کی پر میں کامیاب نہ ہوسکا' پھر میری روح نے اللہ سے دعا کی کہ "مجھے اس عذاب سے نکال دے' تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے" پھر میں اچانک واپس اسی جگہ لوٹ آیا جہاں پر سویا تھا۔

■ دین اسلام سچا ثابت ہوا :

چنانچہ میں نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سچا ہے اور یہ ہی عین اسلام ہے پھر میں نے نماز پڑھنے کی نیت کی۔ مجھے گجراتی میں ایک کتاب اسماعیلیہ ایسوسی ایشن فار پاکستان کی مل گئی جس میں نماز پڑھنے سے متعلق کافی معلومات تھیں' اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ میری ملاقات اللہ کے ایک نیک بندے مسلمان نمازی سے ہوگئی اس نے مجھے عملی طور پر نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا' پہلے دن میں نے تین وقت کی نماز باجماعت پڑھی جو کہ عصر مغرب اور عشاء کی تھی اس طرح میں نے باقاعدہ نماز کی ابتداء کردی۔

تیسرے روز کی بات ہے کہ جب رات کو سویا تو خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت ہوئی۔ مجھ گنہگار کے لئے یہ بڑی سعادت تھی۔ پھر میں نے اپنی والدہ کو تبلیغ اسلام کی تعلیمات دینا شروع کی چنانچہ وہ نماز پڑھنے لگ گئیں اور انہوں نے گجراتی زبان کے تلفظ کا قرآن پڑھنا شروع کر دیا' پھر آہستہ آہستہ میرے گھر والوں نے بھی نماز پڑھنا شروع کردی' ۱۹۶۵ء تک میں گھر پر نماز پڑھتا رہا' ایک روز میرے ہاتھ پرنس کریم آغا خان چہارم "حاضر امام" کی وہ تصویر آگئی جس میں حاضر امام ۱۹۵۶ء میں بمبئی کی جامع مسجد میں نماز پڑھا رہے ہیں ان کی اس تصویر نے میرے ذہن میں موجزن انقلاب کو ایک نیا رخ دیا' میں نے فیصلہ کیا کہ جب حاضر امام

نماز پڑھتا ہے تو میں کیوں نہ اس کی تقلید کروں' جب حاضر امام کسی ذات واحد باری تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہو سکتا ہے تو میں اللہ واحد کے حضور سر بسجود کیوں نہ ہوں اس دن سے میں نے باقاعدہ نماز' آزادی سے پڑھنا شروع کردی جو آج بھی قائم ہے' الحمدللہ !

■ دعوت و تبلیغ :

اس کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی نماز پڑھنے کی دعوت دیتا رہا۔ میری مذکورہ دعوت سے اللہ نے ہزاروں اسماعیلیوں کو نماز پڑھنے کی توفیق عطا کی اور وہ لوگ دین اسلام کے دیگر ارکان پر عمل پیرا بھی ہوگئے یہ کام مجھ ناچیز سے رب العالمین نے لیا میں ہر وقت اس کا شکر گزار ہوں۔

کیا ہمارے حاضر امام نے خود نماز پڑھی اور مسجد کا سنگ بنیاد نہیں رکھا تھا؟ ان کے اس عمل کو چھپایا گیا اور ان کے نام جھوٹے فرضی فرمان منسوب کیے گئے جو کہ مکھی کامڑیا' واعظ (مشنری) اور چند مخصوص لوگ جنہوں نے اسماعیلیوں میں گمراہ کن اور خلاف اسلام عقائد و نظریات کی ترویج قائم کی اور آغا خانیوں کو نماز سے دور رکھنے کی بھیانک غلطی کی جس کے متعلق کبھی آغا خان صاحب کا کوئی تحریری فرمان تنسیخ نماز کا جاری نہیں ہوا اسی کے پیش نظر بعد کے ایام میں' میں نے ایک انتباہی نوٹس متذکرہ عہدیداروں کو جاری کیا جو پیش خدمت ہے۔

■ محترم حضرات متوجہ ہوں :

دی ایچ آر ایچ پرنس آغا خان فیڈرل کونسل برائے پاکستان اور
ایچ آر ایچ پرنس آغا خان لوکل کونسلوں کے عہدیدار برائے پاکستان
مکھی صاحبان برائے آغا خان جماعت خانہ جات
عہدہ داران برائے پرنس آغا خان اسکاوٹ والینٹرز و پاکستان اور چترال ویلفیئر کے
اسٹیٹ ایجنٹ (پاکستان) برائے پرنس کریم آغا خان
ایچ آر دی آغا خان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان

گذارش ہے کہ ہم مسلم' قوم ہماری اسماعیلی اور دین ہمارا اسلام ہے۔ ہماری اسماعیلیہ ۴۹ نسلیں' حاضر امام کی ۴۹ نسلوں کو عطیہ دیتی آئی ہیں اور ان کے فرامین کو مانتی چلی آئی ہیں یہ تمام عطیات مثلاً جماعت خانے' اسپتال' ہوسٹل اور اسکول وغیرہ ہمارے باپ دادا کی قومی ملکیت ہیں ہم نہ ان کا حساب چاہتے ہیں اور نہ قبضہ' ہم صرف نماز پنج وقتہ چاہتے ہیں نماز کی صحیح سمجھ دینے والی رسول اللہ کے طریقہ پر ادائیگی کی تعلیم دینے والی ایک کتاب "نماز" کے نام سے گجراتی میں ۱۹۶۹ء میں اسماعیلیہ ایسوسی ایشن آف پاکستان کی طرف سے چھ بار چھاپی جاچکی ہے اور ساتویں بار مسلم اسماعیلیہ تبلیغی جماعت نے چھاپ کر مفت تقسیم کی ہے اور آٹھویں بار اس کتاب کا اردو اور عربی میں ترجمہ کرکے چھاپ کر مفت بانٹنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ وضو اور پانچ وقت کی نماز کے علاوہ نماز جمعہ' نماز عیدین' پاک نکاح' نماز جنازہ' زیارت' میت اور فاتحہ جو اس میں شامل ہے۔ اس کتاب میں نماز میں پڑھی جانے والی ضروری سورتوں اس کے علاوہ رکوع' سجدہ' قومہ' جلسہ وغیرہ میں پڑھی جانے والی دعائیں بھی اسی طرح موجود ہیں ہر وقت کی فرض اور سنت رکعتوں کی تعداد کی معلومات بھی موجود ہیں اس طرح یہ کتاب نماز کی تمام معلومات بہم پہنچائے گی۔

آپ لوگوں نے ہمیں اندھیرے میں رکھا ہے جبکہ ہمارے مذہب میں نماز پہلے سے موجود ہے ہمارے حاضر امام نے بھی کئی سنی مساجد میں نماز ادا کی ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے اس کا ثبوت ہماری نماز کی کتاب میں موجود ہے۔ جماعت خانوں میں جو تین وقت کی دعا پڑھی جاتی ہے وہ غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کے متعلق ہمارے امام نے ذاتی طور پر کوئی آواز ہم تک نہیں پہنچائی ہے نہ انہوں نے کبھی دعا پڑھی اور نہ پڑھائی ہے۔ لہٰذا حاضر امام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کی اور ہمارے لئے امام اور رسولؐ کی اتباع یہی ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ ادھر مسلمانوں کے مقتدر علماء ہماری جماعت پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا سماجی مقاطعہ ہو رہا ہے۔ ہم اس خط کے ساتھ علماء کا دیا ہوا فتویٰ اور ایک نسخہ نماز کی کتاب منسلک کر رہے ہیں ہم اس سے پہلے بھی اپنے قانونی

مشیر کی معرفت ایک نوٹس دے چکے ہیں مگر آپ نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا لہٰذا ہم دوبارہ استدعا کرتے ہیں کہ ہمیں جماعت خانوں میں اتباع رسولؐ کے مطابق پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی اجازت دیں یا پھر آپ خود اپنے طور پر پانچ وقت کی اذان اور نماز کا اہتمام کریں اگر جواب نہ ملا تو ہم اپنے طور پر جماعت خانوں میں پنج وقتہ نماز پڑھنا شروع کر دیں گے کیوں کہ کل بھی اور آج بھی ہمیں نائٹ اسکول میں تعلیم ملی ہے کہ جماعت خانہ عبادت گاہ ہے اگر ہماری یہ سب باتیں غلط ہیں تو پھر ہمیں امام کا جواب موثر ذرائع ابلاغ کے وسیلے سے عنایت کریں۔

از طرف : اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ رجسٹرڈ
مسلم اسماعیلیہ مسجد نزد آغا خان میٹرنٹی ہوم
بلاک نمبر ۷ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی نمبر ۳۸
الداعی : اکبر علی غلام حسین
۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ - ۶ دسمبر ۸۴ء بعد نماز عصر

■ روز مرہ زندگی میں :

جبکہ اخبارات، جرائد و رسائل میں تبلیغ اسلام کے صفحات خاص کر اردو روزنامہ جنگ کراچی میں شائع شدہ سوالات کے مطالعے سے دین اسلام کی حقانیت کو پرکھنے کا بڑا عمدہ موقع ملا "آپ کے مسائل اور ان کا حل" میں مندرجہ ذیل قسم کے سوال جواب اکثر آغا خانیوں کی فکر میں تبدیلی پیدا کرنے کے باعث ثابت ہوئے:۔

■ امام کو خدا کا درجہ دینے والوں سے متعلق شرعی حکم :

سوال : میرا تعلق ایک خاص فرقہ سے رہا ہے لیکن اب اللہ کے فضل سے میں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا ہے میں اس مذہب کے چند عقائد یہاں لکھ رہا ہوں:۔

عقائد : اس مذہب میں امام کو خدا کا درجہ دے دیا گیا ہے اور اپنی تمام حاجات خواہشات حتیٰ کہ گناہوں کی معافی بھی انہی سے مانگی جاتی ہے، پانچ وقت کی نماز کے بجائے

تین وقت کی "دعا" پڑھی جاتی ہے جو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے بالکل مختلف ہے' نہ تو وضو کا کوئی تصور ہے اور نہ رکوع سجود کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور جس طرح ان کے مرد اور عورتیں بج دھج کے جماعت خانہ جاتے ہیں وہ تو آپ نے خود بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا' روزہ' زکواۃ اور حج اس مذہب کے ماننے والوں پر فرض ہی نہیں آپ کتاب و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ان عقائد کے ساتھ کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟

جواب : آپ نے جو عقائد لکھے ہیں وہ اسلام سے یکسر مختلف ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے بہت سے سمجھدار اور پڑھے لکھے حضرات خود بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ ان کے عقائد اسلام سے قطعی الگ ہیں۔ لیکن ایک خاندانی روایت کے طور پر وہ ان عقائد کو اپنائے چلے آتے ہیں' جن لوگوں کے دل میں آخرت کی فکر اور صحیح دین اختیار کرنے کی خلش پیدا ہو جاتی ہے ان کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس ہدایت کی طرف رہنمائی کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمائی ہے۔ (مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالیٰ' حوالہ کتاب : آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد اول صفحہ نمبر ۱۹۲' (طبع شدہ روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ کا مجموعہ)

اسی ضمن میں ایک اور سوال جو دلچسپی سے پڑھا گیا یہ تھا:

نماز پنجگانہ' روزہ اور زکواۃ : (سبز علی بندے علی۔ کراچی)

سوال : ہم لوگ مسلمانوں کے فرقہ سے ہیں ہماری برادری کی اکثریت گجراتی بولنے والوں کی ہے ہم لوگوں پر اپنے آباؤ اجداد کے رائج رسوم طریقہ و رواج کے اثرات ہیں جن کے مطابق ہم لوگ بڑی پابندی سے اپنے رسوم و طریقہ پر عمل کرتے ہیں جن کی بناء پر ہم لوگ بہت مصروف ہونے کی بناء پر ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے بعض ہماری رسوم ایسی ہوتی ہیں کہ کافی دیر تک ہوتی ہیں یا رات کا کافی حصہ گزارنے پر ختم ہوتی ہیں۔ رمضان

میں ہم روزہ نہیں رکھتے ہمارے پیر صاحب کا حکم نہیں ہے اسی طرح زکواۃ ڈھائی فیصد کی بجائے ہم پیر صاحب کے کہنے پر روپے پر دو آنہ دیتے ہیں جسے پیر صاحب نے "دسوند" کا نام دے رکھا ہے ذکر کردہ تمام رسوم' طریقہ کو ہم گجراتی میں الگ الگ نام سے پکارتے ہیں آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ چونکہ مسلمان ہم سب ہیں کیا ہمیں ان رسوم طریقہ و رواج کو اپنائے رکھنا چاہئے یا کہ ترک کردیں کیوں کہ ان کی بناء پر ہماری عبادت مخل ہوتی ہے اور کیا ہم لوگ ان رسومات کی بناء پر کہیں گناہ گار تو نہیں ہو رہے؟

جواب : نماز پنجگانہ' روزہ اور زکواۃ شرعی فرائض ہیں کسی پیر کے کہنے سے ان کو چھوڑ دینا جائز نہیں اور اگر پیر' ان فرائض کو غیر ضروری قرار دیتا ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں جتنی رسمیں ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی) اقراء۔ اسلامی صفحہ' "آپ کے مسائل اور ان کا حل" مولانا محمد یوسف لدھیانوی (مدظلہ العالی)

انہی ایام میں گجرات' کاٹھیاواڑ بھارت سے چند "توحید پرست اسلام پسند" مہمان چند روز کے لئے کراچی میں مقیم تھے وہ کاروباری سفر پر اپنی اگلی منزل زنجبار افریقہ جا رہے تھے۔ قیام کے دوران انہوں نے علماء کرام کی خدمت میں ایک سوال تحریری طور پر روانہ کیا گو کہ مختصر قیام کی وجہ سے تنگی وقت کے پیش نظر اس سوال کا بروقت ان کو جواب مل سکا' بہرحال مذکورہ سوال پیش خدمت ہے:۔

■ تحریری سوال کا متن (نقل) :

جناب مولوی صاحب

سلام! آپ کو خط کے ذریعے سوال کرتے ہیں جواب ضرور دیں ہم لوگ بھارت سے آئے ہیں۔ گجرات کاٹھیاواڑ سے آئے ہیں کراچی میں چند روز کا ٹھہرنا ہے خط کا جواب دیں تا کہ اپنی قوم کو آپ کا پیغام ہدایت پہنچائیں' شکریہ

فقط نور علی مولا علی تارا

سوال : ہم لوگ بھارت سے پاکستان خاص اسی لئے آئے کہ پاکستان مسلمانوں کا دیش

ہے ہم لوگوں کو اسلام کی باتیں بڑی بھلی لگتی ہیں۔ بھارت میں ہماری قوم گجرات کاٹھیاواڑ سورت میں آباد ہے ہم لوگ گجراتی بولتے ہیں۔ کافی مدت قبل اسلام جب ہند میں آیا تو ہمارے بڑے بوڑھوں نے اسلام کی روشنی کو اپنایا لیکن ہندو سماج کی رسمیں اور خاندانی رسم و رواج نے ہم سے اس روشنی کو دور کر دیا اب صرف ہمارے نام مسلمانوں کے ہیں لیکن ان میں بھی آخری لفظ ہندو دھرم سے رکھنا ہوتا ہے یعنی جیوا' تارا" برہم' کالی' ناری وغیرہ ہم لوگ صرف اپنے نام کی وجہ سے مسلمان تصور کئے جاتے ہیں ورنہ ہمارے بزرگوں کی رسمیں و طریقے ہندو سماج میں سے لئے ہیں۔ ہمارے ہاں مذہبی پیشوا کو "پیر" اور "حاضر امام" کہتے ہیں۔ پیر کے ہر حکم کو ہم سچ سمجھتے ہیں عبادت کے وقت "پیر" صاحب کو ہم "مولا" کا نام دیتے ہیں' ہماری عبادت مرد و عورت مل کر اپنے رسم و طریقوں سے کرتے ہیں جس جگہ ہم عبادت کرتے ہیں وہ جگہ "جماعت خانہ" کہلاتی ہے جو پاک صاف معطر ہوتی ہے۔ جماعت خانے میں عبادت کے دوران تسبیح کرتے ہیں اور عبادت ختم کرنے سے پہلے ہم "جماعت خانہ" میں موجود اپنے پیر کی تصویر کو یعنی "حاضر امام" کو سجود کر کے اپنی عبادت پوری کرتے ہیں مسلمان لوگ نماز پڑھتے ہیں ہم لوگ اپنے طریقے کی خاص عبادت دعا کرتے ہیں۔ حاضر امام کہتے ہیں اپنی عبادت اعلیٰ ہے اس لئے نماز نہ پڑھو' روزہ رمضان میں رکھنے کا حکم نہیں ہے پیر صاحب خود بھی نہیں رکھتے' حج پر ہم نہیں جاتے نہ ہی پیر مولا حج پر کبھی گئے ہیں زکواۃ مسلمان دیتے ہیں پیر صاحب کو ہم روپیہ پر دو آنہ دیتے ہیں جسے پیر صاحب "دسوند" کہتے ہیں اور قبول کر لیتے ہیں۔ جماعت خانے میں ہم اکثر دیر تک حاضر ہوتے ہیں ہم میں سے چند نوجوان نماز پڑھنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے "حاضر امام" پیر مولا کے مکھی کامڑیا اجازت نہیں دیتے ویسے ہم لوگ دیوالی اور کالی مائی کلکتہ والی کا روزہ رکھتے ہیں ذکر کردہ طور طریقے رسوم کو ہم گجراتی میں الگ الگ نام سے پکارتے ہیں۔ جماعت خانہ میں مجلس ہوتی ہے۔ عورتیں مرد آتے ہیں ہمارے مولا باپا خانہ و دان کہہ کر ہمارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں تو ہمیں نماز پڑھنی چاہئے یا جماعت خانے میں عبادت رسوم کو اپنائیں نیز بتائیں ہمارے پیر حاضر امام کی تعلیمات

درست ہیں یا ہم ترک کردیں۔ ہماری قوم کے لئے شرعی حکم بتائیں؟

نوٹ: علماء کرام کی طرف سے بروقت جواب نہ ملنے اور وقت کی تنگی کی بناء پر مذکورہ افراد اپنے اگلے سفر کی منزل کو روانہ ہوگئے۔

■ روبرو مکالمے:

مسٹر محمد علی جناح المعروف "قائداعظم" آغاخانی تھے؟

مجھ سے ایک تقریب میں چند اسماعیلی نوجوانوں نے تبادلہ خیال کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ مسٹر محمد علی جناح "قائداعظم" خالص آغاخانی اسماعیلی تھے میں نے اسرار کیا کہ وہ توحید پرست مسلمان تھے لیکن نوجوان اپنی ضد پر قائم رہے اور یہ دلیل پیش کی جسے میں سن کر سوچ میں غرق ہوگیا کہ اس کا کیا جواب دوں' بہرحال ان کے الفاظ ہو بہو بلا تبصرہ پیش ہیں:

"آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسٹر جینا پونجا اسماعیلی برادری کے متمول اور بااثر افراد میں شمار کئے جاتے تھے انہوں نے ہمیشہ جماعت خانے کی حاضری قائم رکھی اور "دعا" میں شرکت کی اسی نسبت سے ان کے فرزند محمد علی جینا بھی اسماعیلی آغا خانی ٹھہرے' (اس موقع پر تصحیح کرلی جائے کہ جینا پونجا کے فرزند ارجمند کی حیثیت سے ان کو ہمیشہ محمد علی جینا پکارا جاتا تھا جو بعد کے ایام میں جینا سے جناح معروف ہوگیا) حاضر امام نے بھی اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا کے طور پر اس حیثیت (Status) کو قائم رکھا اور آج روز تک قائم ہے۔ وہ جب بھی سرکاری یا غیر سرکاری نجی یا ذاتی دورے پر کراچی تشریف لاتے ہیں تو دیگر غیر ملکی سربراہان مملکت کی طرح کبھی قائداعظم کے مزار پر حاضری نہیں دیتے۔ سرکاری و غیر سرکاری طور پر اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ کبھی "حاضر امام" نے قائداعظم کے مزار پر حاضری دی ہو بس یہ ایک ایسی مثال ہے کہ روحانی پیشوا چونکہ اپنی پوری جماعت کا "روحانی باپ" ہوتا ہے اس ناطے وہ اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے پیروکار "روحانی بچے" کی قبر پر کیسے حاضری دے سکتے ہیں؟ اسی لئے آج تک "حاضر امام"

کراچی آمد پر کبھی قائد اعظم کے مزار پر حاضر نہیں ہوئے!!

رہا دعائے فاتحہ کی بات تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ آغا خان دنیا میں خدا کا انسانی روپ ہے یعنی وہ مولا ہے۔ اب خود خدا ہوتے ہوئے آغا خان دعائے فاتحہ اپنے روحانی بچے کی قبر پر کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ اسی وجہ سے آپ نے یہ بات نوٹ کی ہوگی کہ صدر پاکستان مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق کی تدفین کے موقع پر حاضر امام نے دعائے فاتحہ نہیں پڑھی آخر خدا کو دعا مانگنے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ وہ تو خود بخشش کرتے ہیں مغفرت کرتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کی دعائیں خود قبول کرتے ہیں۔ (ن)

■ قانونی مشیر :

جبکہ شعوری طور پر مجھے معرکتہ الا آرا تحقیقی تصانیف کے مصنف جناب عزیز احمد صدیقی کی مایہ ناز تصنیف ارمغان نجم "تحفہ بابل و نینوا" (ح: ۲/۵۴) کے صفحہ نمبر ۵۸ کی تحریر نے بے حد متاثر کیا حقیقت کے دوسرے رخ کو اجاگر کرنے میں جو کردار مذکورہ تحریر کا تھا وہ مخفی رکھے جانے کی بجائے بہتر ہے کہ مطالعہ کے لئے پیش کر دیا جائے :۔

"۔۔۔ اسماعیلیوں کی سرگرمی صرف مذہبی دائرے تک محدود رہی سیاسی معاملات میں حصہ لینا چھوڑ دیا" (ج ۲ صفحہ ۸۳) مگر ۱۹۰۴ء میں پرنس آغا خان مرحوم نے جو اسماعیلی باطنی تحریک کے امام یا خدا تھے ہندوستان میں دوبارہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی خود اس کے صدر بنے اور اپنے خرچ پر سات سال تک اس تحریک کو ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچانے اور تمام فرقوں کو ایک پرچم تلے جمع کرنے کی بے مثال خدمت انجام دی البتہ ان کے جانشین نے ان کی وہ آرزو پوری نہ ہونے دی یعنی اس تحریک کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد میں تبدیل کر دیا تو مایوس ہو کر آغا خان نے اس ادارے میں دلچسپی لینا چھوڑ دیا اور مالی اعانت بھی بند کر دی ہمارے قائد اعظم مرحوم' آغا خان کے قانونی مشیر تھے اور خاصہ مشاہرہ پاتے تھے (نواب صدیق علی خان) صفحہ ۲۲۶ : "قائد اعظم علیہ الرحمتہ آغا خان کے قانونی مشیر تھے اور پانچ ہزار

مشاہرہ ماہوار پاتے تھے۔ جب یہ خود گورنر جنرل بن گئے تو آغا خان نے مشاہرہ بند کر دیا (نواب صدیق علی خان)"

■ زبان بندی کی شرط :

کچھ روز قبل رمضان مسقطی خوجہ محض اس لئے ملاقات کرنے آئے کہ وہ چند نکات پیش کر کے میری طرف سے تسلی بخش جواب نہ دیئے جانے پر زبان بندی کی شرط کے تحت پابندی قبول کر لئے جانے پر بضد تھے میں نے اپنا مدعا بیان کیا کہ دین اسلام میں شرط حرام ہے آپ اپنے نکات پیش کریں اگر میں تسلی بخش جواب دے کر آپ کو مطمئن نہ کر سکا تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ میری بات کو ہی کسوٹی مقرر کر لیں میں تو ادنیٰ سا کمزور انسان ہوں جس کا علم محدود جس کی فکر کم ہے باوجود اس کے اگر میں آپ کو مطمئن نہ کر سکا تو علماء کرام سے آپ کی تشفی کرانے کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں لیکن پہلے مجھے موقع عنایت کریں بڑی مشکل سے مسقطی صاحب نے بات بیان کی:

"یہ کیا بات ہے کہ مسلمان ہر قسم کے عیب کرے' گانے سنے' لین دین میں گڑ بڑ' بد اخلاقی سے پیش آئے' قتل و غارت کرے' ایک دوسرے کا مال ہڑپ کر جائے' غیبت اور بہتان لگائے' بلیک مارکیٹ' رشوت ستانی' اسمگلنگ' منشیات' جواء شراب زنا اور معاشرے کی تمام برائیوں میں اعلیٰ پیمانے پر ملوث ہونے پر بھی محض مسلمان ہونے کی بناء پر آپ کی نظر میں اچھا ہے اور ایک پاک صاف فکر' لین دین کے اچھے' بھولے بھالے آغا خانی کے مقابلے میں محض مسلمان بہتر اور قابل ہمدردی کیوں ہے؟ کیا یہ آپ کا اسلام اور اس کی رواداری ہے؟ میں نے مسقطی خوجہ صاحب سے مودبانہ عرض کی کہ دیکھیں پہلے ایک ضابطہ کو سمجھ لیں اس کے بعد آپ کے سوال کا جواب دینے میں مجھے بھی سہولت ہوگی اور آپ بھی بہتر طور پر بات کو سمجھ جائیں گے:

بات یہ ہے کہ ایک جرم جو قابل سزا ہو اگر اسے پاکستان کا شہری کرے گا تو اسے ملکی تعزیرات کے تحت جرمانہ یا قید کی سزا دی جائے گی اس سزا کو پانے سے پہلے اور بعد بھی وہ

فرد پاکستانی شہریت کا ہی حامل رہے گا۔ خواہ اس نے معمولی جرم کیا ہو یا بڑے سے بڑا جرم' سزا بھی اس کی اصلاح کے پہلو سے دی جائے گی کہ وہ پاکستانی ہے! لیکن اگر پاکستان کے علاقہ میں دشمن ملک کا ہندوستانی باشندہ پکڑا جائے گا تو اس کے لئے ضابطہ سزا اس کے جرم کے مطابق مختلف ہوگی اور وہ جاسوسی کا مرتکب ہوگا تو اسے سخت ترین سزا دے کر ملک سے نکال دیا جائے گا اسی طرح اگر اس مجرم نے پاکستان میں سازش یا بغاوت کا ارتکاب کیا ہوگا تو اسے پھول کے ہار پہنانے کی بجائے فوری طور پر گولی کا نشانہ بنا کر اس ہندوستانی کا قصہ پاک کر دیا جائے گا۔

اب اسی طرح ایک اللہ کو ماننے والے کے لئے سزا کا ضابطہ الگ اور اللہ کو نہ ماننے والے کے لئے سزا کا ضابطہ الگ ہوگا۔ اسی نسبت سے ہم مسلمانوں میں موجود معاشرتی برائیوں کی قطعی حمایت تو نہیں کرتے وہ تمام برائیاں قابل سزا اور گناہ ہیں لیکن ان تمام برائیوں کے حامل مسلمان کی اگر اصلاح کی نیت سے اسے ان برائیوں کی سزا سے پہلے ہی ہدایت نصیب ہو جائے اور اگر وہ تائب ہو گیا تو آخر مسلمان ہونے کے ناتے اسے پھر مسلمان بن کر ہی زندگی گزارنی ہے جبکہ آپ کا ذکر کردہ فرد اگرچہ معاشرتی برائیوں میں ملوث نہیں ہے لیکن باوجود اس استثنائی کے وہ ایک ایسی غلاظت میں ملوث ہے جو تمام اچھائیوں کو صفر کرنے کا باعث ہے میرا مطلب ہے وہ تمام مشرکانہ' کافرانہ' ملحدانہ تعلیمات جو ہر آغا خانی کو دی جاتی ہیں۔

مسقطی صاحب کا دوسرا سوال تھا کہ:

مسلمان مکمل طور پر معاشرتی برائیوں کا شکار ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے مسلمان خود اپنی اصلاح کر لیں پھر آغا خانیوں کی اصلاح کی بات کریں۔ ویسے آغا خانی راہ راست پر ہی ہیں۔ ان کی تعلیمات میں کوئی نقص نہیں ہے؟

جواب: مسقطی صاحب آپ کا سوال غیر مدلل اور معلومات میں کمی کی نشان دہی کرتا ہے برام کرم نوٹ فرما لیں کہ:

مسلمان مکمل طور پر نہ تو معاشرتی برائیوں کا شکار تھے نہ ہیں اور نہ ہی انشاء اللہ ہوں

گے کیوں کہ یہ ذہن نشین کرلیں کہ معاشرہ میں تھوڑی بہت برائی ہمیشہ پائی گئی اس کا مکمل طور پر خاتمہ انسانی فطرت میں شامل نہیں ہو سکتا کیوں کہ انسان بہرحال انسان ہے فرشتہ میں برائی کرنے کا مادہ نہیں جبکہ انسان اچھائی برائی کا حامل ہے اسی وجہ سے جب معاشرہ میں برائی پھیل جاتی ہے تو مبلغین' دین کی باتیں عام مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ پیش کرتے ہیں تاکہ اصلاح معاشرہ ہو سکے اور لوگ تائب ہو کر دین کی طرف راغب ہو جائیں یہ کوشش ادنیٰ سے ادنیٰ مجھ ناچیز فرد سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ علماء دین' مفتیان کرام اور مبلغین حضرات کی ذمہ داریوں میں شمار ہے' انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک بار دنیاوی زندگی عطا کی ہے اس کے بعد جو زندگی ہوگی وہ قیامت کے روز دی جائے گی پھر جزا و سزا کے عمل کی تکمیل کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی ہوگی اور موت کو اللہ تعالیٰ فنا کر دے گا۔ جب اس دنیا میں ایک بار ہی زندگی ملی ہے تو اسی میں اپنی' اپنے بہن بھائیوں' عزیز و اقارب اور معاشرے کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔

غیر مسلموں کی اصلاح کا معاملہ مختلف ہے ان کی اصلاح میں یہ مشکل درپیش ہوتی ہے کہ پہلے اس غیر مسلم کو تبلیغ اسلام کی جائے پھر ایمان لے آنے کی صورت میں اس کی اصلاح کا دائرہ وسیع کیا جائے لیکن ایک مسلمان کے لئے یہ مشکل درپیش نہیں اس کے لئے واضح طور پر صرف اصلاح کا پہلو کارگر ہوتا ہے مسقطی صاحب اب آپ فرمائیں کہ آپ کس دائرے میں آتے ہیں تاکہ اس کے مطابق آپ سے ابتداء کی جائے؟

یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ آپ راہ راست پر ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ خود کو اس کسوٹی پر پرکھیں کہ کیا آپ ارکان اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں؟ آپ کے جماعت خانے کی عبادتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مروجہ سنت مطہرہ کے مطابق ہیں یا خود ساختہ' تخیلاتی اور غلط ملط غیر اسلامی طریقوں پر ہیں اور اگر جماعت خانے کی عبادتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نہیں ہیں تو پھر ان سے اعلیٰ کیوں کر آپ کا طریقہ ہو سکتا ہے جبکہ قرآن تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے اگر آپ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہیں تو پھر مسلمان کیسے؟ اور اگر آپ

مسلمان ہیں تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے قرآن و دین اسلام کے تابع کیوں نہیں؟ پس یہ ہی کافی ہے کہ آغا خانی راہ راست پر نہ ہوتے ہوئے دین اسلام کی تعلیمات کے مقابلے میں آپ کی تعلیمات ناقص ترین ہیں ان وجوہات کی بناء پر اصلاح کے سب سے زیادہ طلب گار آغا خانی ہیں۔

○ ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی' ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں پھر کوئی دوسری مہلت دی جائے گی (البقرہ ۲/۱۶۲)

■ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین :

رمضان مسقطی نے کہا کہ کیا آپ میرے ایک اور سوال کا جواب دینا پسند کریں گے۔ میں نے بلا تاخیر کہا یقیناً کوشش کروں گا جس پر اس نے مجھ سے سوال کیا کہ قرآن میں ہے کہ ○ **لکم دینکم ولی بدین** ○ ترجمہ: تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین (الکافرون ۱۰۹/۶) اس حکم کی بناء پر سب کو پابند کر دیا گیا کہ کوئی کسی کے مذہبی عقائد میں مداخلت نہیں کر سکتا تو پھر آپ لوگ آغا خانیوں پر تنقید کر کے حکم قرآن سے سرکشی کے مرتکب کیوں ہوتے ہیں؟

ان کو میرا جواب تھا کہ اس آیت کے شان نزول کی تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ کو کہلوایا جا رہا ہے۔ ○ ترجمہ: "تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین" آپ کے سوال کی قابل غور بات یہ ہے کہ کوئی کسی کے مذہبی عقائد میں مداخلت نہیں کر سکتا' سے کیا مراد ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ کفار سے یہی کہا جائے گا لیکن اس کا اطلاق ہم مذہب کے پیروکار یعنی دین اسلام کے ماننے والے دعویدار دو افراد یا جماعتیں ایک دوسرے پر اس آیت کو صادر نہیں کر سکتے پس مسلمان اپنے ہم دین کو اس آیت کے تحت مخاطب نہیں کر سکتا بلکہ کافر ہونے کی شرط کے

تحت فریق ثانی پر اس آیت کا اطلاق ممکن کر سکتا ہے۔

اب ایک بڑی پائے کی دلیل ثابت ہو گئی کہ مسلمانوں میں یہ بات بڑی محسوس کی جاتی ہے کہ چونکہ آغا خانی اپنے باطنی دین کے عقائد' رسومات و عبادات کی بناء پر علیحدہ مذہب کے پیروکار ہیں جو کسی طور پر بھی دین اسلام سے مماثلت نہ رکھتے ہوئے متضاد دین ہے۔ اسی بناء پر مسلمان آغا خانی دین پر حرف تنقید کا استحقاق رکھتے ہوئے خود کو اس آیت کی گرفت سے مبراء قرار دیتے ہیں جبکہ آغا خانی ہونے کی حیثیت سے کیا آپ وضاحت کرسکتے ہیں کہ آپ کو کیا اختیار ہے کہ علیحدہ مذہب' دین' عقائد' رسومات کے پیروکار ہوتے ہوئے بھی آپ آخر کس طور سے مسلمان کہلوانے کا حق حاصل ہے ؟ یقیناً آپ وضاحت نہیں کرپائیں گے۔ چنانچہ میں آپ کو قرآنی آیت کی اس گرفت سے باور کرا دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ محض آیات قرآن کو اپنے چند مخصوص مقاصد و ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں ان سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :۔

○ ترجمہ : جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں در آں حالانکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کرچکے ہیں یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (البقرہ ۲/۱۵۸ تا ۱۶۰)

میں ایک پیدائشی' جدی پشتی آغا خانی ہونے کی حیثیت سے یہ کہنے کا مجاز ہوں کہ میرا سابقہ دین نہ تو اسلام ہے اور نہ ہی اسلام کا حصہ ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ اس کا دور دور سے بھی اسلام سے کوئی ٹھوس بنیادی تعلق نہیں بلکہ طاغوت کی ذہنی اختراع کا زبردست باطلی ملغوبہ ہے اس بناء پر مسلمان حق بجانب ہیں کہ وہ اپنے دین اسلام کے دفاع و تحفظ کی ذمہ داری کے تحت اس گروہ کو جو آغا خانی ہونے پر بھی خود کو مسلمان ظاہر کرنے والے افراد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ان پر کھل کر تنقید کرے تاکہ عوام الناس کو باور کرا دیا جائے کہ اصل حقائق کیا ہیں پس متذکرہ آیت کا اطلاق مسلمانوں کی تنقید کے لئے ایک اچھے مضبوط جواز کا باعث ہے۔ مزید براں دلیل کی ضرورت نہیں کہ آغا خانی

جماعت خانے میں آغا خان کی جو عبادت کرتے ہیں وہ اسلام کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ ہی کی عبادت سرانجام دی، اور یہ ہی اللہ کا حکم بھی ہے:۔

○ ترجمہ : میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر (طہ ۲۰/۱۴)

○ ترجمہ : اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا رستہ ہے (یٰسین ۳۶/۶۱)

○ ترجمہ : جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کنیاتے (منہ موڑتے ہیں) ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے (المومن ۴۰/۶۰)

ایک آخری سوال ہے یہ تو آپ کو پتہ ہے کہ اسلام میں ہے کہ مسلمانوں کے تہتر (۷۳) فرقے قیامت سے پہلے ہوں گے جن میں سے ایک جنت میں جائے گا باقی بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے۔ جب یہ ثابت ہے تو ان تہتر فرقوں میں خصوصیت کے ساتھ آغا خانی بھی شامل ہیں ہم حاضر امام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں اس لئے ہم حق پر ہیں چونکہ ہم آغا خانی اپنے گناہ کو روز مرہ طور پر جماعت خانے میں چھینٹا ڈلوا کر اور دیگر مذہبی عبادات و مراسم کے واجبات کی ادائیگی کئے جانے پر خود کو گناہوں کے بوجھ سے بچا لیتے ہیں اس لئے ہماری بخشش دنیا میں ہی ہو جاتی ہے۔ اسی نسبت کی بناء پر ہمارا فرقہ حق پر ہے لیکن آپ لوگ ہمارے فرقے کو ان تہتر فرقوں سے علیحدہ کیوں سمجھتے ہیں ؟

جواب : رمضان مسقطی خوجہ صاحب پیشتر اس کے کہ آپ کے پیش کردہ سوال کا جواب دیا جائے اس ضمن میں میرا ایک ذیلی سوال ہے کہ جب آغا خانی خود کو اسلام میں شمار کرتے ہیں تو وہ دیگر تمام مسلمان مکاتب فکر کے مقابلہ میں الگ حیثیت و تعین کے دعویدار کیوں ہیں ؟ خالص مسلمانوں کو آغا خانی عقائد و تعلیمات سے کیوں محروم رکھتے ہیں وہ مسلمانوں کو آغا خانی کیوں نہیں بناتے ؟

رمضان مسقطی نے ذیلی سوال کا جواب اس انداز میں دیا : چونکہ ہم آغا خانی تمام فرقوں کو اسلام میں سے تصور کرتے ہیں اس لئے ان کی تعلیمات کو حق مانتے ہیں اس کی صداقت کے اعتراف کے طور پر ہم اسلام کے کسی دوسرے فرقے یعنی بہتر (۷۲) فرقوں

میں سے کسی کے پیرو کار کو آغا خانی نہیں بناتے کیوں کہ بنیادی طور پر ہم اس فرقے کی تعلیمات کو بالکل درست تسلیم کرتے ہیں بفرض محال اگر ہم نے کسی دوسرے فرقے کے پیرو کار کو آغا خانی فرقے میں شامل کرلیا تو گویا ہم نے اس فرقے کی تعلیمات کی از خود نفی تسلیم کرلی جبکہ بنیادی طور پر ہم ہر فرقے کے عقائد کو درست اور اسلام کے عین مطابق تصور کرتے ہوئے ان پر ایمان رکھتے ہیں اس طرح فرقہ واریت سے خود کو محفوظ بھی رکھتے ہیں اور اپنے عقائد کو تحفظ و تقویت دینے کے باعث کسی غیر فرقے کے پیرو کار کو یہ موقع نہیں دیتے کہ وہ ہماری تعلیمات و عقائد میں مداخلت کرے یعنی ہم بھی درست ہیں اور وہ بھی درست ہیں یہ ہے میرا جواب جناب!

رمضان مسقطی خوجہ کے جواب کے بعد میں نے ان کے بنیادی متذکرہ پہلے سوال کا جواب پیش کیا' ملاحظہ فرمائیں :

جواب : دین اسلام میں فرقہ بندی کی کس قدر شدید ممانعت ہے اس کا اندازہ قرآن پاک کی واضح اور مدلل آیات سے لگایا جاسکتا ہے جس کی مکمل تفصیل درج ذیل آیات میں موجود ہے : (ایضاً)

○ ترجمہ : کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے (آل عمران ۳/۱۰۵)

○ ترجمہ : جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے' وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا (الانعام ۶/۱۵۹)

○ ترجمہ : اور نہ ہوجاؤ ان مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں' ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے (الروم ۳۰/۳۲)

○ ترجمہ : لوگوں میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم آچکا تھا

اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے' اگر تیرا رب پہلے ہی یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک وقت مقرر تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے گا تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ اگلوں کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کی طرف سے بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں (الشوریٰ ۴۲/۱۴)

○ ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ کتاب (قرآن) نازل ہی اس لئے کی ہے کہ آپ لوگوں پر ان باتوں کو واضح کردیں جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں (النحل ۱۶/۶۴)

مذکورہ آیات کے مطالعہ کے بعد کوئی فرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ "اسلام میں ہے کہ مسلمانوں کے تہتر (۷۳) فرقے قیامت سے پہلے ہوں گے۔" فرقوں کی تشکیل کی ضرورت چند اغراض و مقاصد کے تحت وجود میں لائی گئی جو خالصا" دین اسلام کو کمزور کئے جانے کے پیش نظر غیر اسلامی فکر کے حامل منافقین چند عیار مکار اور مفاد پرست ذہنوں کی کاوش کی بناء پر وقوع پذیر ہوئی اور ان فرقوں کی داغ بیل ڈالی گئی جن کے عقائد رسومات' طور طریقے اور نظریات ہمیشہ یا تو دین اسلام کے متضاد رہے یا پھر مذہبی لبادہ اوڑھ کر دین اسلام کو نقصان پہنچانے کا باعث ثابت ہوئے۔ اپنے پیرو کاروں کو مطمئن کرنے کے لئے خود ساختہ روحانی پیشواؤں نے ہمیشہ یہ نظریہ پیش کیا کہ تہتر فرقے ہوں گے ایک جنت میں جائے گا باقی سب جہنم میں جائیں گے اور لازمی طور پر اپنے فرقے کو ان تہتر فرقوں میں از خود شمار کرکے خود کو راہ راست پر قرار دیا۔ کبھی غور کیا کہ فرقوں کی تشکیل کا نظریہ قرآن سے کس طرح ٹکراتا ہے؟ کیا آپ قرآن کی روشنی میں لفظ فرقہ واریت اور فرقہ کی تشریح کئے جانے پر ثابت کرسکتے ہیں کہ یہ نظریہ عین اسلام کے مطابق ہے' آپ کبھی ثابت نہ کر پائیں گے!

آپ نے آغا خانی تعلیمات کے پیرو ہونے کی نسبت اپنے آپ کو راہ حق کا مدعی قرار دیا ہے اور گناہوں کی بخشش کے متعلق جس فرسودہ نظریہ کی باتیں کی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں گناہ کی بخشش کا مکمل اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی بشر کو محض اپنے نیک اعمال کی بناء پر بھی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اعلان کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ گناہوں

سے مبرا اور جنتی ہے جو ایسا دعویٰ کرے ان کے متعلق حکم قرآن ہے کہ:

○ ترجمہ : ایسے تمام لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا (بقرہ ۲/۲۶۴)

چنانچہ اگر عالم و متقی اور زہد و تقویٰ کا حامل فرد بھی از خود اعلانیہ دعویٰ اور مجالس میں اپنی علمی قابلیت جتا کر لوگوں کو باور کرائے اس سے متعلق قرآن کا حکم ہے:۔

○ ترجمہ : اور اے نبیؐ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعے سے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا۔ لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں (الاعراف ۷/۱۷۵-۱۷۶)

○ ترجمہ : پس اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے (النجم ۵۳/۳۲)

ان تمام حوالہ جات کی روشنی میں آپ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ آپ کا تعلق کس گروہ سے ہے اور دین اسلام کی روشنی میں اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب ہم لوگ فرقوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو ہم آپ کو کیوں کر علیحدہ سمجھیں۔ آپ براہ کرم قرآن کا مطالعہ کیجئے۔ قرآن کا ترجمہ پڑھیں سب مشکلات آسان ہوتی چلی جائیں گی اور آپ جن گمراہیوں کا شکار ہیں ان سے انشاء اللہ نجات بھی پا جائیں گے۔

یہ بات جاری ہی تھی کہ رمضان مسقطی خوجہ مجلس برخاست کئے جانے سے قبل ہی تشریف لے گئے اور جاتے جاتے اپنا کوئی پتہ بھی نہ دے کر گئے البتہ یادگار کے طور صرف اپنا نام چھوڑ گئے پتہ ہونے کی صورت میں بات آگے بڑھتی!

■ آپ سے فریاد ہے :

نومسلم آغا خانی یوسف علی حسین علی شیخ ایک انتہائی بے باک نڈر اور تعلیم یافتہ فعال

تحریکی ذہن کے حامل ہیں ان کی تحریر جذبات سے پر زبردست سوچ و بیداری کی غمازی کرتی ہے۔ ایام ماضی میں ان کا جاری کردہ "وضاحتی مراسلہ" ایک طویل عرصہ تک عوام الناس کی توجہ کا باعث ثابت ہوا جو بلا تبصرہ پیش خدمت ہے:۔

(اقتباس) محترم حضرات متوجہ ہوں :

دی ایچ آر ایچ پرنس آغا خان فیڈرل کونسل برائے پاکستان
ایچ آر ایچ پرنس آغا خان لوکل کونسلوں کے عہدیدار برائے پاکستان
مکھی صاحبان برائے آغا خان جماعت خانہ جات
عہدیداران برائے پرنس آغا خان اسکاوٹ والنٹرز و پاکستان اور چترال ویلفیئر کے
اسٹیٹ ایجنٹ (پاکستان) برائے پرنس کریم آغا خان
ایچ آر دی آغا خان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان

میں نے آپ سے قانونی اور فقہی مسائل کا حل مانگا تھا مگر بدقسمتی سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا جو چند ایک کتب نئی نسل کی رہنمائی کے لئے آپ کے بک اسٹالوں پر میسر ہیں مثلاً بعنوان نماز عید' نکاح' نماز میت و فاتحہ و نماز عید شامل ہیں نظر سے گزریں۔ ماشاء اللہ کافی سود مند ہیں مگر بنیادی چیز نماز پنج وقتہ ابھی تک نئی اشاعت کی صورت میں نظر سے نہیں گزری جبکہ اس کے برعکس ایک کتاب منجانب اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی (رجسٹرڈ) فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر ۷ کراچی ۳۸ مطالعہ میں آئی جس میں گزشتہ نماز کی کتابوں کا حوالہ جو کہ گجراتی میں ۱۹۶۹ء میں چھپ چکی ہیں دیا گیا ہے اس کتاب کی آپ سے التماس ہے کہ یا تو قانونی حیثیت سے تائید کریں یا تردید۔ تاکہ واضح ہو کہ ہم پر فقہ حنفیہ عائد ہوتا ہے یا فقہ جعفریہ یا پھر کہ کوئی اور فقہ؟ اگر کوئی اور ہے تو اس کی تحریری کاپی کہاں ہے؟ دیگر نئی نسل کے لئے مندرجہ ذیل وضاحتیں بھی درکار ہیں:۔

۱۔ کیا ہم پر نماز پنجگانہ فرض ہے۔ اگر ہے تو کس فقہ کے تحت' حنفی' جعفری یا کوئی اور؟
۲۔ کیا ہم پر روزہ فرض ہے اگر فرض ہے تو کس فقہ کے تحت' حنفی' جعفری یا کوئی اور؟

۳۔ ہمارے لئے طریقہ نکاح و طلاق کیا ہے (حنفی، جعفری یا کوئی اور ؟) اس کی تفصیل کیا ہے؟

۴۔ ہم پر حج فرض ہے کہ نہیں اگر ہے تو اس کی تمام تر تفاصیل کیا ہیں؟

۵۔ کیا ہم پر عید، بقر عید منانا فرض ہے اور قربانی فرض ہے یا نہیں تفصیل سے لکھیں؟

۶۔ کیا ہم میں ایک ہی وقت دو سگی بہنوں سے نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں اور طلاق کی صورت میں عدت کی معیاد کیا ہے؟

۷۔ وراثت کی تقسیم کس طرح ہونا چاہئے۔ فقہ حنفیہ، فقہ جعفریہ یا کوئی اور اس کی تفصیل لکھیں؟

۸۔ ہماری زندگی میں لباس کی کیا اہمیت ہے کس حد تک پردہ یا عریانی کی حدود قائم ہیں؟

۹۔ قرآن پاک کی تعلیم اور پھر اس کی تفسیر (ترجمہ) کس کو ترجیح دی جائے، رہنمائی فرمائیں؟

۱۰۔ کیا ہم پر زکوۃ فرض ہے، اگر ہے تو کتنی فرض ہے، کس کس کو ادا کرنی چاہئے، اور کون لوگ اس کے مستحق ہیں نیز یہ کہ سال میں زکوۃ کتنی بار فرض ہے اور کتنی رقم ادا کرنی ہے، اسماعیلیہ فقہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جائے؟

۱۱۔ اگر ہم اپنی زندگی میں کوئی دینی مسئلہ کی تفصیل جاننا چاہیں تو کیا کریں، ہم کو اپنی زندگی کس فقہ کے تحت بسر کرنا ہے یا کہ اسی طرح شتر بے مہار کی طرح اپنی مرضی سے جو چاہیں کرتے رہیں سب جائز ہے؟

مہربانی کرکے ان تمام سوالوں کے جوابات باقاعدہ اپنی رائج شدہ فقہ کے مطابق جلد روانہ کریں یعنی واضح فرمائیں کہ فقہ حنفیہ، فقہ جعفریہ، فقہ اسماعیلیہ یا کوئی اور ؟ اگر فقہ اسماعیلیہ ایک مخصوص مقام رکھتا ہے تو اس کے لئے تحریری ضابطہ حیات کیا ہے۔

خیر اندیش : یوسف علی حسین علی شیخ

۲۷/۹/۸۵ (۱۱.۱.۱۴۰۵ھ)

بی۔ ۱۶ نورانی گارڈن بلاک ۷ فیڈرل بی ایریا کراچی

■ ایمان کی کمی ہے...

نومسلم آغا خانی حاجی سکندر علی قمرالدین کا شمار ان ساتھیوں میں سے ہے جو کسی تنظیم میں ریڑھ کی ہڈی یا کسی تحریک کے روح رواں ہوتے ہیں یہ انتہائی مخلص اور قابل احترام دوستوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں یہ ہماری تنظیم کے لئے عطیہ خداوندی سے کم نہیں اپنے سابقہ مذہب سے متعلق اظہار رائے پر ہمیشہ کنی کتراتے ہیں لیکن بعض دفعہ وہ ایسی باتیں پیش کرتے ہیں کہ طبیعت میں ہشاش پن اور چلبلی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کی بہت سی باتوں میں سے ایک مبینہ پیش خدمت ہے :

تقریباً بیس (۲۰) سال پیشتر کی بات ہے کہ معروف آغا خانی مبلغ حاجی مشنری افریقہ والے جب کراچی تشریف لائے تو مجھے بڑا اشتیاق ہوا کہ میں ان سے بالمشافہ ملاقات کروں اور ان کی تعلیمات سے مستفید ہو سکوں' چنانچہ امین آباد جماعت خانہ کی پہلی صف میں جا بیٹھا اور دل لگا کر ان کا پر مغز بیان سننے کا مشرف ہوا حسب معمول حاجی مشنری نے روایات' واقعات اور سائنسی فلاسفہ کے تحت اپنے مذہب کی اچھائی اور بڑائی پیش کرنے پر "حاضر امام" کے معجزات اور کرشموں پر روشنی ڈالی ان کا پر لطف بیان جس سے میں بے حد متاثر ہوا یہ تھا کہ :۔

سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم ایک دفعہ انڈیا کے دور دراز کے دیہاتی علاقوں کے دورہ پر تھے ان کا گزر ایک دیہات کے نشیبی بنجر علاقہ سے ہوا' چونکہ علاقہ کی شاہراہ کچی سڑک ہونے کی وجہ سے ناہموار تھی اس بناء پر آغا خان سوئم سواری سے اتر کر پیدل چلنا شروع ہو گئے ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی (سفری چھڑی) پکڑی ہوئی تھی چند قدم چل کر اچانک انہوں نے زمین پر زور سے چھڑی کو مارا اور با آواز بلند کہا ✻ "میری روحانیت کا اسرار ہے کہ اس جگہ علم کا خزینہ مدفون ہے" ان کے شریک سفر' حیران کیفیت کا شکار تھے اس سکوت کو توڑتے ہوئے آغا خان سوم نے حکم دیا : ✻ "اس جگہ کی نشان کردہ زمین کی فوراً کھدائی کی جائے" چنانچہ قریب دیہات کے زمینداروں نے حکم کی تعمیل میں اپنے

کسانوں سے بیلچے اور کدال کی مدد سے زمین کھدوانا شروع کی کچھ ہی دیر بعد زمین سے علم کا ایک دفینہ برآمد ہوا۔ یہ خزانہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ مزدوروں نے آہستہ آہستہ تمام کتب کے ذخیرے کو اکھٹا کیا جس پر آغا خان سوئم نے اپنی بارعب آواز میں کہا * "دیکھا میرا روحانی کمال" ان کے اس جملہ پر حاضرین نے با آواز بلند صلوٰت پڑھنا شروع کردی"

حاجی مشنری افریقہ والا نے اختتامیہ کلمات میں باور کرایا کہ * آپ کو کچھ خبر ہے کہ مذکورہ کتابیں کتنی پرانی تھیں ؟" پورے جماعت خانے کے حاضرین پر ہو کی خاموشی طاری تھی' از بستہ خاموشی کو خود ہی توڑتے ہوئے حاجی مشنری نے کہا * "ایک ارب سال پرانی کتابیں تھیں" ان کے اس انکشاف پر پورا مجمع دوبارہ صلوٰت صلوٰت پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔

لیکن میں دنگ تھا کہ حاجی مشنری کیا اپنے اس بلند بانگ دعویٰ کی تصدیق بھی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ؟ چنانچہ جیسے ہی مجلس برخاست ہوئی میں نے امین آباد جماعت خانے کی مرکزی گزر گاہ پر پہنچ کر حاجی مشنری کو جالیا اور ان سے اس کی تصدیق چاہی' میں نے سوال کیا کہ "آپ نے فرمایا کہ زمین سے کھدائی پر جو کتابی خزانہ دستیاب ہوا' وہ ایک ارب سال سے مدفون تھا" حاجی مشنری نے برجستہ جواب دیا۔ * "جی ہاں ! وہ کتابیں ایک ارب سال سے دفن تھیں" میں نے بلا توقف ان سے دریافت کیا "آپ سائنسی حقائق سے تو واقف ہی ہیں سائنس کے علم کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق کاغذ کی ایجاد تقریبا تین ہزار سال پہلے ملک چین میں ہوئی تھی لیکن آپ کا انکشاف "ایک ارب سال پہلے کی کتابوں" سے سائنسی حقائق' نظریہ و معلومات کی مکمل نفی ثابت ہو رہا ہے کیا آپ اس پر روشنی ڈالیں گے ؟" میری بات کاٹتے ہوئے حاجی مشنری افریقہ والا نے استدلال پیش کرنے کی بجائے مجھے علیحدگی میں ملنے کا مشورہ دیا۔ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں نے ایک سوال پیش کیا کہ "عبادت کرنے کے لئے وضو کے متعلق کچھ اظہار خیال فرمائیں" حاجی مشنری کے الفاظ تھے "وضو کرلیں تو بہتر ہے اور نہ کریں تو گناہ نہیں" میں نے فوراً نیا سوال پیش کر دیا کہ "پانچ وقت کی فرض نماز کے متعلق کچھ ہدایت فرمائیں"

کہنے لگے "پانچ وقت کی نماز نفل ہے جبکہ تین وقت کی جماعت خانے کی دعا فرض ہے"
"اچھا جمعہ کی نماز سے متعلق کچھ بتائیں" یہ میرا سوال تھا۔ حاجی مشنری کا جواب تھا کہ "جمعہ کی نماز فرض نہیں نفل ہے" "لیکن قرآن کے احکامات سے تو ثابت ہے کہ پانچ نمازیں اور جمعہ کی نماز فرض ہے" یہ میرا استدلال تھا۔ حاجی مشنری نے میرے اس سوال پر شدت جذبات کا اظہار کرتے ہوئے تلخ لہجہ میں کہا "ہمیں قرآن کے حکم کی بجائے امام کے احکامات پر عمل کرنا چاہئے میں اب آخری بار تم کو بتا دیتا ہوں کہ کوئی نماز فرض نہیں نفل ہے۔ بات تمہاری سمجھ میں نہ آرہی ہو تو تم مجھے پاگل لگتے ہو جو امام کی بات کو نہیں سمجھتے اور اپنے طور پر سوال پر سوال کئے جا رہے ہو" اس کے ساتھ ہی حاجی مشنری افریقہ والے نے تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے جماعت خانے سے باہر جاتے وقت "والنٹیئر (رضاکار) کو ہلکی آواز میں کچھ ہدایات دیں' اتفاق سے مذکورہ والنٹیئر (رضاکار) میرا خاص ہم مزاج دوست تھا اس نے ان ہدایات کو مجھے فوراً (Pass - On) کرتے ہوئے آگاہ کر دیا کہ مشنری کہہ رہے تھے "اس آدمی میں ایمان کی کمی ہے۔ جماعت خانے میں آئندہ یہ میرے قریب نہ آنے پائے یہ خطرناک ہے"!.....

میں آج روز تک حاجی مشنری افریقہ والا کی وہ بات سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں آخر انہوں نے ایسا کیوں کہا؟ کیا میں واقعی خطرناک ہوں!

■ براعظم امریکہ اور یورپ میں دین اسلام :

پچھلے دنوں کینڈا سے نووارد سلطان علی جعفر علی بمبئی والا ایک نو مسلم آغا خانی سے ملاقات ہوئی مفصل حال احوال کے بعد انہوں نے خوشخبری دی کہ براعظم امریکہ اور یورپ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اسلام پھیلنے کی وجہ موجودہ مسلمان نہیں بلکہ دین اسلام کی حقانیت اور قرآن کی وہ تعلیمات ہیں جو آج کے دور میں بنی نوع انسانیت کی فلاح اور نجات کا باعث ثابت ہو رہی ہیں مشرق کے موجودہ بے عملے مسلمانوں سے تمام نو مسلم بے حد نالاں اور انتہائی نفرت کرتے ہیں ان کا تجزیہ ہے کہ مشرق کے مسلمانوں کو

پیدائشی طور پر اسلام کی نعمت میسر ہوئی لیکن انہوں نے اس کی ناقدری کی جبکہ مغربی اقوام میں اسلام محض اپنی حقانیت اور سچائی کی بناء پر پہنچنے پر وسعت سے پھیل رہا ہے اس کو اپنانے والے وہ حق کے متلاشی گمراہ اور بے راہ نوجوان نسل کے لوگ جو معاشرتی برائیوں کی دلدل میں سے نکلنے کے لئے مذاہب عالم میں سے حق کی تلاش کے بعد اسلام کی نعمت کو حاصل کر پائے۔ باوجود اس سچائی کے جو مشرق کے مسلمانوں کو جدی پشتی طور پر میسر رہی ہے وہ حق و سچ کے اس سرچشمہ سے فیضیاب بھی نہیں ہو پا رہے بلکہ دین اسلام کے عظیم و بیکراں جوہر کے منبع کی بنیادوں کو مزید کھوکھلا کرنے کے کیلئے گروہی' مسلکی و فرقہ واریت' منافرت کا پرچار زوروں پر کرنے کا مکمل عزم کئے بیٹھے ہیں اس ضمن میں برصغیر کے مسلمانوں نے تو مسلکی تقسیم میں کچھ دریغ بھی نہ کیا۔ سلطان علی جعفر علی بمبئی والا نے گویا میرا محاسبہ کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ مجھے مضطرب و پشیماں کرتے ہوئے انہوں نے بات کو نئے انداز سے مزید آگے بڑھانے پر کہا :

"کیا آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے ؟" میں نے جواب دیا "الحمد للہ ! آپ کی بات میں کوئی شائبہ نہیں" بمبئی والا نے تسلسل سوالات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے ایک ہی سانس میں مجھے باور کرایا کہ : "پاکستان میں تو پھر یقیناً دین پر شب و روز کام ہو رہا ہوگا اور تمام دینی جماعتیں بشمول ان کے مدبرین و مفکرین بھی اس میں مصروف ہی ہوں گے اور پاکستان کے تمام دینی مدارس میں دینی تعلیم کی تدریس بھی زوروں پر ہو رہی ہوگی اور اہلسنت و الجماعت کے تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس سے ہر مسلک کے سینکڑوں ہونہار طالب علم فارغ التحصیل ہو کر ہر سال عالم دین بن کر نکلتے ہوں گے؟"

میں نے جواب دیا "آپ کی معلومات بالکل درست ہیں' یہ حقیقت ہے کہ ہمارے دینی مدارس و دارالعلوم ہر سال سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں فارغ التحصیل مستند علماء تیار کرتے ہیں جو ملک کے تمام دور دراز علاقوں میں پھیل جانے پر بعد کے ایام میں دین کے کام میں ہمہ تن مستعدی سے مصروف ہو جاتے ہیں۔" بمبئی والا نے سچ پر مبنی ایک المیہ احساس دلاتے ہوئے میرے محاسبہ کے عمل کو اختتام پذیر کرتے ہوئے کہا "کتنے تعجب کی

بات ہے کہ اتنی بیش بہا کوششوں کے اور تمام مسالک کے دینی مدارس کی خدمت دین اسلام کے باوجود ایک اسلامی ملک کی سربراہ حکومت ایک عورت ہے جبکہ دین کا اصول تو یہ ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی' جس نے حکومت کسی عورت کے سپرد کردی" (بخاری کتاب الفتن حدیث ۱۰۵۲) ان کے اس احتسابی جملہ پر میں گم سم تھا' احساس ندامت سے نظریں جھکائے میرے منہ سے بڑی ہمت کے بعد جملہ ادا ہوا "یہ ہمارے شامت اعمال ہیں۔"

"بس یہ ہی تو فرق ہے کہ اہل مغرب' اسلام کی حقانیت کو پالینے پر اس پر کلیتا" عمل پیرا ہو گئے ہیں جبکہ مسلمانان مشرق' شامت اعمال اور بے عملی کا شکار ہونے کا خود احساس بھی رکھتے ہیں اور واویلا بھی کرتے ہیں۔ لیکن عملاً یہ کوششیں صرف التجائیہ انداز میں پیش کرنے تک محدود ہیں جس کا نہ تو کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی اثر" سلطان علی جعفر علی بمبئی والا کا گویا اپنے تئیں' مجھے یہ روحانی انتباہ تھا!

ان کے اس بیان کی تصدیق کی جھلک روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۷ر مئی ۱۹۹۵ء میں شائع ہونے والی اس خبر سے بھی عیاں ہے :۔

■ **امریکی جیلوں میں مقید ۳ لاکھ افراد نے اسلام قبول کرلیا :**

لاہور (نمائندہ جنگ) امریکی جیلوں میں قید تقریباً ۳ لاکھ افراد نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ امریکن مسلم کونسل کے ایک سروے میں بتایا گیا ہے کہ ہر سال ساڑھے تین ہزار عیسائی قیدی مسلمان ہو رہے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مشہور عالمی باکسنگ چیمپئن مائیک ٹائی سن ۳ سال پہلے ایک کٹر عیسائی کی حیثیت سے جیل میں داخل ہوئے لیکن دو سال بعد وہ اسلام کے دائرہ امن میں پناہ گزین ہوگئے جبکہ دیگر مسلمان ہونے والے قیدیوں میں کئی دانشور' تاجر' صنعتکار اور دہریے ہیں۔ (بشکریہ جنگ)

امریکی جیلوں کی متذکرہ خبر شائع ہونے کے موقع پر یہ باور کرادینا انتہائی خوش کن امر ہوگا کہ امریکہ کے انتشاری کیفیت کے حامل اضطراری معاشرے میں اسلام کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے وہ موجودہ دور میں اسلام کی حقانیت کو مغربی اقوام کے تسلیم کئے جانے کا

بین ثبوت قرار دیا جا رہا ہے۔
اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ اقوام مغرب میں قرآن کی وہ تمام اچھائیاں ماسوائے اسلامی عبادات کے انفرادی و اجتماعی طور پر عوام الناس میں موجود ہیں مثلاً سچ بولنا' جھوٹ نہ بولنا' کم نہ تولنا' ملاوٹ نہ کرنا' ایک دوسرے کا مال ہڑپ نہ کرنا' کسی کو دھوکہ نہ دینا' لین دین میں ڈنڈی نہ مارنا صاف گوئی' کوئی غلطی ہو گئی تو اس کا اقرار' صلہ رحمی' کسی کو بے جا قتل نہ کرنا' کسی کے نجی معاملات میں مداخلت نہ کرنا' کوئی مدد کے لئے پکارے تو فرض سمجھ کر لپکنا' انصاف و عدل کی فراہمی' کسی کی چاپلوسی "Flattery" نہ کرنا' ایک دوسرے کے معاشرتی حقوق کا خیال اور منافقت "Hypocrisy" سے پرہیز کرنا' مذکورہ تمام اچھائیوں کے نتائج انفرادی و اجتماعی طور پر مغربی معاشرے کا ہر فرد حاصل کرتا ہے چنانچہ اس کے ذہن میں ان اچھائیوں کی حقانیت ہے جبکہ معاشرتی برائیاں مثلاً شراب نوشی' زنا' منشیات' جوا' سود' حرام جانوروں کے گوشت کا کھانا' عورت مرد کے مخلوط میل جول' بے پردگی' جنسی بے راہ روی' عصمت دری' زنا بالجبر' ہم جنسیت پرستی و دیگر تمام معاشرتی برائیوں کے اپنانے کی بناء پر ان کے نتائج کا بلا واسطہ نقصان بھی ان کو انفرادی و اجتماعی طور پر از خود اٹھانا پڑتا ہے۔
لیکن جب قرآنی تعلیمات مغربی معاشرتی فکر کے حامل افراد تک پہنچتی ہیں تو چونکہ وہ ان تمام معاشرتی اچھائیوں کو جو پہلے سے ہی اپنائے ہوئے ہوتا ہے۔ اس بناء پر اسے از خود یقین ہو جاتا ہے کہ چونکہ اس نے خود ان اچھائیوں کی بناء پر فائدہ و نتائج حاصل کر رکھے ہوتے ہیں اس لئے اسے کسی سے ان کی تصدیق مطلوب نہیں جبکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق معاشرتی برائیوں کا جب اسے علم پہنچتا ہے تو چونکہ اس نے از خود ان معاشرتی برائیوں کو اپنائے رکھنے کی وجہ سے نقصانات و نتائج کا سامنا در پیش ہوتا ہے۔ مثلاً شراب سے امراض قلب' منشیات و زنا سے ایڈز جیسی مہلک بیماری اور جوئے سے قلاشی کا سامنا وغیرہ تو اس کی وہ اچھائیاں ثبوت میں موجود ہونے اور برائیوں کے نتائج قرآن سے بھی مل جانے اور از خود سابقہ پڑنے کی وجہ سے وہ مغربی ذہن کا حامل فرد فیصلہ کرنے میں دیر نہیں

لگتا چنانچہ فوری طور پر وہ دین اسلام کی حقانیت کی تصدیق کرتے ہوئے اسے عملی طور پر اپنا کر اپنی دنیا کو سدھارنے کی فکر کی تلاش میں مگن ہوجاتا اور آہستہ آہستہ اس نئی عملی زندگی کو اپنائے رکھنے کی وجہ سے وہ آخرت میں بھی کامیابی کا حق دار ہونے کی کوششوں میں گامزن رہتا ہے یہ ہے دین اسلام کی مغربی ممالک اور امریکہ کینیڈا میں پھیلنے کی وجہ!

اس موقع پر یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہونا چاہئے کہ موجودہ مشرق کے بے عملے مسلمانوں کی غلط حرکات و سکنات کے باوجود نو مسلم ان سے محبت کرتے ہوں گے یہ بات ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے تو دین اسلام کی عملی راہ اختیار کرلی ہے جسے قرآن صراط مستقیم قرار دیتا ہے اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو ذلت و پستی میں پھنسے ہوئے ہیں اور روز بروز اس دلدل میں دھنسے چلے جا رہے ہیں جہاں سے نکلنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ آج بھی مسلمان اخلاص سے دین اسلام کو مکمل طور پر قرآنی تعلیمات کے تحت اپنالیں تو کامیابی کی کوئی راہ نکل سکتی ہے۔

حاشیہ (بقیہ صفحہ ۳۷۸)

"اسماعیلیت" کے حساس پہلو اور باطنی عقائد' رسوم' رواج و اپنے آباؤ اجداد کی پوشیدہ عبادات سے متعلق متحیرانہ پہلو کی حامل دلچسپ معلوماتی ایک کتاب انگریزی میں بعنوان "Understanding Ismailism" (A Unique Tariqah of Islam) تصنیف کی تھی (جس کا پاکستان میں اردو ترجمہ "حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت" ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی کے شعبہ تحقیق و تصنیف نے شائع کیا) اس ضمن میں اکبر علی مہر علی کا اپنا منفرد نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیں :

"میرے وکلاء نے یہ خیال ظاہر کیا کہ کتاب یا اس کے نفس مضمون سے قطع نظر میں نے اس معنی میں اسماعیلی آئین کی خلاف ورزی کی ہے کہ میں نے اسماعیلی کونسل سے اجازت حاصل کئے بغیر "اسماعیلیت" سے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اور میرا صرف یہی کام جماعت سے میرے اخراج کے لئے آئین کے مطابق کافی جواز فراہم کرتا ہے۔ یوں بھی میں کئی سال سے ایک باعمل اسماعیلی نہ تھا۔"

اقتباس ماخوذ: "آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ" تعارف صفحہ ۱۰ (ناشر "اکبر ٹرسٹ" رجسٹرڈ' پوسٹ بکس نمبر ۱۳۶۸۶ کراچی ۷۵۹۵۰) ملاحظہ فرمائیں حاشیہ : صفحہ نمبر ۳۰۶ جو نفس مضمون اور تصویر سے پیوستہ ہے۔

باب یازدہم ■ آغا خانی مذہبی اسکالر کے جواب الجواب :

دسمبر ۱۹۷۶ء میں اسماعیلی سٹوڈنٹ کے پیش کردہ آٹھ سوال کے جواب :

یکے از تصنیفات علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی (آغا خانی مذہبی سکالر)
(مطبوعہ عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی) (ح:۶۰) (ک:۱۲)

سوال نمبر ۱۔ جماعت خانہ میں بعض دفعہ لڑکیاں کیوں دعا پڑھاتی ہیں جبکہ شریعت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی؟

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

* اسلام صراط مستقیم ہے۔
* اس کی کچھ منزلیں ہیں جو کہ :

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کہلاتی ہیں۔

* صوفیوں کے مسلک میں ہزاروں ایسی چیزیں ہیں جو کہ شریعت میں نہیں ہیں اور وہ چیزیں شریعت میں کیوں کر ہو سکتی ہیں۔
* جماعت خانہ میں جو عبادت و بندگی ادا کی جاتی ہے لہٰذا یہاں عورت دعا پڑھا سکتی ہے۔
* دین میں حضرت پیغمبرؐ مرد کے درجے پر ہیں اور تمام افراد امت عورت کے مقام پر ہیں۔
* اسلام دراصل نام ہے قرآن اور معلم قرآن کی تعلیمات و ہدایات کا اور ان تعلیمات و ہدایات کے مختلف مدارج کو عملاً طے کرنا صراط مستقیم پر چلنا اور منزل بمنزل آگے بڑھنا دین اسلام کے ان تمام علمی اور عملی درجات کے لئے الگ الگ معیار مقرر ہیں اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اسماعیلیت کی رسومات کو غیر اسماعیلیت کی کسوٹی پر پرکھنا ہرگز درست نہیں۔
* اگر اسلام صراط مستقیم ہے تو ماننا ہی پڑے گا کہ مسلم فرقے یا جماعتیں یکے بعد

یکرے اس طرح سے ہیں جیسے کسی راستے کی مختلف منزلوں پر پھیلے مسافر۔
* اسلام کی تعلیمات درجہ وار ہیں اور اس کی ہدایات بھی تدریجی صورت میں ہیں پس
ہی کا کسی پر اعتراض کرنا اسلامی تعلیمات کے مدارج سے نابلد ہونے کی وجہ سے ہے۔
جواب الجواب"

دین اسلام نام ہے احکامات خداوندی کے مجموعہ "قرآن" پر شریعت رسول اللہ صلی
ند علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کا' باالفاظ دیگر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ
یہ وسلم نے قرآن کے عین مطابق اپنی زندگی گزار کر امت کو بھی اپنی تقلید میں زندگی
زارنے کا جو طریقہ عطا فرمایا وہ سنت مطہرہ ہے اور ان کے تمام ضابطوں' طریقوں اور
کامات کو شریعت تسلیم کیا گیا ہے جس کی تصدیق کے لئے "خطبہ حجتہ الوداع" کے الفاظ
مد ہیں (خطبہ حجتہ الوداع کا مکمل متن چند سطور بعد مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہے)
یں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسری
ری شریعت" المختصر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات قرآن کو جو عملی
مہ پہنایا بس وہ ہی شریعت ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی کا کیا جانا خارج از
لام ہے۔ کوئی عمل جسے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ممنوع قرار دیا گیا ہے
قیامت تک ممنوع ہے اور کوئی مبلغ' داعی' امام یا مجتہد اپنے طور طریقوں سے یا الفاظ
ے ہیر پھیر سے یا خود ساختہ طریقت' حقیقت اور معرفت کی وجہ سے اسے نہ تو منسوخ
رسکتا ہے اور نہ ہی رائج کر سکتا ہے۔ جبکہ بعض امور میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
ند تعالیٰ نے بھی یہ اختیار نہیں دیا مثلاً:۔
) ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے
مارے لئے حلال کی (تحریم ۱/۶۶)
) ترجمہ: (اے پیغمبر) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں اللہ کو اختیار ہے
ہے انہیں معاف کرے چاہے سزا دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں (آل عمران ۱۲۸/۳)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مروجہ شریعت کا اطلاق اعلیٰ و ارفع ہے جو تمام طریقتوں'

حقیقتوں اور معرفتوں سے بالاتر ہے۔ شریعت کے مقابلے میں کسی طریقہ' نظریہ افکار کے سہارے نئی تجدید کا واضح مطلب شریعت سے بیزاری اور دین اسلام میں اپنی مرضی سے نئی راہیں پیدا کرنا مقصود ہے جسے مسترد کرنے کے واضح احکامات' قرآن میں موجود ہیں:۔

○ ترجمہ: اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)' ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا' آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا' اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے' مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا' لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں' تم یہ حکایات ان کو سناتے ہو شاید کہ یہ کچھ غور و فکر کریں بڑی ہی بری مثال ہے ایسے لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے ہیں (الاعراف ۷/ ۱۷۵۔۱۷۷) (ایضاً)

■ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب :
منشور انسانیت (خطبہ حجتہ الوداع)

خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ "حجتہ الوداع" کے موقع پر فرمایا (اقتباس) :۔

۱۔ لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

۲۔ لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی' اس شہر کی اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

۳۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے

قتلوں، تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون (ابی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا) میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانے کا سود ملیا میٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود میں اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔

۴۔ لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ

۵۔ لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

۶۔ لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنج گانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، مال کی زکواۃ نہایت خوش دلی کے ساتھ دیا کرو۔ اللہ کے گھر (کعبہ) کا حج بجا لاؤ اور اپنے اہل امر کے امور و احکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزاء یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔

۷۔ لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا۔ "ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے اللہ کے احکامات ہم کو پہنچا دیئے۔ آپؐ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔" اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور لوگوں کی طرف جھکاتے تھے فرماتے تھے، "اے اللہ سن لے! تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں، اے اللہ گواہ رہنا! کہ یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں، اے اللہ شاہد رہ! کہ یہ سب کیا صاف اقرار کر رہے ہیں۔"

۸۔ دیکھو! جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

(اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خطبہ حجتہ الوداع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین' مرتب)

مذکورہ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر اس آیت کا نزول ہوا کہ:

○ ترجمہ : آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا...

(المائدہ ۵/۳)

خطبہ حجتہ الوداع' ذی الحج کے مہینے میں دیا گیا۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تین ماہ بعد ربیع الاول میں ہوا۔ تکمیل دین کی آیت اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تک دین اپنی تکمیل پوری کرچکا تھا۔ اب اس میں قطعی گنجائش نہیں رہی کہ اس میں کسی فکر' نظریہ یا عقائد کے اضافہ کے بعد دین کے تکمیل کی سند حاصل کی جائے۔ پس ہمارا دین بھی من و عن وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے روز اپنی اصل حالت میں تھا اور جو تسلسل سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے اب صرف اس کی اشد ضرورت ہے کہ ہم مکمل طور پر اللہ کے اس حکم پر عمل کرنے والے ہوجائیں کہ ○ ترجمہ : اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ (یعنی کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی کرو اور بعض حصوں میں اس کی پیروی سے مستثنیٰ کرلو) اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

(البقرہ ۲/۲۰۸)

■ اولیاء اللہ کا قول :

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ:

"اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا پھرے اور انگاروں پر چلتا ہوا ہو لیکن شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہ کرے وہ جہنمی ہے۔ (بعض حوالوں سے) ایسا شخص کتا ہے۔

■ حالانکہ حکم قرآن ہے کہ :

○ ترجمہ: (لوگو) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے (الاحزاب ۳۳/۴۰)

○ ترجمہ: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر' باپ' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنے میل جول کی عورتیں' اپنے لونڈی غلام' وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ (النور ۲۴/۳۰۔۳۱)

○ ترجمہ: تو ان کے پرور دگار نے ان کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا تم ایک دوسرے کی جنس ہو

(آل عمران ۳/۱۹۵)

○ ترجمہ: اور جس چیز میں خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے (النساء ۴/۳۲)

○ ترجمہ: اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر حق تلفی نہ کی جائے گی

(النساء ۴/۱۲۴)

چونکہ جماعت خانہ میں بعض دفعہ ہی نہیں بلکہ اکثر لڑکیاں ہی دعا پڑھاتی ہیں۔ جبکہ شریعت کی رو سے لڑکیوں پر حجاب کی پابندی بحکم قرآن لازمی طور پر عائد ہوتی ہے۔ بے پردہ غیر محرم مردوں اور لڑکوں کے روبرو کسی قسم کی آواز کو بلند کرنا' لڑکیوں پر ممنوع ہے۔ ایسی حالت میں مخلوط ماحول میں لڑکیوں کا دعا پڑھانا حرام ہونے کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی فعل بھی ہے۔ واقعی شریعت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی!

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی نے پردے کو کوئی اہمیت نہ دی جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پردے کے بارے میں اپنے صاحبزادے سیدنا حسنؑ کو تاکید فرماتے ہیں:-

"... کہ جہاں تک ہوسکے یہ کوشش کرو کہ تمہاری زوجہ غیر مردوں سے معاشرت نہ رکھے۔ گھر سے زیادہ کوئی جگہ عورت کو تحفظ نہیں دے سکتی جس طرح عورتوں کا گھر سے باہر جانا اور غیر مردوں سے معاشرت رکھنا ان کے لئے خطرناک ہے اسی طرح تمہارا گھر میں کسی غیر شخص کو لانا اور اس کے ساتھ اپنی زوجہ کو نشست و برخواست کی اجازت دینا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اگر یہ ہوسکے کہ وہ تمہارے سوا کسی اور شخص کو نہ جانے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔"

ان تاکیدی کلمات سے یہ ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں اجنبی مردوں کا ایک دوسرے کی عورتوں سے ملنا جلنا خواہ وقتی طور پر ہی کیوں نہ ہو خطرناک ہے جہاں تک ہوسکے اجتماع مخلوط نہ ہونا چاہئے کیوں کہ از روئے شریعت یہ عمل ممنوع ہے۔

جبکہ قابل وضاحت امر یہ ہے کہ دین میں پیغمبرؐ کے درجے کو مرد اور تمام افراد امت کو اپنے تئیں عورت کے مقام پر فائز کر دینے سے حقیقت میں امت کی خواتین کا کیا مقام قرار پائے گا؟ اس کا جواب بھی علامہ ہونزائی کو ہی فراہم کرنا چاہئے تھا۔

سوال نمبر ۲: مختلف مجالس کے عنوانات سے اور جدا جدا مواقع پر جماعت خانے کے اندر جماعت کے افراد سے کیوں پیسے لئے جاتے ہیں؟ کیوں کہ وہ خدا کا گھر ہے جہاں صرف عبادت ہونی چاہئے؟

علامہ نصیرالدین نصیرہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

جماعت خانہ ہو یا کہ مسجد اس میں دنیاوی قسم کی تجارت وغیرہ جائز نہیں مگر زکواۃ صدقہ اور ہر قسم کی مالی قربانی کے علاوہ اور بھی بہت سے نیک کام ایسے ہیں کہ جن کو خدا ہی کے گھر میں انجام دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ہر قسم کے ثواب کی جگہ اور خدا کا گھر سب سے پہلے خانہ کعبہ ہے اس کے بعد مسجد اور جماعت خانہ خدا کا گھر ہے پھر جب ثواب کا مرکز خدا ہی کا گھر ہے تو بہت سے نیک کام وہاں کیوں نہ انجام دیئے جائیں جبکہ یہ کام خدا ہی کے ہیں تو خدا ہی کے گھر میں ہونے چاہیں جبکہ یہ عبادات میں سے ہیں جبکہ یہ مالی قربانیاں اور اعمال صالحہ ہیں تو یہ خدا کے گھر میں سب کے سامنے کیوں نہ ہوں تاکہ نیکی کرنے والے کو سب کی دعائیں حاصل ہوں..... اور یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اکثر مالی قربانیاں مسجد ہی میں لی جاتی تھیں۔

"جواب الجواب"

علامہ صاحب کا جواز ہے کہ:- "ہر قسم کے ثواب کی جگہ خدا کا گھر سب سے پہلے خانہ کعبہ ہے اس کے بعد مسجد اور جماعت خانہ خدا کا گھر ہے" اس سے بڑی منافقت کیا ہے کہ جماعت خانہ کو مسجد سے تشبیہ دینا سراسر دھوکہ دہی کے مترادف ہے۔ کیوں کہ مسجد خالص عبادت کی وہ جگہ ہے جہاں پر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا مقصود ہوتا ہے اور تمام مساجد کا قبلہ رخ ہونا یعنی خانہ کعبہ (مکہ مکرمہ) کی طرف جغرافیائی سمت عرض البلد ۲۱

ڈگری ۲۵ منٹس شمال اور طول البلد پر ۲۹ ڈگری ۵۸ منٹس مشرق کی طرف رخ لازم وملزوم امر ہے اور جہاں پر کسی قسم کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے غیر اللہ سے نہیں مانگا جاتا۔ مسجد میں تمام عبادتوں کا محور و مرکز بحکم قرآن صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہوتی ہے ○ ترجمہ : اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو (الجن ۷۲/۱۸)

جبکہ جماعت خانہ کو خدا کا گھر کہنے سے اور قرآن کی چند مخصوص سورتوں و آیات کا مطلوبہ مقاصد کے تحت ورد اور عربی زبان میں خود ساختہ دعائیں ادا کرنے کا خاص ایک مطالب ہے جس سے صرف چند مقاصد کا حصول مطلوب ہے جس کی آڑ لے کر جماعت کے افراد کے ذہنوں کو مغالطے کا شکار کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ جماعت خانے کو بھی وہی تقدس و مقام حاصل ہوجائے جو مسلمانوں کے دلوں میں مسجد کے لئے ہے جبکہ جماعت خانے نہ تو قبلہ رخ بنائے جاتے ہیں اور نہ ہی خانہ کعبہ (مکہ مکرمہ) کی مرکزیت کو قبلہ رخ تسلیم کیا جاتا ہے جماعت خانہ کی عمارت کا رخ گمان غالب شائبہ ہے کہ صیہونی ریاست "اسرائیل" میں واقع "قبلہ اول" بیت المقدس کی سمت عرض البلد ۳۱ ڈگری ۵۱ منٹس شمال اور طول البلد ۳۵ ڈگری ۵۰ منٹس مشرق پر جغرافیائی زاویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر کیے جاتے ہیں۔

ان احوال کے علاوہ جماعت خانے کی تمام تر غیر اسلامی عبادات چند خود ساختہ رسوم عقائد پر مبنی ہوتی ہیں اور جو صرف آغا خان کی عبادت پر منتج ہیں ان تمام عبادات کا محور و مرکز آغا خان کی ذات کو ٹھہرایا جاتا ہے کیوں کہ آغا خانی مذہب کے بنیادی عقیدے کے مطابق خدا کی ذات کا دنیاوی اوتار انسان کے روپ میں آغا خان ہے۔ اگر بفرضِ محال ان تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر اسلام کے خالص عقائد پر نظر ڈالی جائے تو بھی جماعت خانے میں ادا کی جانے والی تمام تر مجالس رسوم' طریقے اور عقائد سراسر کفریہ شرکیہ اور غیر اسلامی ہیں جن کی وجہ سے کسی طور پر بھی جماعت خانے کو مسجد کا مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا ویسے بھی جماعت خانے کے دروازے تمام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ کے لئے بند ہی ہیں۔

بموجب اس مبینہ نوٹس بورڈ کے جس کے الفاظ ہیں :

"No Admission Without Permission" یعنی "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" (ایضاً)

■ مسجد ضرار :

ایک موقع پر جب دو نوجوان مسلمان کھارادر جماعت خانہ کے قریب سے گزر رہے تھے ایک نے نماز وقت مغرب کے قریب اپنے دوسرے ساتھی سے نماز پڑھنے کے متعلق جب یہ کہا کہ "آئیں اس مسجد میں نماز پڑھ لیں" (غالباً کھارادر جماعت خانہ کی عمارت پر نصب گنبد سے متاثر ہو کر اسے مسجد تصور کیا) جس پر دوسرے نوجوان نے جو جماعت خانہ کی اصل ہیئت کیفیت و اندر ادا کی جانے والی رسومات و عبادات سے واقف تھا فوراً بے ساختہ بول اٹھا یہ جماعت خانہ ہے مسجد نہیں ہے البتہ "مسجد ضرار" اسے ضرور قرار دیا جاسکتا ہے۔

متنازعہ "مسجد ضرار" کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

○ ترجمہ : کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد "ضرار" بنائی اس غرض کے لئے کہ (دعوت حق کو) نقصان پہنچائیں اور کفر کریں اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کے لئے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف برسرپیکار ہو چکا ہے وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں تم ہرگز اس عمارت میں (مسجد ضرار میں) کھڑے نہ ہونا.... (التوبہ ۹/ ۱۰۷-۱۰۸)

جبکہ تمام مساجد (خواہ وہ اہل سنت والجماعت یا اہل تشیع کے مکاتب فکر کی ہی کیوں نہ ہوں) کے دروازوں (ماسوائے انتظامی بندش کے مقررہ اوقات میں) ہروقت ہر ایک کے لئے کھلے ہیں جس کی مثال پچھلے چودہ سو سال سے قائم ہے کہ ارض پر تعمیر کی جانے والی کسی مسجد پر یہ تحریر آویزاں نہیں کی جاسکتی کہ "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" بلکہ دن میں

پانچ بار با آواز بلند یہ بانگ لگائی جاتی ہے کہ "آؤ نماز کی طرف" "آؤ فلاح کی طرف" جبکہ تمام جماعت خانوں کے مرکزی دروازہ پر مذکورہ بورڈ ہمیشہ آویزاں رہتا ہے جس کی تحریر کے الفاظ مفصل طور پر عیاں ہیں کہ : "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" جماعت خانہ برائے شیعہ امامی اسماعیلی مسلمین مریدان ایچ ایچ دی آغا خان شاہ کریم الحسینی (ایضاً)

دین اسلام کی حقانیت کا اس سے اجاگر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے ؟ باقی رہی بات جماعت خانے میں جو مالی قربانیاں وصول کی جاتی ہیں وہ فرد واحد کے نام جبراً وصول کی جاتی ہیں اور جن کا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ان تمام مالی وصولیات کو وابستہ کرنا یا تشبیہ دینا ظلم عظیم ہے کیوں کہ اس دور میں وصول کی جانے والی تمام اجناس و رقوم اسلامی بیت المال کی ملکیت تھیں نہ کہ فرد واحد کی، چودہ صدیاں گزرنے پر آج بھی مساجد میں وصول کئے جانے والے عطیات اور چندہ کسی فرد واحد کی ملکیت تصور نہیں کئے جاتے بلکہ یہ خالص مسجد کی ملکیت یا مدارس و جامعات کے مصارف کی امداد میں وصول کئے جاتے ہیں۔ جن پر حق ملکیت کا تصور غیر شرعی اور مذکورہ وصولیات کا حساب کتاب و احتساب لازم و ملزوم ہے جبکہ جماعت خانے میں وصول کردہ عطیات کا حساب کتاب کا گوشوارہ آج روز تک آویزاں نہیں کیا جاتا اور نہ ہی احتساب کا کوئی طریقہ کار رائج ہے جبکہ قرآن کا حکم ہے کہ :

○ ترجمہ : اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے ؟ بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں

(المائدہ ۵/۶۲ - ۶۳)

○ ترجمہ : یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا ... (المائدہ ۵/۴۱)

سوال نمبر ۳ : جماعت خانے میں جب کبھی کوئی دوسرا مسلم بھائی (غیر اسماعیلی) آنا چاہے تو اسے کیوں نہ آنے دینا چاہئے ؟

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

یہ کہ ایسا کوئی بھائی جب آئے تو کیا وہ جماعت خانہ میں آنے کی شرائط اور آداب و رسومات کو بالکل اسی طرح قبول کرے گا جس طرح کہ ایک اسماعیلی کرتا ہے؟

مقامات مقدسہ مشترک ہیں ان میں سب سے پہلے خانہ کعبہ ہے پھر مسجد ہے کیوں کہ وہ اس وقت سے ہے جس میں کہ سب مسلمان ایک تھے' تاہم بعض جگہوں میں مسجدیں بھی الگ الگ جماعتوں کے لئے جدا جدا نظریات کی بناء پر مخصوص ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ سختی کے ساتھ خانقاہ' امام باڑہ اور جماعت خانہ مخصوص ہیں جن کی حرمت صرف وہی لوگ بجا لاسکتے ہیں جو بنیادی طور پر عقیدہ ان سے منسلک رکھتے ہیں اور دوسرے کسی کی ان میں شرکت نہیں۔

مسجد کے معنی ہیں جائے سجدہ' محل عبادت اس لئے یہ لفظ گویا جب مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہاں جائیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے سر جھکائیں اور عبادت کریں مگر لفظ جماعت خانے میں عبادت کا مفہوم و مطلب ظاہر نہیں بلکہ پوشیدہ رکھا گیا ہے .... عبادت و بندگی کے معنی ظاہر ہو جائیں' مگر جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا گیا کیوں کہ وہاں تو اسلام کی تعلیمات کسی پیر طریقت کے مخصوص نظریات و تشریحات کے مطابق دینی تھیں اور اس میں عبادت و بندگی اور ریاضت اپنی نوعیت کی کرنی تھی اور وہ خانقاہ بھی صرف اسی پیر یا شیخ کے مریدوں کے واسطے مقرر تھی' سو یہی حال جماعت خانے کا بھی ہے اور جماعت خانہ شروع میں تھا ہی خانقاہ جس طرح صوفیوں کے تذکرے میں ملتا ہے کہ "خواجہ بختیار کاکی" کا جماعت خانہ" پھر اس کے بعد جماعت خانہ اسماعیلیت میں اپنایا گیا....

"جواب الجواب"

سوال نمبر ۲ کے جواب میں علامہ اس کا اقرار کر چکے ہیں کہ جماعت خانہ خدا کا گھر ہے۔ "ہر قسم کے ثواب کی جگہ اور خدا کا گھر سب سے پہلے خانہ کعبہ ہے اور اس کے بعد مسجد اور جماعت خانہ خدا کا گھر ہے پھر جب ثواب کا مرکز خدا ہی کا گھر ہے تو بہت سے نیک کام وہاں کیوں نہ انجام دیئے جائیں۔"

لیکن اب ان کی یہ منطق سراسر انحراف ہے اسلام کی دینی تعلیمات سے جماعت خانہ میں داخلے کی شرط کا عائد کیا جانا کہ چونکہ آنے والا غیر اسماعیلی ان تمام شرائط اور آداب و رسومات کو بالکل اسی طرح قبول نہیں کرے گا کہ جس طرح ایک پیدائشی آغا خانی! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کو تسلیم کرنے والا کوئی مسلمان "آغا خان" کو حاجت روا تسلیم کرے یا کافرانہ و مشرکانہ رسومات ادا کرے یا حاضر امام کو سجود جیسے ناپاک عمل کا ارتکاب کرے مسلمان تو اس کا تصور تک نہیں کرسکتا کہ وہ کسی خانقاہی' صوفیائی یا کسی ایسے طریقے پر عمل پیرا ہو کہ جس کی بناء پر شرک و کفر سرزد ہوجائے وہ ہر ایسے عمل پر لعنت بھیجے گا جو شرک یا کفر کا باعث ثابت ہو' البتہ پیدائشی آغا خانی ہر وہ عمل کرے گا جو اس نے پیدائش کے وقت سے لے کر تسلسل سے دہرایا ہو اور اسے ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ مشکل کشا' حاجت روا اور پالنہار صرف "آغا خان" ہے۔ غیر اسماعیلی کے جماعت خانے میں داخل ہونے سے یہ سب اعمال مشرکانہ کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ اسی بناء پر اس داخلہ "سخت ممنوع" ہے۔

دیگر حوالوں سے علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی طویل تحریر پیش کرنے کا مقصد صرف دلیل و منطق سے لغو و بے بنیاد جھوٹ پیش کرنا ہے ورنہ جماعت خانے میں کی جانے والی عبادت' رسومات' طریقے اور مجالس اب ڈھکی چھپی بات نہیں!

علامہ کا ایک ایک نقطہ بے حد قابل تفریح ہے کہ "بعض جگہوں میں مسجدیں بھی الگ الگ جماعتوں کے لئے یا جدا جدا نظریات کی بناء پر مخصوص ہوجاتی ہیں۔" لیکن موصوف یہ بھول گئے کہ فروعی اختلافات کو اسلام کوئی اہمیت نہیں دیتا جبکہ آج روز تک کسی مسجد میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا کہ نماز یا عبادت الٰہی کرنے سے روک دیا گیا ہو یا مسجد کے باہر یہ لکھ کر لگا دیا گیا ہو کہ "بغیر اجازت اندر تشریف نہ لائیں" خدانخواستہ اگر کوئی گروہ اس خلاف اسلام حرکت کا ارتکاب کرے گا بھی تو اس کا انجام ذلت رسوائی اور سزا کی صورت میں اسے بھگتنا ہوگا' ایسی جسارت کے متعلق مختلف مکاتب فکر میں شدید اختلاف کے باوجود سنی اور شیعہ مساجد میں دونوں فریقوں کو عبادت سے روکنے کی کوئی جسارت نہیں

کر سکتا۔ اس کا ثبوت فراہم کرنا مشکل ہے کہ ایسی کوئی مثال عملی طور پر پیش آئی ہو۔

انگشت بدنداں' عالم حیرت میں غرقاں ہوں کہ آخر کیوں خواجہ "بختیار کاکیؒ" کا جماعت خانہ" کی دلیل ایک دم ضعیف و ناقص مثال کے طور پر پیش کی گئی جبکہ خواجہ "بختیار کاکیؒ" کو یہ اختیار کسی طور بھی حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں عبادت کا کوئی ایسا فرسودہ طریقہ پیش کرتے جو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تاقیامت مروجہ شریعت مطہرہ میں کسی قسم کی رخنہ اندازی کے ارتکاب کا باعث ثابت ہو۔ یہ الزام سراسر غلط ہے کہ خواجہ بختیار کاکیؒ نے دین اسلام کے متضاد کوئی مذہب یا نظام اسلام کے متبادل کوئی طریقہ قائم کر کے شریعت کو نقصان پہنچایا ہوگا یہ ممکن ہی نہیں کہ خواجہ بختیار کاکیؒ جیسے اولیاء اللہ کوئی ایسی غیر شرعی حرکت کرتے جس کی وجہ سے دین اسلام اور شریعت کے مروجہ نظام کو معاذ اللہ نقصان پہنچے' اولیاء اللہ کے وصف میں یہ بات شمار نہیں کی جاسکتی وہ ایسی پاک ہستیاں ہیں جن کی زندگی کا ہر پل سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت مطہرہ کے تابع گزرا' بھلا متذکرہ برگزیدہ ہستیاں ایسی کوئی سرزنش کیوں کر سکتیں تھیں جس کی وجہ سے ان کے وصال کے بعد ان پر لعن طعن کی جاتی اور یوم قیامت وہ ایک مجرم کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں کیوں کہ جو بہتان ان پر چسپاں کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے اس کی سزا بحکم قرآن صرف جہنم کی آگ ہے۔ جس کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے احکامات خداوندی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں کسی قسم کا ارتداد کیا ہو یا رخنہ اندازی پیدا کرنے کی راہ قائم کی ہو ویسے بھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مروجہ شعائر دین اسلام کے طریقہ کو "خواجہ بختیار کاکیؒ" یا ان سے بھی اعلیٰ و ارفع درجے کا بزرگ یا اولیاء منسوخ یا رد و بدل کرنے کی جسارت نہیں کرسکتے یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوال نمبر ۴: تمہارا شاہ کریم کس طرح امام برحق ثابت ہوسکتے ہیں جبکہ وہ یورپ میں مغربی طرز کی زندگی گزارتے ہیں؟

علامہ نصیرالدین نصیر ہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

اگر امام ثابت ہو گئے تو کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ امام کو امام تسلیم کرتے ہوئے بھی ان پر اعتراض اٹھائے۔

اگر ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ یورپ میں امام کی رہائش جائز اور روا ہے تو آپ شاہ کریم الحسینی کو امام برحق مانیں گے۔

اگر آپ کے نزدیک مغربی طرز زندگی غیر اسلامی ہے جس کی وجہ سے آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اس حکم قرآنی کو بھی ظاہر کرنا تھا۔

آپ نہیں چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دنیاوی اور مادی ترقی ہو۔

سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۳۲ کا حوالہ:

"آپ فرمایئے کہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی ہے۔"

پس یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی امام برحق ہیں کہ وہ اپنے طرز زندگی کے ذریعے سے اس بات کی خوشخبری دے رہے ہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بندگان خاص کے لئے پورا ہونے والا ہے جس کا ذکر آیۂ مذکورہ بالا میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مولانا شاہ کریم الحسینی برحق امام اس لئے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور ہدایت ہیں ...... میرے یقین میں ایسی تردید محال ہے پس ظاہر ہے کہ شاہ کریم ہی اس وقت سلسلہ امامت کے حقیقی جانشین اور امام برحق ہیں اور ان کے سوا اس درجے پر کوئی نہیں۔

تو میرے مولا کے برحق ہونے کے ثبوت میں اس روشن دلیل کے علاوہ اور کیا ہو کہ وہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے سرچشمہ ہدایت ہیں اور اسلام میں ایسے سرچشمہ کا ہونا حق ہے۔

"جواب الجواب"

جھوٹے دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کیا رنگ لائے گی جب کہ حقیقت میں ثبوت کے لئے کردار پیش کیا جاتا ہے جبکہ سوال تھا کہ "امام کی جائے سکونت" اس کے

لئے یہ کیا دلیل ہے کہ اگر ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ یورپ میں امام کی رہائش جائز اور روا ہے تو آپ شاہ کریم الحسینی کو امام برحق مانیں گے جبکہ سوال کرنے والے کا مدعا یہ تھا کہ امام تو مغربی زندگی گزارتے ہیں۔ امام برحق کیسے ہو سکتے ہیں چونکہ اسلام میں یہ تصور یوم اول سے موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تمام اہل بیتؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی پوری زندگی جزیرہ نمائے عرب کی مقدس سرزمین پر تبلیغ اسلام میں گزاری جبکہ یورپ کی عریانیت' فحاشی' مرد و عورت کے مخلوط ماحول اور محرم و غیر محرم کی پابندی نہ ہونے اور بے پردگی اور شراب نوشی' زنا اور ہم جنس پرستی کے اجتماعی طور پر مرتکب افراد کے ماحول میں خنزیر کا گوشت کھانے کے شوقین افراد کے معاشرہ کو کس طور پر عین اسلامی ماحول کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ حدیث مبارکہ ہے کہ: "جس شخص کا طرز عمل جس قوم کے مطابق ہو گا اسی قوم سے اٹھایا جائے گا۔" (صحاح ستہ)

طویل عرصہ سے قیام کی نسبت سے امام کے برحق ہونے کی جھوٹی دلیل غلط ثابت ہونے کی اصل وجہ وہ غیر اسلامی زندگی ہے جو اہل یورپ گزارتے ہیں جس کے متعلق جابجا قرآن پاک نے ممانعت کی ہے مسلمانوں کی دنیاوی اور مادی ترقی کا امام کے یورپی ماحول میں زندگی گزارنے سے کیسے مماثلت رکھتی ہے جبکہ دنیاوی و مادی ترقی کو اسلام نے جائز دائرہ میں رہ کر حاصل کرنے سے کبھی منع نہیں کیا اور پیش کردہ آیت کا جائے نزول واضح ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشیاء زینت کو حرام قرار نہ دو" سورہ اعراف ۷ آیت نمبر ۳۲ کا حوالہ علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی نے بے باکی سے پیش کر دیا لیکن اسی سورہ کی ایک پچھلی آیت نمبر ۳۱ اور ایک اگلی آیت نمبر ۳۳ کا حوالہ ہم پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں:۔

○ ترجمہ : اے بنی آدمؑ ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (الاعراف ۷/۳۱)

○ ترجمہ : اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام' خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف

زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو ایسے شریک کرو جس کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے) (الاعراف ۷/۳۳) اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یورپ کے اس ماحول کو بھی اپنا لیا جائے جس میں بے راہ روی' شراب خوری' زنا' جوا' گھوڑوں کی ریس پر لاٹری (شرط) کے تحت مقابلہ' خنزیر کے گوشت کا تناول کیا جانا وغیرہ وغیرہ شامل ہو۔

"امام حاضر" کو محض اس پر تعیش زندگی کی بناء پر جو وہ یورپ میں گزارتے ہیں برحق قرار دینا سب سے بڑا دھوکا ہے۔ روشن دلیل جب ہی دی جا سکتی تھی کہ اہل یورپ اس سرچشمہ ہدایت سے فیض یاب ہو کر جوق در جوق دائرہ اسلام میں شامل ہو رہے ہوتے لیکن افسوس کہ اپنے طویل قیام کے باوجود جو دادا اور پوتے نے یورپ میں سکونت اختیار کئے رکھنے پر بھی کیا ایک یورپی فرد کو مشرف با اسلام کیا؟ اور یہی دلیل کافی ہے خود ساختہ سرچشمہ ہدایت کے جھوٹے داعی کی جبکہ عرب کی سرزمین سے وارد ہونے والے بزرگان دین نے ماضی میں ہندوستان میں لاکھوں افراد کو مشرف با اسلام کیا جبکہ یورپ میں بھی جہاں جہاں اللہ کے نیک بندوں نے تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا اس کے نتیجہ میں آج بھی اچھی خاصی تعداد تاریکی سے نکل کر روشنی کی طرف مائل ہو رہی ہے جبکہ ماضی میں جس کی مثال اسپین کا "جبل الطارق" اور غرناطہ کی جامع مسجد کافی ہیں۔

سوال نمبر ۵: تمہاری زکواۃ شرعی زکواۃ سے کیوں مختلف ہے؟ اور براہ راست غرباء اور مساکین میں کیوں تقسیم نہیں ہوتی کہ جمع کر کے امام کو دی جاتی ہے؟

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی کے جواب کا خلاصہ اور اس کا اقتباس دینا اس لئے ضروری تصور نہیں کیا گیا کیوں کہ موصوف نے شریعت کے مقابلے میں طریقت' حقیقت اور معرفت کے نظریہ کا سہارا لے کر جھوٹ کو سچ کا لبادہ اوڑھانے کی ناپاک کوشش بذریعہ لفاظی کی ہے جس کی کوئی دلیل قرآن سے ثابت نہ کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کی تاویلات غلط' جھوٹ اور بے سود ہیں جو کہ سراسر غیر اسلامی ہیں اس لئے "جواب

الجواب" دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ اتنا تحریر کر دینا کافی ہے کہ شریعت کا اطلاق سب مسلمانوں پر یکساں ہے خواہ وہ کوئی بھی ہوں! چونکہ آغا خانیوں نے خود کو شریعت سے آزاد کرالیا ہے اس لئے شریعت سے متعلق تمام ارکان' فرائض و ہدایت کا اطلاق آغا خانیوں پر لازم نہیں ہوتا یہ ان کا اپنا خود ساختہ فیصلہ ہے جو عام طور پر وہ تنسیخ شریعت کے لئے پیش کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۶: تمہاری مذہبی رسومات کس حد تک درست اور صحیح ہیں؟ خصوصاًناندی کے بارے میں بتاؤ؟

علامہ نصیرالدین نصیرہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

ہماری مذہبی رسومات کلی طور پر صحیح اور حق و صداقت پر مبنی ہیں کیوں کہ یہ سرتا سر امام زمان علیہ السلام کے امرو فرمان کے مطابق ہیں..... لہٰذا ہماری مذہبی رسومات کے حق بجانب ہونے میں ذرہ بھر شک نہیں۔

ناندی (منادی) کا مطلب ہے کسی نیک کام میں حصہ لینے کا اعلان اور یہ رسم دین اسلام کے تصور مسابقت (آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا) کے عین مطابق ہے.... نیک کاموں میں سبقت لے جانا یہ سب قرآنی تعلیمات میں سے ہیں لہٰذا ان کی کچھ مثالیں جماعت خانہ میں پیش کی جاتی ہیں تاکہ دین کی عملی صورت جماعت کے سامنے رہے۔

"جواب الجواب"

جماعت خانے کے اندر جو رسومات' طریقے' مجالس اور عقائد عملی طور پر پیش کئے جاتے ہیں' وہ سراسر غیر اسلامی' مشرکانہ اور کافرانہ عمل ہیں ان کا کسی طور پر بھی اسلام سے دور دور تک کا واسطہ نہیں۔ (جس کے متعلق اس تصنیف کے ابتدائی ابواب کے ذریعے کافی کچھ بیان کیا جاچکا ہے)

سوال نمبر ۷: اسماعیلی جماعت میں صلوٰۃ پر کس حد تک عمل ہوتا ہے؟ اور ان کے نزدیک صلوٰۃ کے کیا معنی ہیں؟

علامہ نصیرالدین نصیرہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

صلوٰۃ کے معنی ہیں نماز' دعا' رحمت' درود چنانچہ لفظ صلوٰۃ قرآن میں جہاں جہاں دعا' رحمت اور درود کے معنی میں آیا ہے اس میں البتہ کوئی سوال نہیں لیکن جن مقامات پر یہ لفظ نماز کے لئے آیا ہے وہاں ایسی نماز بھی ہے جس میں کوئی رکوع و سجود نہیں' جیسے نماز جنازہ اور پرندوں کی نماز سو جہاں صلوٰۃ کے معنی نماز کے ہیں' وہاں ہم نے نہ صرف ماضی میں نماز قائم کی بلکہ حال میں بھی اس کا عملی نمونہ ثمرہ اور تاویلی حکمت ہمارے مذہب میں موجود ہے تو ہم اس لئے ہمیشہ جماعت خانے میں دعا پڑھتے ہیں۔

"جواب الجواب"

تارک شریعت دین اسلام کو رد کرنے کے لئے "تاویلی حکمت" جیسے الفاظ بیان کرکے خود کو اس پکڑ سے نہیں بچا سکتے جو دین نے نماز جیسے اہم رکن سے متعلق احکامات عطا کئے ہیں۔ کیا یہ کرشمہ کافی نہیں کہ چودہ (۱۴) سو سال سے مکہ (خانہ کعبہ) میں ہر روز پانچ بار ادا کیا جانے والا عمل اسی تسلسل سے قائم ہے جس کی ابتداء نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور آج بھی بدستور اسی ترتیب سے ادا کئے جانے والا عمل وہی صلوٰۃ (نماز) ہی ہے جبکہ مکہ مکرمہ میں بلا کسی ناغہ کے ہر روز ادا کی جا رہی ہے بیک وقت کوئی فرد دین اسلام سے وابستگی رکھے اور دین اسلام کا پیروکار بھی خود کو ظاہر کرے اور ارکان دین اسلام کا تارک بھی ہو یہ دوہرا معیار منافقت کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا اور منافق کی قیامت میں سزا جہنم کی تہہ کا وہ آخری گڑھا ہے جس میں منافق کو ڈالا جائے گا اور دنیا میں منافق ثابت ہوجانے پر از روئے شریعت واجب القتل ہے۔

میں جماعت خانے کی عبادات پر مفصل روشنی ڈالنے کی بجائے مختصراً تحریر کررہا ہوں کہ:

"جماعت خانے میں کفر' شرک اور غیر اسلامی عبادات سرانجام دی جاتی ہیں جس کی انتہا آغا خان کو سجدہ سجود کا کیا جانا ہے۔" (ح:۱۰) ایضاً

سوال نمبر ۸: مرد عورت کی یکجا عبادت : پوچھا گیا ہے کہ جماعت خانہ میں مرد عورت ایک ساتھ کیوں عبادت کرتے ہیں؟

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی کے جواب کا خلاصہ:

تم وہ قرآنی آیت دکھاؤ یا پڑھ کا سناؤ جس میں فرمایا گیا ہو کہ ایسا کرنا حرام ہے یا ممنوعہ ہے یا مکروہ ہے یا یہ ثابت کرو کہ رسول اللہؐ کے عہد مبارک میں مسلمان عورتیں مسجد میں نہیں جاتی تھیں۔

اسلام کے آداب و ارکان صرف مردوں ہی کے لئے نہیں خواتین کے لئے بھی ہیں "جو لوگ عورت کو مقام عبادت سے دور اس لئے رکھنا چاہتے ہیں کہ اس کی موجودگی کے سبب سے نفس انسانی کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے تو ان کو تارک الدنیا ہو کر کسی جنگل میں چلے جانا چاہئے کیوں کہ عبادت میں خلل صرف عورت کی وجہ سے نہیں پڑتا.....

"جواب الجواب"

علامہ نے جماعت خانہ میں مرد و عورت کے ایک ساتھ عبادت کرنے کے عمل کو درست ثابت کرنے کے لئے مثال پیش کی ہے کہ کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان عورتیں مسجد میں نہیں جاتی تھیں؟

موصوف اس موقع پر یہ بھول گئے کہ جماعت خانے کی حیثیت مسجد کب سے ہو گئی؟ چونکہ جماعت خانہ غیر اسلامی مشرکانہ رسوم و غیر اسلامی ارکان کی ادائیگی کا مرکز ہے' اس لئے ایسی جگہ پر شیطانی جذبات کا نوجوان لڑکے لڑکیوں میں بیدار ہونا کوئی بعید نہیں جبکہ جماعت خانے جانے والی تمام خواتین و دوشیزائیں باقاعدہ طور پر زرق برق والے جدید فیشن کے کپڑے اور چڈی فراک میں ملبوس' ننگے سر بال ترشوا کر اور بناؤ سنگھار (میک اپ) کرکے اور مسحور کن خوشبو (سینٹ و پرفیوم) لگا کر جماعت خانے جاتی ہیں۔ ایسے وقت شیطانی فکر کا غالب آنا اور نوجوانوں میں شہوت کے نفسانی جذبات کا بھڑک جانا کوئی تعجب کی بات نہیں' جبکہ مخلوط طور پر مرد و عورت لڑکے و لڑکیاں "باجو باجو" میں کھڑے ہوں۔ (چونکہ آغا خانی مذہب میں پردے کا کیا جانا ممنوع قرار دے دیا گیا جس کی مثال سابقہ باب میں بعنوان "پردہ" کے تحت مفصل بیان کردی گئی ہے)

اسلام کے ابتدائی دور میں عورتوں کا مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانا ثابت ہے اور

نماز صرف اللہ کی عبادت کے طور پر ادا کی جاتی ہے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت شریعت مطہرہ کے مروجہ طریقوں پر ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت بھی خواتین مخلوط طور پر شمولیت اختیار نہ کرتیں بلکہ پچھلی آخری صفوں میں پردے کی حالت میں شمولیت اختیار کرتیں تھیں لیکن فتنہ پھیلنے کے دور میں عورتوں کا مسجد آنا ممنوع قرار پایا جبکہ جماعت خانوں میں ہمیشہ دعا پڑھی جاتی ہے جو مشرکانہ، کافرانہ رسومات کا مجموعہ ہونے کے ساتھ آغا خان کو سجدہ کرنے پر اختتام پذیر ہوتی ہے جس میں اجتماعی خواتین مخلوط مجالس میں بے پردہ شامل ہوتی ہیں۔

■ **اختصاریہ :**

آخری نبی و خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رائج شریعت کا تابع خود کو مسلمان کہلوانے کا مستحق قرار پاتا ہے یہ ممکن نہیں کہ بیک وقت کوئی مروجہ شریعت کا انکار بھی کرے اور مقابل میں طریقتؔ، حقیقت اور معرفت کی جھوٹی تاویلات پیش کرکے اپنے دلائل کو دین اسلام سے بالا آخر سعی کے طور پر پیش کرنے کی ناپاک جسارت کرے پس یہ سب غیر اسلامی اطوار ہیں۔ اسماعیلی اسٹوڈنٹ کے پیش کردہ آٹھ سوال اور ان کا جواب جو علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی نے پیش کیا وہ خود ساختہ من گھڑت محسوس ہو رہے ہیں اور ان کی صحت مشکوک ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کی مثال "بزاخفش" کے مترادف ہے (عربی زبان کا ایک شاعر "اخفش" جس کا دعویٰ تھا کہ اس کی بکری (بز) کسی مسئلے کی درستی یا نادرستی پر گردن ہلا کر اثبات یا انکار میں جواب دیتی ہے۔

کیوں کہ دیگر انتہائی اہم رسومات کا ذکر گول کر جانا سراسر زیادتی کے مترادف ہے کیوں کہ دیدار، چھینٹا، گھٹ پاٹ، بندگی، خواتین کا پردہ، بول اسم اعظم "الاعلےٰ" نورانی، و دیگر اہم مجالس کے علاوہ آغا خان کو سجدہ کئے جانے اور دس اوتاروں سے متعلق سوالات کا نہ کیا جانا شکوک و شبہات پیدا کرنے کا باعث ثابت ہوا اس بناء پر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تمام سوالات و جوابات از خود ساختہ "Ready Made" ہیں جو کہ الفاظ کی

صناعی اور قرآنی آیات کو شامل کرکے باعث تقدس بنانے کی ناپاک کوشش ہے جسے عام مسلمان نہیں سمجھ سکتا البتہ مجھ جیسا ایک پیدائشی آغا خانی ہی اس راز کو فاش محض اپنے سابقہ تجربات' عادات' اطوار و ذہن نشین کرائے گئے طریقے' رسومات و عقائد کی باطنی دلیل' تاویل و منطق کی بناء پر ہی کرسکتا ہے۔ جس کے لئے اس کتاب کے پچھلے کئی باب ثبوت فراہم کئے جانے کی لئے کافی ہیں۔

■ تاویلات : (سابقہ تحریر سے پیوستہ)

آغا خانی خود کو ہمیشہ "باطنی فرقہ" کی حیثیت سے متعارف کراتے ہیں۔ باطنی سے مراد وہ "پوشیدہ" و "مخفیہ" تعلیمات ہیں جو غیر اسماعیلی کی دسترس سے باہر ہیں۔ اپنے نظام کو دین اسلام کے مقابل قائم رکھنے کے لئے کئی قسم کے ساز و سامان سے لیس ہو کر میدان علم میں اتر کر ہر پہلو سے اسباب کے حامل ہونے کو بے حد ضروری تصور کیا گیا۔ مسلمانوں کی موجودگی میں اگر دین اسلام کے کسی رکن سے متعلق دلائل کی ضرورت پیش ہو تو شریعت مطہرہ کو بالائے طاق رکھ کر خود ساختہ طریقت' حقیقت اور معرفت کے سہارے کو پیش کر دینا آغا خانیت کی معراج تصور کیا جاتا ہے گو کہ "شریعت" کا اطلاق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مروجہ مسلمہ طریقے کی نسبت سے قائم و دائم ہے اور اس کے مقابلے میں طریقت' حقیقت اور معرفت کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام سے ثابت نہیں بلکہ متضاد ہے۔

اپنے باطنی نظام کو قائم و دائم رکھنے کے لئے مخصوص مذہبی علم "تاویل" کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ دین اسلام کے ہر رکن' شرائع انبیاء و رسل' صحائف آسمانی' آئمہ' بیت اللہ' خانہ کعبہ' عصاء حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کی صلیب' کشتی نوحؑ' قیامت' حشر' جنت' دوزخ' ذات باری تعالیٰ' تمام فرشتے الغرض زمین و آسمان کی تمام ظاہری و پوشیدہ چیزوں کو مخصوص مذہبی علم "تاویل" کے تحت محیط کیا گیا جن کے معانی ہر ایک کوئی نہیں جان سکتا ماسوائے ان افراد کے جنہوں نے علم تاویل حاصل کیا ہو۔ لیکن یہ ایک مصدقہ

حقیقت ہے کہ :

"اسماعیلیہ مکمل قرآن پاک کی تاویلات مرتب نہ کرسکے کیوں کہ ایسا ممکن ہی نہ تھا" (تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ ۴۴۳ (تاریخ تفسیر و مفسرین میں اسماعیلیہ (باطنیہ) سے متعلق پورا باب مطالعہ کے قابل ہے)(ح:۶۱) ک : ۱۳

"تاویلات" کے طریقے کو رائج کرنے کے لئے وقتاً" فوقتاً" آغا خان نے ہر دور میں یاد دہانی کرائی اور باقاعدہ ایک نصاب متعارف کرایا تاکہ اس علم کو جاننے والا ہی خفیہ زبان (Code Word) کے اسرار و رموز جان سکے۔

اسی علم کی نسبت سے آغا خانی مذہب کو "باطنی مذہب" کہا جاتا ہے مخصوص مذہبی علم "تاویل" کے لئے قرآن پاک کی ایک آیت دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے:۔

"وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ" (سورہ آل عمران ۳/۶)

تاویل کا علم خاص اولیاء کو بتایا جاتا ہے' دوسروں کو نہیں تاویل اللہ تعالیٰ کا وہ علم ہے جو مخزون ہے۔ تاویل اہل بیت کا معجزہ ہے ظاہر ایک خواب ہے اور تاویل اس کی تعبیر' تاویل پھل ہے اور تنزیل چھلکا تاویل کے معنی اول کی طرف رجوع کرنے کے ہیں (تفصیل جاننے کے لئے مطالعہ فرمائیں "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" "تالیف ڈاکٹر زاہد علی (فصل ۱۴) صفحہ ۳۹۵ "ہمارے مخصوص مذہبی علوم"

■ قرآن کی کسوٹی پر تنسیخ :

ان متذکرہ باطنی عقائد و نظریات کی تنسیخ کے لئے احکامات قرآن ملاحظہ فرمائیں:۔

○ ترجمہ : اے مسلمانوں ! اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے ؟ حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی (محمد رسول اللہ پر) ایمان لانے والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی انہیں مانتے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تخلئے کی بات چیت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ بیوقوف ہوگئے ہو ؟ ان لوگوں کو وہ باتیں

بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ تمہارے رب کے پاس تمہارے مقابلے میں انہیں حجت پیش کریں ؟ اور کیا یہ جانتے نہیں ہیں کہ جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ کو سب باتوں کی خبر ہے ... پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لئے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لئے موجب ہلاکت ... وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں الا یہ کہ چند روز کی سزا مل جائے تو مل جائے ان سے پوچھو کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کرسکتا ؟ یا بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے ان کا ذمہ لیا ہے ؟ آخر تمہیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چھوئے گی ؟ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطاکاری کے چکر میں پڑا رہے گا وہ دوزخی ہے اور دوزخ ہی میں وہ ہمیشہ رہے گا اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے (البقرہ ۲/۷۵ - ۸۲)

○ ترجمہ : اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی اللہ ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں ایک محکمات (آیات محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن کی زبان بالکل صاف ہے اور جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے یہ آیات کتاب کی اصل بنیاد ہیں "یعنی قرآن جس غرض کے لئے نازل ہوا ہے اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں) جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات (متشابہات یعنی وہ آیات جن کے مفہوم میں اشتباہ کی گنجائش ہے) جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں" اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند

لوگ ہی حاصل کرتے ہیں وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ "پروردگار جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجئیو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ توہی فیاض حقیقی ہے پروردگار تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے تو ہرگز اپنے وعدہ سے ٹلنے والا نہیں ہے جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہے انہیں اللہ کے مقابلے میں نہ ان کا مال کچھ کام دے گا نہ اولاد' وہ دوزخ کا ایندھن بن کر رہیں گے (آل عمران ۳/۷ تا ۱۰)

○ ترجمہ : اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے (آل عمران ۳)

○ ترجمہ : اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کئے جنہیں کتاب دی گئی تھی ان کے اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لئے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایت کی اطاعت سے انکار کر دے' اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی (آل عمران ۳/۱۹)

○ ترجمہ : ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (ایضاً/۷۸)

○ ترجمہ : کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ وہ تو یہ ہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو (ایضاً/۷۹)

○ ترجمہ : اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا

گا (ایضاً/۸۵)

■ آغاخانی اسماعیلیوں کے پوشیدہ عقائد و خفیہ نظریات :

(جن کا اظہار وہ برملا نہیں کرپاتے نہ ہی آج روز تک ان کی تردید کی گئی)

* نزول وحی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد زمانہ کے اماموں کی معرفت ان کے فرمانوں کی شکل میں جو ہدایت کی جاتی ہیں وہ اللہ کے کلام کے برابر ہیں۔ اللہ نے حضرت پیغمبرؐ کی معرفت تیس (۳۰) سیپارے نازل کئے (باقی دس سیپارے) زمانے کے اماموں کی معرفت ان کے فرمانوں کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ (ح: ۶۲)

* خلیفہ عثمان کے وقت میں کچھ حصہ قرآن شریف میں سے نکال دیا گیا ہے اور کچھ حصہ بڑھا دیا گیا ہے۔ امام حاضر کے پاس ہروقت ایک نئی چیز ہوتی ہے یہ اس وقت بتانے کی نہیں ہے بعد میں بتلائیں گے۔ (ح: ۶۳)

* حضرت مرتضیٰ علی نے لوگوں کو فرمایا کہ یہ کتاب مجھ کو رسول اللہ نے دی ہے اور آپ لوگوں تک پہنچانے کی وصیت کی ہے اس لئے آپ اس کو لیجئے' اس پر سب لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت عثمان کی کتاب ہے وہ کافی ہے۔ آپ کی کتاب کی ہم کو ضرورت نہیں ہے اس پر مرتضیٰ علی نے فرمایا کہ اس کتاب کی رتی برابر خبر آپ لوگوں کو قیامت تک نہیں ملے گی یہ کہہ کر کتاب اپنے گھر واپس لے گئے۔ وہ کتاب بقیہ دس سپارے ہیں جس کے بارے میں پیر صدر الدین نے "گنان" میں سمجھایا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔ (ح: ۶۴)

* وشنو بھگوان کا نام "علی" بتایا گیا' گرو برہما کا نام نبی محمد کہلایا' ایشور کا نام آدم بتایا' یہ (وشنو' برہما اور ایشور) مسلمان نام ہیں۔ (ح: ۶۵)

■ ہندو مذہب کے زیر اثر مکمل گرفت :

اب ذرا ان متذکرہ ناموں کی بیان کی گئی حقیقت سے متعلق ہندوؤں کی مذہبی کتب کے حوالے ملاحظہ فرمالئے جائیں تو سچائی کا اصل پہلو اجاگر ہو جائے گا:۔ (ن.ل)

ہندوؤں کے مذہب کے مطابق خدا دو طرح سے ہیں:۔

ا۔ نرگن یعنی جس کی کوئی صفت نہیں

۲۔ سرگن یعنی صفتوں والا یا صاحب صفات

* خدا نرگن اس وقت ہوتا ہے جب تمام مخلوقات فنا ہو جاتی ہے اس کی حالت کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا

* خدا سرگن اس وقت ہوتا ہے جب اس کا ارادہ پیدا کرنے کا ہوتا ہے اور مایا یعنی قوت کو حرکت ہوتی ہے تو اس میں تین گن یعنی تین صفتیں ظاہر ہوتی ہیں:۔

ا۔ رج، ۲۔ ست، ۳۔ تم

* رج کے معنی قوت رحم

* ست کے معنی قوت ملکیہ

* تم کے معنی قوت غضب ہیں

■ تین خدا :

خدا رج کی صفت سے برہما کی شکل میں ظاہر ہو کر خلقت کو پیدا کرتا ہے۔ ست کی حقیقت بشن (یعنی وشنو) کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور وہ خلقت کو پالتا ہے اور تم کی صفت مہا دیو کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو فنا کرتا ہے۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق تینوں دیوتا برہما، بشن (ویشنو) اور مہا دیو (شیو) خدا کے مظہر اور نائب ہیں باالفاظ دیگر ایک خدا کے تین خدا سارے جہاں کے حاکم اور مختار ہیں (مہا بھارت بن پرب) یہ تینوں مذکر دیوتا ہیں ان کی بیویاں بھی ہیں برہما کی بیوی سرسوتی، ویشنو کی بیوی لکشمی اور "مہادیو شیو" کی بیوی پاربتی کہلواتی ہے۔ پاربتی کو درگا دیوی یا "کالی دیوی" بھی کہتے ہیں۔

"ہندو مت ہندو دھرم" صفحہ نمبر ۱۵ تا ۱۶ (ح:۲۱)(ک:۶) ایضاً

■ وضاحت :

آغا خانی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی "وشنو دیوتا" کے دسویں اوتار ہیں اور یہ بات

ان کی مذہبی کتاب میں جو پیر صدر الدین کی تصنیف کردہ گنان کی صورت میں درج ہے جس کا نام "دس اوتار" ہے۔ (ح:۲۸ ایضا) یہ کتاب قرآن کی جگہ پڑھی جاتی ہے اس موقع پر یہ تحریر بر موقع ثابت ہوگی کہ ہندوؤں کے وید مقدس میں "وشنو دیوتا کی تعریف کچھ اس طرح درج ہے:۔ شلوک اس دنیا کو وشنو دیوتا تین قدم میں ناپ لیتا ہے ساری دنیا ان کے قدموں میں ہے۔" (یجروید ۵، ۱۰)

* جو کوئی بھی یقین سے اس کے اللہ کو علی کہتے ہیں اور جو اللہ کو علی ہی مانتے ہیں حضرت علی نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر کا حیثیت سے تقرر کیا وہ یعنی علی اور محمد دونوں ایک ہیں۔ لوگ ان کو الگ الگ خیال کرتے ہیں حضرت علی کو خالق وشنو کہئے اور نبی حضرت محمد برہماجی کا اوتار ہیں۔ (ح:۶۶)

* نبی محمد کو اس وقت سب بات سمجھ میں آئی مبارک ہوں وہ ماں اور باپ کو (حضرت علی) یہ تو اللہ کے اوتار ہیں جب حضور نے شاہ علی کا دیدار کیا تو سب سے اول ان کو صحیح اللہ پایا پھر مریدوں کو دیدار کرایا اور ان میں سے جو کوئی ان کو پہچانیں گے وہ نجات پائیں گے۔ جب ست گرجی نے بہت ہی خدمت کی اور بے شمار شکر گزاری کی تو اس کے نتیجہ میں علی کو اللہ کی حیثیت سے پہچانا اور دل میں ذرہ برابر بھی شک نہ کیا۔ (ح:۶۷)

* امام (علیؓ) کے ظاہر ہونے کے بعد اللہ نے اسلام کو مقبول کیا اور پسند کیا اور پیغمبری کا دور ختم ہوا اس کے بعد کوئی پیغمبر اس دنیا میں نہیں آیا اس کے معنی یہ ہیں کہ امام کا ظہور اللہ کا ظہور ہے۔ جس کی پہچان اللہ کی پہچان ہے جس کی بندگی اللہ کی بندگی ہے۔ جس کی حمد اللہ کی حمد ہے جس کی فرماں برداری اللہ کی فرماں برداری ہے۔ (ح:۶۸)

* حضرت محمدؐ پیغمبر مبعوث ہوئے اسلام قائم ہوا' صحابہؓ میں روحانی قوت بڑھا کر حضرت علیؓ کا بحیثیت امام آپؐ نے تعارف کرایا اور اسی روز اسلام مکمل ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقبول ہوا اس کے بعد ہی پیغمبری کا دور ختم ہوا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا جس کی پہچان اللہ کی پہچان ہوتی ہے جس کا دامن پکڑ لینا اللہ کی طرف رجوع ہونے کے برابر ہے جس کی بیعت اللہ کی بیعت ہے جس

کی فرماں برداری خود خدا کی فرماں برداری ہے یہ صراط مستقیم یعنی امام ہے۔ (ح:۶۹)

* پیر نے امام حاضر کا دیدار کرایا جو شاہ قاسم کی شکل میں (اللہ کا) اوتار ہے۔ اس کو صحیح اللہ مانئے' اس میں ذرہ برابر بھی شک نہ کیجئے اس (عقیدے) میں جو بھی کمی کریں گے وہ راہ حق پر نہیں مگر فاسق ہیں جس کے پاس پہلے کے اوتاروں کی نیکیاں نہیں ہیں۔ وہ امام حاضر کو جو اللہ کا اوتار ہے نہیں پہچان سکتے۔ (ح:۷۰)

* اس وقت نبی محمد نے یہ بتلایا کہ بھائی فرشتو آپ کو ایک بہت ہی اچھی بات بتاتا ہوں (کہ جب علی پیدا ہوئے تو) انہوں نے اپنا تعارف مجھ کو خود ہی کرایا کہ وہی تو (علی) پوری کائنات کا خالق ہے۔ اس لئے علی کو صحیح اللہ کہئے۔ اس عقیدہ میں ذرہ برابر کمی نہ کریں ہم نے (محمد نے) اس کو (علی کو) صدق دل سے مانا کہ وہ (علی) جل شانہ کا "عکس" ہے۔ مولیٰ مرتضیٰ علی کا دنیا میں ظہور ہوا ان کی قدرت "لامتناہی" ہے ان ہی سے دین اسلام پیدا ہوا اور ان کے لئے آسمان سے "دلدل" اور "ذوالفقار" اترے' اور نبی محمد کو انہوں نے (علی نے) اپنا سردار بنایا' ان ہی نبی محمد کو بھگوان برہما کہئے۔" (ح:۷۱)

■ آغا خانی مذہب کی اساس "بنیادی نظریہ":

آغا خانی مذہب کی اساس صرف اس بنیادی نظریہ کی حامل ہے جو ہر آغا خانی مرد' عورت کو بچپن میں ہی ہر روز جماعت خانہ میں دعا کی حاضری کے سبق کے ذریعے ذہن نشین کرادی جاتی ہے جس سے پورے آغا خانی مذہب کی ترجمانی واضح طور پر از خود ہو جاتی ہے۔ خواہ یہ گستاخانہ' کافرانہ و مشرکانہ مفہوم ہی کیوں نہ پیش کرتے ہوں حوالے کے طور پر چند اساسی تعلیمات پیش خدمت ہیں:۔ (ن)

* "ہم نور پرست ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا نور پر ایمان ہے اور اسی نور کو ہم سجدہ کرتے ہیں۔" (ح:۱۰) ایضاً

* ہم امامی اسماعیلی "امام حاضر" کے مرید خدا کا نور جو "امام حاضر میں" روشن ہے اس کو سجدہ کرتے ہیں (ح:۱۱) ایضاً

■ کرتا جو کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند :

ان متکبرانہ الفاظ سے شرک' گمراہی اور ضلالت کے دعوئی کی بدبو محسوس کی جا رہی ہے جبکہ اللہ سبحان و تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے عاجزانہ الفاظ کو قرآن پاک میں محفوظ کرنے پر کس طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

○ ترجمہ : تم لوگوں کے لئے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بے زار ہیں' ہم نے تم سے انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت پڑ گئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ" مگر ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ "میں آپ کے لئے مغفرت کی درخواست ضرور کروں گا اور اللہ سے آپ کے لئے کچھ حاصل کر لینا میرے بس میں نہیں ہے۔" (اور ابراہیمؑ و اصحاب ابراہیمؑ کی دعا یہ تھی کہ) "اے ہمارے رب! تیرے ہی اوپر ہم نے بھروسا کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کر لیا اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا دے اور اے ہمارے رب ہمارے قصوروں سے درگزر فرما' بے شک تو ہی زبردست اور دانا ہے۔" انہی لوگوں کے طرز عمل میں تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور روز آخر کا امیدوار ہو اس سے کوئی منحرف ہو تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

(الممتحنہ ۶۰/ ۴ تا ۶)

■ ایک آغا خانی نے نماز پر پابندی لگا دی!

پاکستان کے اکثر اخبارات میں عموماً اور شہر کراچی کے اخبارات میں خصوصاً پچھلے دنوں ایک خبر طویل عرصہ تک گشت کرتی رہی کہ صدر الدین ہاشوانی نامی ایک آغا خانی مالک ہوٹل نے اپنے ملازمین کو دوران اوقات ملازمت نماز پڑھنے پر پابندی عائد کر دی اور مسجد کے احاطہ میں دیوار چنوا کر مسجد کے احاطہ کو اسٹور بنا دیا حقائق بیان کرتے ہوئے ملک کے

معروف ہفت روزہ جریدہ نے اپنے شمارہ فروری ۹۲ء میں رپورٹ کی زینت جو الفاظ رقم طراز کئے، ہفت روزہ تکبیر کراچی کے شکریہ کے ساتھ پیش ہیں :۔

ہوٹل پرل کانٹی نینٹل کراچی کی جامع مسجد میں نماز باجماعت پر پابندی کا قضیہ :

◄ یہودی جنرل منیجر کی پراسرار سرگرمیاں، مسلمان ملازمین میں شدید بے چینی:

"مسلمانوں کو نماز سے نہ روکا جائے" یہ مطالبہ کسی غیر مسلم ملک میں رہنے والی "مسلم" اقلیت کا نہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل "پرل کانٹی نینٹل" میں کام کرنے والے مسلمان ملازمین کا ہے کیوں کہ گزشتہ رمضان المبارک میں تراویح اور باجماعت نماز کی ادائیگی پر ہوٹل کے سب سے بڑے شیئر ہولڈر مسٹر صدر الدین ہاشوانی کے اشارے پر وہاں کے غیر مسلم عہدیداروں نے مارچ ۹۱ء میں پابندی عائد کردی واضح رہے کہ مسٹر ہاشوانی مذہبا" آغا خانی ہیں۔

مسٹر ہاشوانی نے آج سے تقریبا بارہ سال قبل پی ڈبلیو ڈی کے دفاتر خرید کر وہاں ہوٹل ہالیڈے ان تعمیر کرایا تو وہاں پر موجود مسجد بقول ان کے "ہوٹل کے چہرے پر بدنما داغ محسوس ہوتی تھی" اس لئے انہوں نے اس مسجد کو منہدم کراکے امام مسجد جناب مولوی سراج الدین مرحوم کو چھ لاکھ روپے کی آفر کی لیکن امام صاحب نے مجاہدانہ موقف اختیار کیا اور کورٹ میں مسٹر ہاشوانی پر دعویٰ دائر کردیا جس کے بعد ہاشوانی نے انہیں بے دخل کر دیا پھر ایک طویل عرصے تک نماز فریئر ہال میں ہوتی رہی لیکن جب ۸ر مئی ۸۳ء کو صدر ضیاء الحق کی آمد کے موقع پر مولوی سراج الدین صاحب نے صدر مملکت کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے اپنے خصوصی اختیارات اور ذاتی کاوشوں سے ۱۱ر جنوری ۸۴ء کو ڈپٹی مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر میجر جنرل راجہ محمد افضل کی نگرانی میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع کرایا جو کہ مارچ ۸۶ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔

ہفت روزہ عظمت سانگھڑ (سندھ) اپنے شمارہ اگست ۹۲ء میں ایک نئی حقیقت کو اجاگر

کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ :۔

کراچی کا فائیو اسٹار ہوٹل پرل کانٹی نینٹل جو کہ اس وقت ایک سرکردہ آغا خانی صدر الدین ہاشوانی کی ملکیت ہے جو کہ خود تو زیادہ تر اسلام آباد میں رہتا ہے اور یہ ہوٹل یہودی جنرل منیجر فارچون جے جابرٹ کے حوالہ کر رکھا ہے جس کا پارسی پرسنل منیجر جمشید چاؤنا اور ریذیڈنٹ منیجر طاہر مسعود جو کہ مبینہ طور پر قادیانی بتایا جاتا ہے اس ہوٹل کے ان سرکردہ منتظمین کے مذاہب اگرچہ کہ جدا جدا ہیں لیکن مسلم دشمنی میں تینوں ایک ہیں کافی عرصہ سے مسلمان اسٹاف اور ہوٹل پرل کانٹی نینٹل کی سی بی اے یونین کے عہدیداروں اور ممبران کو ظلم ناانصافی اور تشدد کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ ہوٹل کے ۷۰۰ ملازمین میں سے ۳۵۰ ملازمین سی بی اے یونین کے ممبر ہیں جو کہ ہوٹل کے اندر شروع سے تعمیر شدہ مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔

ہوٹل کا آغا خانی مالک اور اس کا مذہبی پیشوا آغا خان چونکہ نماز کے خلاف ہیں اس لئے انہیں پورے ہوٹل میں مسلمانوں کا وجود کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے جو کہ ہوٹل کی مسجد کو منہدم کرکے اس حصہ کو بھی اپنی اندھی کمائی کے لئے استعمال میں لینا چاہتے ہیں اس کے لئے انہوں نے پہلے تو مسلمان اسٹاف کو مسجد جا کر باجماعت نماز کی ادائیگی سے روکنے کے لئے شرمناک ہتھکنڈے استعمال کئے اور پھر NIRC سے ایک ایسا حکم حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ انہوں نے تراویح کی نماز کیوں پڑھی ؟ فروری ۱۹۹۲ء میں ہوٹل کی انتظامیہ نے ہوٹل کی مسجد میں مجرمانہ مداخلت کی اور اس کے محراب اور ممبر کو مسجد کے بقیہ حصہ سے الگ کرکے دیوار چنوادی اور اس طرح مسجد سے جدا کئے جانے والے حصہ میں اسٹور بنوا دیا حالانکہ ہوٹل کے منظور شدہ نقشہ میں یہ اسٹور شامل نہیں ہے۔ ۱۳ر فروری ۱۹۹۲ء کے ہفت روزہ تکبیر میں ہوٹل کی مسجد میں ناجائز دیوار کھڑی کرنے کے ثبوت کے طور پر بمعہ فوٹو تمام روداد شائع ہوچکی ہے جس کی انتظامیہ نے بروقت تردید کرنے کی جرات نہ کرکے اصولی طور پر اپنے جرم کا اعتراف کرچکی ہے۔

گو کہ مسلمان علماء کے دباؤ اور کراچی انتظامیہ کی مداخلت سے متعلقہ لیبر ڈائریکٹر نے

موقع کی حساس نزاکت کے پیش نظر متنازعہ دیوار مسمار کرادی جبکہ نمازوں پر عائد پابندی کے خاتمہ کے لئے ہوٹل کے ملازمین کی نمائندہ یونین (سی بی اے) اور انتظامیہ کے درمیان قضیہ طے کرا دیا گیا ایک اسلامی ملک میں آغا خانی مذہب کے پیروکار مالک ہوٹل صدر الدین ہاشوانی کی یہ فکر اس کی جدی پشتی کمزوری نہیں بلکہ نماز جیسے اہم فرض رکن اسلام کی اہمیت سے ناواقفیت اور انکار ہی تصور کیا جائے گا یہ ناواقفیت تمام آغا خانیوں میں قدر مشترک ہے یعنی تارکین نماز سے زیادہ منکرین نماز کا ہونا!

■ عبرت ناک انجام :

❁ ماضی بعید میں شریعت کی تنسیخ کیے جانے والوں کا عبرتناک انجام ملاحظہ ہو:

"عید القیامہ" کے اعلان کے ڈیڑھ سال بعد ۲۳ ویں امام اور حششین کے لیڈر خود ان کے نسبتی بھائی نے حششین کے روایتی خنجر سے ۱۰ر جنوری ۱۱۶۶ء کو قتل کر دیا۔ ۲۴ ویں اور ۲۵ ویں اماموں کو ۱۲۱۰ء اور ۱۲۲۱ء میں زہر دے کر مارا گیا۔ ۲۶ ویں امام کو ۵۵ء میں قتل کر دیا گیا اور الموت کے آخری امام یعنی ۲۷ ویں امام کو چنگیز خان کے پوتے ہلاکو نے گرفتار کر کے دریا میں ڈبو دیا۔ پابندی شریعت سے آزادی کے اعلان سے پچاس سال سے بھی کم عرصہ میں اسماعیلیوں (حششین) کی سلطنت کا ہولناک شدائد کے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔ الموت، لمسر، رودبار، کوہستان اور قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔

(حوالہ : حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت (ک:۹) صفحہ ۳۱۱ باب یازدہم (ایضاً)

■ بے نمازی کے انجام کے متعلق احکامات و تاثرات :

○ ترجمہ: جنہوں نے نماز کو ضائع کیا وہ عنقریب جہنم کے ایک خاص طبقے میں ڈالے جائیں گے (القرآن)

○ بے نمازی کا حشر فرعون، ہامان اور ابو بن خلف کے ساتھ ہو گا (الحدیث)

○ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا (الحدیث)

- بے نمازی کی عمر میں برکت نہ ہوگی (الحدیث)
- بے نمازی جب مرے گا تو ذلیل ہو کر مرے گا (الحدیث)
- بے نمازی کی دعا قبول نہیں ہوگی (الحدیث)
- بے نمازی کی قبر تنگ کردی جائے گی اور آخرت میں بڑی سختی سے حساب لیا جائے گا (الحدیث)
- بے نمازی کو قید میں ڈالا جائے تاوقتیکہ توبہ کرے (امام ابو حنیفہؒ)
- بے نمازی واجب القتل ہے (امام شافعیؒ)
- ترک نماز کفر ہے (امام احمد بن حنبلؒ)
- اسلامی حکومت کا سربراہ بے نمازی کو قتل کا حکم دے (امام مالکؒ)
- بے نمازی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے (غوث الاعظمؒ)
- بے نمازی سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے (سلطان باہوؒ)

کیا تاریخ شاہد نہیں ہے کہ ہزہائی نس پرنس کریم آغا خان "حاضر امام" نے نیو میمن مسجد کراچی میں ۱۹۶۴ء میں ہزاروں مسلمانوں اور اسماعیلیوں کی موجودگی میں نماز باجماعت ادا کی تھی؟ اور اللہ کے حضور سجدہ شکر پیش کیا تھا؟ پس ان کے اس عمل سے مجھ میں جو انقلاب بپا ہوا تھا اس سے مجھے نماز پڑھنے کی مزید تقویت حاصل ہوئی!
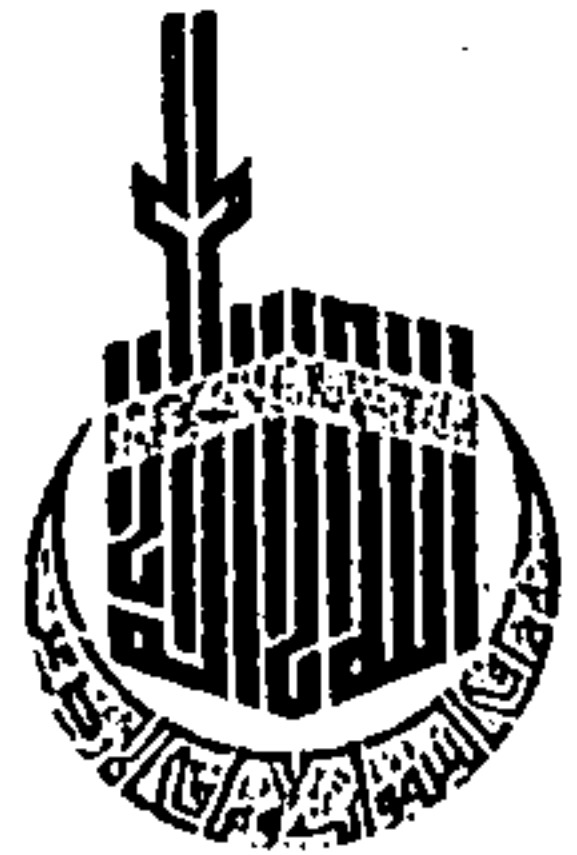
میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

■ تبلیغ کی ابتداء :

○ ترجمہ : اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو...

(طہ ۲۰/۱۳۲)

○ ترجمہ : اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ' اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ (الشعراء ۲۶/ ۲۱۴)

○ ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو' بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے' جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ (التحریم ۶۶/۶)

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی مگر اہل و عیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے اپنے گھر والوں کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا تم کو حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل و عیال کو بھی حکم کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچاسکے گا"

■ صرف اللہ کے لئے رجوع (اصلاح) کریجئے !

(تبلیغی جماعت کے اکابرین و بزرگ حضرات سے مودبانہ التجا :)

◆ دائرہ اسلام میں شامل ہونے والے نومسلم افراد کا رجوع عام طور پر تبلیغی جماعت کی طرف زیادہ رہتا ہے جو کہ ایک اچھا رجحان ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ نومسلم اپنی نمازوں' روزوں' اذکار و افکار کی درستگی کا متمنی ہونے کی بناء پر اپنا رجوع تبلیغی جماعت کی طرف کثرت سے رکھتا ہے لیکن دیومالائی نظام کے تارک آغاخانی فرد کو جب دین اسلام کی معتبر جماعت سے بھی وہ ہی کچھ ملے جس کا وہ تارک ہوچکا ہو تو یہ اس کے مصداق کہ "آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا" ایسی صورت بڑی پریشان کن ثابت ہوتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے نصاب میں شامل اکثر حکایات فرضی' غیر متفقہ ہونے کی بناء پر ایک نومسلم کو متضاد دعوت فکر دیتی ہیں جس کی بناء پر اختلافی سوالات کا پیدا ہونا کسی تعجب کا باعث نہیں۔ مثلاً

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک کلام الٰہی (قرآن پاک) دوسری میری سنت مطہرہ ان دونوں چیزوں پر عمل کرتے رہو گے تو دنیا میں گمراہی سے بچے رہو گے۔"
(موطا امام مالک صفحہ ۸۹۹) ایضاً

وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے مسلمانوں کے پاس قرآن عظیم آج بھی اسی حالت میں موجود ہے۔ سنت مطہرہ بھی اصحاب رسول' رضوان اللہ علیہم اجمعین نے محفوظ کرنے کے لئے عملی طور پر ان تمام عوامل کو اختیار کئے رکھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے اور جو بعد میں تواتر اور تسلسل سے مسلمانوں کو نصیب ہوئے۔

مسلمانوں کے پاس قرآن ہر امر خیر کو پرکھنے کی کسوٹی کے طور پر موجود ہے جس سے کوئی فرد ملت اسلامیہ منکر نہیں' ہر عمل اگر قرآن کے معیار پر پورا اترتا ہے تو وہ اسلامی عمل کہلائے گا اور اگر کسی قسم کا شک وشبہ یا قرآن کی تعلیمات سے ٹکراؤ کا باعث ثابت ہو وہ عمل اسلامی تصور نہیں کیا جائے گا یہ ہی معیار Standard شروع سے آج یوم تک علماء حق و مفتی کرام و مشائخ عظام نے تسلیم و برقرار رکھا لیکن ہم تبلیغی نصاب کے مطالعے پر چند امور میں محض تقدس کا سہارا لئے اور ثقیل الفاظ کی شمولیت کی بناء پر وہ کچھ پڑھتے اور سنتے چلے جاتے ہیں جن پر بعد میں غور کرنے پر ذہن میں خلش پیدا ہونے لگتی ہے کہ یہ الفاظ یا تحریر قرآن کے حکم سے مماثلت نہ رکھتے ہوئے ٹکراؤ کی کیفیت پیدا کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

■ **متضاد دعوت فکر :**

اللہ پاک نے اپنے بندوں پر جن چیزوں کا کھانا پینا حرام قرار دیا ہے ان میں خون بھی ایک ہے قرآن کریم کے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ سورہ الانعام آیت ۱۴۵ (پ ۸)

۲۔ سورہ بقرہ آیت ۱۷۳ (پ ۲)

۳۔ سورہ مائدہ آیت ۳ (پ ۶)

۴۔ سورہ نحل آیت ۱۱۵ (پ ۱۴)

قرآن کریم میں مندرجہ بالا چار مقامات پر خون کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔ اب آپ تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) مطبوعہ نصیر بکڈپو بستی نظام الدین نئی دہلی کے پہلے رسالہ حکایات صحابہ کے صفحہ نمبر ۱۶۷ کو کھولئے لکھا ہے: حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا:۔

اب ساتھ ہی (فضائل اعمال) کتب خانہ فیض لاہور کے پہلے رسالہ "حکایات صحابہ" کے بارہویں باب کے صفحہ نمبر ۱۸۸ کو ملاحظہ فرمائیں:۔

۵۔ حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا:

۶۔ حضرت مالک بن سنانؓ کا خون پینا:

■ تضاد : قرآن کریم میں چار مقام پر خون کے حرام ہونے کا ذکر موجود ہونے کے باوجود اس روایت کو جو حکایات صحابہ میں لکھی ہے پڑھئے کیا دونوں میں تضاد نہیں؟

یہ روایت غیر معتبر ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے مذکورہ حکم کے خلاف۔ کسی صحابی رسولؐ سے قرآن حکیم کے واضح اور مسلمہ اصول کی مخالفت کا ادنی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

■ کیا فرشتے نافرمان اور اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرتے ہیں؟

مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا بھی شامل ہے اگر کوئی شخص فرشتوں کا انکار کردے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا' فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہیں کہ ان میں نافرمانی' بھول چوک کا مادہ قطعاً نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ انہیں جس کام پر مامور فرماتا ہے اس کو بغیر کسی کوتاہی کے انجام دیتے ہیں اسی طرح ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ہے فرشتے انسانوں کی روح قبض کرنے پر مامور ہیں وہ موت کا وقت آنے پر ہی روح قبض کرتے ہیں یعنی ان سے کسی بھی طرح غلطی' بھول اور کوتاہی سرزد نہیں ہوتی جس کے لئے قرآن کریم کی درج ذیل آیات حوالے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ سورہ یونس آیت نمبر ۴۹ (پ ۱۱)

۲۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۳۴ (پ ۸)

۳۔ سورہ نحل آیت نمبر ۵۰ (پ ۱۴)

۴۔ سورہ تحریم آیت نمبر ۶ (پ ۲۸)

قرآن حکیم کی مذکورہ آیات سے یہ معلوم ہوا کہ:۔

فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہیں کہ جس کام میں لگا دیئے جاتے ہیں اسے بغیر کسی کمی بیشی کے انجام دیتے ہیں اور موت کا وقت مقرر ہے جب آتا ہے تو ایک گھڑی کی بھی تاخیر نہیں ہوتی جو فرشتے روح قبض کرنے پر لگائے گئے ہیں وہ اس میں کسی بھی طرح کی بھول چوک یا غلطی کا ارتکاب نہیں کرتے۔ اب آپ تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) مطبوعہ نصیر بکڈپو بستی نظام الدین نئی دہلی کے رسالہ فضائل نماز کا صفحہ ۱۱ کھولئے اس میں درج واقعہ جو درمنثور کے حوالہ سے بلا تحقیق نقل کیا گیا جبکہ (درمنثور میں ہر طرح کی روایات صحیح و ضعیف و موضوع موجود ہیں) اس خلاف قرآنی قصہ کی تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ فرشتوں سے بھی بھول چوک ہوسکتی ہے جبکہ قرآن اس بات کی نفی کرتا اور اعلان کرتا ہے کہ فرشتے اپنے کام میں کسی طرح کوتاہی نہیں کرسکتے۔ حوالہ کردہ واقعہ حضرت ام کلثومؓ کے خاوند حضرت عبد الرحمٰنؓ کی بیماری میں حالت سکتہ سے دوبارہ افاقہ ہونے اور دو فرشتوں کی آمد پر احکم الحاکمین کی بارگاہ میں فیصلہ کے لئے لے جانے سے متعلق ہے جبکہ تیسرے فرشتہ نے آکر سابقہ دو فرشتوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ اس کے بعد عبد الرحمٰنؓ ایک ماہ زندہ رہے پھر انتقال کیا۔

■ تضاد : اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دو فرشتوں کو کس نے بھیجا تھا؟ یا وہ از خود آگئے؟ جبکہ تیسرے فرشتے نے آکر جو کارروائی کی اس سے موت سے متعلق نافذ بردست و غیر مشکوک نظام میں کمزوری عیاں ہوئی جو کہ سراسر حکم قرآن کی نفی کے مترادف ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کا واضح حکم قرآن ہے کہ:۔

○ ترجمہ : اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے

(فرشتے) مقرر کر کے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے' پھر سب کے سب اللہ' اپنے حقیقی آقا کی طرف واپس لائے جاتے ہیں. خبردار ہو جاؤ' فیصلہ کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

(الانعام ۶/۶۱۔ ۶۲)

■ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی :

قرآن میں مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو نمونہ بتایا گیا ہے اور آپ ہی کے نمونہ کو اختیار کرنے کی تاکید و تلقین کی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بھی ذات امت کے لئے نمونہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں درج ذیل مقامات پر یہی فرمایا ہے حوالے ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ سورہ حشر آیت نمبر ۷ (پ ۲۸)

۲۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۲۱ (پ ۲۱)

۳۔ سورہ نساء آیت نمبر ۶۵ (پ ۵)

۴۔ سورہ نساء آیت نمبر ۸۰ (پ ۵)

قرآن مجید کی مذکورہ آیات سے واضح ہو گیا کہ اطاعت و فرماں برداری کے لائق اگر کسی کی ذات ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس سلسلے میں قرآن حکیم میں بے شمار آیات ہیں مگر اختصار کی خاطر ہم نے صرف مذکورہ آیات پر ہی اکتفا کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اللہ نے کسی دوسرے کو امت کے لئے نمونہ نہیں بنایا ہے۔ کسی بھی عمل کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (اسوہ حسنہ) کے مطابق ہو اگر کوئی عمل آپ کے طریقہ اور نمونہ کے مطابق نہیں ہے تو وہ اللہ کے یہاں ناقابل قبول عمل ہے یہ منصب کسی دوسرے کو حاصل نہیں

اس لئے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی تمام خواہشات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کردیا جائے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔" (مشکوۃ بسند صحیح)

اب آپ تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) مطبوعہ نصیر بکڈپو بستی نظام الدین نئی دہلی کے رسالہ فضائل تبلیغ کا صفحہ ۳۰' ۳۱ پر شیخ اکبر کی تحریر ملاحظہ فرمائیں جو قرآن و حدیث کی مکمل نفی کرتی ہے۔ کیوں کہ جب کوئی فرد طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنائے گا تو اسے ازخود رشد وہدایت نصیب ہونا لازمی امر ہے یہی اسوہ حسنہ کی برکت ہے۔ شیخ کامل کا تصور قرآن و حدیث کے مذکورہ حوالوں کی نفی کرتا ہے یہ کون شیخ کامل ہے جسے اتنا اختیار تفویض کردیا گیا کہ نجی ذاتی و کاروباری معاملات تک عمل دخل کے اختیارات پر قابض تسلیم کرنے پر ہی شیخ کامل تصور کیا جائے گا ویسے یہ "شیخ اکبر" ازخود کون ہیں ؟ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی بات' امر' صیغہ بیان کرنے والے فرد کا اپنا کردار' روز مرہ اعمال زندگی اور زبان کا حق و سچ ہونا نیز اس کی کسی تحریر کا احتساب کئے جانے کا پیمانہ یا فن استناد کی کسوٹی یعنی "علم اسماء الرجال" کی علمی پرکھ میں ان حضرت کا کیا مقام ہے؟ علماء کرام' محققین و مفکرین کی کسی تحریر سے ثابت نہیں کہ "شیخ اکبر" کا محل وقوع کیا ہے؟

■ **تضاد :** یہ تحریر بھی مضحکہ خیز ہے کہ بزرگان دین مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں جس کے متعلق رسالہ فضائل صدقات کے صفحہ ۶۷۴ پر لکھا ہے:۔

......جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا میں زندہ ہوں اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔ یہ شیخ یعقوب سنوسی کا ایک مرید ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہ سکتا ہے اگر ایک مرید کا یہ درجہ ہے تو دیگر بزرگوں کا زندہ رہنا' مشکل کشائی کرنا' حاجت روائی کرنا اور اولاد کا عطا کرنا

معمولی امر تصور کیا جانا چاہیے۔

آج امت مسلمہ جبکہ اجتماعی طور پر ذلت و رسوائی کا شکار ہے' دنیا کے ہر خطہ میں مسلمان محض اپنی بداعمالیوں کی بناء پر خوب سے خوب تر پریشان حال ہیں ہر آنے والا دن مسلمانوں کو ذلیل سے ذلیل تر کرتا جا رہا ہے کچھ یوں گمان ہو چلا ہے کہ اپنی ان بداعمالیوں کی سزا میں مسلمانوں پر ان قبروں میں آباد زندہ بزرگوں کو بھی کچھ ترس نہیں آ رہا کہ جہاں وہ انسانوں کے روحانی طور پر قیادت کی ذمہ داریاں قبول کرنے پر اور سرانجام دیئے جانے سے متعلق متصور کئے جاتے ہیں لیکن اخلاقی پستی' دین سے دوری اور بے عملی کی زندگی گزارنے پر وہ زندہ انسانوں کی اصلاح کرنے سے یا تو قاصر ہیں یا پھر ان کو مسلمانوں پر قطعی رحم نہیں آ رہا کہ وہ ان کی اصلاح فرما دیں تاکہ سارے کے سارے مسلمان اچھے خصائل کے حامل ہو جانے پر نیک کام کرنے لگ جائیں اور پوری دنیا پر اسلامی امہ کے توسط سے اسلام کا غلبہ ہو جائے' قبروں میں موجود یہ زندہ ہستیاں آخر کس دن مسلمانوں کا ساتھ دیں گی؟ جبکہ عیسائیت اور یہود و ہنود ہر طرف سے چھا رہے ہیں اور مسلمانوں پر ظلم و ستم اور جبر کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ خیر سے قبروں کی یہ زندہ ہستیاں آخر کشمیر میں مسلمانوں پر کئے جانے والے ہندوؤں کے ظلم کا تدارک کیوں نہیں کرتیں؟ دوسری طرف بوسنیا' فلسطین' افغانستان' سوڈان اور چیچنیا میں مصروف عمل طاغوتی قوتوں کو تہس نہس کرنے کے لئے ان کی روحانی قوت کا دائرہ احاطہ قبور سے وسعت پا کر پوری دنیا پر محیط ہو جانے پر آخر کس روز حرکت میں آئے گا؟ یا مذکورہ ہستیوں کی تمام تر تجلیات انوار و برکات صرف ان کے تزئین شدہ و منور قمقموں سے روشن مزارات' درگاہوں' خانقاہوں اور قبروں تک ہی محدود رہیں گی؟

قرآنی وعید ملاحظہ فرمائیں:

مردوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی نہیں سنا سکتے:

○ ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو سنا نہیں سکتے (فاطر ۳۵/۲۲)

○ ترجمہ : اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ مردوں کو نہیں سنا سکتے
(روم ۳۰/۵۲)

متذکرہ ان آیات اور ان جیسی اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ مردے نہیں سنتے چنانچہ اس کی تائید میں ایک قابل غور واقعہ درج ہے :۔

"فیصلہ امام والامقام کا کہ اہل قبور ہماری دعاؤں کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ انہیں کوئی تصرفات حاصل ہیں۔"

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اولیاء کی قبروں پر آیا کرتا ہے۔ سلام کرکے مخاطب ہو کر اولیاء اللہ سے عرض کرتا ہے کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں کئی مہینوں سے آرہا ہوں تم کو پکارتا رہتا ہوں' میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے لئے اللہ سے نیک دعاء کرو۔ امام ابو حنیفہ نے اس سے پوچھا کہ اولیاء اللہ نے تجھے کوئی جواب دیا ؟ اس نے کہا اے حضرت نہیں دیا۔ امام صاحب نہایت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ "تجھ کو دوری ہو تیرے ہاتھ خاک میں مل جاویں تو ان کو پکارتا ہے اور حاجتیں طلب کرتا ہے جو نہ جواب دے سکیں نہ انہیں کسی چیز پر اختیار ہے بلکہ وہ تو سن بھی نہیں سکتے کیوں کہ اللہ فرماتا ہے :۔ **وما انت بمسمع من فی القبور** ○ ترجمہ : "(اے نبیؐ) آپ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو نہیں سنا سکتے۔" (فتاویٰ عالمگیری)

حضرات ! حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں وہ کافر ہیں۔ مجالس ابرار و دیگر کتب حنفیہ میں ہے کہ مردوں سے مدد مانگنا حرام ہے۔

■ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بے سند بات منسوب کرنا :

حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :

"جس نے مجھ پر قصداً (عمداً) جھوٹ بولا اور جان بوجھ کر کسی جھوٹی حدیث کو بیان کیا تو اس

کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے" (بخاری)

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کردے" (مسلم)

"آخری زمانے میں دجال اور کذاب لوگ ہوں گے وہ تمہیں ایسی ایسی حدیثیں سنائیں گے جنہیں نہ تم نے اور نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد نے سنا ہوگا لہٰذا ان سے اپنے آپ کو بچانا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور فتنہ میں ڈال دیں۔" (مسلم)

اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' محدثین اور آئمہ کرام احادیث بیان کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہت کم احادیث بیان کرنے والے تھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے تو گھبرا جاتے اور یوں کہتے "او کما قال" (ابن ماجہ)

اب آپ تبلیغی نصاب کے فضائل اعمال کے رسالہ فضائل رمضان کا مطالعہ کریں صفحہ نمبر ۹ میں نہ صرف بیان کردہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع بھی ہے اور کسی فکر کے تحت گھڑی بھی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:

"روح البیان میں سیوطی کی الجامع الصغیر اور سخاوی کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ "میری امت میں ہر وقت پانچ سو برگزیدہ بندے اور چالیس ابدال رہتے ہیں جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے" صحابہؓ نے عرض کیا کہ "ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں ؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ظلم کرنے والوں سے درگزر کرتے ہیں اور برائی کا معاملہ کرنے والوں سے احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا کئے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔"

علامہ ابن الجوزیؒ اپنی کتاب الموضوعات جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۵۱' ۱۵۲ پر اس حدیث کو اسی طرح کی دوسری حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ان احادیث میں اکثر غیر معروف اور مجہول راوی ہیں یہی حال ابن عمرؓ کی حدیث بھی ہے۔"

علامہ ابن القیم رحمتہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"یعنی ابدال، قطب، غوث، نقیب، نجیب اور اوتار والی تمام روایتیں باطل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔" (المنار المنیف فی الصحیح والضعیف صفحہ نمبر ۱۳۶،۱۳۰)

یہ حدیث اس اعتبار سے بھی گھڑی ہوئی ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد پانچ سو سے کہیں زیادہ تھی جو تمام کے تمام اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ یا پندرہ سو صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جن سے راضی ہونے کا اعلان اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا:

○ ترجمہ: بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ (سورہ الفتح ۴۸/ آیت ۱۸)

■ **تضاد:** اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس زمانے میں پانچ سو افراد اللہ کے برگزیدہ بندے ہوں گے اور صحابہؓ کے زمانہ میں بھی پانچ سو حضرات اللہ کے برگزیدہ بندے ہوں گے تو پھر صحابہؓ کے زمانے میں جو صحابہ کرامؓ ان پانچ سو برگزیدہ لوگوں کی فہرست سے باہر تھے تو آج کے پانچ سو برگزیدہ حضرات ان ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے (جو برگزیدہ بندوں کی فہرست سے باہر تھے) سے افضل ہیں جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ آج کے دور کا بڑے سے بڑا عالم دین، مفتی، شیخ، ولی، علامہ یا متقی پرہیز گار تو ایک طرف جبکہ ابدال، قطب، غوث، نقیب، نجیب، اور بڑے سے بڑا ولی اللہ یا بڑے بڑے اولیاء کرام بھی کسی غیر معروف صحابیؓ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا افضل ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ (حوالہ: "تبلیغی جماعت کا نصاب" قرآن و سنت کی کسوٹی پر مرتبہ ابو محمد شکیل احمد میرٹھی (تقدیم) رضاء اللہ عبد الکریم المدنی ناشر مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اہل حدیث چوک کورٹ روڈ کراچی) اس موضوع پر پروفیسر کمال احمد عثمانی (امیر حزب اللہ) شارع توحید، کھماڑی کا شائع کردہ کتابچہ بعنوان "تریاق دیجئے زہر نہیں" (تبلیغی جماعت کے عبد الوہاب صاحب کے ساتھ مراسلت) کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

برسر تذکرہ اس ضمن میں حضرت مفتی کفایت اللہ" کی مشہور تصنیف "کفایت المفتی" کے باب کتاب العقائد کے صفحہ نمبر ۳۳۴ کے جواب نمبر ۳۸۱ میں درج ان کے علمی بصیرت افروز جواز کا اقتباس پیش ہے :۔

سوال : مسلمانوں میں بہت سے لوگوں میں یہ خیال پختہ ہے کہ ہر شہر اور قریہ میں ایک قطب کا ہونا ضروری ہے کیا یہ واقعہ ہے ؟ اگر ہے تو جہاں مسلمانوں کی آبادی بالکل نہیں جیسے یورپ اور امریکہ کے بعض شہر تو کیا وہاں بھی قطب ہوتے ہیں ؟

(المستفتی نمبر ۱۸۹' اسماعیل ابراہیم محمدی (۱۱ر شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۷ر جنوری ۱۹۳۴ء)

جواب : ہر شہر اور قریہ میں قطب کا ہونا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں ہاں جہاں مسلم آبادی ہو ان میں خدا کے مقبول بندے بھی ضرور ہوتے ہیں گو وہ عام لوگوں کو معلوم نہ ہوں بعض اولیاء اللہ اصحاب خدمت ہوتے ہیں اور اکثری طور پر وہ لوگوں کی واقفیت سے باہر ہوتے ہیں لیکن ان کی تعداد اور ان کے نظم کے متعلق بھی کوئی صحیح معلومات نہیں ہیں اہل تصوف نے ابدال' اوتار' اقطاب کے درجے مقرر کئے ہیں اور ان کی تعداد اور مفروضہ خدمات کے متعلق کچھ بزرگوں کے مکاشفات ہیں تاہم یہ کوئی عقائد کی بات نہیں اللہ پر ہی اس کے علم کو مفوض کرنا چاہئے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ)

(ذہن نشین رہے کہ مسئلہ "اوتار" کے نظریہ کو عقل سلیم کے حامل مفکرین و علماء اسلام نے ہمیشہ مسترد کیا اور اس عقیدے کو کافرانہ قرار دیا ہے۔ ایضاً) مؤلف

■ دیگر متنازعہ تحریریں :

مذکورہ بالا چند حقائق کے علاوہ کئی دیگر متنازعہ تحریریں بھی تبلیغی جماعت کے نصاب میں موجود ہیں جن پر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم اپنے ایک کتابچہ "تبلیغی جماعت اور اننچاس کروڑ کا ثواب" (شائع کردہ دار الافتاء و الارشاد ناظم آباد کراچی) کے عنوان سے مندرجہ ذیل موضوعات پر فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ :

■ اننچاس کروڑ کا ثواب :

"دین کی اشاعت و تبلیغ یا تحصیل علم دین یا جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ میں نکلنے یا لگنے

والے کے نماز' روزہ' ذکر وغیرہ کے بارے میں ایسی کوئی صریح حدیث تو نہیں ملی جس کے الفاظ سے صاف صاف ثابت ہو کہ ایک نماز اور ایک تسبیح وغیرہ کا ثواب انچاس کروڑ کے برابر ملتا ہے۔ البتہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر اپنی ذات پر خرچ کرنے والے کو ایک درہم کے بدلے سات لاکھ درہم خرچ کرنے کا ثواب ملتا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر نماز' روزہ' ذکر کا ثواب اللہ کی راہ میں روپیہ خرچ کرنے سے سات سو گنا ملتا ہے لیکن اولاً تو یہ دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں اس لئے ان سے استدلال اور ان کے ضعف پر تنبیہ کئے بغیر ان کی تشہیر عام طور پر جائز نہیں۔"

■ چھ (۶) نمبر :

"چھ نمبر جو تبلیغی جماعت میں رائج ہیں یہ دین سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے بزرگوں نے منتخب فرمائے ہیں لیکن پورا دین انہی کو سمجھنا صحیح نہیں ان کے علاوہ بھی دین کے بہت اہم شعبے ہیں جو انسان کی اجتماعی و انفرادی' معاشی و سیاسی زندگی سے متعلق ہیں انہیں سیکھنا بھی ضروری ہے۔ چھ نمبروں کا روزانہ یا صبح شام تذکرہ کرنا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا درست ہے اور باعث اجر ہے لیکن ان کے تذکرہ کو فرض و واجب سمجھنا اور جو ان کو نہ سنے اس پر طعن کرنا اور طرح طرح کے فتوے جڑنا یہاں تک کہ نہ سننے والوں کو مسلمان نہ سمجھنا سراسر ناجائز اور کھلی گمراہی ہے۔"

■ رائے ونڈ کو کعبۃ اللہ پر فضیلت دینا بدترین غلو اور گمراہی ہے :

"رائے ونڈ کو بیت اللہ شریف پر فضیلت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ رائے ونڈ میں تبلیغ کا کام ہوتا ہے اور بیت اللہ میں نہیں ہوتا یہ بھی محض غلط تعصب اور جہالت کی بات ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر بھی تبلیغ دین کا کام اور مختلف انداز سے دینی خدمت ہوتی ہے گو تبلیغی جماعت کے ماتحت نہ ہوتا ہو' اشاعت دین اور تبلیغ دین کسی بھی جائز طریقہ سے ہو وہ

درست اور معتبر ہے۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ مل کر تبلیغی جماعت کے اصول و قواعد کی روشنی میں تبلیغ کرنا شرعاً" کوئی فرض و واجب نہیں نیز تبلیغ دین تبلیغی جماعت کے ساتھ کرنے میں شرعاً" منحصر نہیں جو کوئی ایسا سمجھتا ہے یہ اس کی جہالت ہے یا غلو ہے جو کھلی گمراہی ہے۔"

■ استدعا :

یہ تحریریں حوالوں کے ساتھ پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جھوٹی حدیثوں کی تبلیغ کر کے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی جہنم کی طرف نہ دھکیلا جائے بلکہ فوری اصلاح کی جائے اور من گھڑت مواد خارج کیا جائے تاکہ یہود و نصاریٰ کے لئے ایسا کوئی موقع فراہم نہ کیا جائے جس کی وجہ سے دین اسلام کو حدف تنقید بنایا جائے یا غیر اسلامی گروہ ماضی میں مسلمانوں کے اپنے ہی بزرگوں کی تحریروں کی بناء پر آئندہ نسل کو دین سے متنفر کرنے کا سامان پیدا کرنے کا باعث ثابت ہوں جبکہ آج کا مسلمان از خود بھی ان تحریروں پر اعتراض پیش کرنے کا دینی حق رکھتا ہے۔ کیوں کہ یہ ذاتی معاملات کی بات نہیں یہ دینی عقائد کی بات ہے جس پر کوئی بھی مسلمان اپنے عقائد کو متزلزل ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا خواہ ایسی تحریر کسی ذرائع سے بھی پیش کی جارہی ہوں جبکہ اس ضمن میں قرآن کے واضح احکامات موجود ہیں کہ:۔

■ کتمان حق :

○ ترجمہ : اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ (البقرہ ۲/۴۲)

○ ترجمہ : اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب میں موجود) ہے چھپائے اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں (البقرہ ۲/۱۴۰)

○ ترجمہ : جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض

فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجود یہ کہ ہم نے ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ایسوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں (البقرہ ۲/۱۵۹)

○ ترجمہ : اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بے ہودہ حکایتیں خرید تا ہے تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے اللہ کے رستے سے گمراہ کرے اور اس سے استہزاء کرے یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا (لقمان ۳۱/۶)

سیدنا و نبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ :۔

"جو شخص عمداً مجھ پر جھوٹ بولے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" (بخاری) ایضاً

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کردے" (مسلم) ایضاً
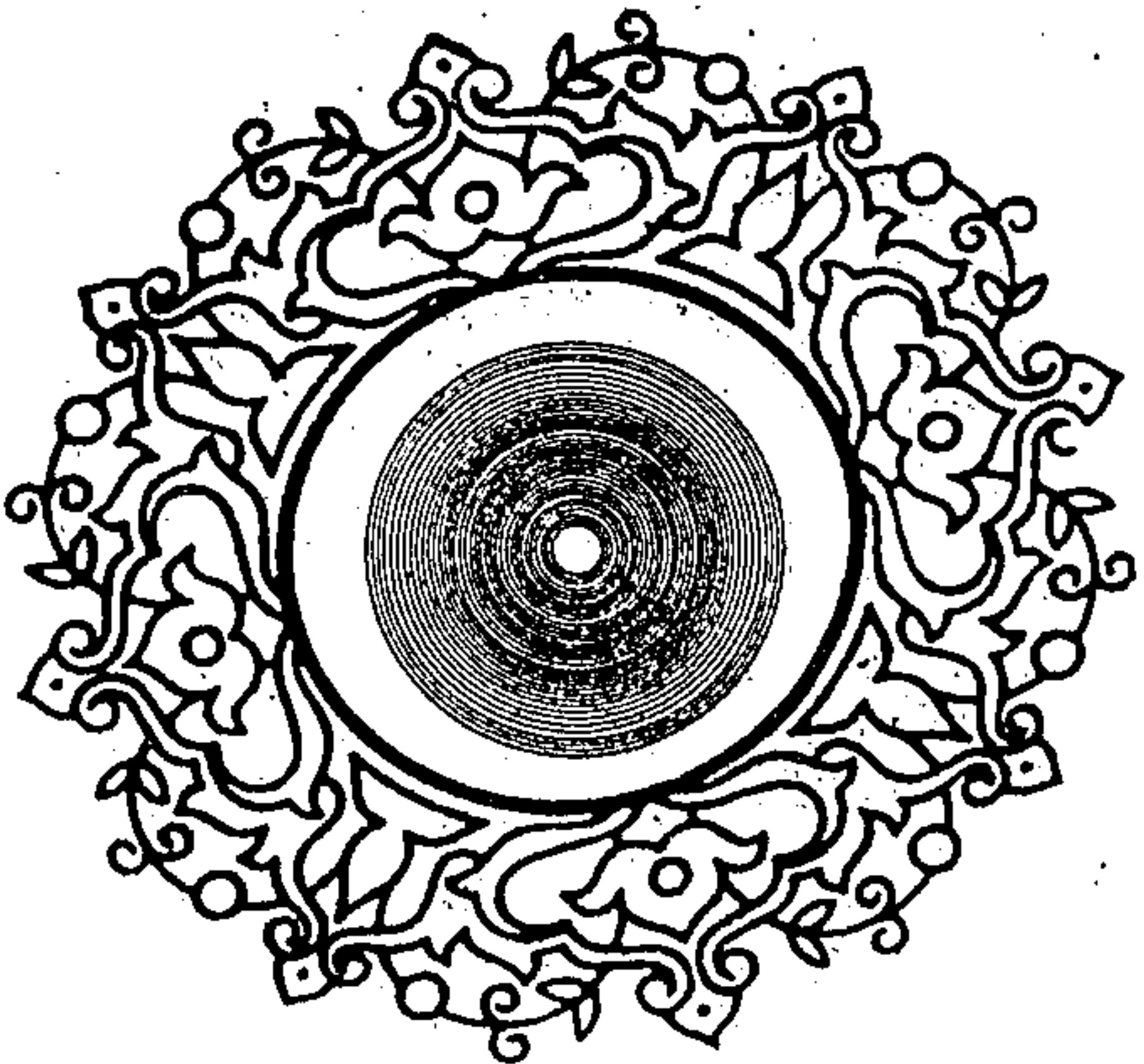
■ غور و فکر کی باتیں ! (ن)

❁ آغا خان سوئم سر سلطان محمد شاہ کے فرامین پر مشتمل :

ایک کتاب "Precious Pearls" "انمول موتی" سے چند اقتباسات ذ
میں ملاحظہ ہوں :

صفحہ ۱۰ : "اسماعیلیوں کے لئے ہدایت پر کوئی کتاب نہیں ہے لیکن ان کے پاس زندہ
ہے۔"

نمبر ۱۶ : "مذہب میں کتاب اور تحریری الفاظ ہدایت کے لئے کافی نہیں ہوتے ہدا
بدلتے ہوئے وقت کے تقاضے کے مطابق ہونی چاہئے۔ اس لئے یہی وجہ ہے کہ ہر د
ہدایت کے لئے پیغمبر تشریف لاتے رہے۔ میری امامت کے دور میں میں نے اپنے
میں بکثرت تبدیلیاں کیں اور تا حال وقت کے مطابق ان میں تبدیلیاں جاری رہیں مح
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی امامت اور خلافت کی گدی پر فائز ہوئے
اور اس وقت سے سلسلہ امامت ان کے جانشینوں میں چلا آرہا ہے۔" صفحہ ۱۱

صفحہ ۱۷ : "اگر مسلمانوں نے صوم صلوٰۃ کی بالکل وہی صورت آج تک برقرار رکھی
جو ابتدا میں نبی کریم کے عہد میں اختیار کی گئی تھی' تو یہ بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ نماز
روزہ کی موجودہ صورت ارشادات نبوی کے مطابق نہیں بلکہ زندگی کے حقائق بدلتے ہوئے
حالات کے مطابق ہیں۔ یہ وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں کو ابن الوقت بننے
(جب تک وہ لوگ زمین پر ہیں وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگی اختیار کرنے) کی تلقین
فرمائی اور یہ ہر مسلمان کی طبعی خواہش ہونا لازمی ہے کہ وہ اپنے ایمانی تقاضوں کو وقت کی
رفتار کے مطابق ہم آہنگ کرنے کی کوشش بروئے کار لائے۔"

نمبر ۲۸ : "آپ کا تمام دن بخوشی گذرے گا اگر آپ صبح سویرے میرے نام سے بیدار
ہوں اور نماز (دعا) پڑھیں۔" صفحہ ۱۸

نمبر ۴۵ : "دوسرے تمام مذاہب ظاہری ہیں لیکن تمہارا مذہب باطنی ہے۔" صفحہ

○ ترجمہ : اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے' یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو' یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلے میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کرکے دکھادوں گا؟ کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکرات (موت کی سختیوں) میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ "لاؤ' نکالو اپنی جان' آج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلے میں سرکشی دکھاتے تھے" (الانعام ۶/۹۳)

■ بڑے لوگ بڑی باتیں (اپنی تحریر کے آئینہ میں) :

◖ With Courtesy of :-

The Memoirs of Aga Khan III

(World Enough and Time)

With a Foreword by :W.Somerset Maugham

Cassell and Co.Ltd 37/38St. Andrew s Hill

Queen Victoria Street London. E.C.4.

(First Published 1954)

❁ خبردار! پردہ اٹھتا ہے :-

سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوم کی مشہور زمانہ یادداشتوں کی سوانح (آپ بیتی) سے متعلق چیدہ چیدہ صفحات کے اقتباسات : (بلا تبصرہ) ترجمہ

تمہید از: ڈبلیو سمرسٹ موگھم (بشکریہ: کیسل اینڈ کمپنی' لندن) برطانیہ

صفحہ ۴ : آغا خان نے ایک بھرپور زندگی بسر کی ہے انہوں نے بہت سفر کیا ہے اور دنیا کے بہت کم حصے ایسے ہیں جہاں وہ نہیں گئے یا تو تفریح کے لئے یا اس لئے کہ سیاسی اور

مذہبی اغراض کے لئے وہاں جانا ضروری تھا۔ وہ بڑے تھیٹر جانے والوں میں رہے ہیں' ان کو گانے والے ڈراما (Opera) اور پارٹی والے ناچ (Ballet) بیلے سے بہت دلچسپی رہی ہے۔ وہ ایسے معاملات میں مصروف رہے ہیں جن میں قوموں کی تقدیریں لگی ہوئی تھیں۔ انہوں نے گھوڑوں کی پرورش کی ہے اور ان کو دوڑایا ہے۔ شاہانہ خون کے شہزادوں اور بادشاہوں کے ساتھ' مہاراجوں' وائسراؤں' فیلڈ مارشلوں' ایکٹر مرد' ایکٹر عورتوں' گھوڑوں کو سدھانے والوں' گولف کے پیشہ ور کھلاڑیوں' سوسائٹی کی خوبصورت عورتوں اور سوسائٹی میں تفریحی انتظام کرنے والوں کے ساتھ ان کے تعلقات گہری دوستی کے رہ چکے ہیں۔

صفحہ ۴۶ : سوشل اصلاحات کے معاملات میں' میں نے اپنا اثر اختیار بہت ہوشیاری کے ساتھ ہولے ہولے استعمال کیا ہے۔ میں نے ہمیشہ عورتوں کی تعلیم اور آزادی کو بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ میرے والد اور میرے دادا کے زمانہ میں اسماعیلی لوگ کسی اور مسلمان فرقہ کے مقابلہ میں سخت پردہ ختم کرنے کے متعلق (ان ملکوں میں بھی جو بے انتہا قدامت پسند تھے) بہت آگے پہنچ گئے تھے میں نے اس کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ آج کل آپ کسی اسماعیلی عورت کو نقاب ڈالے ہوئے (Wearing The Veil) نہیں دیکھیں گے۔

صفحہ ۴۷ : ہم نے ایک انشورنس کمپنی قائم کی یعنی جوبلی انشورنس (Jubilee Insurance) جس کے حصوں کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ ہم نے ایک اور ادارہ بھی قائم کیا جس کا نام ہم نے انوسٹمنٹ ٹرسٹ (Investment Trust) رکھا جو دراصل ایک وسیع جماعت اس کام کے لئے ہے کہ روپیہ جمع کرے اور پھر اس کو ہلکی شرح سود پر قرض کی صورت میں اسماعیلی تاجروں اور ان لوگوں کو تقسیم کرے جو اپنے لئے مکانات خریدنا یا بنانا چاہتے ہوں

صفحہ ۵۰ : جہاں تک میرے مریدوں کی طرز زندگی کا تعلق ہے میں نے کوشش کی ہے کہ اس ملک اور حکومت کے مطابق' جس میں وہ زندگی بسر کرتے ہیں میں اس نصیحت اور

مشورہ کو بدلتا رہوں جو میں ان کو دیتا رہتا ہوں اس طرح پر مشرقی افریقہ کی برطانوی کالونی میں ان کے لئے میرا یہ اصرار رہا ہے کہ وہ انگریزی کو اپنی پہلی زبان بنائیں۔ اپنے خاندان اور اپنی خانگی کی بنیاد انگریزی طریقوں پر رکھیں اور عام طور پر برطانوی اور یورپین رسم و رواج اختیار کریں۔

صفحہ ۶۱ : ان حلقوں میں جہاں میں اب سے چالیس سال یا اس سے زیادہ پیشتر رہتا تھا سوشل مصروفیات بہت زیادہ تھی' روزانہ نہیں تو ہفتہ میں چار یا پانچ دن ضرور ڈنر پارٹیاں یا لنچ پارٹیاں ہوا کرتی تھیں جہاں کہیں مجھے رہنے کا اتفاق ہوتا تھا اور اس طرح تھیٹر اور اوپیرا کی پارٹیوں کا دور رہتا تھا۔ دو سال کے اندر زندگی کا یہ حصہ بہت کم ہوگیا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ سوشل مصروفیتیں سو میں سے بیس کے تناسب سے کم ہو گئیں۔ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد سے یہ سوشل مصروفیتیں بالکل مرجھا گئی ہیں سوائے اس کے کہ میں یا میری بیوی کبھی کبھی اپنے چند دوستوں کو جہاں کہیں میرا قیام ہو لنچ یا اوپیرا تھیٹر کے لئے مدعو کرلیں۔

صفحہ ۶۳ : میری بیوی اور میں دونوں تھیٹر اوپیرا (Ballet) کے دلدادہ ہیں۔ لندن اور پیرس جیسے مقامات پر ہم ہفتہ میں چار پانچ مرتبہ ان میں سے کسی نہ کسی تفریح کے لئے جاتے ہیں اور عام طور پر چند دوستوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ کینس (Cannes) جیسے مقام پر ہم کبھی کبھی وہاں کے تھیٹر میں جو خاص موسم کے لحاظ سے چلتے ہیں۔ کبھی کبھی کینس کے اوپیرا میں (Nice Opera) یا مونٹے کارلو (Montecarlo) میں یا دوسرے اسی قسم کے مقامات پر چلے جاتے ہیں۔

صفحہ ۶۳ : میں تیزی کے ساتھ سونے پر پختہ عقیدہ رکھتا ہوں مجھے یہ کہنے میں خوشی ہوتی ہے کہ میں جب کبھی سوتا ہوں واقعی سوتا ہوں' میں جب سونے کے لئے جاتا ہوں تو میرا کچھ وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔ اگر مجھے کسی کام کے لئے جگا دیا جائے تو میں فوراً پھر سو جاتا ہوں اور اپنی ساری زندگی میں مجھے کبھی خواب نظر نہیں آئے۔

صفحہ ۱۷/۷۴ : جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں میرے اندر بہت کم عمر میں مطالعہ کا ایسا ذوق پیدا ہوگیا تھا جس کو پوری تسکین نہ ہوتی تھی وہ اس وقت سے تیزی کے ساتھ ترقی کرتا رہا جب میری عمر دس سال یا اس کے قریب تھی اور جب بہرحال عارضی طور پر میں اپنی لائبریری کی چیزوں کا اندازہ لگا چکا تو میں نے دوسری جگہ دیکھنا شروع کیا میں اپنے لئے کتابیں خریدنا چاہتا تھا مگر اس کے لئے ایک چھوٹی سے رکاوٹ تھی وہ یہ کہ میری والدہ مجھے کوئی جیب خرچ نہ دیتی تھیں۔ میں نے اور میرے رشتہ کے بھائی نے اپنے لئے اس مشکل کو دور کرنے کا ایک شاندار طریقہ نکالا ہم میں سے ہر ایک نے ایک عبا پہنا (وہ ایک وسیع اور سب بدن ڈھکنے والا لبادہ ہوتا ہے جو اب بھی اور پہلے بھی ایران اور عرب ملکوں میں عام طور سے لباس کی طرح استعمال کیا جاتا ہے) اس طرح لباس پہن کر ہم بمبئی کی ایک مشہور کتابوں کی دوکان پر گئے ہم میں سے ایک نے دکاندار کو دلچسپ گفتگو میں مصروف کرلیا اور دوسرے نے کچھ کتابیں اپنی عبا کے پہلو میں چپکے سے کھسکا لیں۔ ہماری یہ چھوٹی سی ترکیب بہت جلد ظاہر ہوگئی اور دوکان کے مالک نے میرے چچا اور میری والدہ سے اس کا ذکر کیا۔ قدرتی طور پر ہمارا بل فوراً ادا کردیا۔ مگر ہمارے خاندان نے یہ طے کیا کہ ہم کو اس واقعہ سے کچھ سبق سکھانا چاہئے۔ ہم سے کوئی بات نہ کہی گئی اور ہم نے بدستور اپنا چھوٹا سا شرارت کا کھیل جاری رکھا۔

ہم ایک دن اسی کھیل میں مصروف تھے کہ میرے چچا دوکان کے اندر داخل ہوگئے انہوں نے سختی سے حکم دیا "اپنی عبا اتار دو" جب ہم نے ایسا کیا تو وہ کتابیں جو ہم نے چرا رکھی تھیں فرش پر گر پڑیں ہماری شرم اور ہماری روحانی تکلیف فوراً مکمل طریقہ پر ظاہر تھیں اس دن سے آج تک مجھے خیال ہے کہ میں نے اتنا بھی نہیں کیا کہ ایک پھول بھی کسی دوسرے باغ سے بغیر اس کی اجازت کے توڑلوں۔

صفحہ ۸۷ : تاریخ اور سوانح عمری کا مطالعہ بہت زیادہ کرتا تھا اور اپنے رشتہ کے بھائی شمس الدین کے ساتھ میں ناول پڑھنے کا ایسا شوقین ہوگیا جس کی کبھی تسلی نہ ہوتی تھی۔ یہ ایسا شغل تھا جس کی فرحت میں کہہ سکتا ہوں کہ اب تک کم نہیں ہوئی۔

صفحہ ۸۸ : میں نے شکار کھیلنا شروع کیا وہ لومڑی کا شکار نہیں جو انگلستان میں کھیلا جاتا ہے بلکہ بمبئی اور پونا دونوں مقامات پر گیدڑ کا شکار۔ ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے کبھی انگلستان میں لومڑی کا شکار نہیں کیا مگر یہ بات صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک گیدڑ کے شکار سے زیادہ کوئی اور پر لطف اور دل خوش کن شکار نہیں۔

صفحہ ۸۸ : میں نے ہندوستان میں ایک دوسرے کھیل کو جاری کیا یعنی ہاکی کو جو آج کل ہندوستان اور پاکستان میں وہ قومی کھیل شمار کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۸۹ : جب میری عمر اٹھارہ انیس سال کے قریب تھی میں نے مکہ بازی (Boxing) کی مشق شروع کی اور یوجین سینڈو (Wogene Sandow) کے طریقہ ورزش جسمانی کا گہرا مطالعہ کیا اور اس پر عمل کیا۔

صفحہ ۸۹ :- میں نے گولف کھیلنا چالیس سال کی عمر کے بعد شروع کیا اور اخبار نویس میرے متعلق جو خاص جملے استعمال کرتے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ میری دو بڑی خواہش یہ تھیں کہ میں ڈربی کی دوڑ جیت چکا ہوں اور ایک مرتبہ سے زیادہ جیت چکا ہوں۔ میری دوسری خواہش (اگر اخبار نویسوں کی ایجاد کے علاوہ کبھی کوئی اصلیت رکھتی تھی) ابھی تک پوری نہیں ہوئی ہے۔

صفحہ ۹۲ : جب میں جوانی کے قریب پہنچا تو مجھے اپنے رشتہ کی بہن کے حسن اور کشش کا تیزی کے ساتھ احساس ہونے لگا اور مجھے اس سے محبت ہو گئی۔

صفحہ ۱۱۱ : مناسب موقعہ پر ملکہ معظمہ (ملکہ وکٹوریہ) سے ونڈسر محل (Windsor Castle) میں ملاقات کرنے کے لئے میری طلبی ہوئی وہ مجھ سے انتہائی اخلاق اور محبت کے ساتھ ملیں اس ملاقات کے دوران میں اس کمرہ کے اندر صرف ایک اور صاحب تھے اور وہ میرے قدیم مربی ڈیوک آف کیناٹ تھے جن کی موجودگی میں مجھے کوئی شرم یا رعب محسوس نہ ہوا۔ ملکہ معظمہ موٹی موٹی سیاہ چادروں اور شالوں میں لپٹی ہوئی ایک بڑے صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھیں میں یہ معلوم نہ کرسکا کہ ان کا قد بلند تھا یا چھوٹا۔ جسم کی مضبوط تھی یا نہیں ان کے بیٹھنے کا طریقہ اور ان کی چادریں ایسی تھیں کہ اس قسم کا اندازہ لگانا بالکل ناممکن تھا میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا جو انہوں نے میری طرف بڑھایا تھا۔

صفحہ ۱۱۴ : شاہ ایڈورڈ ہفتم (King Edward VII) نے اپنی زندگی کے آخری دس سال میں مجھے اپنی ذاتی اور گہری دوستی کی عزت بخشی ان سے میرے تعلقات بہت بے تکلف تھے باضابطہ اور پابندی کی حدود سے بہت دور تھے وہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے اور کافی عمر کے تھے۔ میں بالکل نوجوان تھا اور شروع شروع میں ان کے لئے اجنبی تھا مگر وہ ہمیشہ میرے ساتھ بڑی مہربانی اور فیاضی سے برتاؤ کرتے تھے۔

صفحہ ۱۴۷ : مجھے ہمیشہ اس بات پر فخر رہا ہے کہ میں نے جارج پنجم کی دوستی حاصل کی اور اس کو ان کی زندگی کے آخری دم تک قائم رکھا۔ وہ مجھ پر اتنا زیادہ بھروسہ رکھتے تھے کہ ان کے والد کرتے تھے۔

صفحہ ۱۹۹ : ہم نے بحر الکاہل میں (Pacific) ایک جاپانی کشتی میں سفر کیا اور ہونولولو (Honolulu) کے جزیرہ میں پہنچ گئے.... اس جزیرہ کی تمام نوجوان عورتیں اپنے گلو میں ہار ڈال کر چلتی پھرتی تھیں اور جب کبھی ہم میں سے کسی آدمی کا ان عورتوں تعارف کروایا جاتا تو وہ اپنے ہار اتار کر ہمارے گلوں میں ڈال دیتی تھیں ان کی مسکرا کیسی حسین اور کیسی خوشی سے بھری ہوئی تھی ان کے ہاتھوں کی حرکت کیسی دلفریب نزاکت بھری تھی اور ان کے ہاتھوں کا چھونا کیسا نرم اور دل خوش کن معلوم ہوتا تھا۔ میں اور ٹالومن (Talomon) دونوں اس وقت نوجوان تھے اور بہت اثر لینے والے آدمی تھے اس لئے ہم دونوں اس با اخلاق رواج سے بہت خوش ہوئے اور ہم نے اس کا خوب لطف اٹھایا یعنی (Gratified)

صفحہ ۲۰۲ : جو شخص ایک مرتبہ امریکہ ہو آتا ہے وہ کبھی اس وقت کو نہیں بھولتا ہے جب وہ امریکہ میں تھا۔ لنچ اور ڈنر پر روزانہ میری دعوت ہوا کرتی تھی اور ہر رات کو میں اوپرا (Opera) دیکھنے کے لئے کسی نہ کسی کا مہمان ہوتا تھا۔ اس زمانہ کا میٹرو پولیٹن اوپرا ہاؤس یعنی وہاں کا بڑا تھیٹر گھر جواہرات اور سجاوٹ کی بہترین نمائش بنا ہوا تھا۔ میں نے پیرس اور لندن کے تھیٹر گھر (Opera) بھی دیکھے تھے مگر نفاست کے اعتبار سے اور اس لحاظ سے کہ وہاں جانے والے کتنے مالدار تھے۔ نیویارک کے میٹرو پولیٹن کی جو حالت

صدی کے شروع سالوں میں تھی اس کا مقابلہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔
صفحہ ۲۰۴ : میں محسوس کرتا ہوں کہ میں بے انتہا خوش قسمت تھا اس وقت کے اعتبار سے جب میں پہلی مرتبہ اور صرف نیویارک پہنچا اور اس سوشل دنیا کے اعتبار سے (جواب بالکل تقریباً ختم ہو چکی ہے) جس کے اندر میں داخل ہوا تھا میں اس زمانہ کی سوسائٹی کے لیڈروں اور ان بڑی عورتوں سے ملا جو میری میزبان رہیں۔ مثلاً

☆ مسز کورانیلس وینڈربلٹ (Mrs. Cornelius Vanderbilt)

☆ مسز جون جیکب ایسٹار (Mrs. John Jacobastor)

☆ مسز وہائٹ لاریڈ (Mrs. Whitelawreid)

☆ مسز فپس (Mrs. Phipps)

☆ مسز اوگڈن ملز (Mrs. Ogden Mills)

وغیرہ' یہ کتنی مہربان اور مہمان نواز تھیں وہ پارٹیاں اور ناچ کی محفلیں جو ایک مرتبہ سے زیادہ انہوں نے میرے اعزاز میں منعقد کیں شاندار تھیں۔

صفحہ ۲۰۷ : ۱۹۰۷ء کے بعد سے میں برابر ہر سال یورپ جاتا رہا۔ میری زندگی ایک خوشگوار اور وسیع دور میں بسر ہو رہی تھی ۱۸۹۸ء میں' جب میں پہلی مرتبہ یورپ گیا تو میں ایک قسم کا شرمیلا اور ناتجربہ کار نوجوان تھا اور میں فرانس کے رویرا (Riviera) پر اپنا دل کھو بیٹھا تھا (یعنی وہاں تھیٹر اور ڈرامے پر) اب پورا جوان ہونے کے بعد میری محبت اس سے اور زیادہ گہری اور پختہ ہو گئی اور میں وہاں برابر اور بار بار جاتا رہا۔ ۱۹۰۸ء میں میری اس محبت کو ایک انسانی مرکز حاصل ہو گیا یعنی میری واقفیت مائل تھریسا میگلیانو (Mile Theresa Magliano) سے ہو گئی وہ مونٹے کارلو (Monte - Carlo) کے تھیٹر گھر (Ballet - Opera) میں ایک مشہور نوجوان ناچنے والی لڑکیوں میں سے تھی وہ ایسی رقاصہ تھی جس کے متعلق پیرس کے تھیٹر گھر اور میلان (Milan) کے لاسکالا (La Scala) ان دونوں مقامات کے استادوں کی یہ رائے تھی کہ اپنے پیشہ میں اس کا مستقبل یقینی طور پر نہایت شاندار رہے گا۔ اس کی عمر اس وقت ٹھیک انیس سال کی تھی ہم دونوں میں بڑی گہری محبت ہو گئی اس سال کے موسم بہار میں وہ میرے ساتھ مصر گئی اور

وہاں پہنچ کر قاہرہ میں ہم دونوں کی شادی اسلامی قانون کے مطابق ہو گئی۔

صفحہ ۲۰۸ : میری بیوی کو حسنیات سے جو دلچسپی اور ذوق تھا اس سے مجھ کو یہ رغبت ہوئی کہ میں بھی خود فنکاری کی دنیا کا پتہ لگاؤں اور اس کی چھان بین کروں۔

دنیا میں حسنیات کا تجربہ کرنے کے سلسلہ میں مجھے سب سے پہلے جن چیزوں سے محبت ہوئی وہ موسیقی اور ناچ تھیں موسیقی اور ناچ سے جو اثر میرے دل پر ہوتا رہا ہے وہ جذباتی اور ظاہری حواس سے تعلق رکھنے والا ہے مجھے وہ وقت خوب یاد ہے جب میں نے پہلی مرتبہ دو آدمیوں کا بغل گیر ناچ دیکھا تھا اور اس ناچ میں گانا بھی سنا تھا میں اس وقت تیرہ یا چودہ سال کا لڑکا تھا۔

صفحہ ۲۰۹ : مجھے خوشی کا ایسا ذریعہ حاصل ہو گیا تھا جس کو میں نے کبھی نہیں کھویا جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی میری دلچسپی موسیقی' ناچ' اوپیرا اور تھیٹر سے برابر زیادہ ہوتی گئی اور مجھے ان سے زیادہ سے زیادہ فرحت اور سکون حاصل ہوتا گیا میرے نزدیک یہ چیزیں فنون میں سب سے اول نمبر پر ہیں۔ تصویروں کو میں ضرور پسند کرتا ہوں مگر نسبتاً بہت محدود دائرہ میں۔

صفحہ ۲۱۰ : حسنیاتی تجربہ کے ان میدانوں میں جن سے مجھے دلچسپی ہے میں نے بہت زیادہ سفر کیا ہے اور ان سے میں نے بہت گہرا لطف اٹھایا ہے۔ میں یہ بات کر کے فخر کرتا ہوں کہ "اس صدی کے بہت سے بڑے فنکاروں کو میں اپنے ذاتی دوستوں میں شمار کرتا ہوں۔"

صفحہ ۲۱۱ : میں بہت سے ایکٹر اور گویوں کو جانتا ہوں مثلاً میڈم بارٹیٹ (Madame Bartet)' کو میڈی فرانکس وائی' جین ڈی رزلق (Jean de Reszke) جو مرد گانے والوں میں سب سے اونچی آواز رکھنے والے اور گویوں کی ایک نئی پارٹی کا استاد شمار کیا جاتا ہے۔

انگلستان میں تھیٹر کے بہت سے انتہائی مشہور آدمیوں کو میں خوب جانتا تھا سر ہنری اروِنگ سے لے کر (جن سے میری ملاقات اکثر تھیٹر میں اس کمرہ کے اندر ہوتی تھی جہاں وہ اپنا لباس بدلا کرتے تھے) جارج ایگزنڈر' اور ٹریز نام رکھنے والوں تک سر سیمر ہکس (Sir Seymour Hicks) اور ان کی بیوی ایلا لین ٹیرس (Ella line Terriss) اور

ان کے علاوہ اور بہت سے آدمی۔

صفحہ ۲۲۰ : ۱۹۰۷ء سے لے کر جنگ کے شروع ہونے تک میں ہر سال کچھ عرصہ کے لئے ضرور یورپ میں قیام کرتا تھا۔

صفحہ ۲۲۰ : مئی ۱۹۱۰ء میں میرے بڑے اور اچھے دوست شاہ ایڈورڈ ہفتم کا لندن میں انتقال ہوگیا جیساکہ میری وفاداری اور دوستی کا تقاضا تھا میں فوراً ان کے جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے روانہ ہوگیا اور ان کے جانشین جارج پنجم سے شرف ملاقات حاصل کیا بادشاہ مرحوم ونڈسر کے سینٹ جارج چیپل میں دفن کئے گئے جنازہ کے جلوس اور گرجا گھر میں میری جگہ شاہی خاندان اور باہر والے شاہی مہمانوں کے قریب تھی۔

صفحہ ۲۳۲ : شاہ جارج پنجم کا درباری جشن جو ۱۹۱۱ء میں ہوا وہ بڑی شان و شوکت کا تھا.... مجھے اس زمانے کی دو باتیں بہت وضاحت کے ساتھ یاد ہیں ان میں سے ایک تو وہ ناچ کی محفل ہے جو کونیٹ کے مقام پر اسی خوشی کی رسم کو منانے کے لئے منعقد کی گئی تھی وہ پویلین ڈی آرمڈ میں ہوئی تھی اور وہ یقیناً سب سے زیادہ مناسب ناچ کی محفل تھی جو ایسے موقع پر ممکن ہوسکتی تھی اس میں خاص ناچنے والوں میں نجنسکی اور کرساونا تھے۔ اس محفل میں ایسی خوبی اور لطف تھا جس کو کبھی نہیں بھول سکتے میرے حافظہ میں اس کی یاد تازہ ہے اور مجھ کو اب تک سب سے بہتر تھیٹر دیکھنے کے جو تجربے ہوئے ہیں ان میں سے ایک تجربہ اس محفل کا ضرور ہے۔

صفحہ ۲۴۲ : مجھے یاد ہے کہ میں کس طرح خوشی سے مست ہوگیا تھا جب میں نے سینٹ پیٹرز برگ کے مقام پر سینٹ اسحٰق (St. Isaac) کے گرجا گھر میں وہاں کا کورس گانا سنا میں نے مغربی یورپ میں رومن کیتھولک اور اینگلیکن گرجا گھروں میں بہترین گانے سنے ہیں مگر میں نے کبھی (Choir) گرجا گھر میں گانے والی جماعت کا ایسا گانا نہیں سنا جو اتنا صاف اور شاندار تھا جیساکہ سینٹ پیٹرز برگ کے گرجا گھر میں تھا۔

صفحہ ۲۴۹ : ۱۹۱۴ء کے ابتدائی مہینوں میں مجھے دوبارہ برما جانا پڑا اس وقت میں نے اپنے اسماعیلی مریدوں کے لئے کچھ اہمیت والا قدم اٹھایا میں نے ان کو یہ نصیحت کی کہ وہ کافی

طور پر وہاں کے سوشل اور تمدنی ماحول میں گھل مل جائیں اور وہاں کی فضا سے ساز کر کے اس کو اپنا لیں۔ برما باوجود یہ کہ برطانوی سلطنت کے قبضہ میں تھا اور اس وقت وہاں کا انتظام انڈیا آفس کے ماتحت ہوتا تھا مگر پھر بھی وہ ایسا ملک تھا جہاں قومی اور وطن پرستی کے جذبات بہت گہرے تھے اور قوم پرستی خود رو' قدرتی اور مسلسل قسم کی نشوونما پا رہی تھی مجھے اس کا یقین تھا کہ میرے مریدوں کے واسطے صرف یہی عاقلانہ اور مناسب پالیسی ہو سکتی تھی کہ وہ جہاں تک ممکن ہو برما کی سوشل اور سیاسی زندگی سے اپنے آپ کو مطابق بنائیں ان کو اپنے ہندوستانی' عربی نام' عادتیں اور رسوم چھوڑ دینے چاہئیں اور قدرتی طور پر مستقل طریقہ سے ان لوگوں کے نام' عادات اور رسوم اختیار کرنے چاہئیں جن کے ساتھ وہ زندگی بسر کرتے تھے اور جن کی قسمت میں وہ شریک تھے۔

صفحہ ۲۵۰ : ۱۴ر اگست ۱۹۱۴ء کو برطانیہ نے جرمن کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا...۔ میرے دل میں ایک سب سے بڑا جذبہ تھا وہ یہ کہ میں انگلستان جلد سے جلد پہنچ کر اپنی خدمات جس حیثیت سے وہ کام میں لائی جاسکیں پیش کروں۔ میری تندرستی اچھی تھی میں اس وقت جوان اور قوی تھا میری جگہ برطانیہ کے ساتھ تھی میں نے فوراً بلا کسی وجہ کا اظہار کئے جرمنی شاہی امتیاز کا اول درجہ کا تمغہ جو قیصر نے مجھے عطا کیا تھا واپس کر دیا میں نے تار کے ذریعہ سے اپنے سب مریدوں کو جو برطانوی علاقوں میں یا ان کے حدود پر رہتے تھے ہدایت بھیج دیں کہ ان کو اپنے اپنے رقبوں میں جہاں تک ممکن ہو برطانوی حکام کی امداد کرنی چاہئے۔ میں نے اپنی ذاتی خدمات زنجبار کے برطانوی ریزیڈنٹ کے سامنے پیش کیں۔

صفحہ ۳۱۰ : میں ڈربی گیا۔ میں نے وہاں پر ایک گھوڑے پر جس کا نام جدہ (Jeddah) تھا ایک اشرفی کی چھوٹی سی بازی چھیاسٹھ اور ایک کے حساب سے لگائی گو میری بازی چھیاسٹھ اور ایک تھی مگر اس گھوڑے نے دراصل سو اور ایک پر بھاگنا شروع کیا اور پھر ہر شخص اس پر تعجب ہوا کہ اس نے ڈربی کی دوڑ جیت لی۔ میرے دوست پرنس آف ویلز نے اتفاق سے مجھے وہاں احاطہ میں تاک لیا اور وہ میرے پاس ہنستے ہوئے آئے اور کہنے لگے جس

گھوڑے کا نام جدہ ہو وہ یقینی طور پر آغا خان کا ہونا چاہئے۔

ایسٹ کے مقام پر (Ascot) میرے پاس پچاس سال سے زائد سے شاہی خانگی بلا (تمغہ) یعنی رائل ہاؤس ہولڈ بیج موجود ہے یہ بلا (تمغہ) مجھ کو پہلے ملکہ وکٹوریہ نے دیا اور پھر یہ مسلسل طور پر مجھے دوبارہ عطا کیا جاتا رہا۔ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی طرف سے شاہ جارج پنجم کی طرف سے شاہ جارج ششم کی طرف سے اور ملکہ ایلزبتھ دوم کی طرف سے۔

شروع ہی سے گھوڑ دوڑ سے میری دلچسپی کبھی محض عارضی اور بیکاری کا مشغلہ نہیں رہی ہے۔ انگلستان میں یا یورپ کے دوسرے مقامات پر ۱۸۹۸ء اور اس کے بعد سے ہی برابر گھوڑ دوڑ کے میلوں میں گیا اور وہاں پر میں نے گھوڑوں کی قسموں کو بہت غور کے ساتھ دیکھا۔ ہندوستان میں بمبئی میں، پونا میں یا کلکتہ میں، میں نے کبھی جہاں تک امکانی طور پر ہوسکا کسی گھوڑ دوڑ کے میلہ کو نہیں چھوڑا۔

صفحہ ۳۹۲ : میں ایپ سم (Apsom) کے مقام پر اس وقت موجود تھا جب میرے گھوڑے "بہرام" نے ڈربی (Derby) کی دوڑ جیتی فریڈی فوکس اس کا سوار تھا۔ اس کی کامیابی کے بعد قدرتی طور پر میں اس کو خود اندر لے کر آیا۔ یہ میرے لئے بڑی عزت کی بات تھی کہ میرے گھوڑ دوڑ کی کامیابی پر بکنگھم محل میں ایک خوشی کا ڈنر دیا گیا جس میں جاکی کلب (Jockey club) کے دوسرے ممبروں کے ساتھ میں ملک معظم اور ملکہ معظمہ کا مہمان تھا۔ ملکہ میری (Mary) نے خود حکم دیا تھا کہ "میز کی آرائش میرے گھوڑ دوڑ کے رنگین نشانات کے مطابق کی جائے" جو سبز اور چاکلیٹ رنگ کے تھے۔

صفحہ ۳۹۴ : ملک معظم کی وفات کی افسوسناک خبر سن کر مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا ہے میں نے یہ طے کیا ہے کہ میری طلائی جوبلی منانے کے سلسلہ میں سوائے خالص مذہبی رسوم کے اور تمام کارروائیاں روک دی جائیں ہم بہت بڑا ماتم کر رہے ہیں میں خود سیاہ کپڑے پہنوں گا اور میرے سب آدمی اپنا قومی ماتمی لباس پہنیں گے۔

ملک معظم (شہنشاہ جارج پنجم) صرف ایک بڑے حکمران ہی نہ تھے بلکہ وہ صحیح معنوں میں ایک بڑے آدمی تھے۔ ملک معظم ذاتی طور پر ہمیشہ سے میرے اوپر مہربان تھے۔

صفحہ ۴۴۰ : اسماعیلی روایات کے بموجب میں اپنی والدہ کے جنازہ کے ساتھ ان کے آخری آرام گاہ تک نہیں گیا۔

صفحہ ۵۰۲ : میں اپنی تمام زندگی میں مسلسل طور پر تھیٹر جانے والا رہا ہوں اور جیسا کہ میں نے ایک سابقہ باب میں ذکر کیا ہے گانا والا ڈرامہ (Opera) کا بہت دلدادگی کے ساتھ شائق رہا ہوں جب کبھی ممکن ہو اور جہاں کہیں میرا قیام ہو میں ضرور ہر اچھے ڈرامے کے جہاں میں پہنچ سکتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ روشنی کی ایک لہر نے میرے لئے جنگ کے ان طویل اور تاریک سالوں کو روشن کر دیا جب میں سوئٹزرلینڈ کے اندر مقید تھا۔ زیورچ کے میونسپل تھیٹر میں ڈرامہ کے موسموں کا ایک عجیب سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کرسٹن فلیڈ اسٹیڈ جو عورتوں میں ایسی اعلیٰ قسم کی گویا عورت ہے جیسا کہ میرے نزدیک کیروسیو مردوں میں اعلیٰ قسم کا گویا مرد ہے وہاں پر ہر سال اس لئے آیا کرتی تھیں کہ ویگنر کے طریقہ پر اپنے شاندار کارناموں کو ظاہر کرے۔ اٹلی کے بعض بہترین گانے والے بھی مثلاً گگلی (Gigli) وغیرہ ہر سال زیورچ میں آیا کرتے تھے۔

صفحہ ۵۰۴ : کینس کے ۱۹۵۳ء والے فلمی جشن میں میری ملاقات مس اولیواڈی ہیوی لینڈ سے ہوئی وہ سینما اور تھیٹر کی ممتاز ایکٹریس ہے وہ ایک ہوشیار اور دلچسپ شخصیت رکھنے والی عورت ہے جو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے طریقہ پر حق کی تلاش کرنے والی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہے جو خداداد قابلیت رکھتے ہیں۔

صفحہ ۵۰۸ : کچھ عرصہ تک ایک مشہور اور خوبصورت نوجوان سینما کا ستارہ Star of The Screen) میرے بیٹے کی بیوی تھی اور وہ میری پوتی کی ماں ہے (اس پوتی کو میں نے اسی وقت دیکھا تھا جب وہ ایک نوزائیدہ بچی تھی) یعنی ریٹا ہیورتھ (Rita Hayworth) میرے بیٹے علی کی دوسری بیوی، علی کی پہلی شادی مسز جون گینس (Mrs. Joan Guinness) سے ہوئی وہ ایک نوجوان انگریز عورت تھی جو حسین دلفریب، خوش مزاج اور اچھی نسل والی تھی۔ اس کا پیدائشی نام جون یارڈ ڈے

Aga Khan *Memoirs: World Enough and Time* Cassell, London 1954
Ali, Tariq *Can Pakistan Survive? The Death of a State* Penguin, London 1983
Allen, Rev. I.N. *Diary of a March Through Sind and Afghanistan* Hatchards, London 1843
Argyll, Margaret, Duchess of *Forget Not* W.H. Allen, London 1975
Aziz, K.K. *Ameer Ali* United, Lahore 1968
Aziz, K.K. *The Indian Khilaphate Movement 1915-33: A Documentary Record* Pak Publishers, Karachi 1972
Bailey, John *Letters and Diaries* (Edited by his wife) Murray, London 1935
Barber, Noel *Natives were Friendly ... So We Stayed the Night* Macmillan, London 1977
Barrow, Andrew *Gossip: A History of High Society from 1920-70* Hamish Hamilton, London 1978
Beaton, Cecil *A Self Portrait with Friends* Weidenfeld & Nicholson, London 1979
Bedford, John, Duke of *A Silver-Plated Spoon* Cassell, London 1959
Bell, Gertrude *Selected Letters of Gertrude Bell* Penguin, London 1953
Blunt, Wilfred S. *My Diaries: Being a Personal Narrative of Events 1888-1914* (2 parts) Martin Secker, London 1919-20
Bryan III, J. and Murphy, Charles J.B. *The Windsor Story* Granada, London 1979
Buchan, John *Lord Minto: A Memoir* Nelson, London 1924
Buckle, C.R.S. *Diaghilev* Weidenfeld & Nicholson, London 1979
Buckle, Richard *Njinsky* Weidenfeld & Nicholson, London 1979
Burton, R.F. *Scinde* Bradbury & Evans, London 1851
Butler, Harcourt *India Insistent* Heinemann, London 1931
Cassar, George H. *Kitchener: Architect of Victory* Kimber, London 1977
Chirol, Valentine *Indian Unrest* Macmillan, London 1910
Cooper, Diana *Autobiography* (1 Vol Edition) Michael Russell, London 1979
Criticos, George *George of the Ritz* Heinemann, London 1959
Curzon, Marchioness of Kedleston *Reminiscences* Barrie & Jenkins, London 1963
Donaldson, Frances *Edward VIII* Weidenfeld & Nicholson, London 1974
Dumasia, M. Naoroji *The Aga Khan and His Ancestors* Times of India Press, Bombay 1939
Engineer, Asghar Aly *The Bhoras* Vikas, New Delhi 1980
Farquhar, J.N. *Modern Religious Movements in India* Indian Edition, Munshiram Manoharlal, Delhi 1967 (first pub. 1918)
Fernau, F.W. *Moslems on the March* Hale, London 1955
Fielding, Daphne *Mercury Presides* Eyre & Spottiswood, London 1954
—*The Duchess of Jermyn Street* Eyre & Spottiswood, London 1967
—*Emerald and Nancy* Eyre & Spottiswood, London 1968
Flynn, Errol *My Wicked, Wicked Ways* Heinemann, London 1960
Fraser, J.B. *Journey Into Khorasan* Longman, London 1825
Fraser, Lovat *India Under Curzon and After* Heinemann, London 1911
Frischauer, Willi *The Aga Khans* Bodley Head, London 1970
Gilbert, Martin *Servant of India: A Study of Imperial Rule from 1905-10 as told through the Correspondence and Diaries of Sir James Dunlop-Smith* Longman, London 1966
Goldsmith, Barber *Little Gloria ... Happy At Last* Macmillan, London 1980
Goolamali, K. *An Appeal to Mr Ali Solomon Khan* Universal Printing House, Karachi 1932
Graffty-Smith, Laurence *Hands to Play* Routledge & Kegan Paul, London 1975
Graves, Charles *Royal Riviera* Heinemann, London 1957

Greenwall, Harry J. *The Aga Khan* Cresset Press, London 1952
Griffiths, Richard *Fellow Travellers of the Night* Constable, London 1980
Hamilton, George Francis *Parliamentary Reminiscences and Reflections 1868-1906* (2 vols) Murray, London 1917-22
Hardinge of Penshurst *My Indian Years 1910-16: Reminiscences* Murray, London 1948
Hardy, J. *The Muslims of British India* Cambridge University Press, Cambridge 1972
Hollister, J.N. *The Shia of India* Luzac, London 1953
Husain, Azim *Fazl-i-Husain* Longmans Green, Bombay 1946
Ivanow, W. *Studies in Early Persian Ismailism* Brill, Holland 1948
— *The Alleged Founder of Ismailism* Thacker, Bombay 1946
— *The Rise of the Fatimids* Oxford University Press, London 1942
Jackson, Stanley *The Aga Khan* Odhams, London 1952
Jersey, Dowager Countess of *Fifty One Years of Victorian Life* Murray, London 1922
Khan, Mohammed Ayub *Friends Not Masters* Oxford University Press, London 1967
Kiernan, V.G. *Lords of Human Kind: European Attitudes towards the Outside World in the Imperial Age* Weidenfeld & Nicholson, London 1969
Kobal, John *Rita Hayworth: The Time, the Place and the Woman* W.H. Allen, London 1977
Korda, Michael *Charmed Lives* Allen Lane, London 1980
Leslie, Anita *The Gilt and the Gingerbread* Hutchinson, London 1981
Lewis, B. *The Origins of Ismailism* Heffer, Cambridge 1940
Lings, Martin *Muhammed: His Life Based on the Earliest Sources* Allen & Unwin, London 1983
Lytton, the Earl of *Wilfred Scawen Blunt* Macdonald, London 1961
Magnus-Allcroft, Philip *Kitchener: Portrait of an Imperialist* Murray, London 1958
Mansergh, Nicholas (Editor) *The Transfer of Power 1942-7* HMSO (12 vols), London 1970/83
Marsh, Marquess of *Racing with the Gods* Pelham, London 1968
Masson, Madeline *I Never Kissed Paris Goodbye* Hamish Hamilton, London 1978
Masters, Brian *Great Hostesses* Constable, London 1982
Maxwell, Elsa *I Married the World* Heinemann, London 1955
Mehrotra, S.R. *Emergence of the Indian National Congress* Wikas, Delhi 1971
— *India and the Commonwealth 1885-1929* Allen & Unwin, London 1965
Minault, Gail *The Khilafat Movement* Oxford University Press, Delhi 1982
Minto, Mary Caroline, Countess of *India, Minto and Morley 1905-1910* Macmillan, London 1934
Mohamed Ali *Thoughts on the Present Discontent* Bombay Gazette Steam Press, Bombay 1907
Montgomery-Massingberd, Hugh and Watkins, David *The London Ritz: Social and Architectural History* Aurum Press, London 1980
Moorhead, Lucy *Freya Stark: Letters* (4 vols) Compton Russell, London 1974/77
Morgan, Ted *Somerset Maugham* Cape, London 1980
Morley, John Viscount *Recollections* (2 vols) Macmillan, London 1918
Mortimer, Roger *Biographical Encyclopaedia of British Flat Racing* Macdonald and Jane's, London 1978
Mosley, Leonard *Curzon: The End of an Epoch* Longmans Green, London 1960
Muggeridge, Malcolm *The Green Stick: Chronicles of Wasted Time* (vol 1) Collins, London 1972

Mujeeb, M. *The Indian Muslims* Allen & Unwin, London 1967
Nanda, B.R. *Gokhale: The Indian Moderates and the British Raj* Oxford University Press, London 1977
Napier, W. *The Conquest of Scinde* London 1845
— *History of Sir C. Napier's Administration of Scinde* London 1847
— *Life of Sir C. Napier* (4 vols) London 1851
Nehru, J. *His Highness the Aga Khan* Modern Review, Calcutta 1935
O'Leary, D.D. de Lacy *A Short History of Fatimid Khalifate* Kegan Paul, London 1923
Pattersall, E.H. *Europe at Play* Heinemann, London 1938
Rawlinson, G. *A Memoir of General Sir Henry Creswick Rawlinson* Longmans Green, London 1898
Rawlinson, Sir Henry *England and Russia in the East* London 1875
— *Narrative of a Journey through Kurdistan* Royal Geographical Society Journal Vol 10, London 1841
— *Notes on a March from Zohab in 1836* Royal Geographical Society Vol 9, London 1839
Ronaldshay, Earl of *Life of Lord Curzon: Being the Authorised Biography of George Nathaniel, Marquess Curzon of Kedleston* (3 vols) Benn, London 1928
Shah, Ikbel Ali Sirdar *The Controlling Minds of Asia* Jenkins, London 1937
— *The Prince Aga Khan* John Long, London 1933
Shaw, Stanford J. *History of the Ottoman Empire and Modern Turkey* (vol 2) Cambridge University Press, Cambridge 1977
Slater, Leonard *Aly* W.H. Allen, London 1964
Smith, Wilfred Cantwell *Modern Islam in India: A Social Analysis* Gollancz, London 1946
Stack, Edward *Six Months In Persia* Sampson Low, London 1882
Stark, Freya *The Valley of the Assassins and Other Persian Travels* Murray, London 1936
Storrs, Ronald *Orientations* Nicholson & Watson, London 1943
Strachey, Lytton *Eminent Victorians* Chatto & Windus, London 1948
Sykes, Christopher *Nancy: The Life of Lady Astor* Collins, London 1972
Sykes, Brig. Gen. *Sir Percy — A History of Persia* (2 vols) Macmillan, London 1921
Tierney, Gene, with Herskowitz, Mickey *A Self Portrait* Wyden, New York 1979
Vanderbilt, Gloria and Furness, Lady Thelma *Double Exposure* Muller, London 1959
Vasti, Syed Razi *The Political Triangle in India 1858-1924* People's Publishing House, Lahore 1976
—*Lord Minto and the Indian Nationalist Movement 1905-1910* Clarendon, Oxford 1964
Vatikiotis, P.J. *The Modern History of Egypt* Weidenfeld & Nicholson, London 1969
Watson, R.G. *A History of Persia* Smith Elder, London 1865
Welcome, John *Irish Horse Racing* Gill & Macmillan, Dublin 1982
Williams, Emrys *Bodyguard* Golden Pegasus, London 1968
Winstone, H.V.F. *Gertrude Bell* Cape, London 1978
Wright, Denis *The English Among the Persians* Heinemann, London 1977
Yapp, M.E. *Strategies of British India: Britain, Iran and Afghanistan* 1798-1850
Young, Kenneth (Editor) *The Diaries of Sir Bruce Lockhart Vol I 1915-38* Macmillan, London 1973
Ziegler, Philip *Diana Cooper: A Biography of Lady Diana Cooper* Hamish Hamilton, London 1981.

اعتراف تشکر :

اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی تہہ دل سے ان تمام مصنفین' ناشرین اور علمی و ادبی سطح پر گامزن قومی و بین الاقوامی علم دوست تنظیموں' اداروں اور انجمنوں کے بے حد ممنون ہیں جن کی کتب' رسائل' جرائد' نقشہ جات' ہینڈ بل' پمفلٹ و دیگر قیمتی دستاویزات سے ہم نے استفادہ کرنے پر اس کتاب میں حوالہ جات کے طور پر مزین کیا۔ ماخوذ ادبی لٹریچر' اقتباس' تصاویر محض معلوماتی استفاضہ کے طور پر ادبی' اخلاقی اقدار کے مروجہ ضابطہ "بشکریہ" With Courtesy کے تحت اخذ کئے جانے پر شائع کی گئیں۔ سہواً اگر کسی متعلقہ علمی ماخذ کا حوالہ رہ گیا ہو تو ہم اعتراف تشکر کے بہرحال پابند ہیں۔

ہم ان تمام احباب کے مشکور ہیں جنہوں نے اپنے تئیں وسائل کے مطابق پرخلوص قربانی دیتے ہوئے کسی نہ کسی جہت میں اس کتاب کی تکمیل و اشاعت کا باعث ثابت ہوئے' خاص کر برادری (کمیونٹی) کے وہ اسماعیلی اسکالرز اور دیگر علم دوست' مدبر' دانشور اور صاحب علم و فراست (Intellectuals) جنہوں نے اپنی قیمتی آراؤں سے وقتاً فوقتاً ہمیں مستفید فرمایا (جن کے اسماء گرامی ان کی خواہش کے احترام میں ہم ظاہر کرنے سے قاصر ہیں) جبکہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام' مفتی عظام و مفکرین اسلام کے قابل قدر تعاون' بے لوث و پرخلوص راہنمائی پر ٹرسٹ ان کا ہمیشہ بے حد مشکور و ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اختتامیہ :

اللہ کے بندو!

بربادی سے بچنے کی اور نجات کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ :۔
اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنے آپ کو شرک کی گندگی و نجاست سے یکسر پاک کرلو' نیک عمل اختیار کرتے رہو یہاں تک کہ اپنے مالک سے جا ملو کھلی' صاف اور واضح تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرو۔ دنیا کی تاریخ میں جتنی قومیں برباد ہوئی ہیں ان کی اصلی خرابی شرک تھی اور آج ہماری قوم بھی اسی چیز کی وجہ سے بربادی کے کنارے تک پہنچ گئی ہے۔

یاد رکھو کہ !

عقیدہ کے اندر معمولی سے معمولی خرابی بھی ناقابل معافی جرم ہے' اس کے علاوہ اعمال کی ساری خرابیاں انشاء اللہ معاف ہو جائیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

○ ترجمہ : اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی.

(النساء ۴/۴۸) ایضاً"

پروردگار عالم کو سب سے زیادہ نفرت اس بات سے ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے یا اس کو چھوڑ کر کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا مان لیا جائے اس بات کو وہ ظلم عظیم کا نام دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مزکور ہے:۔

○ ترجمہ : حق یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے. (لقمان ۳۱/۱۳)

انتہا یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نجاست میں لت پت ہو کر بغیر توبہ کے مرجائے اس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا جبکہ شرک نہ کرنے والوں کو قرآن جو خوشخبری دیتا ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

○ ترجمہ : اے نبی کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا' میری طرف وحی کی جاتی

ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔ (الکہف ۱۸/۱۱۰)

دعا!

اللہ سبحان و تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ :

* اے رب العالمین ہماری اس کوشش کو قبول فرما اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے دل و دماغ کو اس کے ہر لفظ سے حق کی دائمی روشنی اور ہدایت عطا فرما۔

* اور توحید کا جو اقرار ہم نے لا الہ الا اللہ کہہ کر اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کو تسلیم کر کے کیا ہے۔ اس کی ذمہ داریوں سے ہم سب کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرما۔

* ان تمام اہل علم بزرگوں کے لئے جن کے دینی علم اور تحریروں سے مستفیض ہونے پر اس کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔ اور وہ سب احباب جنھوں نے اس کتاب کی ابتدائی تیاری سے تقسیم تک کسی طور پر بھی اللہ کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے سب کی مغفرت فرما۔ آمین

استدعا : جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ اس کتاب کی مکمل تحریر کو بلا کسی کمی بیشی کے ضرور بضرور اشاعت اور تقسیم کی بھرپور کوشش فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علےٰ سید المرسلین وعلےٰ الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین (آمین)

"حوالہ جات"

اختصار : حوالہ(ح)

حوالہ خصوصی : اللہ جل شانہ کے متبرک کلام پاک "قرآن الکریم" کی آیت

حوالہ غیر خصوصی : "آغا خان" کا لقب:-

With Courtesy of :-

"Encyclopedia Iranica"

(p.p.170-175)

"Aqa Khan"

ĀQĀ KHAN, title of the imams of the Nezārī Isma'ilis since early 19th century.

i. *Āqā Khan I Mahallati.*
ii. *Āqā Khan II.*
iii. *Āqā Khan III.*

i. Āqā Khan i Mahallātī

Sayyed Ḥasan-'Alī Šāh Āqā Khan Mahallātī (1219-1300/1804-81) was the last imam of the Nezārī Isma'ilis to reside in Iran and the first to bear the title of Āqā Khan. He was born in the village of Kahak near Mahallāt in central Iran, where his father, Shah Ḵalīlallāh, had transferred the seat of the imamate from Kermān in 1194/1780. Later, however, Shah Ḵalīlallāh moved to Yazd, in order to be closer to the main body of his followers in India, leaving his wife and son to live on the proceeds of the family holdings. Disputes among the local Isma'ilis left them unprovided for, and they moved to Qom, where their situation turned out to be still more precarious. In 1233/1817, Shah Ḵalīlallāh was murdered in his residence at Yazd, as the result of an altercation in the bazaar between some Isma'ilis and the townsfolk. His widow left Qom for the court in Tehran, where she successfully pleaded for justice. Not only were those responsible for the killing of Shah Ḵalīlallāh punished and family lands in the Mahallāt region extended, but Ḥasan-'Alī Šāh was given a daughter of Fatḥ-'Alī Shah (r. 1212-50/1797-1834), Sarv-e Jahān Ḵānom in marriage, and appointed governor of Qom (According to Aḥmad Mīrzā 'Aẓod-al-dawla [*Tārīḵ-e 'Aẓodī*, ed. 'A. Navā'ī, Tehran, 2535 - 1355 Š./1977, pp. 21-22] the main reason was services of his father in the establishment of the Qajar dynasty.) It was as a result of this appointment that he acquired the title of Āqā Khan, subsequently the hereditary title of the Nezārī Isma'ili imams. Ḥasan-'Alī Šāh, the first Āqā Khan, apparently led a tranquil existence until the death of Fatḥ-'Alī Shah in 1250/1834, and even acquired a personal military force, which participated in quelling disturbances during the brief interregnum between Fatḥ-'Alī Shah and his successor, Moḥammad Shah (r. 1250-64/1834-48).

The Āqā Khan travelled to Tehran to congratulate Moḥammad Shah on his accession, and was appointed by him governor of Kermān, a province containing many Isma'ilis that had once been governed by his grandfather, Abu'l-Ḥasan Šāh, on behalf of Karīm Khan Zand (r. 1163-93/1750-79). It was now infested with rebels, whom the Āqā Khan undertook to suppress without any advance payment, on the understanding that he should later recover his expenses from the revenue of the province. The task was completed within a year, but the Āqā Khan's tenure of his governorship was shortlived. In 1252/1836 an army advanced on Kermān in order to replace him with Fīrūz Mīrzā, a Qajar prince.

His dismissal was probably occasioned by Sufi rivalries that had become interwoven with political intrigue. It appears that the Āqā Khan—like several of his ancestors and relatives—was an initiate of the Ne'matallāhī order, owing his loyalty to Zayn-al-'ābedīn Šīrvānī (Mast-'Alī Šāh), whom he had once sheltered from persecution in an Isma'ili village near Mahallāt. When another Ne'matallāhī initiate, Ḥājjī Mīrzā Āqāsī (q.v.), the grand vizier (*ṣadr-e a'ẓam*) of Moḥammad Shah, sought to displace Zayn-al-'ābedīn from his position of supremacy within the order, the Āqā Khan remained faithful to the claims of Zayn-al-'ābedīn; Ḥājjī Mīrzā Āqāsī therefore avenged himself by dismissing the Āqā Khan from the governorship of Kermān (see Mas'ūd Mīrzā Ẓell-al-solṭān, *Tārīḵ-e Sargoḏašt-e Mas'ūdī*, Tehran, 1325/1907, pp. 197-98). A supplementary reason may have been the Āqā Khan's refusal to give his daughter in marriage to the son of a lowborn protégé of Ḥājjī Mīrzā Āqāsī, who had originally worked on the family lands at Mahallāt (see Moḥammad b. Zayn-al-'ābedīn Ḵorāsānī Fedā'ī, *Tārīḵ-e Esmā'īlīya*, ed. A. A. Semyonov, Moscow, 1959, repr. Tehran, 1362 Š./1983, p. 151). Finally, it is possible that the links between the Āqā Khan and the British, which became so obvious at a later date, existed already at this time, and the Iranian government may have felt it desirable to remove him from Kermān, a province dangerously close to India.

In any event, the Āqā Khan forcefully resisted his dismissal, as seems to have been anticipated. He withdrew with his forces to the citadel at Bam, but was obliged to surrender after a siege lasting fourteen

months. There followed eight months of captivity in Kerman and a period of retreat at the shrine of Shah 'Abd-al-'Azim before he was given an audience at court to plead for mercy. Mohammad Shah pardoned him on condition that he retire to the family lands at Mahallat. The Aqa Khan stayed in Mahallat for about two years, gathering an army comprising both Isma'ilis and non-Isma'ili mercenaries with a view to resuming his rebellion. In order to conceal his intentions, he sought permission to leave Iran and visit Mecca (an act which would have been highly atypical for an Isma'ili imam). Permission was granted, and the Aqa Khan left Mahallat in Rajab, 1256/September, 1840. Instead of proceeding to Bandar 'Abbas to embark for the Hejaz, he made for Yazd, showing Bahman Mirza, the governor of that city, forged documents reinstating him in the governorship of Kerman (A. 'A. Wazin, *Tarik-e Kerman*, ed. M. E. Bastani Parizi, Tehran, 1340 Š./1961, p. 188). Bahman Mirza soon realized the papers were false, and a clash took place between his forces and those of the Aqa Khan in which the latter were victorious. After a few months at the village of Rumani near Šahr-e Babak, the Aqa Khan moved westwards in the direction of Fars, where he stayed until the spring of 1258/1842 (*'Ebrat-afzā*, ed. Kuhi Kermani, pp. 32-35). Then he set out once more in the direction of Kerman. He enjoyed a number of initial successes in fighting against government troops on the outskirts of the city, primarily because of the advantage given him by two cannons of British provenance (see letter of Hajji Mirza Aqasi to the British Embassy in Adamiyat, *Amir-e Kabir*, p. 239). Ultimately, however, he was driven back from Kerman by a force of 24,000 men under the command of Fazl-'Ali Khan Qarabagi, and he decided to flee to India, possibly by previous arrangement with the British authorities (see *Ebrat-afzā*, pp. 48-54). The way to the coast was blocked, so he traversed the Dašt-e Lut to Qa'en and thence crossed into Afghanistan. Thus ended the Iranian period of the Nezari Isma'ili imamate.

Once inside Afghanistan, he advanced with his remaining followers—about a thousand in number—by way of Gerešk to Qandahar, which was then under British occupation. Major Rawlinson, the *tahsildar*, assigned him a daily allowance of a hundred rupees, and anxious to be of service to those whom he calls in his memoirs "the people of God" (ibid., p. 56), the Aqa Khan offered to conquer Herat on their behalf. The proposal was accepted, but soon all British plans in Afghanistan were nullified by the uprising of Mohammad-Akbar Khan and the annihilation of the British garrison in Kabul. The Aqa Khan, however, still found occasion to be useful, by aiding General Nott to evacuate his forces from Qandahar and join up with a relief column coming from Sind (The Aga Khan, *Memoirs: World Enough and Time*, London, 1954, p. 21).

The Aqa Khan continued supplying mercenary services in Sind, where he helped the British in implementing the "forward policy." He not only placed his cavalry at their disposal but also put pressure on Naser Khan, the ruler of Kalat, to cede Karachi to the British, and when he proved obdurate, he betrayed his battle plans to the British (see *'Ebrat-afzā*, p. 60; William Napier, *History of Sir Charles Napier's Administration of Scinde*, London, 1851, p. 75). For these and other services rendered in Sind, the Aqa Khan received an annual subvention of 2,000 pounds and the hereditary title of Highness.

Despite his increasing involvement with the British, the Aqa Khan seems initially to have hoped to return to Iran. Profiting from the British desire to subdue Baluchistan, he participated in the campaigns against various Baluch chieftains and sent two of his brothers, Mohammad Baqer Khan and Abu'l-Hasan Khan, across the border into Iranian Baluchistan to establish a bridgehead at Bampur for the subsequent conquest of south-east Iran. Despite some early successes, the plan failed (see Adamiyat, *Amir-e Kabir*, p. 213).

In the meantime, the Aqa Khan had proceeded via Kuchh, Kathiawar, Junagarh, Surat and Daman to Bombay, visiting Isma'ili communities en route. Soon after he arrived in Moharram, 1262/January, 1846, the Iranian government demanded his extradition, citing article fourteen of the Anglo-Iranian Treaty of 1229/1814. The British refused to comply, promising only to transfer the Aqa Khan to Calcutta. Even this measure was delayed, however, while the British made efforts to secure a pardon and honorable return to Iran for their protégé. When the Iranian government proved obdurate, the Aqa Khan was finally sent to Calcutta in April, 1847. There he remained until the death of Mohammad Shah the following year, when, hoping for a show of leniency in the new reign he returned to Bombay and had the British make new efforts on his behalf. These, too, were unavailing, and after a final approach to the Iranian government in 1852, the Aqa Khan resigned himself to permanent residence in India.

The new place of residence was not without its benefits. Not only did the British continue their patronage (the Aqa Khan was the only Indian dignitary visited in his home by the Prince of Wales on his state visit to India), but also it became possible to organize the Isma'ili community more tightly and profitably than had been possible at the remote and changing seats of the imamate in Iran. Isma'ilis from places as distant as Badakšan had shown great resourcefulness in visiting their imam even during his campaigns and wanderings in south-east Iran, Afghanistan and Sind; now that he was settled in Bombay, the flow of tribute swelled to a flood, and in the words of one Isma'ili source, "the palaces of the Aqa Khan began to cover a large area of Bombay" (M. Galeb, *A'lām al-Esmā'ilīya*, p. 217).

This position of reinforced power and prosperity was not won without a fight. Certain of the local Isma'ilis (converts from Hinduism known as khojas) had been refusing the payment of their religious dues (the *dasondh*, literally a tenth of the property of the faithful, but sometimes as much as an eighth) even before the Aqa Khan's migration to India. In order to enforce the payments, he had sent his grandmother to Bombay, who—among other measures—instituted a suit against the dissidents in the Bombay High Court. The recusants, known as *barbhai*, because they were twelve in number, were excommunicated, but subsequently readmitted to the community after they had paid their arrears and performed acts of atonement. This by no means settled the matter, however, and a reformist party of khojas came into being, which formulated doctrinal as well as financial objections to the position of the Aqa Khan, denouncing in particular his claims to divinity. The Aqa Khan and his reformist opponents clashed in court in 1847, and three years later the conflict took a bloody turn with the murder of four reformists at the Bombay *jamā'at-kāna*. The murderers

were executed, and given a martyr's burial under the personal supervision of the Āqā Khan. In order to secure a pledge of loyalty from the members of his community, the Āqā Khan circulated papers in 1862 summarizing the doctrine of the Nezārī Ismaʿili sect and requiring all in agreement to sign. Matters finally came to a head in 1866 when dissenting khojas filed a suit in Bombay against the Āqā Khan demanding that an accounting be made of all communal property; that the property be held in trust for charitable, religious and public uses; that the religious officials of the community (*mokis* and *kamadiyas*) be elected; and that the Āqā Khan refrain from interfering in the management of communal property, appointing *mokis* and *kamadiyas*, and charging fees for discharging the functions of the imamate. After a hearing lasting twenty-five days, in the course of which the Āqā Khan himself testified, Justice Joseph Arnould gave a long and detailed judgement, finding against the plaintiffs and for the Āqā Khan in all points (for the text of the judgement, see A. S. Picklay, *History of the Ismailis*, Bombay, 1940, pp. 113-70). Probably the most important effect of this ruling was to place, for the first time, all the community property of the Nezārī Ismaʿilis in the name of the Āqā Khan and under his absolute control; the legal basis for the vast fortune of his heirs was thus laid.

Āqā Khan Maḥallātī died in April, 1881, and was buried in a lavish shrine at Ḥasanābād in the Mazagon area of Bombay. He was succeeded by the eldest of his four sons, Āqā ʿAlī Šāh, Āqā Khan II (q.v.).

Bibliography: Āqā Khan Maḥallātī wrote an autobiography, *Tārīḵ-e ʿebrat-afzā*, which was first published in Bombay in 1278/1861, and reprinted in 1325 Š./1946 by H. Kuhī Kermānī in Tehran. A Gujarati translation appeared soon after its first publication. According to W. Ivanow (*Ismaili Literature. A Bibliographical Survey*, Tehran, 1963, pp. 148-49), the *Tārīḵ-e ʿebrat-afzā* was written on behalf of the Āqā Khan by Mīrzā Aḥmad Weqār Šīrāzī, son of the celebrated poet Weṣāl, but he cites no evidence beyond the fact that Weqār visited Bombay in 1266/1850. Contrary to what Ivanow implies, the account of Weqār in Maʿṣūm-ʿAlī Šāh's *Ṭarāʾeq al-ḥaqāʾeq* (ed. M. J. Maḥjūb, Tehran, 1345 Š./1965, III, pp. 372-73) does not mention any ties between Weqār and the Āqā Khan. According to Moḥammad Teqāʾī (*Tārīḵ-e Esmāʿīlīya*, p. 154) the Āqā Khan wrote a book called *Bahram o Nawruz*, describing the circumstances of his departure from Iran; it is not clear whether this is the same book as *ʿEbrat-afzā*. Teqāʾī also devotes some thirty pages (pp. 116-76) to the miracles the Āqā Khan allegedly performed from infancy to death. See also H. Algar, "The Revolt of Āgha Khān Maḥallātī and the Transference of the Ismaʿili Imamate to India," *Stud. Isl.* 29, 1969, pp. 55-81 (includes reference to all relevant Persian chronicles). A. J. Chunara, *Noorum Mubin, or the Sacred Cord of God: A Glorious History of Ismaili Imams* (in Gujarati), Bombay, 1951, pp. 301-21. M. Ghaleb, *Aʿlām al-Esmāʿīlīya*, Beirut, 1964, pp. 143-49. Idem, *Taʾrīḵ al-daʿwa al-Esmāʿīlīya*, Damascus, 1953, pp. 267-69. J. N. Hollister, *The Shiʿa of India*, London, 1953, pp. 364-70. B. Lewis, *The Assassins*, New York, 1968, pp. 15-17. Z. Noorally, *The First Aga Khan and the British, 1838-1868*, unpublished M.A. thesis, University of London, April, 1964. N. Pourjavady and P. L. Wilson, "Ismāʿīlīs and Niʿmatullāhīs," *Stud. Isl.* 41, 1975, pp. 114-35. F. Ādamīyat, *Amīr-e kabīr o Īrān*, 4th ed., Tehran, 1354 Š./1975, pp. 255-61.

(H. Algar)

ii. Āqā Khan II

Āqā ʿAlī Šāh Āqā Khan II (1246-1303/1830-85), son of Āqā Khan Maḥallātī (q.v.) by Sarv-e Jahān Ḵānom, a daughter of Fatḥ-ʿAlī Shah. He spent the early years of his life in Maḥallāt before being taken to Karbalā by his mother to study Arabic and the doctrines of Nezārī Ismaʿilism. Despite his father's record of rebellion and flight, Āqā ʿAlī Šāh was permitted to take up residence in Iran in the late 1840s, and he assumed responsibility, on behalf of his father, for the affairs of the Ismaʿili faithful in Iran and Syria. In 1294/1877, Āqā ʿAlī Šāh married for the third time, taking a Qajar princess, Šams-al-molūk, as his wife, and soon after he moved to Karachi. After a few years, he moved to Bombay, where in 1298/1881 he succeeded to the wealth and authority of his father. Evidently he was able to repair the breach between the Nezārī Ismaʿili imamate and Iran, for he was appointed official representative of Iran to the government of British India (according to M. Ḡāleb, *Taʾrīḵ al-daʿwa al-Esmāʿīlīya*, p. 270). He also maintained links with Iranian masters of the Neʿmatallāhī order to which both his father and more distant ancestors had been linked. While still in Iran, Āqā ʿAlī Šāh had been initiated into the order by Raḥmat-ʿAlī Šāh, and after the death of his master, Āqā ʿAlī Šāh sent money from India for the recitation of the Koran at his tomb in Shiraz. In addition, he was visited in India by a number of Neʿmatallāhīs from Iran, including Maʿṣūm-ʿAlī Šāh, who spent a year as his guest, and Ṣafī-ʿAlī Šāh, the founder of the Neʿmatallāhī suborder that bears his name. More importantly, however, Āqā Khan II continued the close association of the Nezārī Ismaʿili imamate with the British that his father had inaugurated, and was appointed to the Bombay City Council. At the same time, he began to expand the institutional basis of the Ismaʿili community, opening a number of schools in Bombay and elsewhere. The growing prosperity of the sect, together with the manifest favor shown it by the British, earned the Āqā Khan a certain prestige among the Muslim population of India, so that he was elected head of a body called the Muhammadan National Association, the forerunner of more important political groupings. In addition, he expanded the regular contacts with Ismaʿili communities elsewhere that his father had begun, showing particular interest in his followers in the Hindu Kush (the so-called Mawlaʾīs), Burma and East Africa. With British support, he petitioned the Ottoman authorities to permit the Ismaʿilis of Syria to emerge from their desert communities and take up residence in Salamiya, a small town in the region of Homs. The petition was successful, and the Ismaʿilis were even granted exemption from taxation and military service. Āqā Khan II's heir apparent to the imamate was Šehāb-al-dīn Šāh, a son born him by his second wife who grew up to be a man of some erudition in Ismaʿili doctrine (see his *Resāla dar ḥaqīqat-e dīn*, Bombay, 1955; Eng. tr. W. Ivanow, *True Meaning of Religion*, Bombay, 1956). Šehāb-al-dīn Šāh predeceased his father, however, in a riding accident in 1303/1885. When later in the same year Āqā Khan II died of pneumonia contracted after a day's duck hunting, it was, therefore, another son, Moḥammad-Ḥosayn Šāh, a child of Šams-al-molūk, that succeeded

him, Āqā Khan II was taken to Najaf for burial.

Bibliography: M. Ḡaleb, *A'lām al-Esmā'īlīya*, Beirut, 1964, pp. 373-76. Idem, *Ta'rīḵ al-da'wa al-Esmā'īlīya*, Damascus, 1953, pp. 270-71. J. N. Hollister, *The Shi'a of India*, London, 1953, p. 371. Ma'ṣūm-'Alī Šāh, *Ṭarā'eq al-ḥaqā'eq*, ed. M. J. Maḥjūb, Tehran, 1345 Š./1966, III, pp. 328, 413, 445-46. Q. A. Mallick, *H. R. H. Prince Aga Khan*, Karachi, 1954, p. 41. Mohammad b. Zayn-al-'Ābedīn Ḵorāsānī Fedā'ī, *Tārīḵ-e Esmā'īlīya*, ed. A. A. Semyonov, Moscow, 1959, repr. Tehran, 1362 Š./1983, pp. 176-83, 193.

(H. Algar)

iii. Āqā Khan III

Solṭān Moḥammad Šāh Ḥosaynī Āqā Khan III (1294-1376/1877-1957), the "existent and present" (*mawjūd wa ḥāżer*) imam of the Nezārī Ismā'īlīs for more than seventy years, also well-known as a *bon vivant*, racehorse owner and close associate of British imperial policy, both in India and beyond. Āqā Khan III was born in Karachi on 2 November 1877/25 Šawwāl 1894, and was only eight years old when his father, Āqā Khan II (Āqā 'Alī Šāh), died, and he was installed in his place in Bombay as head of the community. His nominal guardian was an uncle, Āqā Jangī Šāh (murdered in Jedda in 1326/1908 under circumstances that gave rise to an unsuccessful law suit against other members of the family), but the most important influence on his upbringing was that of his mother, a woman of strong character who not only supervised his rigorous, multilingual education but also invested the family wealth widely and shrewdly. The Āqā Khan's first exercise of a public role came in 1893 when he successfully mediated a dispute between Hindus and Muslims over cow slaughter in Bombay; this was followed four years later by his involvement in efforts to promote cholera inoculation among a reluctant populace. (This essay in public hygiene was undertaken in collaboration with Dr. Hafkin, a Russian Jew who later persuaded the Āqā Khan to sponsor a project of Zionist settlement in Palestine in 1898; see Aga Khan, *Memoirs: World Enough and Time*, London, 1954, pp. 185-86.) In 1898, he embarked on his first journey to Europe, which soon became his chief place of residence. After lengthy stays in France and Britain, he paid the first of several visits to his followers in East Africa before returning to India. A second European journey followed in 1900, which included visits to Kaiser Wilhelm in Berlin and Sultan 'Abd-al-Ḥamīd in Istanbul. Two years later he was back in London, as a guest of Edward VII at his coronation. A further sign of the favor in which the British held the Āqā Khan came in November, 1902 when he was appointed to a seat on the Regency Legislative Council of India.

The Āqā Khan's closeness to the British gained him some standing among Indian Muslims, and, encouraged by Nawab Moḥsen-al-molk, a prominent member of the Aligarh movement, he began to involve himself in Muslim affairs. He was chairman of the first All-India Muslim Educational Conference, held at Bombay in 1903, and president of the second one, held at Delhi in the following year. In October 1906, he headed the Muslim delegation that visited the viceroy, Lord Minto, at Simla, and the following year, he joined in founding the Muslim League, of which he remained president until 1913. He also lobbied energetically for the elevation of the Anglo-Muhammadan College at Aligarh to university status, a measure that came about in 1912.

In 1914, the Āqā Khan paid a visit to the Isma'ili community in Rangoon, advising its members to adopt Burmese dress and Buddhist names (M. Yegar, *The Muslims of Burma*, Wiesbaden, 1972, p. 46). The outbreak of World War I, however, found him again in Europe, where he made himself useful to the British cause in a number of ways. Already during the Balkan Wars, he had sought to dampen Indian Muslim feelings of solidarity with the Ottomans (*Memoirs*, p. 159), and now, after fruitless attempts through the Ottoman ambassador in London, Tevfik Paşa, to dissuade the Ottomans from entering the war, he did his utmost to counteract their declaration of *jehād* against the allies. Addressing himself to all Muslims living under colonial rule, he proclaimed that it was their religious duty to aid their British French, and Russian masters in the war against the Ottomans (*Memoirs*, pp. 163-67). In addition, the Āqā Khan strove to consolidate the position of the British in Egypt after their deposition of the khedive, 'Abbās Ḥelmī (*Memoirs*, pp. 170-73), and instructed members of his community to gather intelligence for the British behind Ottoman lines in Syria and Iraq (H. J. Greenwall, *His Highness the Aga Khan, Imam of the Ismailis*, London, 1952, p. 65). For all of these services, the Āqā Khan was awarded the status of a ruling prince, akin to the other native rulers of India, despite his lack of a territorial principality.

When the Turkish nationalists began moving to abolish the Ottoman Caliphate in 1923, the Āqā Khan sought, paradoxically, to preserve the institution. Together with Amir 'Ali, the well-known Anglophile modernist of Shi'ite origin, he addressed to İsmet İnönü a letter emphasizing the symbolic value of the Ottoman Caliphate as a focus for Muslim unity, and warning against the unfavorable reaction that would follow in the Muslim world if it were abolished (complete text of the letter is given in Q. A. Mallick, *H. R. H. Prince Aga Khan*, Karachi, 1954, pp. 92-94). For reasons that remain unclear, copies of the letter were published in three Istanbul newspapers (*İkdam*, *Tevhid-i Efkâr* and *Tanin*), as well as one newspaper in Trabzon (*İstikbal*), before the original reached İnönü (S. Albayrak, *Türkiye'de Din Kavgası*, Istanbul, 1975, p. 158). The editors of the newspapers were arrested and charged with high treason, and the letter was used by the nationalists as evidence that the caliphate had become a tool of British policy. Atatürk was able caustically to remark, in the celebrated marathon speech he delivered in 1926, that those who wished to defend the caliphate were also those who had once fought against it, under the British and French flags, in Syria and Iraq (*Nutuk*, new ed., Istanbul, 1980, II, p. 457).

During World War I, the Āqā Khan wrote a book (*India in Transition*, London, 1918) setting forth his views on the future of India. In it he called for the gradual elevation of India to dominion status as the central link in a chain of British-affiliated territories stretching from Malaya to Egypt. The Āqā Khan also sought to dissuade Indian Muslims from participating in the *hartal* launched by Gandhi in 1919 and the Khilafat Movement. In 1928, he presided over the All-Muslim Conference held in Delhi, which demanded guaranteed rights for Muslims in the framework of a federal and self-governing India. Three years later, the

Āqā Khan was selected as head of the Muslim delegation to the Round Table Conference in London; the three years during which this and its successor conference met formed the highpoint of the Āqā Khan's career in Indian politics. Jawaharlal Nehru protested against the Āqā Khan's presence, describing him as one who had been "closely associated with British imperialism and the British ruling class for over a generation" (Nehru, *Autobiography*, London, 1936, p. 293), but Eqbāl rose to his defense (see W. C. Smith, *Modern Islam in India*, p. 135). It appears that the conference persuaded the Āqā Khan that India would fairly soon become independent of Britain, for in 1934 he petitioned the British government for a strip of territory to rule in Sind as a princely state. This would have made him more fully the equal of the ruling princes, to whose number he had been ceremonially added at the end of World War I, and enabled him to claim both exemption from taxation and legal immunity. More importantly, the rule of a princely state might have been expected to provide some assured status after the departure of the British (see the extracts from the Āqā Khan's memoranda quoted in Greenwall, *The Aga Khan*, pp. 190-95). The Āqā Khan's suggestion that his followers approached him with the project for establishing an "Isma'ili Vatican," somewhere in India, is unsubstantiated (*Memoirs*, p. 305). The Āqā Khan's petition was rejected, and although he submitted it again in 1938, the British government was adamant. In any event, the Āqā Khan was to find himself virtually isolated in Indian politics after World War II, since he sympathized neither with the Muslim League's demand for partition nor with the pro-Congress sentiment of other segments of Muslim opinion.

Despite his close relations with the British and primary interest in Indian affairs, the Āqā Khan retained some consciousness of his Iranian ancestry. He claimed always to have followed "an Iranian-Muslim pattern" in his home life (*Memoirs*, p. 30), and even considered himself a member of the Qajar family (*Memoirs*, p. 93), both his father and mother being of Qajar descent. He regarded Nāser-al-dīn Shah as "prudent and capable" but held Mozaffar-al-dīn Shah, whom he met in Paris in 1900, in much lower esteem (*Memoirs*, pp. 92-93). It was also in Paris that he made the acquaintance of Aḥmad Shah, last of the Qajar monarchs, whom he found to be likeable but reluctant to assume the burdens of rule. Reżā Shah was therefore justified in deposing him, and the Āqā Khan admired the first Pahlavi ruler for what he termed his attempts at "freeing Islam ... from the many superstitions which had been fostered in Iran by the ecclesiastical lawyers" (*Memoirs*, p. 295). The Āqā Khan's only contact with Reżā Shah was the long telegram he sent him in the summer of 1941, urging him to submit to the allied demands that were then being made (*Memoirs*, p. 297). In 1949, the Āqā Khan requested the Iranian government to grant him Iranian nationality, possibly for reasons connected with the partition of India a year before; a positive response was given on October 10 (Greenwall, *The Aga Khan*, p. 201). Two years later, he paid his only visit to Iran, as a guest of Moḥammad-Reżā Shah at his second wedding. From Tehran he went to inspect the ancestral lands at Maḥallāt, where, gratified to see that the Isma'ili women were not wearing the *čādor*, he proposed to found a cooperative bank (*Memoirs*, pp. 341-4; Mallick, *Prince Aga Khan*, pp. 96-98). After the nationalization of the Iranian oil industry by Dr. Moḥammad Moṣaddeq, the Āqā Khan publicly espoused the British side in the ensuing dispute, an act for which he was vociferously denounced in the Iranian press.

For all the international ramifications of the Āqā Khan's career—including a term as president of the League of Nations assembly in 1937—its most lasting effect was the financial and institutional consolidation of the Nezārī Isma'ili community, both in India and in East Africa. The annual income of the Āqā Khan, derived from payments by his followers and investments, was estimated variously at 10 million dollars (M. Galeb, *Ta'rīk al-da'wa al-Esmā'īlīya*, p. 296) and 12 million pounds (Greenwall, *The Aga Khan*, p. 1); he is said to have kept ten percent of this vast income for his personal use (S. Jackson, *The Aga Khan, Prince, Prophet and Statesman*, London, 1952, p. 137), and assigned the rest to communal purposes. Thus a network of schools, sports clubs, hospitals, dispensaries and economic enterprises came into being under his auspices, resulting in a closely knit and prosperous community; the jubilee weighings against precious metals that took place in Bombay, Karachi, Nairobi and Dar es-Salaam were a symbol expressing the affluence both of the community and of its leader (albeit at different levels). Nonetheless, the dissident voices that were raised during the imamates of his father and grandfather did not entirely fall silent. Several thousand people seceded from the community in 1901, in protest against its tenets and organization, and embraced Twelver Shi'ism. Other dissidents stayed within the community, forming the Khojah Reformers' Society, with headquarters in Karachi. In August 1927, one of their number, Karim Goolamali (sic), addressed an open letter to the Āqā Khan, and five years later sent to 'Alī Khan, then heir apparent to the Imamate, a detailed critique of the history and doctrines of Nezārī Isma'ilism (*An Appeal to Mr. Solomon Aly Khan*, Karachi, 1932).

It is remarkable that neither the effective transference of the imamate to Europe nor the high level of prosperity and education that many reached in the Isma'ili community occasioned any sustained questionings of doctrine. The mixture of extremist Shi'ite and Hindu—chiefly Tantric—elements that had come to constitute Nezārī belief remained unchanged. The Āqā Khan was regarded simultaneously as a deity and a reincarnation of 'Alī b. Abī Ṭāleb (see the Persian poem by Fedā'ī Korāsānī discussed by A. A. Semyonov in "Ismailitskaya oda posvyashchennaya voploshcheniyam Aliya-boga," *Iran* (Leningrad) 2, 1928, pp. 1-24), and the homage to him that formed the core of Isma'ili ritual always required a complete prostration at the mention of his name (see *Du'a: Arabic text with English and Gujrati transliteration and meaning*, Shia Imami Ismailia Associations for Africa, Karachi, 1956, pp. 1-5, 8).

The Āqā Khan died in Switzerland on July 11, 1957, and was buried eight days later in a mausoleum overlooking the Nile at Aswan. The succession went not to 'Alī Khan, his eldest son, but to Karim, 'Alī Khan's son.

Bibliography: See also The Aga Khan and Z. Ali, *Glimpses of Islam*, Lahore, 1954 (chap. i is by the Āqā Khan; chap. iv was written jointly by both men). Āqā Khan, *al-Dorar al-tamīna*, tr. M. Galeb, Damas-

cus, 1956 (selections from the Āqā Khan's speeches translated into Arabic by a Syrian Ismaʿili). N. M. Dumasia, *A Brief History of the Aga Khan*, Bombay, 1903. Idem, *The Aga Khan and his Ancestors*, Bombay, 1939. M. Ghaleb, *Aʿlām al-Esmāʿīlīya*, Beirut, 1964, pp. 459-79. Idem, *Taʾrīk al-daʿwa al-Esmāʿīlīya*, Damascus, 1953, pp. 273-368. J. N. Hollister, *The Shiʿa of India*, London, 1953, pp. 371-77. S. M. Ikram, *Modern Muslim India and the Birth of Pakistan*, Lahore, 1970, pp. 85-86, 164, 189-96. Jawaharlal Nehru, "His Highness the Aga Khan," *Modern Review* 58/5, November 1935, pp. 505-07. S. Iqbal Ali Shah, *The Prince Aga Khan*, London, 1933. W. C. Smith, *Modern Islam in India*, New York, 1946, p. 206. *Souvenir Commemorating the Historic and Auspicious Occasion of H. R. H. Prince Aga Khan's Platinum Jubilee Celebrated at Karachi, Pakistan, February 1954*, Ismailia Association, Pakistan, Karachi, 1954. Mohammad b. Zayn-al-ʿābedīn Korāsānī Fedāʾī, *Tārīk-e Esmāʿīlīya*, ed., A. A. Semyonov, Moscow, 1959, repr. Tehran, 1362 Š./1983, pp. 183-89, 195-96 (an account of miracles allegedly performed by the Āqā Khan).

(H. Algar)

ح : الف بشکریہ روزنامہ جسارت کراچی، بسلسلہ معروف تاریخی حقائق نگار جناب اقبال برما کے شائع کردہ قسطوار کالم بعنوان "چند معروضی حقائق" ماہ نومبر ۹۴ء جو روزنامہ جسارت کراچی سے اخذ کرکے اس کتاب میں شامل طباعت کیے گئے۔

ح : نمبر۱ "مارگ درشیکا" حصہ I صفحہ ۸۱، منظور شدہ درسی کتب برائے ریلیجئس نائٹ اسکولز (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۲ کلام امام مبین۔ آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ فرمان نمبر۱۳ صفحہ ۸۱ حصہ I۔ بمبئی۔ انڈیا

ح : نمبر۳ آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ حوالہ فرمان نمبر۵۹۸ "کلام امام مبین حصہ ۲ صفحہ ۴۸۵ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۴ گنان بوج نرنجن از پیر صدر الدین مقدس گنان کا مجموعہ صفحہ نمبر۱۵ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۵ صفحہ نمبر۱۰۶ مارگ درشیکا حصہ I منظور شدہ مخصوص درسی کتاب برائے ریلیجئس نائٹ اسکولز از علی بھائی بابوانی (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۶ الف : سر سلطان محمد شاہ کا فرمان نمبر۲۳۰ صفحہ ۸۷ مجموعہ فرامین

ب : پروٹوکول "Protocols of the Meetings of the Elders of Zion"

Signed by : The Representatives of Zion of the 33rd Degree.

Original English Translation by:

Victor E. Marsden.

"پروٹوکول" کا اردو ترجمہ مصباح الاسلام فاروقی نے ترتیب دے کر شائع کیا۔

ح : نمبر۷ "شیعہ آف انڈیا" SHIA OF INDIA باب ۱۵ : خوجوں کا مذہب مصنف جوہن نارمن ہولسٹر (صفحہ ۳۹۱ ج/ صفحہ ۳۹۳ آمدنی کا تخمینہ / صفحہ ۴۱۰ خوجوں کی رسومات)' شائع کردہ : لوزاک ۔ (لنڈن) برطانیہ (مذکورہ تصنیف ۱۹۴۷ء کے اوائل میں تحریر کی گئی جبکہ ۶ سال کے تعطل پر ۱۹۵۳ء میں شائع کی گئی)

ح : نمبر۸ گنان مومن چیتا منی از سید امام شاہ (مقدس گنانوں کا مجموعہ صفحہ نمبر ۱۱۳ شائع کردہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے ہند۔ بمبئی)

ح : نمبر۹ گنان مومن چیتا منی از سید امام شاہ مجموعہ مقدس گنان صفحہ ۱۴۰ (از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۰ سبق ۱ صفحہ نمبر ۴ شکشھن مالا III منظور شدہ درسی کتاب برائے ریلیجس نائٹ اسکولز (یکے از مطبوعہ اسماعیلی ایسوسی ایشن برائے انڈیا ۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۱ سبق نمبر۱ صفحہ نمبر۵ شکشھن مالا نمبر۳ منظور شدہ درسی کتاب برائے ریلیجس نائٹ اسکولز (یکے از مطبوعات اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۲ صفحہ نمبر۱۰۶ مارگ درشیکا حصہ I (برائے ریلیجئس نائٹ اسکولز از علی بھائی بابوانی بمبئی)

ح : نمبر۱۳ سبق نمبر۱۱ صفحہ نمبر۸ شکشھن مالا (درسی کتب نائٹ اسکولز۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۴ مارگ در شیکا صفحہ ۴۸ از مشنری علی بھائی بابوانی نائٹ اسکولز کے لئے خاص درسی کتاب بمبئی

ح : نمبر۱۵ گینان مومن چیتا منی از سید امام شاہ مقدس گینانوں کا مجموعہ صفحہ نمبر۱۱۳ شائع کردہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے ہند

ح : نمبر۱۶ گنان نمبر۱۷۵ صفحہ نمبر۱۹۶ مقدس گنان کا مجموعہ از پیر صدر الدین (یکے از مطبوعات سے اسماعیلیہ ایسوسی ایشن بھارت۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۷ گنان مومن چیتا منی از سید امام شاہ (مقدس گنان کا مجموعہ صفحہ نمبر۱۴۴ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایش؟ن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۸ گنان نمبر۱۳ صفحہ نمبر۱۴ مقدس گنان کا مجموعہ از پیر صدر الدین (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے بھارت۔ بمبئی)

ح : نمبر۱۹ ا۔ بمبئی ہائی کورٹ اپیل نمبر ۲۲۵ میں متوفی رحیم بھائی الو بھائی کے وارثان کی جانب سے جج سرچارلس سرجنٹ کی عدالت میں پیش کردہ مقدمہ جس کا فیصلہ ۲ر جولائی ۱۸۷۵ء کو ہوا (دیکھئے صفحہ ۲۹۵ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ):

۲۔ مسماۃ مولی بائی کا کیس صفحہ نمبر۲۶ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ (جج سر رچرڈ کاوچ کی عدالت کے روبرو):

۳۔ پیر بھائی مانجی کے مقدمہ مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۸۵۵ء کو بمبئی ہائی کورٹ کے جج یارڈلی سی جے کا فیصلہ:

۴۔ بمبئی ہائی کورٹ بھارت کے جج یارڈلی سی جے کا مسمی ولو موسانی کے مقدمہ کا فیصلہ:

۵۔ آغا خان کا مقدمہ روبروج آرنولڈ کی عدالت میں مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۸۶۶ء کو تاریخی فیصلہ:

(بشکریہ ہفت روزہ تکبیر کراچی شمارہ ۷ اپریل ۱۹۸۸ء)

ح : نمبر۲۰ "تحفتہ الہند" (ک : ۳) تالیف : مولانا محمد عبید اللہ رحمتہ اللہ علیہ (سابق) اننت رام (بشکریہ صدیقی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی' اسلوب جدید جناب سید تنظیم حسین صاحب :۔

۱۔ (صفحہ ۱۰۸ فصل ششم) ۲۔ (صفحہ ۳۷ تا ۴۱ باب اول) ۳۔ (صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳ فصل ہفتم) ۴۔ (صفحہ ۴۸) ۵۔ (صفحہ ۱۷۱) ۶۔ (صفحہ ۱۸۴) ایضاً

ح : نمبر۲۱ "ہندو مت ہندو دھرم" صفحہ ۴۵۔ ۴۴ دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۹ء از اختر حسین ایم اے بشکریہ ناشر اسلامی مشن سنت نگر لاہور

ح : نمبر۲۲ "آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ" (ک : ۴) از اکبر علی مہر علی (سابق اسماعیلی)

۱۔ (صفحہ ۱۳۷ باب دہم) ۲۔ (صفحہ ۶۱ باب سوم) ایضاً

ح : نمبر۲۳ صفحہ نمبر ۱۵ مارگ درشیکا حصہ I از مشنری علی بھائی بابوانی منظور شدہ مخصوص درسی کتاب مطبوعہ انڈیا۔ بمبئی

ح : نمبر۲۴ کلام الٰہی اور فرمان امام صفحہ ۴۷ از عالیجا سلطان نور محمد (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے تنزانیہ۔ طباعت اسماعیلیہ پریس۔ بمبئی)

ح : نمبر۲۵ صفحہ نمبر ۶۸ مارگ درشیکا حصہ I مطبوعہ بمبئی (از مشنری علی بھائی بابوانی)

ح : نمبر۲۶ ۱۔ آغا خان سوئم ایور لیونگ گائیڈ "Ever Liveing Guide" از قاسم علی ایم جے (شائع کردہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن پاکستان۔ کراچی

۲۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (غیر مسلم مفکرین کی نظر میں پہلا ایڈیشن اپریل ۱۹۹۳ء' ترجمہ : چوہدری محمد امین ایڈیشنل کمشنر۔ ناشر : خضر حیات اعوان۔ شائع کردہ : مہران پریس انٹرنیشنل (MPI) کراچی

۳۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا مقالہ بعنوان "غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام" جو اخذ کیا گیا شمارہ ۳ر (اگست ۹۳ء) سہ ماہی اسلامی اتحاد کراچی (خصوصی اشاعت) زیر نگرانی علامہ سید منیر علی جعفری

ح : نمبر ۲۷ "اننت اکھاڑہ" صفحہ نمبر ۷۳ یکے از مطبوعات اسماعیلیہ ایسوی ایشن۔ کراچی

ح : نمبر ۲۸ ۔مقدس گنان کا مجموعہ گنان از پیر صدر الدین
صفحہ ۱۷۳، ۱۸۲، ۱۸۳ (مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن بمبئی)۔
۔گنان نمبر ۴۱ صفحہ ۴۶ مقدس گنان کا مجموعہ مرتبہ پیر شمس (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ریلیجنس بک ڈپو۔ بمبئی)
۔"آغا خانی کافر ہیں" علماء اسلام کا متفقہ فتویٰ صفحہ ۹۳ تا ۹۵ (مرتبہ قاری فیض اللہ چترالی) ناشر سواد اعظم اہل سنت چترال پاکستان (ملنے کا پتہ مکتبہ اہل سنت دار العلوم تعلیم القرآن باڑہ گیٹ پشاور صدر)

ح : نمبر ۲۹ تعارفی صفحہ ۲ شکشھن مالا II درسی کتاب برائے ریلیجنس نائٹ اسکول، پبلشر: شعبہ تعلیم اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی

ح : نمبر ۳۰ گینان برہم پرکاش از پیر شمس الدین، مقدس گنان کا مجموعہ صفحہ نمبر ۲۹۶ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر ۳۱ کلام امام مبین صفحہ ۹۶ حصہ I فرمان نمبر ۳۸، آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر ۳۲ گنان مومن چیتا منی، مجموعی مقدس گنان صفحہ ۹۵، از سید امام شاہ۔ بمبئی (انڈیا)

ح : نمبر ۳۳ فرمان نمبر ۲۰ حصہ I کلام امام مبین صفحہ ۱۴، آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ (بمبئی۔ انڈیا)

ح : نمبر ۳۴ سبق II صفحہ ۸ شکشھن مالا III درسی کتاب نائٹ اسکول ریلیجنس بمبئی (انڈیا)

ح : نمبر۳۵ گینان برہم پرکاش، مجموعہ مقدس گنان صفحہ ۲۹۷ از پیر شمس الدین (یکے از مطبوعہ : اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۳۶ "خزینہ جواہر" حضرت امام آقا سلطان محمد شاہ کے مبارک فرامین (زنجبار ۲۴ر جولائی ۱۸۹۹ء) (گجراتی سے ترجمہ) شیر علی مکھی مہر علی اسماعیلی پشاور والا (نظر ثانی) عالی جاہ شیخ دیدار علی بے اے (آنرز) ایم۔اے شائع کردہ: دی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان۔ ۲۳۰/اگلبرگ، ڈی کروز روڈ، گارڈن کراچی۔ (جملہ حقوق محفوظ ہیں) اشاعت اول ۱۹۵۴ء تا اشاعت پنجم ۱۹۷۹ء (صفحہ نمبر۱۱)

ح : نمبر۳۷ سلطان محمد شاہ کا مبارک فرمان (بمبئی (انڈیا) ۹ر فروری ۱۹۳۶ء) "خزینہ جواہر" (حوالہ I۔ امامت/۶) صفحہ ۵

ح : نمبر۳۸ سبق نمبر۲ صفحہ نمبر۶ "شکشھن مالا" درسی کتاب برائے مذہبی نائٹ اسکول (اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۳۹ سبق نمبر۲ صفحہ ۷ شکشھن مالا۔۔ ایضاً۔۔

ح : نمبر۴۰ شکشھن مالا ۔ بال منکہ، منظور شدہ درسی کتاب مطبوعہ : اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے ہند۔ بمبئی

ح : نمبر۴۱ سبق نمبر۲ صفحہ ۷ شکشھن مالا۔۔ ایضاً۔۔

ح : نمبر۴۲ سبق نمبر۱۱ صفحہ نمبر۸ شکشھن مالا، درسی کتب برائے مذہبی نائٹ اسکولز اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی

ح : نمبر۴۳ سبق IV سبق نمبر۱۱ شکشھن مالا ۔ منظور شدہ درسی کتاب برائے ریلیجئس نائٹ اسکولز (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا ۔ بمبئی)

ح : نمبر۴۴ حاضر امام حضرت سلطان محمد شاہ کا فرمان نمبر۱۱ کچھ ناگپور ۱۵ر نومبر ۱۹۰۳ء بحوالہ اسماعیلی معبود (اسماعیلی آغا خانیوں کے مذہب کا "تحقیقی جائزہ")

از ابوالاعجاز ناشر الجمیعت القادریہ۔ کراچی پاکستان

ح : نمبر۴۵ آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ حوالہ : فرمان نمبر ۵۳۰ حصہ II صفحہ ۳۹۳ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۴۶ "آغا خانی مذہبی عبادات کا پیغام" شائع کردہ : عاشق علی ایچ حسین (پریذیڈنٹ) دی ایچ۔ آر۔ ایچ پرنس آغا خان فیڈرل کونسل برائے پاکستان (ریلیجئس کمیٹی) نیو جماعت خانہ روڈ' بریٹو روڈ' کراچی ۳ (بشکریہ ہفت روزہ تکبیر کراچی ۱۹۸۸ء)

ح : نمبر۴۷ مقدمہ : حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی صفحہ ۲۸' ۲۹ از کتاب : آغا خانیت "علماء امت کی نظر میں" مرتبہ قاری فیض اللہ چترالی (ناشر : سواداعظم اہلسنت چترال پاکستان) زیر نگرانی : مولانا عبیداللہ چترالی' مدیر دارالعلوم تعلیم القرآن سول کواٹر' پشاور۔ صدر (صوبہ سرحد)

ح : نمبر۴۸ آغا خان سوئم کے فرامین کا مجموعہ' حوالہ فرمان نمبر ۱۵۵ کلام امام مبین حصہ I صفحہ ۳۳۴

ح : نمبر۴۹ "حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت" (ک : ۹) از اکبر علی مہر علی (کنیڈا)' (ا) صفحہ ۱۰۶ دوازدھم (۲) صفحہ ۵۸ دوسرا باب ایضاً

ح : نمبر۵۰ آغا خان چہارم کے مقدس خانگی (پرائیویٹ) فرامین کا مجموعہ حصہ ... صفحہ نمبر ے شائع کردہ: اسماعیلیہ ایسوسی ایش برائے ہند۔ بمبئی

ح : نمبر۵۱ "نور مبین" "The Sacred of God" (کھلی ہوئی کتاب) مصنف علی محمد جان محمد چنارا (ضخیم تصنیف ۸۰۰ صفحات پر مشتمل) ناشر: دی آغا خان ریکری ایشن کلب (تفریحی کلب) برائے مذہبی نشرو اشاعت ۔ بمبئی ۱۹۳۵ء

ح : نمبر۵۲ اقتباس : بشکریہ ہفت روزہ "عظمت" سانگھڑ (سندھ) جلد ۱ شمارہ ۴

اور ۳ (۱۸ر اپریل تا ۲۳ر اپریل ۱۹۹۲ء)

ح : نمبر ۵۳ پلاسٹک کی ملفوف تھیلی (سیل بند) مطبوعہ "نو روز مبارک" جو پاکستان بھر کے جماعت خانوں میں ہر سال ۲۱ر مارچ کے دن اناج کے پچاس گرام دانے گیہوں "نو روز کی روزی" کے طور پر تقسیم کیے جاتے ہیں۔ (نمونہ تھیلی پیش ہے)

21 MARCH
NAUROZ
MUBARAK

21 MARCH

ح : نمبر ۵۴ "ارمغان عجم" تحفہ بابل و نینوا (ک : ۱۰) مرتبہ عزیز احمد صدیقی (۱) صفحہ ۱۳۶ چوتھا باب (۲) صفحہ ۵۸ دوسرا باب ایضاً

ح : نمبر ۵۵ مارگ درشیکا حصہ I صفحہ ۸۱ منظور شدہ درسی کتاب نائٹ اسکولز بمبئی

ح : نمبر ۵۶ آغا خان سوئم کے فرامین کا مجموعہ (کلام امام مبین) یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی

ح : نمبر ۵۷ "شرعی پردہ پر قرآنی احکام" (ک : ۱۱) از حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم صفحہ ۳ تا ۵

ح : نمبر ۵۸ تصاویر : (۱) آقا شاہ حسن علی شاہ (آغا خان اول)، آقا علی شاہ (آغا خان دوم)، ماخوذ "نماز کی کتاب" (اسماعیلی برادریوں کے لئے) صفحہ نمبر ۴۸ و ۴۹ شائع کردہ : اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

(۲) "باطنی داعی حجۃ الاعظم" حسن بن صبا کی نایاب و قدیم ترین دستی تصویر

ح : نمبر ۵۹ سائنسی نظریہ ارتقاء کے تحت :

Scientific Evolution Theory:

Classification: درجہ بندی (تخلیقی/حیاتیاتی)

Phylum: Chordata

Sub. Phylum: Vertebrata

Group : Craniata

Class : Mammalia

Sub Class : Eutheria

Division : Gnathostomata

Scientific Name : Rattus Rattus

عربی میں "فار" اردو میں چوہا (مادہ چوہیا) موش اہنکار

انگریزی میں Mouse/Rat

ح : نمبر ۶۰ "آٹھ سوال کے جواب" (ک: ۱۲) یکے از تصنیفات علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی (مطبوعہ عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی)

ح : نمبر ۶۱ اسماعیلیہ (بوہروں اور آغا خانیوں کا تعارف) (ک: ۱۳) تاریخ کی روشنی میں، مرتبہ: سید تنظیم حسین، ناشر سواد اعظم اہل سنت کراچی۔ باب چہارم صفحہ ۴۹ پر نوٹ کی تحریر کا اقتباس

ح : نمبر ۶۲ صفحہ ۱۲ "کلام الٰہی اور فرمان امام" از عالی جاہ سلطان V نور محمد (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے تنزانیہ)

ح : نمبر ۶۳ آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ حوالہ : فرمان نمبر ۳۸ "کلام امام مبین" صفحہ ۹۷ حصہ I (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۶۴ "آغا خان III کے فرامین کا مجموعہ" فرمان نمبر ۲۰ حصہ I کلام امام مبین صفحہ ۶۴ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۶۵ گنان نمبر ۱۷۵ صفحہ ۱۹۶ مقدس گنان کا مجموعہ از پیر صدر الدین (یکے از مطبوعات اسماعیلیہ ایسوسی ایشن بھارت۔ بمبئی)

ح : نمبر۶۶ گینان مومن چیتا منی از سید امام شاہ صفحہ نمبر ۱۰۹، مقدس گنانوں کا مجموعہ (شائع کردہ ایچ آر ایچ دی آغا خان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے ہند۔ بمبئی)

ح : نمبر۶۷ گنان مومن چیتا منی از سید امام شاہ مجموعہ مقدس گنان صفحہ نمبر ۱۰۶ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۶۸ صفحہ نمبر ۵۴ "کلام الٰہی اور فرمان امام" از عالی جاہ سلطان V نور محمد (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے تنزانیہ طباعت : اسماعیلی پریس بمبئی)

ح : نمبر۶۹ صفحہ ۲۰ اور ۲۱ "کلام الٰہی اور فرمان امام" از عالی جاہ سلطان V نور محمد (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے تنزانیہ طباعت اسماعیلی پریس۔ بمبئی)

ح : نمبر۷۰ گنان مومن چیتا منی از سید امام شاہ "مجموعہ مقدس گنان" صفحہ ۱۴۰ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

ح : نمبر۷۱ گنان مومن چیتا منی از سید امام شاہ مجموعہ مقدس گنان صفحہ ۱۰۷ (یکے از مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا۔ بمبئی)

"کتابیات"

(اختصار: ک)

اس کتاب کی ترتیب میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی:۔

ک : ۱ اللہ جل شانہ کی نازل کردہ کتاب "قرآن الکریم" جو حضرت محمد مصطفیٰ نبی آخر الزمان "صلی اللہ علیہ وسلم" پر نازل ہوئی۔

ک : ۲ آغا خانیت کیا ہے ؟ آغا خانی عقائد و نظریات کا آئینہ آغا خانیوں کی مستند کتابوں کے حوالوں سے اقتباس۔ مرتبہ : فیض اللہ چترالی' ناشر: سواداعظم اہل سنت چترال ملنے کا پتہ : مکتبہ اہل سنت' دارالعلوم تعلیم القرآن باڑہ گیٹ' پشاور صدر

ک : ۳ "تحفتہ الہند" تالیف : مولانا محمد عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ (سابق اننت رام ولد منشی کوٹے مل' وطن قصبہ پائیل ریاست پٹیالہ اس بستی کو ہندو غلبہ کفر کی بناء پر "بنارس ثانی" کہتے تھے) اسلوب جدید : سید تنظیم حسین صاحب' ناشر صدیقی ٹرسٹ' پوسٹ بکس ۶۰۹ (کراچی ۷۴۸۰۰)

ک : ۴ "آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ" از اکبر علی مہر علی (کنیڈا) ترجمہ : سید تنظیم حسین' ناشر: اکبر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۱۳۶۸۶' فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸ (کوڈ ۷۵۹۵۰) سندھ

ک : ۵ سیتارتھ پرکاش مصنف دیانندجی' مطبوعہ آریہ پستکالیہ لاہور (یکم اپریل ۱۹۳۰ء)

ک : ۶ "ہندو مت ہندو دھرم" از : اختر احسن ایم . اے' دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۹ء بشکریہ اسلامی مشن سنت نگر لاہور

ک : ۷ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ۱۹۷۳ء

Constitution of the
Islamic Republic of Pakistan-1973

ک : ۸ "دعا" و ترجمہ مع الفاظ و جملوں کے معانی شائع کردہ : شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان ۲۳۰/۱ ڈکروز روڈ گارڈن ایسٹ کراچی (جملہ حقوق محفوظ ہیں) ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء مطبوعہ : عباسی لیتھو آرٹ پریس شاہراہ لیاقت کراچی

ک : ۹ "حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت (ایک منفرد طریقہ)"
از: اکبر علی مہر علی (کنیڈا) ترجمہ: سید تنظیم حسین
ناشر: ادارہ مطبوعات تکبیر پرائیویٹ لمیٹڈ، نامکو سینٹر، کیمبل اسٹریٹ۔ کراچی

ک : ۱۰ "ارمغان عجم" (تحفہ بابل و نینوا) مرتبہ: عزیز احمد صدیقی، ناشر: مکتبہ جاء الحق کراچی ۱۸ جے ۱۹/۴ ناظم آباد کراچی

ک : ۱۱ "شرعی پردہ پر قرآنی احکام کی مدلل اور سیر حاصل تفصیل" وعظ از حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم، ناشر صدیقی ٹرسٹ کراچی۔۔ ایضاً۔ سلسلہ نمبر ۶۱۸

ک : ۱۲ "آٹھ سوال کے جواب" یکے از تصنیفات علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی (آغا خانی مذہبی اسکالر) سے اسماعیلی اسٹوڈنٹس کے پیش کردہ آٹھ (۸) سوال جو دسمبر ۱۹۷۶ء میں پیش کئے گئے (مطبوعہ عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی)

ک : ۱۳ "اسماعیلیہ (بوہریوں اور آغا خانیوں کا تعارف) تاریخ کی روشنی میں" مرتبہ: سید تنظیم حسین (ناشر: سواد اعظم اہل سنت کراچی)

ناشر : اسماعیلیہ نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

حاشیہ (بقیہ صفحہ ۸۴)

■ علماء کو شاہ ولی اللہ کی نصیحت :

"میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ بیوقوفو! تم یونان کے علوم اور صرف و نحو و معانی میں پھنس گئے اور سمجھے کہ علم اس کا نام حالانکہ علم تو کتاب اللہ کی آیت محکمہ ہے یا پھر وہ سنت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے ثابت ہو تم پچھلے انفقہا کے امتحانات اور تفریعات میں ڈوب گئے۔ کیا تمہیں نہیں کہ علم صرف وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ جب اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچتی وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے نہ کہ حدیث پھر وہ حیلہ یہ پیش کرتا ہے کہ "صاحب" حدیث کا فہم اور اس کے مطابق فیصلہ تو کامل ماہرین کا کام ہے اور یہ حدیث آئمہ سلف سے چھپی تو نہ رہی ہوگی۔ پھر کوئی وجہ تو ہو انہوں نے اسے ترک کر دیا۔" جان رکھو' یہ ہرگز دین کا طریقہ نہیں ہے اگر تم ا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو اس کی اتباع کرو' خواہ کسی مذہب کے موافق مخالف۔ (تفہیمات الالہیہ۔ شاہ ولیؒ اللہ)" ز

ضمیمہ :

"نادر و نایاب تاریخی تصاویر"

بشکریہ :۔ "نور مبین" از : علی محمد جان محمد چنارا

ترمیم شدہ اشاعت از : جعفر علی محمد صوفی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۱ء (تعداد تین ہزار)

شائع کردہ : بمبئی (اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا)

NOORUM - MUBIN

OR

The Sacred Cord of God.

A GLORIOUS HISTORY
OF
ISMAILI IMAMS.

By:—
ALIMAHOMED JANMAHOMED CHUNARA.

Revised By:—
JAFFERALI MAHOMED SUFI.

Third Edition 1951 — Copies 3000

BOMBAY
ISMAILIA ASSOCIATION FOR INDIA.

નૂરમ મુબીન

અને

અલ્લાહની પવિત્ર રસી.

ઈસ્માઈલી ઈમામોના જ્વલંત ઈતિહાસ.

* * *

— મૂળ લેખક —

અલીમામદ જાનમહમદ ચુનારા

* * *

— ફેર લેખક અને સંપાદક —

જાફરઅલી મોહમદ શામજી (સુફી)

આવૃત્તિ ત્રીજી　　　સને ૧૯૫૧　　　પ્રત-૩૦૦૦

* * *

મુંબઈ

ઈસ્માઈલીઆ એસોસિએશન ફોર ઈન્ડીયાનું પ્રકાશન.

۱۹۴۴ء میں پرنس کریم الحسینی بچپن میں اپنے مریدوں کو نماز پڑھا رہے ہیں : (فوٹو)

PRINCE KARIM AGA KHAN, future successor (on left) and PRINCE AMIN MUHAMMED.

શાહજાદા [illegible] આગાખાન, ભવિષ્યના ગાદી વારસ અને શાહજાદા અમીન મુહમ્મદ.

پرنس کریم آغا خان اور پرنس امین محمد (بچپن میں)

MOWLANA HAZAR IMAM on the occasion of Coronation of King George VI. The picture shows MOWLANA HAZAR IMAM with Lord and Lady Furness.

ملک معظم جارج ششم کی تاج پوشی کے موقع پر "حاضر امام" ہمراہ لیڈی و لارڈ فرنس

MOWLANA HAZAR IMAM inspecting the " Guard of Honour "
at Mombasa East Africa.

[illegible]

"گارڈ آف آنر" کا معائنہ (ممباسہ مشرقی افریقہ)

To Commemorate the GOLDEN JUBILEE OF MOWLANA HAZAR IMAM'S ACCESSION TO THE "MASNAD of IMAMAT", an address on behalf of the Ismaili followers of All India was presented to Mowlana Hazar Imam before a thoroughly cosmopolitan gathering, by the All India Golden Jubilee Committee. Over 2500 Guests attended the function.
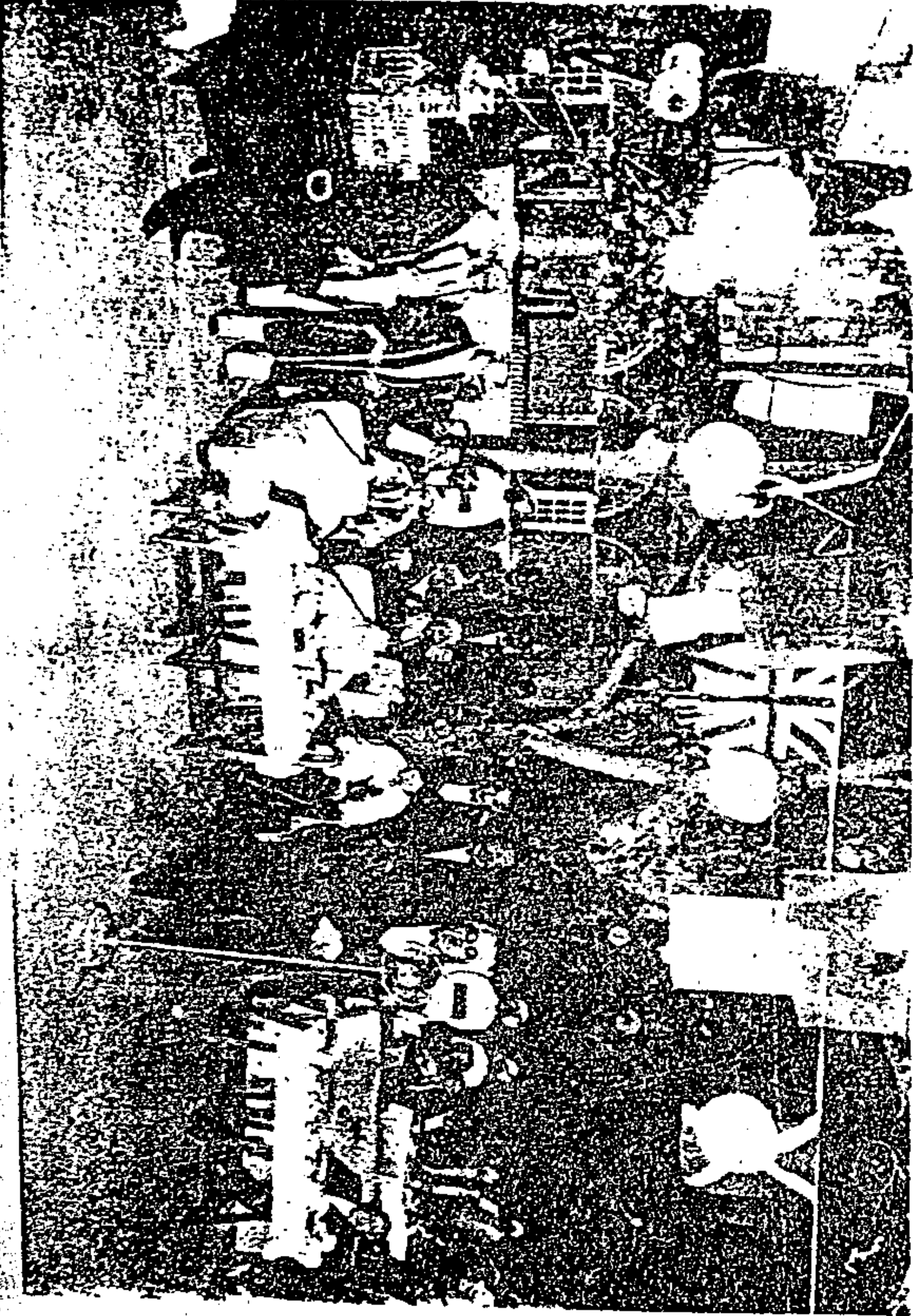
"مسند امامت" پر براجمان ہونے کی "گولڈن جوبلی" تقریب کے موقع پر خطاب

(اس تقریب میں ۲۵۰۰ معزز مہمانوں نے شرکت فرمائی)

AN INFLUENTIAL PARTY : The Maharaja of Patiala Chating with Mowlana Hazer Imam.
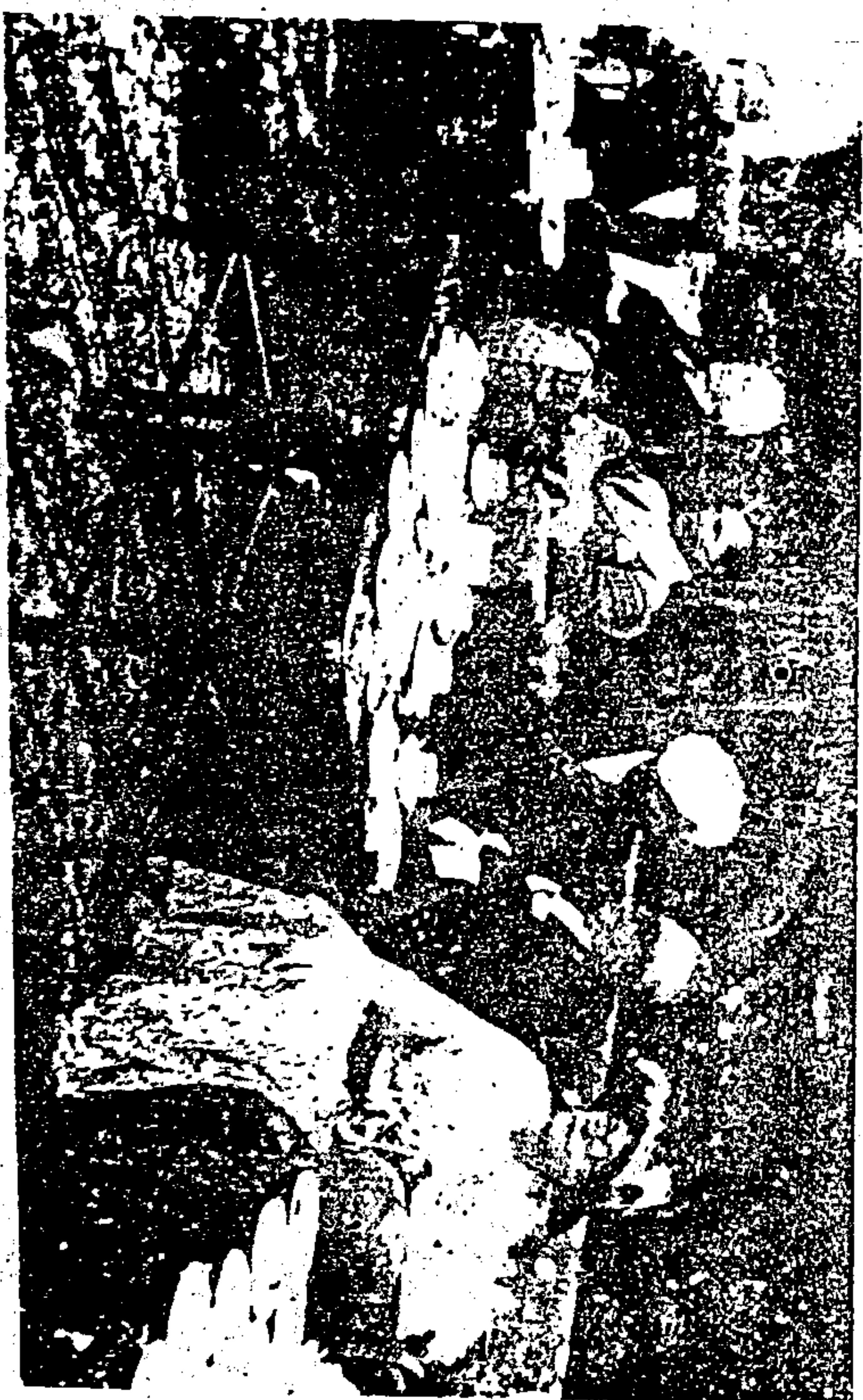
"انتہائی ذی اثر تقریب" مہاراجہ پٹیالہ "حاضر امام" سے بے تکلفانہ انداز میں محو گفتگو

H. S. H. PRINCE ALY S. KHAN Heir Apparent to MOWLANA HAZAR IMAM, in the Arab costumes of His forefathers, during his visit to Syria.

پرنس علی خان عرب لباس میں (سفر شام کے موقع پر)

MOWLANA HAZAR IMAM H. R H. THE PRINCE AGA KHAN IN BOYHOOD.

મૌલાના હાઝર ઈમામ કિશોર અવસ્થામાં.

پرنس آغا خان سوم اپنے لڑکپن کے دور میں

A Picture reminiscent of MOWLANA HAZAR IMAM H. R. H. THE PRINCE AGA KHAN'S visit in 1906 to Aligarh College as the President. His Royal Highness is seated in the centre with Nawab Vikarul Mulk on the right and other office bearers and leading persons of the College.

"مولانا حاضر امام" ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ کالج آمد کے موقع پر گروپ فوٹو

"HIGHLAND" KARACHI THE BIRTH PLACE OF MOWLANA HAZAR IMAM

حاضر امام کی جائے پیدائش "ہنی مون لاج" یا ہائی لینڈ کراچی (جسے گجراتی میں "یا علی بابا" جی ٹیکری کہا جاتا ہے)

ترجمہ: .... اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ انکو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے .....

(البقرہ ۲/۲۵۶-۲۵۷)

بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان میں ترتیب دی گئی (زیر طباعت)

آپ بیتی

BIOGRAPHY

"The Mystery - play of Self-styled god"

(ANTHOLOGY) ادبی شہ پاروں کا مجموعہ

اردو ترجمہ بعنوان

آغاخانی مسلمان

آپ بیتی از:

اکبر علی غلام حسین

خصوصی انداز میں محدود ادبی تلخیص ترجمہ

ترتیب و پیشکش

محمد اکبر خان (چیف ایڈیٹر)

سہ ماہی "اسماعیلی نمازی مرز" کراچی

شعبہ تحقیق و تصنیف

ادارہ مطبوعات

اسماعیلی نمازی مرز" کراچی

زیر سرپرستی ○ اسماعیلی نمازی خدمت کمیٹی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

خصوصی تعاون

ISMAILI NAMAZI M...